پاکستان میں علمِ تجوید و قراءت

ماضی حال اور مستقبل

مقالہ برائے ــــــــــ پی ایچ ڈی

جلد اوّل

مقالہ نگار :
قاری محمد طاہر

نگرانِ مقالہ :
پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور پاکستان

۱۹۹۷ء

محتویات

علم القراءت آغاز وارتقاء

علم القراءت قبل از مصحف عثمانی ــ محرکات اسباب وعلل ــ عہد رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) خلافت راشدہ کا زمانہ ــ عہد ابوبکر صدیقؓ ــ حضرت عثمان غنیؓ کا زمانہ

علم القراءت بعد از مصحف عثمانی ــ مرکز مدینہ منورہ ــ مرکز مکۃ المکرمہ ــ مرکز شام ــ مرکز بصرہ ــ مرکز کوفہ جمع وتدوین قرآن ــ رسم ــ روایت ــ عکس اوراق مصحف عثمانی (تاشقند) ــ علم الضبط ــ علم الفواصل ــ ابن مجاھدؒ ــ قراءات سبعہ وعشرہ ــ اسباب وعلل ــ لہجات اور لحن اختلاف قراءات کے فوائد ــ سبعہ احرف (264) ــ ناقدانہ جائزہ ــ سبعہ احرف حکمت ومصلحت تدوین علم قراءت ــ آئمہ قراءات اور ان سے منسوب قرائتیں ــ آئمہ قراءت عشر اور ان کے رواۃ کا جدول ــ امام نافع مدنی ــ سلسلہ سند ــ قالون ورش ــ امام ابن کثیر ــ سلسلہ اسناد البزی ــ قنبل ــ امام ابوعمرو بن العلاء البصری ــ سلسلہ سند ــ الدوری ــ السوسی امام ابن عامر الشامی ــ سلسلہ سند ــ ھشام ــ ابن ذکوان ــ امام عاصم الکوفی ــ سلسلہ سند ــ ابوبکر شعبہ ــ حفص ــ امام حمزہ الکوفی ــ اتصال سند ــ خلف ــ خلاد ــ امام ابوالحسن علی الکسائی ــ ابوالحارث ــ حفص الدوری ــ یعقوب البصری رویس ــ روح ــ خلف البزار ــ اسحاق ــ ادریس

روایت حفص کی شہرت

تجوید و قراءت پاکستان میں

قیام پاکستان سے قبل ـــ سہارن پور ـــ مدرسہ تجوید القرآن ـ مظاہر علوم

دارالعلوم دیوبند ـــ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ـــ مدرسہ احیاء العلوم الٰہ آباد

علی گڑھ یونیورسٹی ـــ پانی پت ـــ حیدر آباد دکن عکس دستاویزات المجلس العالمی للقراءۃ حیدرآباد دکن

عکس سرکاری خطوط سفارۃ الجمہوریہ العراقیہ ـ سفارہ پاکستان ـ عکس اخبارات مالیزیا عکس سند قراءت نیدر لینڈ انڈیا ـ مدرسہ صولتیہ مکہ

قیام پاکستان کے بعد ـ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار ـــ مرکزی دارالترتیل والقراءت ـ مکاتب

روایتی فرق ـــ مصری مکتب کا سلسلہ سند ـ پانی پتی سلسلہ سند ـ رسمی فرق

اکابر اساتذہ کا اجمالی تعارف اور انکی خدمات کا جائزہ

قاری محمد اسماعیل پانی پتی ـــ قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی ـ قاری عبدالمالک صدیقی

عکس خط محمد عظمت علی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ـــ قاری عبدالعزیز شوقی

قاری محمد شریف ـــ قاری محمد اسماعیل ـــ قاری رحیم بخش ـــ قاری فتح محمد

قاری اظہار احمد تھانوی ـــ قاری سید حسن شاہ بخاری

علم تجوید و قراءت پر تصنیفی و تحریری کام

(تراجم و حواشی ـ کتب قراءت ـ کتب تجوید ـ سوانحات)

مخطوطات ـــ کتب کا جدول ـــ صوتی تسجیلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ لاکھوں درود و سلام نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر جو دنیا میں اللہ کا پیغام لے کر تشریف لائے۔ اللہ کا یہ پیغام قرآن حکیم کی شکل میں دنیا میں آیا جسے جبریل امین نے اللہ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل کیا فرمان الٰہی ہے

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۝

یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے جسے روح الامین نے آپ کے دل پر اتارا ہے تاکہ آپ تنبیہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ یہ صاف واضح عربی زبان میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ خَلْقِهِ

قرآن کریم کو تمام کلاموں پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام مخلوق پر ہے۔

کلام الٰہی کی رفعت اور علو مرتبت کا تقاضا تھا کہ اس کلام کی حفاظت کیلئے بھی اتنا ہی بڑا اہتمام کیا جاتا جو اس کی شان کے مطابق ہوتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت نازل شدہ آیات کو جلدی جلدی دہرانے کی کوشش فرماتے تھے مبادا

ایات الٰہی ذہن سے محو نہ ہو جائیں ۔ کلام اللہ کا تھا۔ اللہ سے رسول اللہ کی یہ کلفت دیکھی نہ گئی ۔ سہولت عطا کی فرمایا

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ؗ

آپ اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیجئے ۔ اس کو یاد کرادینا اور پڑھوادینا تو ہمارے ذمہ ہے مراد یہ تھی کہ یہ کلام چونکہ ذات الٰہی کا ہے اس کی حفاظت کے انتظامات بھی انسان کے بس کی بات نہیں صاحب کلام خود ہی حافظ کلام بھی ہے ۔ ان آیات کے تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کلام اللہ کے محفوظ ہونے میں کلام تو کجا ۔ گنجائش کلام بھی موجود نہیں

جس طرح قرآن منزل من اللہ ہے اسی طرح اس کی تلاوت کے طریقے بھی منزل من اللہ ہیں ۔ جس طرح قرآن محفوظ ہے اسی طرح اس کے پڑھنے کے طریقے بھی محفوظ ہیں ۔ علم قراءت درحقیقت رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نطق کا نام ہے جس پر آپ ہدایت ربانی کی تعمیل میں کلام الٰہی کی تلاوت فرمایا کرتے تھے ۔ اسی نطق رسول کو علم قراءت اور علم تجوید کا نام دیا جاتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مختلف انداز تلاوت چونکہ سبعہ احرف پر مبنی تھے اس لئے تلاوت کے ان تمام طریقوں کا مختلف ہونا بدیہی امر تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ان تمام طریقہ ہائے تلاوت کو محفوظ کرنے کی غرض سے امت محمدیہ میں سے بعض مقربین کو یہ سعادت بخشی ۔ انہوں نے اس علم کی حفاظت کی اس کو آگے منتقل کیا ۔ جن جن شخصیات نے یہ خدمت سرانجام دی انہی کو آئمہ قراءت کہا جاتا ہے ۔ اور وہ قراءت پھر انہی کے نام سے منسوب ہو گئی ۔ اسی نسبت سے علم قراءت

پورے عالم اسلام میں پھیلا اور نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہا۔ اسی حوالے سے آج مسلمان اس امر پر بجا طور سے فخر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ملنے والی کتاب الٰہی کی محض عبارت ہی محفوظ نہیں بلکہ تلاوت کے حوالے سے نطق رسول بھی ان کے ہاں پوری طرح محفوظ چلا آرہا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن کا یہ ایسا نادرالوجود اعجاز ہے جو دنیا کی کسی کتاب یا تحریر کو حاصل نہیں ہے۔

پاکستان ایک اسلامی ریاست کے طور پر معرض وجود میں آیا اور اسلامی نظریہ حیات ہی پاکستان کی شناخت ہے۔ اسلامی نظریہ حیات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے اس سرچشمہ ہدایت و منبع نور کی حفاظت کیلئے علم تجوید و قراءت کے حوالے سے پاکستان میں کیا کیا خدمات سرانجام دی گئیں پیش نظر اوراق میں انہی بکھری معلومات کو بتوفیق الٰہی یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ جامعات اور تعلیمی ادارے علم اور تحقیق ہی سے نمو حاصل کرتے ہیں۔ ان اداروں کی شان و شوکت عظمت و رفعت تحقیق و تدقیق ہی کی رہین منت ہے۔ اگر ان اداروں سے **عمل تحقیق کو ختم کردیا جائے تو جامعات عمارتیں تو ہونگی لیکن ادارے کہلانے کا استحقاق کھو بیٹھیں گی**۔ جس طرح سنگ و خشت سے جہاں پیدا نہیں ہوتے اسی طرح محراب نما بڑی بڑی عمارتیں جامعات کا عنوان نہیں بن سکتیں۔

پاکستان میں جامعہ پنجاب کا بڑا نام ہے۔ تاریخ کا حوالہ دیں تو اس کا شمار برصغیر پاک و ہند کی پرانی جامعات میں ہوتا ہے۔ اس جامعہ میں بڑا تحقیقی کام ہوا ہے ہو رہا جامعہ پنجاب ہی کے توسط سے قرآن کریم سے متعلق علم تجوید و قراءت جیسے مہتم بالشان اور

عظیم عنوان پر تحقیقی کام کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے ۔ جو میرے لئے اعزاز ہے
اہل علم اس بات سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ تحقیق کا عمل کٹھن بھی ہے اور صبر آزما بھی
کیونکہ اس میں سفر معلوم سے نامعلوم کی طرف ہوتا ہے ۔ لاکھ آگے بڑھنے کے باوجود نامعلوم
نامعلوم ہی رہتا ہے ۔ اور منزل نہیں ملتی ۔ اسی لئے کوئی محقق اپنی تحقیق کو حتمی اور آخری
ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا ۔ ایسا دعویٰ ہمیں بھی نہیں ہے ۔ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ہمارے
تحقیقی مقالے کے عنوان کی تعبیریں کتابوں میں کم اور پاکستان کے قریہ قریہ کوچہ و بستی
میں زیادہ بکھری ہوئی تھیں ۔ ہم نے ان تمام منتشر و پراگندہ معلومات کو اکٹھا کرنے کے
لئے چاروں صوبوں کا سفر کیا ۔ جہاں جہاں سے جو کچھ ملا اس کو مقالے کی مالا میں پروکر
پیش کردیا ۔ اس سعی میں کامیابی کا تناسب کیا رہا ۔ میزان آپ کے ہاتھ میں ہے ۔

عاجز تو صرف یہ سمجھتا ہے ”جو کچھ ہوا کرم ہے ترا“ میرا کچھ کمال نہیں ۔
اس تذکرے میں جہاں کہیں خامی ہے بس وہی حصہ میرا ہے ۔ کہ میرا شعور و ادراک
فہم اور قلم سب کوتاہ رسا ہیں ۔

پیش نظر مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے ۔ پہلا باب تجوید و قراءت کے تعارف
پر ہے ۔ لغوی و اصطلاحی مفہوم کے ساتھ ساتھ تجوید و ترتیل کے فرق کو واضح کیا گیا ہے ۔
دوسرے باب میں قرآن و حدیث کی رو سے تجوید و ترتیل کی اہمیت کا ذکر ہے ۔ اس ضمن میں
آیات قرآنی سے استشہاد دینے کے علاوہ ایسی احادیث بھی پیش کی گئی ہیں جن سے
اختلاف کا جواز ثابت ہوتا ہے ۔ ان احادیث کی تعداد چالیس ہے ۔ اس تعداد سے
اس سعادت کا حصول بھی مقصود ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ۔

من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً من امر دینها بعثه الله فقیها عالماً۔

جو شخص میری امت کے فائدے کیلئے دین کے کام کی چالیس احادیث محفوظ کریگا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور فقہاء کی جماعت میں اٹھائیگا۔

اسی باب میں خلاف تجوید تلاوت کے سبب پیدا ہونے والے معنوی و فقہی نقصانات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

تیسرے باب کے چار حصّے ہیں۔ پہلے حصے کا عنوان علم قراءت قبل از مصحف عثمانی ہے اس میں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے زمانے تک کا تذکرہ ہے۔ دوسرے حصّہ میں دور عثمانی کے حوالے سے جمع تدوین قرآن رسم روایت اور اصول تجوید و قراءت کا ذکر ہے۔ تیسرے حصے میں ابن مجاہد کے زمانے میں ہونے والی خدمات کو بیان کیا گیا ہے چوتھے حصّے میں قراءات سبعہ و عشرہ لحن و لہجات اختلاف قراءات کی وجوہات سبعہ احرف کا مطلب و مفہوم کے علاوہ آئمہ قراءات کے اجمالی حالات دیئے گئے ہیں۔ نیز اس بات سے بحث بھی کی گئی ہے کہ روایت حفص کو اسلامی دنیا میں زیادہ شہرت اور قبول کن وجوہات کی بناء پر حاصل ہوا۔

چوتھے باب کا عنوان ہے تجوید و قراءت پاکستان میں۔ اس حوالے سے بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصّہ میں ان مراکز کی نشاندہی کی گئی ہے جو قیام پاکستان سے قبل برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں قائم تھے اور جہاں سے یہ علم تجوید و قراءت پورے برصغیر میں پھیلا اور پاکستان منتقل ہوا۔ جبکہ ...

دوسرے حصے میں قیام پاکستان کے بعد علم تجوید وقراءت کی کیفیت وارتقاء کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے قراءت وتجوید کے دو مشہور مکاتب یعنی پانی پتی اور مصری کے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی کے ذیل میں اکابر اساتذہ کا اجمالی تعارف بھی دیا گیا ہے۔ اس تعارف میں ان قاری حضرات کے احوال وآثار کو شامل تحریر کیا گیا ہے جن کا تعلق پاکستان سے ہے۔ ان کے علاوہ ایسے اکابر جو تشکیل پاکستان سے قبل اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن ان کی لکھی ہوئی کتابیں پاکستان میں شائع ہوئیں یا پاکستان کے مدارس میں شامل تدریس رکھی گئیں۔ اس تحدید کی وجہ یہ ہے کہ برصغیر کے تمام اکابر قراء کے حالات کو شامل مقالہ کیا جانا ممکن نہ تھا کیونکہ یہ سلسلہ لامتناہی ہے یوں بھی مقالہ کا عنوان اس بات کا متقاضی ہے کہ قراء کے حالات کا تذکرہ پاکستان کے کسی بھی حوالے کے ساتھ محدود کیا جائے۔ اس سلسلے میں دوسری حد بندی یہ کی گئی ہے کہ ایسے اکابر کے حالات شامل کئے گئے ہیں جو اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں۔ حیات قراء حضرات کو اس تذکرے میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس باب میں علم تجوید وقراءت پر تصنیفی وتالیفی کام کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایسی کتب کو شامل کیا گیا ہے جو یا تو پاکستان میں لکھی گئیں یا پاکستان میں طبع ہوئیں۔ اس حوالے سے پہلے عربی زبان میں لکھی گئی کتب کے تراجم وحواشی اور تعلیقات پر مبنی کتب کا تذکرہ ہے۔ دوسرے درجہ میں کتب علم قراءت۔ تیسرے درجہ میں کتب تجوید اور چوتھے درجہ میں سوانحات کا ذکر ہے آخر میں پاکستان میں موجود قلمی نسخوں اور مخطوطات کا تذکرہ ہے۔ کتب کے تذکرہ میں کتابوں کے ناموں کے اعتبار سے حروف تہجی پر ترتیب قائم کی گئی ہے۔ کتب کے علاوہ

اس باب کے آخر میں صوتی تسجیلات کا ذکر بھی ہے اور ایسے اداروں کا تعارف دیا گیا ہے کہ جنہوں نے قراءات پر مبنی صوتی تسجیلات کے ذریعے علم قراءات کو ملک میں عام کیا۔ اسی حوالے سے تاریخی طور پر اس بات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے کہ صوتی تسجیلات کا کام باقاعدہ منظم شکل میں کب اور کس ملک میں ہوا۔

پانچویں باب میں مدارس کا تذکرہ ہے۔ جس کے تحت ملک کے چاروں صوبوں میں موجود مدارس قراءات کے حالات و کوائف جمع کئے گئے ہیں۔ پہلے درجہ میں ایسے مدارس لئے گئے ہیں جو مختص بالقراءت ہیں اور جہاں سبعہ عشرہ قراءات پڑھائی جاتی ہیں۔ دوسرے درجہ میں ایسے مدارس جو مختص بالقراءات صرف سبعہ تک ہیں۔ تیسرے درجہ میں وہ مدارس جو مختص بالقراءات تو نہیں ہیں البتہ وہاں درس نظامی کے ساتھ درجہ تجوید و قراءت قائم ہے اور تعلیم سبعہ عشرہ تک دی جاتی ہے۔ چوتھے درجہ میں ایسے مدارس جہاں درس نظامی کے ساتھ درجہ تجوید قائم ہے اور تعلیم صرف سبعہ قراءات تک ہے۔ پانچویں درجہ میں وہ مدارس ہیں جہاں صرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے آخری درجہ میں ایسے مدارس کا تذکرہ ہے جہاں درس نظامی کے ساتھ درجہ تجوید و قراءت میں روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی ذیل میں مختصر تذکرہ سابق مشرقی پاکستان حالیہ بنگلہ دیش کا بھی آگیا ہے۔ جس کے لئے باقاعدہ سفر تو ممکن نہ ہوا۔ ڈاک و خطوط کا سہارا لیا گیا۔ البتہ ۱۹۹۷ء میں سفر حج کے دوران قصداً بہت سے ایسے علماء و قراء سے ملاقاتیں کیں جن کا تعلق سابق مشرقی پاکستان سے تھا۔ ان حضرات سے جو مفید معلومات ملیں وہ مقالے کا حصہ ہیں۔ چھٹا اور آخری باب تحریص و ترغیبات کے عنوان سے ہے۔ اس میں ذرائع

ابلاغ قراء کی تنظیمیں - دینی جرائد و مجلات اخبارات کے ایڈیشن مجالس و محافل قرأت وغیرہ کا تذکرہ ہے ۔ نیز اسی حوالے سے ایسے سرکاری اقدامات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے جو علم قرأت وعلم تجوید کے فروغ میں ممدو معاون ثابت ہوئے ۔ اس باب میں ایسی تجاویز بھی دی گئی ہیں جو پاکستان میں اس مبارک علم کی ترقی کے حوالے سے ناگزیر ہیں ۔

مقالے کی تکمیل میں بہت سے اہل علم اہل دانش اور صاحبان فہم وبصیرت نے میری معاونت فرمائی سب کا شکر گزار ہوں ۔ سب سے پہلے استاد محترم ومکرم پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب کیلئے سراپا سپاس ہوں کہ یہ مقالہ انہی کی دعاء نیم شبی کا ثمر ہے ۔ محترمہ ڈاکٹر جمیلہ صاحبہ صدر نشین ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب وسابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان نے میری راہ نمائی نہیں فرمائی بلکہ انگلی پکڑ کر ہی چلایا وگرنہ اس میدان میں یہ طفل تو گھٹنوں کے بل چلنے سے بھی نا آشنا تھا ۔ ملک کے ممتاز دانشور جامعہ پنجاب لاہور کے استاد حافظ احمد یار صاحب نے قدم قدم قلم قلم سیدھا کیا ۔

دوسرے حضرات میں گوجرانوالہ کے محترم ضیاء اللہ کھوکھر جو پیشہ کے لحاظ سے تاجر ہیں لیکن علمی ذوق کا عالم یہ کہ اپنے گھر میں ذاتی لائبریری ۔ اتنی بڑی کہ بعض اداروں کی لائبریریاں اس نجی لائبریری کے سامنے ماند ۔ بڑے اہم رسائل و جرائد کے پورے فائل ان کے ہاں موجود ہیں ۔ دینی جرائد و مجلات کے حوالے سے بیشتر معلومات یہیں سے ملیں ۔

بیت الحکمۃ ہمدرد یونیورسٹی لائبریری کراچی کے خضر نوشاہی ۔ قاری محمد صدیق دار العلوم فیصل آباد رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان مولانا ارشاد الحق اثری ۔ اشاعت العلوم فیصل آباد

مولانا عبد الرشید ارشد اور مولانا محمد رمضان شوق ۔ گورنمنٹ فیصل آباد کے استاد ڈاکٹر محمد نواز چودھری سب میرے شکریے کے مستحق ہیں ۔ اللہ تعالے ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ علم اور تحقیق کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ علم تحقیق کا محتاج ہے کہ تحقیق کے بغیر علم کا قدم آگے نہیں اٹھتا اور تحقیق بغیر علم کے کوتاہ رساہے اس لحاظ سے علم کو تحقیق کی ضرورت ہے اور تحقیق کو علم کی ۔ اگران دونوں کا کچھ رشتہ ہے تو فقط یہ کہ ایک لازم ہے دوسرا ملزوم ۔ ایک مبتدا ہے دوسرا خبر ۔ ایک تابع ہے دوسرا متبوع ۔ لیکن ہمارا دامن علم وتحقیق دونوں سے تہی ۔ بس اللہ نے مدد کی ۔ علم دوست احباب نے دست تعاون سے سہارا دیا ۔ اسی مدد اور تعاون کا نتیجہ نوک قلم سے قرطاس پر منتقل کرکے پیش کر رہا ہوں ۔

اگر تعلّی پر محمول نہ ہو تو اس جگہ اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس مقالے کو میں نے اپنے ہی قلم سے سپرد قلم کیا ہے ۔ ممکن ہے حسن تلاش نگاہوں میں میری یہ تحریر جاذب نظر نہ ہو تاہم میں نے یہ ساری مشقت کمپوزر کی پیدا کردہ کلفت سے بچنے اور بچانے کی وجہ سے برداشت کی ہے ۔ کیونکہ مشینی دور میں جہاں سہولتیں پیدا ہوئیں وہاں یہی مشینیں ایسے لوگوں کیلئے تختہ مشق ستم بھی بنیں جو سے اور نے کا فرق بھی نہیں جانتے ۔ اور قراءت کو شرارت تجوید کو تعویذ ۔ قاریان ہند کو قادیان ہند اور علم کو حِلم لکھتے ہوئے باک محسوس نہیں کرتے ۔ کوئی شک نہیں کہ میرا سفر بڑھا تاہم ہاتھ سے لکھنے کی مشقت کمپوزر کے ہاتھوں پہنچنے والی کلفت سے کم تھی ۔ میں نے اسی کو اختیار کیا ۔ مقالہ میں رسم کا حسن تلاش کرنے والے اگر میری اس مجبوری کو سامنے رکھیں تو ان کی نگاہیں اس سادگی ہی میں حسن بکھرا پائیں گی ۔ واللہ عندہٗ حسن الثواب ۔

بابِ اوّل

تجوید و قرأت کا تعارف

لغوی و اصطلاحی بحث

لغوی اور اصطلاحی مطلب

لفظ تجوید کے بارے میں علمائے لغت کی آراء حسب ذیل ہیں۔

جود۔ الجیم والواو۔ والدال اصل واحد وھو التسمح بالشئ وکثرۃ العطاء۔ یقال رجلٌ جوادٌ۔ بیّن الجود وقومٌ اجواد۔ والجواد: المطر الغزیر۔ والجواد الفرس الذریع والسّریع۔ والجمع جیادٌ۔ قال اللہ تعالیٰ
اذ عرض علیہ بالعشی الصّافنات الجیاد
والمصدر الجودہ۔ فاما قولھم
فلان یجاد الی کذا۔ کانہ یساق الیہ [۱]

جودٌ۔ جیم۔ واو۔ دال سے واحد ہے جس کا مطلب ہے کسی معاملہ میں نرمی برتنا اور عطاء و بخشش میں کثرت۔ کہا جاتا ہے خوب بخشش کرنے والا آدمی۔ بہت خیرات کرنے والا اسی طرح بہت سخاوت کرنے والی قوم۔ اور جواد موسلا دھار بارش کو کہتے ہیں اور جواد کا لفظ بیر تیلے اور تیز رفتار گھوڑے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع

---

(۱) ابن فارس۔ ابوالحسین احمد بن فارس۔ معجم مقاییس اللغۃ ۱/۴۹۳

جیاد ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِذْ عُرِضَ عَلَیهِ بِالعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الجیاد

جب اس کے سامنے خوب سدھے ہوئے تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے

اس کا مصدر الجودہ ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں چیز کا مشتاق ہے۔

گویا کہ اسے کشاں کشاں اس چیز کی طرف لے جایا گیا۔

جود۔ شیٌٔ جیّدٌ علی فَیْعِلٍ والجمع جیاد وجیائدٌ بالھمز علی غیر قیاس

والجود:۔ المطر الغزیر تقول جاد المطر جودًا فھو جائدٌ والجمع جودٌ مثل صاحب وصحب۔ وھاجت لنا سماءٌ جودٌ ومُطرنا مطرتین جودین۔ وقد جیدت الارض فھی مجودۃٌ

وجاد الرجل بمالہ یجود جودًا بالضم فھو جوادٌ وقومٌ جودٌ مثل قَذَالٍ وقُذُلٍ۔ وانما سَکّنت الواو لانھا حرف علۃ ۔۔ واجواد واجاود وجُوَداء وکذالک امراۃٌ جوادٌ ونسوۃ جودٌ مثل نَوَارٍ ونُوْرٍ ۔۔۔۔۔۔۔ وجادَ الفرس ای صار رائعًا یجود جُودَۃً بالضم فھو جوادٌ للذکر والانثیٰ من خَیلٍ جیادٍ واَجیادٍ واَجاوید ۔۔۔۔۔۔

وجادَ الشيءُ جَوْدَةً وجُودَةً اى صار جيّدًا

..... وَاجادَ الرجلُ اذا كان معه فَرسٌ

جوادٌ واجدت الشيءَ فجاد ـ والتجويد مثله

وقد قالوا اجودتَ كما قالوا اطالَ وأطولَ

واحال واَحْوَلَ واطابَ واطيبَ وَالَانَ وأليَنَ

على النقصان والتمام ـ

وشاعرٌ مجوادٌ اَى مجيدٌ كثيرًا واجدتُه النقد:

اعطيتهٔ جيادًا ـ واستجدتُ الشيءَ: عددتُهٔ جيّدًا

وجادَدتُ الرجلَ من الجود كما تقول ماجدته

من المجدِ ـ

والجيد :- العنق والجمع اجياد ـ والجَيَد بالتحريك:

طول العنق وحسنهٔ ـ رجلٌ اجيد

وامرأةٌ جَيْداء والجمع جودٌ ـ (۱)

جودٌ فَيْعِلٍ کے وزن پر جَیِّدٌ یعنی اچھی چیز ـ اسکی جمع جیاد ہے ـ اور ھمزہ کے ساتھ غیر قیاسی جمع جیائد ہے ـ اور جود :- یعنی بہت زیادہ بارش ـ کہا جاتا ہے جاءَ المطرُ جودًا بارش خوب خوب برسی ـ اس کی جمع جودٌ ہے ـ جیسے صاحبٌ اور صحبٌ ـ اور کہا جاتا ہے حاجت لنا السماء یعنی ہم پر بہت زیادہ بارش برسی ـ اور جب زمین شاداب ہوتی ہے تو اس کیلئے

---

(۱) الجوھری: اسماعیل بن حماد ـ الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ ۲/ ۴۶۲ـ۴۶۱

مجودہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور جاد الرجل یعنی کسی شخص کا مالدار ہونا۔ متمول شخص کو جواد کہا جاتا ہے۔ اور قوم جُودٍ۔ خوشحال قوم کے لئے یہ جملہ بولا جاتا ہے۔ جیسے قَذَالٍ و قُذُلٍ جُودٍ میں واؤ حرف علت ہونے کی بنا پر ساکن ہے۔ اسی طرح اجواد - اجاود اور جُودَاء کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح اِمراۃٌ جوادٌ اور نسوۃٌ جودٌ کہا جاتا ہے یعنی جوادٌ اور جودٌ تذکیر و تانیث میں یکساں طور پر بطور صفت آئے ہیں۔ جیساکہ نوارٍ اور نورٍ اور جاد الفرس یعنی گھوڑا تیز رو ہوگیا۔ یجود جودۃً پیش کے ساتھ یعنی مذکر مؤنث دونوں کیلئے مستعمل ہے۔ جیسے خیلٍ جیادٍ۔ اجیادٍ اور اجادیں — وَجَادَ الشَیُٔ جَوْدَۃً۔ کسی چیز کا عمدہ ہونا۔ أجَادَ الرّجل بولا جاتا ہے۔ جب آدمی کے پاس تیز رفتار گھوڑا ہو۔ اسی طرح لفظ تجوید ہے اور کہا جاتا ہے۔ اجودتُ۔ جیساکہ اطال۔ اطول۔ احَالَ۔ أحْوَلَ۔ الَابَ۔ ألْیبَ اور الْاَنَ والْیَنَ سب نقصان اور اختتام کیلئے بولے جاتے ہیں۔

شاعرٌ مجوادٌ: یعنی بہت ہی اچھا شاعر اور احدتہ النقد یعنی میں نے اسکو بہت زیادہ عطا کیا۔ استجدت الشئ ... میں نے کسی چیز کو عمدہ طریق سے تیار کیا۔ اور جاودتُ الرجل من الجود۔ جیساکہ کہا جاتا ہے **ماجدتہ من المجد**

والجید۔ یعنی گردن اسکی جمع اجیاد ہے اور الجَیَدَ یعنی زبر کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہوگا لمبی خوبصورت گردن۔ رجلٌ اجیدٌ۔ امراۃٌ جیداء یعنی خوبصورت گردن والا مرد۔ خوبصورت گردن والی عورت۔ اسکی جمع جودٌ ہے۔

جود:- الجیّد :- نقیض الردیٔ علی فیعل واصلہ جَیوِد فقلبت الواو یاء لانکسارھا ومجاورتھا الیاء ثم ادغمت الیاء الزائدہ فیھا والجمع جیاد وجیادات جمع الجمع .... وجاد الشیٔ جودۃً وجُودۃ ای صار جیّداً واجدت الشیٔ فجاد والتجوید مثلہ .... ویقال اجاد فلانٌ فی عملہ واجود وجاد عملہ یجود جودۃً ...... ورجل جواد سخیّ (۱)

جودٌ- الجیّد- الردیٔ کی نقیض ہے (جیسے کھوٹے کا متضاد کھرا ہوتا ہے) فَیعَل کے وزن پر- اس کا اصل جَیوِد ہے- واؤ مکسورہ کو ماقبل یا ہونے کی وجہ سے یا میں تبدیل کردیا گیا پھر یاء زائدہ پہلی یاء میں مدغم ہوگئی- اسکی جمع جیاد ہے اور جیادات اسکی جمع الجمع ہے اور جاد الشیٔ جودۃً وجُوْدَۃً یعنی کسی چیز کا عمدہ ہو جانا وَاَجدتُ الشیٔ فجادَ- یعنی میں نے کسی چیز کو اچھا بنایا وہ عمدہ ہوگئی- اسی سے لفظ التجوید ہے کہا جاتا ہے کہ اَجادَ فُلانٌ فِی عَمَلِہٖ- فلاں شخص اپنے کام میں ماہر ہوگیا- اور اس کا عمل بھی اچھا ہے- رَجُلٌ جَوَادٌ یعنی سخی آدمی-

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۳/ ۱۳۵

تجوید کا مادہ ج۔و۔د (جاد) ہے۔ جو ثلاثی مجرد کے باب نصر ینصر سے ہے
جاد کا مطلب کسی چیز کا عمدہ ہونا اچھا بنانا ہے اسی سے جود الشی کی ترکیب ہے
یعنی کسی چیز کو عمدہ بنانا۔ جوّد کا فاعل اگر قاری ہو تو اس کا مطلب ہوگا تجوید کے
لحاظ سے پڑھنا اسی سے مجوّد اسم فاعل ہے۔ التجوید فی القرات۔ قواعد فن قراءت
کے مطابق پڑھنا۔[۱]

علم التجوید

ھو علم باحث عن تحسین تلاوۃ القرآن العظیم من جھۃ
مخارج الحروف وصفاتھا وترتیل النظم المبین باعطاء حقھا
من الوصل والوقف والمد والقصر والروم والادغام والاظہار
والاخفاء والامالہ والتحقیق والتفخیم والتشدید والتخفیف
والقلب والتسھیل الی غیر ذالک[۲]

علم تجوید وہ علم ہے جو قرآن مجید کی اچھے انداز میں تلاوت کے سلسلے میں حروف کے مخارج ان
کی صفات اور ترتیل کی رعایت رکھنے کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ نیز وصل وقف
مد اور قصر روم ادغام اظہار اخفاء امالہ تحقیق تفخیم تشدید تخفیف اقلاب تسہیل
وغیرہ کو صحیح طور پر ادا کرنا (اس علم کا موضوع ہیں)

---

(۱) ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی۔ مصباح اللغات ص ۱۰۲

(۲) چلپی حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب الفنون ۱/ ۳۵۳

تجوید : عربی

تجوید قرأت قران کافن ہے ۔ کلمۂ تجوید کے لغوی معنی ہیں التحسین ۔ یعنی نیکو کردن ۔ آراستہ اور درست کرنا ؛ اصطلاح میں فن قرأت کا نام ہے ۔ جس سے حروف قرآن کی قرأت درست ہو جاتی ہے ۔ اس طرح کہ ہر حرف صحیح مخرج سے اپنی مکمل صورت میں بغیر افراط و تفریط ۔ بلا تکلف و تعسّف نرمی و سہولت کے ساتھ ادا ہونے لگتا ہے ۔ اور ادا کرنے میں آواز نہ زیادہ زور کی ہوتی ہے اور نہ کمزور نہ بے جا طور پر کرخت اور نہ سست اور نہ اس میں کوئی لحن یعنی لغزش اور غلطی ہوتی ہے ۔ نہ بے جا تفخیم و ترقیق[1]

تجوید

تحسین یعنی آراستہ کرنا درست کرنا ۔ اصطلاح میں اس سے مراد فن قرأت ہے جس کے تحت حروف قرآن کو ان کے صحیح مخرج کے مطابق پڑھا جاتا ہے ۔ اور حروف کو ادا کرنے میں آواز نہ زیادہ زور دار ہوتی ہے نہ کمزور اور نہ کوئی لغزش و غلطی ہوتی ہے ۔

تجوید کی تین قسمیں ہیں ۔ ترتیل ۔ حدر اور تدویر

ترتیل سے مراد الفاظ کو آہستگی کے ساتھ ان کے مطالب پر غور و خوض کرتے ہوئے پڑھنا ہے ۔ حدر سے مراد جلد اور تیز پڑھنا تدویر سے مراد اعتدال کے ساتھ پڑھنا ہے[2]

---

(۱) دائرۃ المعارف ، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷

(۲) قاسم محمود ، اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۴۷۶

رتل

الرَّتل اتساق الشيء وانتظامه على استقامة يقال رجلٌ رتل الاسنان۔ الترتيل ارسال الكلمة من الفم بسهولة واستقامة[1]

رتل کسی چیز کا مضبوطی کے ساتھ منظم و منضبط ہونا۔ کہا جاتا ہے مرتل دانتوں والا شخص۔ ترتیل۔ کسی کلمہ کو منہ کے ذریعہ سہولت اور مضبوطی کے ساتھ ادا کرنا۔ (ترتیل کہلاتا ہے)

رتل۔ الرَّتل

حسن تناسق الشيء۔ وثغرٌ رَتَلٌ ورَتِلٌ: حسن التنضيد مستوی النبات وقيل المفلج وقيل بين اسنانه فروج لا يركب بعضها بعضاً۔ والرَّتَل: بياض الاسنان وكثرة مائها وربما قالوا رجل رَتَل الاسنان مثل لَجِب بيّن الرّتل اذا كان مفلج الاسنان۔ وكلامٌ رَتَلٌ ورَتِلٌ اى مرتّل حسن على تؤدة

ورتّل الكلام:۔ احسن تأليفه وأبانه وتمهل فيه

(۱) الراغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن، کتاب الراء ۱۸۷

والترتیل فی القراۃ :- الترسل فیھا والتبیین من غیر بغی
وفی التنزیل العزیز :- ورتل القران ترتیلاً قال ابو العباس
ما اعلم الترتیل الا التحقیق والتبیین والتمکین، ارادفی
قراۃ القران وقال مجاھد الترتیل : الترسل، قال ورتلنہ
ترتیلاً بعضہ علی اثر بعض قال ابو منصور ذھب بہ الی قولھم
ثغر رتلٌ اذا کان حسن التنضید وقال ابن عباس
فی قولہ ورتل القران ترتیلاً قال بینہ تبییناً وقال
ابو اسحٰق :- والتبیین لا یتم بان یعجل فی القراۃ وانما
یتم التبیین بأن یبین جمیع الحروف ویوفیھا حقھا من
الاشباع - وقال الضحاک انبذہ حرفاً حرفاً وفی صفۃ
قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم : کان یرتل أیۃ ایۃ
ترتیل القراءۃ : التأنی فیھا والتمھل وتبیین الحروف والحرکات
تشبیھاً بالثغر المرتل وھو المشبہ بنور الاقحوان -
یقال رتل القراءۃ وترتل فیھا وقولہ عزوجل : ورتلناہ
ترتیلا ای انزلناہ علی الترتیل وھو ضد العجلہ والتمکث
فیہ - ھذا قول الزجاج (۱)

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱/ ۲۶۵ - الجوھری اسماعیل بن حماد - الصحاح ۴/ ۱۷۰۴

الترتیل فی القراءۃ ۔ یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر واضح کرتے ہوئے اس طرح پڑھنا کہ جسمیں مبالغہ نہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۔

حضرت ابوالعباسؓ کہتے ہیں میرے نزدیک ترتیل تو واضح کرکے آرام واطمینان اور تحقیق کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے ۔ یہی ترتیل قرآن کا مقصد ہے ۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ترتیل ترسّل کا نام ہے یعنی ایک آیت کے بعد دوسری آیت اطمینان اور سکون سے پڑھی جائے ۔

ابومنصور کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ثغر رتل سے لیا گیا ہے ۔ یعنی کسی کے دانتوں کی یکسانیت وخوبصورتی ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رتل القران ترتیلا کا مطلب ہے خوب واضح کرنا

ابواسحٰق کہتے ہیں التبیین یعنی وضاحت ۔ اس کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اگر تلاوت کرتے ہوئے جلد بازی سے کام لیا جائے ۔ نیز تمام حروف کو الگ الگ کرکے واضح انداز میں پڑھا جائے اور ضحاک کہتے ہیں کہ ایک ایک حرف کو الگ الگ پڑھا جائے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق قراءت یہ تھا کہ آپ ایک ایک آیت کو الگ الگ تلاوت فرماتے تھے اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ۔

ترتیل القراءۃ یہ ہے کہ قرآن میں سوچ بچار کیا جائے اور خوب ٹھہر ٹھہر کر اس طرح پڑھا جائے کہ حروف وحرکات واضح ہوں ۔ اس کو کھلے واضح دانتوں سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ جو گل بابونہ کی مانند کھلے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اور اللہ تعالٰی کا فرمان ہے ورتلناہ ترتیلاً یعنی ہم نے اسکو ترتیل کے ساتھ نازل کیا ۔ ترتیل جلد بازی کی ضد ہے اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ۔ یہ زجاج کا قول ہے ۔

رتل ۔ رتلا الشئ ۔ عمدہ نظم و ترتیب سے ہونا صفت رتل

رَتَّل ۔ الکلام ۔ اچھی طرح ترتیب دینا

رَتِّلِ القران ۔ قران کو ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقے سے پڑھنا

ترتل فی القول ۔ ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح بولنا

الرَتَلَ ۔ عمدہ گفتگو کو کہا جاتا ہے۔

کلام رتلٌ ۔ خوبی آراستگی ۔ ہر چیز کی خوبی ۔

ثغرٌ رتلٌ ۔ خوبصورت ہموار دانت

الترتیل ۔

پڑھنے کے وقت آواز پست کرنا ۔ آواز کو عمدہ بنانا ۔ آواز کو پڑھنے یا گانے میں اس طرح بنانا کہ سارے حروف اچھی طرح ادا ہوں۔[1]

ترتیلاً

الفاظ کا منہ سے درستی کے ساتھ بسہولت ادا کرنا ۔ آہستہ آہستہ واضح اور صاف طور پر پڑھنا ۔ بروزن تفعیل مصدر ہے۔[2]

---

(۱) ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی ۔ مصباح اللغات ۲۵۵

(۲) محمد عبدالرشید نعمانی ۔ لغات القرآن مع فہرست الفاظ، ۲/۱۱۰

ترتیل

قرآنی اصطلاح جس کے معنی قراء کے نزدیک قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے ہیں۔ اصطلاحات جرجانی میں ترتیل کے معنی مخارج حروف کی رعایت رکھنا اور وقوف واَوصال اور آیات و مدّ کی حفاظت کرنا ہیں۔ بعض کے نزدیک ترتیل آواز کو پست کر کے غم آلود لہجے میں خوش آوازی سے قرآن کا پڑھنا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا لغوی واصطلاحی توضیحات سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں

۱ تجوید کا مطلب کسی چیز میں عمدگی پیدا کرنا ہے۔ جبکہ اصطلاح میں یہ لفظ قرآن مجید کو خوبصورت آواز میں تلاوت کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۲ ترتیل کا لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے جس کا مطلب قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے

۳۔ ترتیل و تجوید دونوں اپنے مفہوم کے اعتبار سے ہم معنی الفاظ ہی شمار ہوتے ہیں۔

۴۔ ترتیل اور تجوید میں اگرچہ باہم فرق نہیں تاہم ترتیل تجوید ہی کا حصہ ہے۔ یعنی تجوید وسیع المعنی لفظ ہے جبکہ ترتیل تجوید کا ایک جز

۵۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تجوید و ترتیل دونوں کا اطلاق تلاوت کلام اللہ پر ہوتا ہے لیکن ان دونوں الفاظ میں سے صرف لفظ ترتیل خالصتاً تلاوت کلام اللہ کیلئے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ تجوید اس حوالے سے قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ لفظ تجوید اصطلاحی طور پر کب تلاوت قرآن مجید کے لئے مستعمل ہونا شروع ہوا اور کس نے سب سے پہلے اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا۔ اس بارے میں تمام منابع خاموش ہیں۔

---

(۱) قاسم محمود سید۔ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۸۴۳

ابن العربی کی رائے

ورتل القران ترتیلا :۔ قال اهل اللغة معناه بین قراءته تقول العرب ثغر رتل ورتل بفتح العین وکسرها اذا کان مفلجا لا قضض فیه قال مجاهد معناه بعضه اثر بعض وقال سعید بن جبیر معناه فسره تفسیرا یرید تفسیر القراءة حتی لا یسرع فیه فیمتزج بعضه ببعض وقد روی الحسن ان النبی صلی الله علیه وسلم مر برجل یقرأ آیة ویبکی فقال الم تسمعوا الی قول الله تعالی ورتل القران ترتیلا هذا الترتیل وسمع رجل علقمه یقرأ قراءةً حسنة فقال رتل القراءة فداک ابی وامی وقد روی انس ان قراءة النبی صلی الله علیه وسلم کان یمد صوته مدًا (۱)

ورتل القران ترتیلا :۔ اہل لغت کے نزدیک اس کا مطلب واضح اور صاف انداز سے قرأت کرنا ہے۔ عرب ثغر رتل کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں لفظ رتل میں عین کلمہ پر زبر اور زیر دونوں آتے ہیں جس کا مطلب کھلا کھلا ہونا ہے۔
مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے چیز کا تھوڑا تھوڑا کرکے ایک دوسرے کے بعد آنا ہے

(۱) ابن العربی، محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، ۲/ ۲۸۳

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے خوب کھول کر بیان کرنا مراد یہ کہ واضح اور صاف صاف تلاوت کرنا اس طور پر کہ اسمیں اتنی جلد بازی کا پہلو نہ ہو کہ آیتیں دوسری آیات میں ہی گھستی چلی جایں۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو قران کی تلاوت کرتے ہوئے رو رہا تھا۔ پس آپ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ قران مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کرو۔ اسی کو ترتیل کہتے ہیں اور علقمہ نے ایک شخص کو حسن صوت کے ساتھ تلاوت کرتے سنا تو فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں اس کو ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنا کہتے ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران تلاوت اپنی آواز کو خوب لمبا کیا کرتے تھے۔

امام بغوی

ورتلنه ترتيلاً. قال ابن عباس بيناه بياناً والترتيل التبيين في ترتل وتثبت. وقال السدي فصلناه تفصيلا وقال مجاهد بعضه في اثر بعض وقال النخعي والحسن فرقناه تفسيرًا اية بعد اية(۱)

ورتلنه ترتیلا:- ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے اسکو خوب کھول کر واضح کیا اور ترتیل قرات میں وضاحت ہی کو کہتے ہیں اور سدی کے مطابق ہم نے اس کو خوب الگ الگ کرکے اتارا اور مجاہد کے نزدیک بعض آیات کو بعض آیات کے بعد اور نخعی و حسن کہتے ہیں کہ ہم نے تھوڑی تھوڑی آیات نازل کرکے علیحدہ علیحدہ وضاحت کردی۔

۱۔ البغوی محمد الحسین .... معالم التنزیل، ۵/ ۱۰۱

علامہ زمخشری

ترتیل القران - قراءته علی ترسل وتؤدة بتبیین الحروف واشباع الحرکات حتی یجیٔ المتلو منه تشبیها بالثغر المرتل وهو المفلج المشبه بنور الاقحوان وان لا یهذه هذا ولا یسرده سردا کما قال عمر رض "شر السیر الحقحقه وشر القراءة الهذرمة حتی یشبه المتلو فی تتابعه الثغر الالص" وسئلت عائشه رضی الله عنها عن قراءة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت لا کسرد کم هذا لو اراد السامع ان یعد حروفه لعدها و (ترتیلا) تاکید فی ایجاب الامر به وانه مالا بد منه للقاری (۱)

ورتلنه ترتیلاً - ان قدره ایة بعد اية ووقفة عقیب وقفه ویجوز ان یکون المعنی وامرنا بترتیل قراءته وذالک قوله ورتل القران ترتیلاً ای اقراه بترسل وتثبت . واصله الترتیل فی الاسنان وهو تفلیجها یقال ثغر رتل ومرتل ویشبه بنور الاقحوان فی تفلیجه وقیل هوان نزله مع کونه متفرقاً علی تمکث وتمهل فی مده متباعده وهی عشرون سنة ولم یفرقه فی مدة متقاربة (۲)

---

۱ - زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل..... ۳، / ۲۸۱

۲ - زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل.....، ۳/ ۲۰۷ - ۲۰۸

ترتیل القرآن ایسی قرات کو کہتے ہیں جو خوش آوازی کے ساتھ حروف کی واضح ادائیگی اور تمام حرکات کی رعایت رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ اور اطمینان سے کی جائے تاآنکہ تلاوت شدہ آیات چمکدار کھلے دانتوں اور گل بابونہ کی کھلی ہوئی پتیوں کی مانند خوبصورت محسوس ہوں ۔ نہ تو الفاظ کا کترہ ہو اور نہ ہی الفاظ زنجیر کے حلقوں کی طرح ایک دوسرے میں پیوست ہوں ۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ

اور بدترین قرات وہ ہے جو بہت جلدی جلدی کی جائے

تاآنکہ ایسا محسوس ہو کہ پڑھی جانے والی آیات مسوڑھوں کے بغیر محض دانتوں ہی ادا ہو رہی ہیں ۔ حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپکی تلاوت تمہاری طرح سرسری انداز کی نہ تھی اگر سننے والا چاہتا تو حروف تک گن سکتا تھا ۔ ترتیلا میں تعمیل حکم کی تاکید موجود ہے جس کے بغیر قاری کو چارہ نہیں ۔

ورتلنہ ترتیلاً ۔ ہم نے اس کو ایک خاص اندازے سے وقفہ وقفہ بعد آیت آیت کرکے نازل کیا ہے ۔ اس سے ترتیل قرآن کا حکم مراد لینا بھی جائز ہے ۔ کہ اللہ تعالٰے کا فرمان ہے ورتل القرآن ترتیلا ۔ یعنی اس کی تلاوت کیا کرو آہستہ آہستہ پختگی اور خوش آوازی کے ساتھ اور ترتیل کا اصل مطلب دانتوں کا کھلا کھلا ہونا ہے کہا جاتا ہے کھلے جوڑے دانتوں والا ۔ جو گل بابونہ کی کھلی اور روشن پتیوں سے مشابہت رکھتا ہے ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد آیات قرانی کا الگ الگ آہستہ آہستہ بیس برس کی طویل مدت میں نازل ہوتا ہے ۔ نزول قرآن کا یہ سلسلہ تھوڑی مدت میں مکمل نہ ہوا ۔

علامہ قرطبی

الترتیل فی القراءۃ هو التأنی فیها والتمهل وتبیین الحروف والحرکات تشبیها بالثغر المرتل وهو المشنبہ بنور الاقحوان وهو المطلوب فی قراءۃ القرآن (۱)

ورتل القرآن ترتیلاً:۔ ای لا تعجل بقراءۃ القرآن بل اقرأه فی مهل وبیان مع تدبر المعانی وقال الضحاک اقرأه حرفاً حرفاً وقال مجاهد احب الناس فی القراءۃ الی الله اعقلهم عنه ۔ والترتیل التنضید والتنسیق وحسن النظام ومنه ثغر رتل ورتل بکسر العین وفتحها اذا کان حسن التنضید وروی الحسن ان النبی صلی الله علیه وسلم مر برجل یقرأ آیة ویبکی فقال الم تسمعوا الی قول الله عزوجل ورتل القرآن ترتیلا۔ وسمع علقمه رجلاً یقراء قراءۃ حسنة فقال لقد رتل القرآن فداه ابی وامی وقال ابوبکر بن طاهر تدبر فی لطائف خطابه وطالب نفسک بالقیام باحکامه وقلبک بفهم معانیه وسرک بالاقبال علیه (۲)

ورتلنه ترتیلاً:۔ یقول ورسلناه ترسیلا یقول شیئاً بعد شیء (۳)

۱۔ قرطبی، ابی عبداللہ محمد ۔۔۔ الجامع لاحکام القرآن ۱/ ۱۷

۲۔ " " " " " " " ۱۹/ ۳۷-۳۸

۳۔ " " " " " " " ۱۳/ ۲۹

قرات میں ترتیل غور و فکر تدبر کا نام ہے یہ کہ تلاوت آہستہ آہستہ حروف کی پوری وضاحت اور حرکات و سکنات کی رعایت رکھتے ہوئے کی جائے۔ جیسے سامنے کے چوڑے خوبصورت کھلے دانت جو گل بابونہ کی کھلی پتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ قرات میں بھی ایسی ہی خوبصورتی مطلوب ہوتی ہے

ورتل القرآن ترتیلا:۔ یعنی قرات میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ بلکہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اسکے معانی و مفہوم میں تدبر و تفکر کرتے ہوئے پڑھو۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اسکو حرفاً حرفاً پڑھو۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ سب سے بہترین قرأت اس شخص کی ہے جو خوب سوچ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ اور ترتیل تو اچھی ترتیب اور خوبصورتی کا نام ہے اسی سے ثغر رتل کی ترکیب ہے رتل عین کلمہ کے زیر اور زبر دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ جس کا مطلب اگلے دانتوں کی خوبصورت ترتیب ہے۔ اور حسن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جو قرات کرتے ہوئے رو رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالےٰ کا فرمان ورتل القرآن ترتیلاً نہیں سنا۔ علقمہ نے ایک آدمی کو بڑی اچھی اور خوبصورت آواز میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا میرے باپ اور ماں اس پر قربان اس نے ترتیل کے ساتھ تلاوت کی ہے۔ اور ابو بکر بن طاہر کہتے ہیں کہ ترتیل سے مراد ہے کہ تو قرآن کے حسن بیان اور حسن خطاب پر خوب غور و فکر کرے۔ اور یہ کہ تیرا نفس اس کے احکام کی تعمیل پر آمادہ ہو۔ اور تیرا دل اس کے معنیٰ و مفہوم کو خوب سمجھے۔ اور اس لہ کی قبولیت کے داعیہ پر دل خوشی محسوس کرے۔

ورتلنہ ترتیلاً - کہا گیا کہ ہم نے اسکو نہایت عمدہ بنایا اور ایک ایک بات الگ الگ بیان کی۔

فخر الدین رازی

ورتل القران ترتیلا:- قال الزجاج رتل القران ترتیلا بینه تبیینا والتبیین لا یتم بان یعجل فی القران انما یتم بان یتبین جمیع الحروف ویوفی حقها من الاشباع قال المبرد اصله من قولهم ثغر رتل اذا کان بین الثنایا افتراق لیس بالکثیر- وقال اللیث الترتیل تنسیق الشیٔ و ثغر رتل حسن التنضید ورتلت الکلام ترتیلا اذ تمهلت فیه واحسنت تالیفه وقوله تعالیٰ (ترتیلاً) تاکید فی ایجاب الامر به وانه مما لا بد منه القاری واعلم انه تعالیٰ لما امره بصلاۃ اللیل امره بترتیل القران حتی یتمکن الخاطر من التأمل فی حقائق تلک الایات ودقائقها - فعند الوصول الی ذکر اللہ لیستشعر عظمته وجلالته وعند الوصول الی الوعد والوعید یحصل الرجاء والخوف وحینئذ یستنیر القلب بنور معرفۃ اللہ والاسراع فی القراءۃ یدل علی عدم الوقوف علی المعانی لان النفس تبتهج بذکر الامور الالٰهیه الروحانیه ومن ابتهج بشیٔ احب ذکره ومن احب شیئاً لم یمر علیه بسرعۃ فظهر ان المقصود من الترتیل انما هو حضور القلب وکمال المعرفۃ (۱)

۱- رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر ۳۰/۱۷۳ - ۱۷۴

ورتلنٰہ ترتیلاً

معنی الترتیل فی الکلام ان یاتی بعضہ علی اثر بعض علی تؤدۃ وتمھل واصل الترتیل فی الاسنان وھو تفلجھا یقال ثغر رتل وھو ضد المرتاص ثم انہ سبحانہ وتعالیٰ لما بین فساد قولھم بالجواب الواضح (۱)

ورتل القران ترتیلاً:۔

زجاج کہتے ہیں کہ اس کا مطلب پوری وضاحت کے ساتھ پڑھنا ہے۔ اور اس کا (تبیین) مقصد اس طرح حاصل نہیں ہوتا کہ قران کو جلدی جلدی عجلت میں پڑھا جائے بلکہ یہ مقصد تو تب پورا ہوتا ہے کہ تمام حروف کو وضاحت کے ساتھ حرکات کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھا جائے۔ مبرد کہتے ہیں کہ اس کی اصل دانتوں کا اس طرح الگ الگ ہونا ہے کہ فاصلہ بہت زیادہ بھی نہ ہو اور لیث کے مطابق ترتیل کسی چیز کی ترتیب کا نام ہے اور اگلے دانتوں کا جوڑا اور ترتیب دار ہوتا ہے۔ اور کلام میں ترتیل یہ ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا جائے۔ اور اس میں خوبصورتی اور اپنائیت پائی جائے۔ اللہ کا فرمان ہے ترتیلا۔ اس میں ایجاب الامر کی تاکید موجود ہے۔ جس کی تعمیل قاری کے لئے لازمی امر ہے۔ اور یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ جب اللہ تعالےٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز (تہجد) کی ادائیگی کا حکم دیا تو قران کو اس نماز میں ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا تاکہ تلاوت شدہ آیات کی اسرار و رموز حقائق و دقائق ان پر غور و فکر کے ذریعے سے منکشف ہو سکیں۔ اور اس طرح اللہ کے ذکر

۱۔ رازی، التفسیر الکبیر ۲/۲ ۷۹

والی آیات پر اللہ کی جلالت وعظمت کا ادراک حاصل ہو۔ اور وعدے وعید کے سے موضوعات والی آیات کے وقت امید وخوف کے جذبات بیدار ہوں۔ اور اس طرح معرفت الٰہی سے دل نور سے منور ہوں۔ اور قرأت میں جلد بازی تیزی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تلاوت شدہ آیات کے معانی ومفہوم سے ذہن یکسر خالی ہے تیز یہ کہ نفس ان آیات میں مذکور الٰہی روحانی امور سے لذت وکیف کے حصول سے عاری ہے۔ کیونکہ جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس کا تذکرہ بھی اچھا لگتا ہے۔ اور جس چیز سے محبت ہو انسان اُس کے پاس سے جلدی سے نہیں گزرتا۔ پس یہ بات واضح ہے کہ ترتیل کا مقصد و مدعا حضور قلب یعنی کامل توجہ اور کمال معرفت کا حصول ہے۔

ورتّلنٰہ ترتیلا:-

چنانچہ ترتیل فی الکلام کا مطلب یہ ہوا کہ کلام کا تھوڑا تھوڑا حصہ ایک دوسرے کے بعد آہستہ آہستہ اور پورے اطمینان کے ساتھ آئے۔ اور ترتیل تو اصلاً دانتوں کا کھلا کھلا ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے ثغر رتل (سامنے کے دانتوں کا جوڑا اور کھلا ہونا) یا جوڑے اور کھلے دانتوں والا شخص۔ اور ثغر رتل کی ترکیب لفظ مرتاص کی ضد ہے

پس اسطرح حق سبحانہ وتعالٰی نے ان کے قولی فساد یعنی غلط پراپیگنڈے کا واضح اور صاف جواب عطا فرمادیا۔

ابنِ کثیرؒ

ورتل القران ترتیلاً

ای اقرأہ علی تمہل فانہ یکون عونًا علی فہم القران وتدبرہ وکذالک کان یقرأ صلوات اللہ وسلامہ علیہ قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا کان یقرأ سورۃ فیرتلہا حتی تکون اطول من اطول منہا وفی صحیح البخاری عن انس انہ سئل عن قرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کانت مدًا ثم قرأ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) یمد بسم اللہ ویمد الرحمٰن ویمد الرحیم (۱)

ورتلنہ ترتیلاً

قال قتادہ بیناہ تبیینًا وقال ابن زید وفسرناہ تفسیرًا (۲)

یعنی اسکو آہستہ آہستہ پڑھو کہ اس سے فہم قرآن میں مدد ملتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تلاوت بھی ایسا ہی تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ ہر سورۃ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے حتیٰ کہ وہ طویل سے طویل ہو جاتی۔ حضرت انسؓ سے صحیح بخاری میں ہے کہ ان سے رسول اللہ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ لمبا کرتے آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی بسم اللہ کو لمبا کیا الرحمٰن کو لمبا کیا الرحیم کو لمبا کیا

ورتلنہ ترتیلا۔ قتادہ کہتے ہیں کھلا کھلا اور واضح پڑھنا اور ابن زید کہتے ہیں کہ کھول کر وضاحت سے پڑھنا۔

۱۔ ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، ۴/۴۳۴

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۳۱۷

محمد ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری کی رائے :

ورتل القران ترتیلاً :- والترتیل عبارۃ عن ارسال الکلمہ من الفم بسہولۃ واستقامۃ کذا فی الصراح وفی القاموس نحوہ وعن ابن عباس معناہ بینہ بیاناً وعن الحسن نحوہ وقال مجاھد ترتیل فیہ ترسلا ....

والحکمۃ فی الترتیل التدبر فی معانی القران والالفاظ بموعظۃ والخوف عند آیۃ الوعید والرجاء عند ایۃ الوعد ونحو ذالک روی البغوی عن ابی مسعود قال لا تنثروا نثر الدقل★ ولا تھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھم احدکم آخر السورۃ (۱)

ورتلنہ ترتیلا :- قال ابن عباس بیناہ بیاناً والترتیل القراءۃ فی ترسل وتثبت وقال السدی فصلناہ تفصیلا" وقال مجاھد بعضہ فی اثر بعض وقال النخعی والحسن فرقناہ تفریقاً واصل الترتیل فی الاسنان وھو تفلیجھا (۲)

★ اصل نسخہ میں یہ لفظ الدخل لکھا گیا ہے جو درست نہیں سہو کاتب ہے۔

۱۔ محمد ثناء اللہ العثمانی ۔ التفسیر المظہری ۱۰/۱۰۴-۱۰۵

۲۔ " " " " - " " ۷/۱۸

ورتل القرآن ترتیلا:۔ ترتیل کسی کلمہ کو منہ سے آسانی اور استقامت کے ساتھ ادا کرنے کا نام ہے۔ جیسا کہ صراح اور قاموس میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس نے اسکی معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ پوری وضاحت سے پڑھنا۔ اور حسن کے نزدیک بھی یہی معنی مراد ہیں۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ترتیل کا مطلب ترسل ہے اور حکم ترتیل میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ و معانی میں تدبر و تفکر کیا جائے اور وعید والے مضامین کی آیات پڑھتے ہوئے نصیحت اور خوف کے جذبات پیدا ہوں جبکہ وعدے اور اجر کی آیات کے وقت امید کے جذبات موجزن ہوں۔ اور اسی طرح بغوی نے ابومسعود سے روایت بیان کی ہے کہ قرآن مجید کو اس طرح بے اعتنائی اور بے توجہی سے نہ پڑھا کرو جس طرح تم بوسیدہ کھجوروں کو ادھر ادھر بکھیر دیا کرتے ہو۔ اور نہ ہی اس کو اس طرح پڑھا کرو جس طرح اشعار کو جلدی جلدی پڑھتے ہو۔ بلکہ اس میں بیان شدہ عجائبات پر غور و فکر کی غرض سے ٹھہرا کرو اور ان سے اپنے دلوں کو جلا بخشو۔ اور تم سے کوئی شخص اس بات کا قصد نہ کیا کرے کہ وہ بس جلدی جلدی سورۃ کو ختم کرلے۔

ورتلناہ ترتیلا:۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد پوری وضاحت کے ساتھ پڑھنا ہے اور ترتیل کے ساتھ قرات کرنے کا مطلب ہے آہستہ آہستہ معانی میں غور و فکر کرتے ہوئے پڑھنا اور سدی کے مطابق ہم نے اس کو خوب الگ الگ کرکے نازل کیا مجاہد کہتے ہیں کہ تھوڑی تھوڑی آیات ایک دوسرے کے بعد اور نخعی و حسن نے کہا کہ ہم نے اسکو علیحدہ علیحدہ کیا اور ترتیل کی اصل دانتوں کا جدا جدا ہونا ہے۔

علامہ شوکانی

ورتل القرآن ترتیلاً :-

ای اقراہ علی مھل مع تدبر قال الضحاک اقراہ حرفاً حرفاً قال الزجاج ھو ان یبین جمیع الحروف ولیوفی حقھا من الاشباع۔ واصل الترتیل التنضید و التنسیق وحسن النظام وتاکید الفعل بالمصدر یدل علی المبالغة علی وجہ لا یلتبس فیہ بعض الحروف ببعض ولا ینقص من النطق بالحرف من مخرجہ المعلوم مع استیفاء حرکتہ المعتبرة (۱)

ورتلنٰہ ترتیلا :- قال رسلناہ ترسیلا یقول شیئاً بعد شیئ (۲)

ورتل القرآن ترتیلاً :- یعنی اسکو آہستہ آہستہ غور و فکر کے ساتھ پڑھو۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ایک ایک حرف کو الگ الگ پڑھو۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس سے مراد کہ ہر حرف کی پوری رعایت رکھتے ہوئے واضح کرنا۔ اور ترتیل کی اصل تنظیم و تنسیق اور حسن نظم ہے اور فعل کی مصدر کے ساتھ تاکید مبالغہ پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں حروف ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ نہیں ہوتے اور نہ ہی ادائیگی کے وقت کسی حرف کے مخرج اور حرکت میں نقص آتا ہے

ورتلنٰہ ترتیلاً :-

ہم نے اس کو آہستہ آہستہ بھیجا ایک کے بعد دوسری آیت

۱۔ الشوکانی، محمد بن علی..... فتح القدیر ۵/۳۰۷

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۴/۷۲

علامہ شہاب الدین آلوسی

ورتل القران۔ ای اقراءہ علی تؤدۃ وتمھل وتبیین حروف ترتیلا بلیغا بحیث یتمکن السامع من عدھا من قولھم ثغر رتل بسکون التاء ورتل بکسرھا اذا کان مفلجا لم تتصل اسنانہ بعضھا ببعض واخرج العسکری فی المواعظ عن علی کرم اللہ وجھہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ھذہ الایۃ فقال بینہ تبیینا ولا تنثرہ نثر الدقل ولا تھذہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھم احدکم آخر السورۃ [1]

ورتل القران ترتیلا:۔ یعنی اس کی تلاوت نہایت اطمینان کے ساتھ آیۃ آیۃ حروف کی پوری وضاحت کرتے ہوئے کیا کرو۔ اس صورت سے کہ سننے والا چاہے تو اطمینان سے آیات کو گن بھی لے۔ اس کے لئے ثغر رتل کی ترکیب بھی استعمال ہوئی رتل میں تاء ساکن اور مکسور دونوں طرح (درست) ہے۔ یعنی دانتوں کا ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہونے کی بجائے خوب کھلا خوبصورت ہونا۔ عسکری نے مواعظ علیؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے اس آیت کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا خوب وضاحت سے پڑھنا اور بوسیدہ کھجوروں کی طرح بے اعتنائی نہ برتو اس کے عجائبات پر رکو اور دلوں کو جلا بخشو اور کوئی شخص جلدی جلدی سورۃ کو ختم کرنے کا ارادہ نہ کرے

۱۔ آلوسی، شہاب الدین، روح المعانی، ۲۹/ ۱۱۹

احمد مصطفیٰ المراغی

(ورتل القرآن ترتیلاً)

ای اقرأہ علی تمہل فانہ اعون علی فہمہ و
تدبرہ وکذالک کان صلوات اللہ قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا
کان یقرأ السورہ فیرتلہا حتی تکون اطول من اطول منہا وجاء فی
الحدیث "زینوا القران باصواتکم ولقد اوتی ھذا مزمارًا من
مزامیر آل داؤد یعنی اباموسیٰ الاشعری فقال ابوموسیٰ لوکنت
رعلم انک کنت تسمع قرأتی لحبّرتہ لک تحبیرًا"
واخرج العسکری فی کتابہ المواعظ عن علی کرم اللہ وجھہ
"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ھذہ الایۃ
فقال بینہ تبیینًا ولا تنثرہ نثر الدّقل (اراد التمر)
ولا تھذہ (لا تسرع بہ) ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ
وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھمّ احدکم آخر السورۃ"
وعن عبد اللہ بن مُغَفّل قال" رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوم فتح مکۃ علی ناقتہ یقرأ سورۃ الفتح فرجع فی قراءتہ" اخرجہ شیخان
وعن جابر قال" خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن
نقرأ القران وفینا العربی والعجمی فقال اقرؤا فکل حسن وسیجئ

اقوام يقيمونه كما يقام القدح (السهم) يتعجلونه ولا يتأجلونه ولا يجاوز تراقيهم" رواه ابوداؤد

قال فى فتح البيان: والمقصود من الترتيل انما هو حضور القلب عند القراءة لا مجرد اخراج الحروف من الحلقوم بتعويج الوجه والفم والحان الغناء كما يعتاده قرّاء هذا الزمان من اهل مصر وغيرها فى مكة المكرمه وغيرها - بل هو بدعة احدثها البطالون الاكالون والحمقى الجاهلون بالشرائع وادلتها الصادقة، وليس هذا اباول قارورة كسرت فى الاسلام

والحكمة فى الترتيل:- التمكن من التأمل فى حقائق الايات ودقائقها فعند الوصول الى ذكر الله يستشعر عظمته وجلاله - وعند الوصول الى الوعد والوعيد يحصل الرجاء والخوف وليستنير القلب بنور الله ولعكس هذا فان الاسراع فى القراءة يدل على عدم الوقوف على المعانى والنفس تبتهج بذكر الامور الروحية ومن سرّ بشئ احب ذكره: كما ان من احب شيئًا لا يحب ان يمر عليه مسرعًا. (۱)

ورتلنه ترتيلاً - اى وانزلناه عليك هكذا على مهل وقرأناه بلسان جبريل شيئًا فشيئًا فى ثلاث وعشرين سنة (۲)

۱- مراغى، احمد مصطفى، تفسير المراغى، ۲۹/ ۱۱۱-۱۱۲- (۲) تفسير المراغى، ۱۹/ ۱۳

ورتل القرآن ترتیلاً ۔ یعنی اس کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کیونکہ اس طرح پڑھنا فہم وتدبر میں مددگار ثابت ہوتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تلاوت بھی ایسا ہی تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کسی سورۃ کی تلاوت فرماتے تو اتنا آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے کہ وہ طویل سے طویل ہوتی چلی جاتی۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزیّن کرو اور یہ کہ انہیں ال داود کے مزامیر میں سے حصہ دیا گیا ہے یعنی ابوموسیٰ الشعری رضؓ کو ۔ اس ابوموسیٰ الشعری بولے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ میری قرأت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اور بھی خولصورت لے سے پڑھتا ۔ اور عسکری نے اپنی کتاب مواعظ علی کرم اللہ وجہہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا خوب واضح طور پر پڑھنا اور اس طرح نہیں جیسے بوسیدہ کھجوریں اور نہ ہی بہت جلدی مانند شعر ۔ اس کے مواقع عجائب پر ٹھہرو اور ان کے ذریعے اپنے دلوں کو قوت عمل دو۔

عبداللہ بن مغفل رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار سورۃ الفتح کی تلاوت کر رہے تھے ۔ اور قرات میں زیر وبم پیدا کرتے ۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم قرآن کی تلاوت کر رہے تھے ۔ ہم میں عربی عجمی سبھی موجود تھے ۔ پس آپ نے فرمایا پڑھو سب درست ہے ۔ عنقریب کچھ ایسے لوگ آئیں گے کہ وہ تیر کی طرح (الفاظ وحروف کو) درست کریں گے ۔ جلد مالی منفعت

پیش نظر ہوگی ذخیرہ آخرت مد نظر نہ ہوگا۔

فتح البیان میں ہے کہ ترتیل سے مدعا مقصود قرات کے وقت حضور قلبی کا ہونا ہے حرف حروف کا حلق سے نکالنا پڑھتے ہوئے چہرہ منہ کا بگڑ جانا کرنا اور آواز میں غنائیت پیدا کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا مراد نہیں ہے جیسا کہ آج کل بعض مصری اور مکہ مکرمہ کے قراء کرتے ہیں۔ بلکہ یہ طریقہ تلاوت تو ایک بدعت ہے۔ جسے شریعت سے ناواقف جاہل احمق اور پیٹ کے بچاریوں نے شروع کیا ہے۔ اسلام کا صاف شفاف آئینہ پہلی مرتبہ چکنا چور نہیں ہوا (یعنی پہلے بھی بدعات کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہوتی ہی رہی ہیں)

حکم ترتیل کے اندر حکمت کا پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے آیات کی معرفت۔ حقائق اور تدبر و تفکر حاصل ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی کی آیات کے وقت اسکی عظمت و جلالت اسکی بزرگی اور برتری کا پتہ چلتا ہے جبکہ وعدہ اور وعید کی آیات کے موقعہ پر امید اور خوف کے احساسات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس طرح دل اللہ کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس تلاوت میں جلد بازی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پڑھنے والا معانی و مفہوم پر غور و فکر سے عاری ہے۔ اور نفس روحانی امور کے ذکر سے مسرت محسوس نہیں کرتا کیونکہ جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس کا تذکرہ بھی اچھا لگتا ہے۔ نیز پسندیدہ اشیاء کے پاس سے کوئی شخص یونہی جلدی سے نہیں گذرا کرتا

ورتلنٰہ ترتیلاً سے مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ پر اس قرآن کو آہستہ آہستہ اتارا ہے اور جبریل کے ذریعہ تھوڑی تھوڑی آیات پڑھ کر بتلائی گئی ہیں یعنی تئیس برس کے لمبے عرصہ میں۔

علامہ طنطاوی جوہری

ورتل القران ترتیلا :- ای بینہ بیانًا واقرأہ علی تؤدۃ و تبیین حروفہ بحیث یتمکن السامع من عدہ مع الوقوف علی کل آیۃ وذالک لیتمکن المصلی من حضور القلب والتأمل والفکر فی حقائق الایات ومعانیھا فیستشعر العظمۃ والجلال بقلبہ متی ذکر اللہ - والرجاء والخوف عند الوعد والوعید والاعتبار بالقصص والامثال - فنتیجۃ الترتیل حضور القلب تمامًا من یقرأ سورًا کثیرۃ فی رکعۃ بحیث یکون ھذًا کھذ الشعر (الھذ سرعۃ القطع) ای لسرعۃ وعجلۃ فذالک لا صلاۃ لہ - ولقد قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بآیۃ من القران وھی "ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم" (۱)

ورتل القران ترتیلا:-

یعنی اس کو خوب واضح کرو۔ اس کی تلاوت حروف کی وضاحت کے ساتھ نہایت اطمینان سے اس انداز پر کرو کہ سننے والا ہر ہر آیت کو الگ الگ چاہے تو گن بھی لے۔ اور نمازی آیات کی حقیقت نیز معنی و مفہوم پر غور و فکر کے ذریعے

۱۔ الطنطاوی، الجواہر فی تفسیر القران الکریم، ۲۴/ ۲۷۸

حضور قلبی حاصل کرلے۔ جہاں اللہ کا ذکر آئے وہاں اللہ کی عظمت جلالت شان کا ادراک ہو۔ اور قصص و امثال کے اعتبار سے وعدے اور وعید کی آیات پر امید و خوف کے جذبات بیدار ہوں۔ پس نتیجہ کے طور پر ترتیل کا مطلب حضور قلبی کا حصول ہے بہت زیادہ سورتوں کا ایک ہی رکعت میں ختم کرلینا شعر گوئی کے مترادف ہے جو جلدی جلدی کی جاتی ہے۔ جو نماز میں سورتیں ختم کرنے میں جلد بازی سے کام لے تو گویا اس کی نماز ہی نہیں۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی ایک ہی آیت پر ٹھہرے رہے وہ آیت تھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اگر تو ان کو عذاب ہی دینے کا فیصلہ کرلے تب بھی یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف ہی کردے تو تیری طاقت و قدرت کے کیا ٹھکانے۔

علامہ سیوطی کی رائے:

ورتل القرآن ترتیلاً:۔ اقرا القرآن علی رسلک وھنیتک وتؤدۃ وقار القراء ایۃ اینین وثلاثا ثم کف الله حتی تقطع [1]

ورتلنه ترتیلا:۔ بیناه تبیانا بالامر والنھی ویقال انزلنا جبریل به متفرقا ایۃ بعد ایۃ [2]

---

(۱) السیوطی - الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ۶/ ۱۶۱

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 ۴/ ۵۸

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

یعنی قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ نہایت خوبصورتی اور وقار پیدا کرتے ہوئے پڑھنا۔ اس انداز سے کہ ایک ایک آیت دو دو آیتیں یا تین آیتیں علیحدہ علیحدہ ہوں پھر اسی طرح کہ اختتام پذیر ہو۔

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيلًا۔

یعنی ہم نے اس میں اوامر و نواہی کو خوب واضح کر کے بیان کیا اور کہا جاتا ہے کہ ہم نے جبریل کے ذریعے اس کو ایک ایک آیت کر کے نازل کیا۔

صاحب مدارک التنزیل النسفی کی رائے:

ورتّل القرآن

بین وفصل من الثغر المرتل ای المفلج الاسنان وکلام مرتل بالتحریک ای مرتل وثغر رتل ایضًا اذا کان مستوی البنیان او اقراء علی تؤدة تبیین الحروف وحفظ الوقوف و اشباع الحرکات (ترتیلا) هو تاکید فی ایجاب الامر به وانه لا بد منه القاری (۱)

ورتل القران:۔ سامنے کے دانتوں کا الگ الگ ہونا یعنی ایسا شخص جو کھلے کھلے دانتوں والا ہو اور کلام رتل ایسے کلام کو کہتے ہیں جو عمدہ اور ترتیب والا ہو۔ اسی طرح ثغر رتل سر حد کے تختہ مورچہ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح قران مجید کو رغبت کے ساتھ تمام حروف کو واضح کرتے ہوئے حرکات وسکنات کی پوری رعایت رکھتے ہوئے پڑھنا۔ ترتیلا حکم کے وجوب پر تاکید ہے اس لئے اس حکم کی تعمیل قاری پر ضروری ہے۔

ورتلنه ترتیلا:۔ ای قدرناه آیة بعد آیه ووقفة بعد وقفة او امرنا بترتیل قراءته وذالک قوله تعالیٰ ورتل القران ترتیلا ای اقراه بترسل وتثبت او بیناه تبیینًا والترتیل التبیین فی ترسل وتثبت (۲)

ورتلناه ترتیلاً یعنی ہم نے وقفہ وقفہ سے آیت کے بعد آیت کو خاص اندازے سے (اتارا) اور

۱۔ النسفی عبداللہ بن احمد.... مدارک التنزیل وحقائق التاویل ج ۴/ ۲۸-۲۲۸

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۱۲۷

ہم نے ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنے کا حکم دیا اس بارے میں اللہ کا فرمان ہے ورتل القرآن ترتیلا یعنی اس کو پڑھو آہستہ آہستہ غور وفکر کے ساتھ یا یہ کہ ہم نے اس کو خوب واضح کیا اور ترتیل ایسی واضح صاف تلاوت کو کہتے ہیں جس میں ٹھہر ٹھہر کر اور معانی ومفہوم میں غور وفکر کا پہلو موجود ہو۔

ابوبکر الجصاص کی رائے :

ورتل القرآن ترتیلا:۔ قال ابن عباس بینہ تبیانا وقال طاؤس بینہ حتی تفہمہ وقال مجاھد ورتل القرآن ترتیلا قال بعضہ علی اثر بعض علی تؤدۃ (۱)

ورتل القرآن ترتیلا:۔ ابن عباس کے مطابق اس سے مراد صاف اور واضح تلاوت ہے طاؤس کہتے ہیں کہ اتنا واضح کہ سمجھ میں آئے مجاہد کے نزدیک ایک آیت کے بعد دوسری کو سکون سے پڑھنا

ابوعبداللہ ابن حیان کی رائے :

ورتلنہ۔ ای فصلناہ۔ وقیل بیناہ۔ وقیل فسرناہ (۲)

ورتلنہ۔ یعنی ہم نے اس کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ بعض نے کہا۔ ہم نے واضح کیا بعض نے کہا ہم نے کھول کر بیان کیا

ورتلنہ ترتیلا:۔ قال ابن عباس وبیناہ بیانا والترتیل التبیین فی ترسل وتثبت قیل فرقناہ تفریقا ایۃ بعد ایۃ (۳)

ابن عباس کہتے ہیں ہم نے اسکو خوب واضح کیا۔ اور ترتیل خوش آوازی سے آہستہ آہستہ عمدہ انداز میں پڑھنے کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہم نے آیت کے بعد دوسری آیت علیحدہ نازل کی

۱۔ الجصاص، ابوبکر احمد، ... احکام القرآن، ۳/۵۷۶

۲۔ ابن حیان، ابوعبداللہ، ... البحر المحیط، ۶/۹۷م۔ ۳۔

شاہ عبدالعزیزؒ

ورتل القرآن ترتیلا:۔ اور کھول کر پڑھو قرآن کے لفظوں کو صاف یعنی تہجد کی نماز میں کھڑے ہو کر اور ترتیل لغت میں واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کرنے کو کہتے ہیں قران شریف کے پڑھنے تاکہ خوب ترتیل حاصل ہووے۔ پہلے حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے نکالنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ پر ظا نہ نکلے دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھیرنا تاکہ وصل اور قطع کلام میں بے موقعہ نہ ہونے پاوے۔ اور کلام کی صورت متبدل نہ ہو جاوے۔ تیسرے اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو آپس میں امتیاز دینا تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پاوے۔ چوتھے آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قران شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پونہچیں اور وہاں سے دل پر اور دل میں کوئی کیفیت پیدا کریں جیسے ذوق اور شوق اور خوف اور دہشت اس واسطے کہ قران شریف کے پڑھنے سے یہی چیزیں مطلوب ہیں۔ پانچویں اپنی آواز کو اچھا کرنا اس طور سے کہ اس میں دردمندی پائی جائے تاکہ دل پر جلدی تاثیر کرے۔ اور مطلب حاصل ہووے۔ اس واسطے کہ جو مضمون خوش آوازی سے دل تک پونہچتا ہے تو اس سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور قوی بھی اس کو جلد جذب کر لیتے ہیں۔ اور اس سبب سے روح پر اس کے تاثیر بھی ہوتی ہے اسی واسطے اطبائ نے کہا ہے کہ جب کسی دوا کی کیفیت دل کو پونہچانا منظور ہو تو اس دوا کو خوشبو میں ملا کے دینا چاہیئے۔ اس واسطے کہ دل خوشبو کا جذب ہے۔ یعنی کھینچنے والا ہے تو اس خوشبو کے ساتھ اس دوا کو بھی جلدی کھینچ لے گا اور

اسی طرح جس دوا کی کیفیت جگر یعنی کلیجے کو پہونچانا منظور ہو۔ تو اسکو مٹھائی میں ملا کے دیا چاہیئے۔ اس واسطے کہ جگر مٹھائی کا عاشق ہے۔ تو وہ بھی اس کو کھینچ لے گا۔ چھٹے۔ تشدید اور مد کا جس جگہ پر ہیں وہاں لحاظ رکھنا اس واسطے کہ شد اور مد کی رعایت کے سبب سے کلام الہی میں عظمت اور بزرگی نمودار ہوتی ہے۔ اور تاثیر میں بھی مدد کرتا ہے۔ ساتویں اگر قران شریف میں کوئی خوف کا مضمون سنے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جاوے۔ اور حق تعالےٰ سے پناہ طلب کرے۔ اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد اور مطلب کا سنے تو وہاں بھی ٹھہرے۔ اور اس چیز کو حق تعالےٰ کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے۔ اور اگر قران شریف میں کوئی دعا یا کوئی ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہاں بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم سے اس دعا یا ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھ لے۔ جیسے قل رب زدنی علماً یعنی اے رب زیادہ کر مجکو علم۔ یہ سب سات چیزیں ہوئیں جن کی ترتیل میں رعایت کرنا ضروری ہے۔ اور یہ سب ایک چیز کے واسطے ہیں اور وہی چیز بالذات مقصود ہے وہ تدبر اور فہم ہے یعنی غور کرنا اور بوجھنا قران کے مطلب کا اور یہ بات بدون ان سات چیزوں کے حاصل نہیں ہوتی نہ پڑھنے والے کو نہ سننے والے کو۔ بلکہ بدون ان سات چیزوں کی رعایت کے قران کی قرأت شعر خوانی کی طرح بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ اور کچھ اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی واسطے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ لا تنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ کھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھم احدکم آخر السورہ[۱]

۱۔ شاہ عبدالعزیز ۔ فتح العزیز پارہ تبارک الذی ۳۳۹ - ۳۴۰

مفتی محمد شفیعؒ

ورتل القرآن ترتیلاً :۔ ترتیل کے لفظی معنی کلمہ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تلاوت قرآن میں جلدی نہ کریں بلکہ ترتیل و تسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی اس کے معانی میں تدبر و غور کریں ورتل کا عطف قم اللیل پر ہے اور اسمیں اس کا بیان ہے کہ رات کے قیام میں کیا کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد اگرچہ قرأت و تسبیح رکوع و سجود سبھی اجزائے نماز پر مشتمل ہے مگر اسمیں اصل مقصود قرأت قرانی ہے ۔ اسی لئے احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بہت طویل ادا فرماتے تھے۔ یہی عادت صحابہ و تابعین میں معروف رہی ہے

مسئلہ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا حرف پڑھنا مطلوب نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے ۔ جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ترتیل فرماتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ سے بعض لوگوں نے رات کی نماز میں آپ کی تلاوت قرآن کی کیفیت دریافت کی ۔ تو انہوں نے نقل کر کے بتلایا جس میں ایک ایک حرف واضح تھا۔

مسئلہ :۔ ترتیل میں تحسین صوت یعنی بقدر اختیار خوش آوازی سے پڑھنا بھی شامل ہے ۔ حضرت ابو هریرهؓ سے روایت ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی قرأت و تلاوت کو ایسا نہیں سنتا جیسا اس نبی کی تلاوت کو سنتا

ہے جو خوش آوازی کے ساتھ جہراً تلاوت کرے ۔ حضرت علقمہؒ نے ایک شخص کو حسن صوت کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا لقد رتل القرآن فداہ ابی وامی یعنی اس شخص نے ترتیل کی ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں ۔ اور اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف والفاظ کی ادائیگی بھی صحیح اور صاف ہو اور پڑھنے والا اس کے معانی پر غور کر کے اس سے متاثر بھی ہو رہا ہو ۔ جیسا کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا ہے ورتل القرآن ترتیلا ۔ بس یہی ترتیل ہے ۔ (جو یہ شخص کر رہا ہے) (۱)

مولانا شبیر احمد عثمانی کی رائے :

ورتل القرآن ترتیلاً ۔ یعنی تہجد میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے ۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق و شوق بڑھتا ہے (۲)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی رائے :

ورتل القرآن ترتیلا ۔ اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھیئے کہ سامعین کو ایک ایک لفظ صاف سنائی دے اور سمجھ میں آجائے (۳)

---

۱ ۔ محمد شفیع مفتی ـ معارف القرآن ۸/ ۵۹۰ - ۵۹۱

۲ ۔ محمود حسن ۔ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن تفسیر شبیر احمد عثمانی (۳) عبدالماجد دریا بادی ۔ القرآن الکریم ۱۱۵۱

مولانا مودودیؒ

ورتل القرآن ترتیلاً :- یعنی تیز تیز رواں دواں نہ پڑھو بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرو اور ایک ایک آیت پر ٹھہرو۔ تاکہ ذہن پوری طرح کلام الٰہی کے مفہوم ومدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو۔ کہیں اللہ کی ذات وصفات کا ذکر ہے تو اسکی عظمت وہیبت دل پر طاری ہو کہیں اسکی رحمت کا بیان ہے تو دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جائے۔ کہیں اس کے غضب اور اسکے عذاب کا ذکر ہے تو دل پر اس کا خوف طاری ہو۔ کہیں کسی چیز کا حکم ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے تو سمجھا جائے کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ غرض یہ قرأت محض قرآن کے الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کے لئے نہیں بلکہ غور و فکر اور تدبر کے ساتھ ہونی چاہیے۔ (۱)

مولانا امین احسن اصلاحی کی رائے :

ورتل القرآن ترتیلا :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لحن اور لے سے پڑھتے ۔ آیت آیت پر وقف فرماتے کبھی کبھی ایک ہی آیت شدت تاثر میں بار بار دہراتے ۔ علاوہ ازیں کوئی آیت قہر و غضب کی ہوتی تو اللہ کے غضب سے پناہ مانگتے اور جو آیت رحمت کی ہوتی اس پر ادائے شکر فرماتے ۔ بعض آیتیں جن میں سجدہ کا حکم یا اشارہ ہے ان کی تلاوت کے وقت فوری امتثال امر کے طور پر آپ سجدہ میں گر جاتے ۔ (۲)

۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القرآن، ۶/ ۱۲۶- ۱۲۷

۲۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ۹/ ۲۴

سیّد امیر علی ملیح آبادی

ورتل القرآن ترتیلاً۔

اور تلاوت کر قرآن کی ترتیل کے ساتھ۔ ف۔ یعنی آہستگی کے ساتھ قرآن پڑھ۔

کیونکہ اس سے آدمی اچھی طرح سمجھتا اور غور کرسکتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ ام المؤمنین عائشہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سورۃ پڑھتے اور اسکی ترتیل کرتے یہاں تک کہ وہ بڑی سے بڑی سورۃ سے بھی بڑی ہو جاتی تھی۔ صحیح البخاری میں حدیث انسؓ سے آیا کہ قراءتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشیدہ ہوتی تھی۔ پھر انسؓ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر بتلایا کہ بسم اللہ پر مد کرتے الرحمٰن پر مد کرتے اور الرحیم پر مد کرتے۔ ام سلمہؓ سے پوچھا گیا کہ قراءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تھی۔ فرمایا کہ ہر آیت جدا پڑھتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ اور حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب القرآن سے کہا جائیگا کہ پڑھ اور چڑھ اور ترتیل کر جیسے تو دنیا میں ترتیل کرتا تھا کہ تیرا درجہ وہ ہوگا جہاں تو آخری آیت پر پہنچے۔ یہ حدیث صحیح بشارت ہے کہ دنیا میں جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کو ترتیل سے پڑھتا ہے تو جب درجات عطا ہونگے تو اس سے کہا جائیگا کہ آہستہ تلاوت سے پڑھتا جا اور چڑھتا جا جہاں تلاوت ختم کرے گا وہ اعلیٰ درجہ تیرا مقام ہوگا اور نہایت مستحب ہے کہ آدمی ترتیل سے قرآن پڑھے۔ اور آواز اچھی اور دردناک ہووے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اپنی خوش آوازیوں سے قرآن کو زینت دو۔ اور جس نے قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور حدیث میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

کی خوش آوازی ہیں کے بارے ہے کہ یہ شخص آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار عطا کیا گیا ہے۔ ابو موسیٰ نے عرض کیا کہ اگر میں جانتا کہ حضرت میری قراءت سنتے ہیں تو بہت ہی خوب لہجے سے ادا کرتا۔ شاید یہ مراد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں آہستگی سے ادا کرتا تھا اور اگر میں جانتا کہ آپ سنتے ہیں تو لہجہ بند کر دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ لوگو قرآن کی آیات کو دقل (ناکارہ خرما) کی طرح نہ جھٹکایا کرو۔ اور نہ اشعار کی طرح بلکہ اس کے عجائب کے نزدیک ٹھہرو اور دلوں کو جنبش دو۔ اور تم میں سے کسی کا قصد یہ نہ ہوا کرے کہ بس سورہ ختم ہو۔ ابو وائلؒ نے کہا کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ آج میں نے مفصّل ایک رکعت میں پڑھی تھی۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ شعر خوانی کی طرح سے البتہ مجھے وہ نظائر معلوم ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاتے تھے پھر مفصل کی (۲۰) سورتیں ذکر فرمائیں۔ ہر رکعت میں دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اسی لئے ترتیل سے پڑھنے میں بہت دیر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ عبداللہ بن معقلؓ سے روایت ہے کہ فتح مکے کے روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ناقہ پر سورۃ الفتح ترجیع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ترجیع ایک قسم کی قراءت معروف ہے اور جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ہم لوگ قرآن پڑھتے تھے۔ ہم میں عربی و عجمی سب تھے۔ پس فرمایا کہ پڑھو اور ہر ایک اچھی قراءت پڑھے اور عنقریب ایسے لوگ ہوں گے کہ قراءت اس طرح ٹھیک کریں گے جیسے تیر کی ڈنڈی سیدھی کی جاتی ہے۔ جلدی چاہیں گے اور آخرت تک فائدہ انتظار نہیں کریں گے۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ معنیٰ یہ کہ حروف صاف نکالے اور حرکات کشیدہ ہوں اور آخر آیت پر ٹھہرے اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ اور احتراز کرے کہ قاری بن کر دنیا میں اس کی اُجرت کا طالب نہ ہو۔ جیسے حدیث جابرؓ میں وعید گزری ہے۔ ترتیل سے پڑھنے کی تاکید ہے اور ابن عباسؓ

نے کہا کہ تین آیات یا چار یا پانچ آیتیں آہستگی اور خوبی سے پڑھو ۔ ام المؤمنین عائشہ رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات فقط ایک آیت کی تلاوت بار بار کی یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور آیت یہ ہے ۔ وَاِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے رب اگر تو ان لوگوں کو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں ۔ اور اگر تو ان کو بخش دے تو بیشک تو غفور رحیم ہے ۔ حضرت عائشہ رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت دریافت کی گئی تو فرمایا تمہاری طرح سرسری نہ تھی ۔ اگر سننے والا چاہتا کہ اس کے حروف گن لے تو گن لیتا ۔ حسن بصری رح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص کی طرف ہوا جو ایک آیت پڑھتا اور روتا تھا تو فرمایا تم نے قولہ تعالیٰ رتل القران ترتیلا سنا ہے وہ ترتیل یہی ہے ۔"[1]

مولانا اشرف علی تھانوی رح کی رائے :

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو کہ ایک ایک حرف الگ ہو اور یہی حکم غیر صلوٰۃ میں بھی ہے ۔ اور تخصیص محض مقام کی وجہ سے ہے "[2]

ورتلنٰہ ترتیلاً

اور ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے ۔ چنانچہ تیئس سال کے اندر پورا ہوا تاکہ تدریجی نزول کا فائدہ تام ہو ۔"[3]

---

(۱) امیر علی سید ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن ۹/۱۶۱ - ۱۶۲

(۲) تھانوی اشرف علی ۔ بیان القرآن ۱۲/ ۵۲ — (۳) ایضاً ۸/ ۴۲

پیر کرم شاہ الازھری کی رائے :

ورتلنٰہ ترتیلاً اور اسی لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھا ۔

اس ایک جملہ میں قرآن کریم کو تدریجاً نازل کرنے کی کئی حکمتیں بیان فرمائیں

۱۔ اسس طرح لوح قلب پر یہ اچھی طرح نقش ہو جاتا ہے ۔

۲۔ ہر آیت کا مفہوم خوب ذہن نشین ہو جاتا ہے ۔

۳۔ ضرورت کے موقع پر آیات کا نزول ہوگا تو دلالت لفظیہ کے ساتھ جب قرائن حالیہ بھی مل جائینگے تو آیات کا مفہوم اور مصداق زیادہ واضح ہو جائیگا ۔

۴۔ ہر موقعہ پر جب وحی الٰہی اترے گی تو دل کو اطمینان رہیگا کہ جس خالق نے مجھے اس کار عظیم کو سرانجام دینے کیلئے مقرر فرمایا ہے ۔ اسس کی نظر عنایت ہر وقت میرے شامل حال ہے"(۱)

ورتل القرآن ترتیلاً خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے قرآن کریم کو

ترتیل کا معنیٰ ہے بڑی خوبصورتی سے منظم اور مرتب ہونا ۔ وہ منہ جس کے دانت خوبصورت اور جڑے ہوئے ہوتے ہیں اسے ثغر رتل کہتے ہیں ۔ یعنی کوئی دانت اونچا نیچا نہیں کوئی جگہ خالی نہیں کوئی دانت ٹوٹا ہوا نہیں ۔ اسی مناسبت سے ترتیل

---

(۱) کرم شاہ پیر الازھری ۔ تفسیر ضیاء القرآن ۳/ ۳۶۲

قرآن کا معنیٰ ہوگا کہ اسکو آہستہ آہستہ سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور اسکی تلاوت میں تیزی نہ کی جائے اس آیت کی جامع اور دل نشین تفسیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے آپ سے اس آیت کا مفہوم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا بیّنہُ تبیینا ولا تنثرہ نثر الدقل ولا تھذہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرّکوا بہ القلوب ولا یکن ھمّ احدکم آخر السورۃ (روح المعانی) آپ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ جس طرح تم جلدی جلدی ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہو ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ۔ اپنے دل کو اس کی اثر انگیزی سے متحرک کرو۔ تمہیں اس سورۃ کو جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر نہ ہو۔"[1]

مفتی احمد یار نعیمی بدایونی کی رائے :

ورتلنہ ترتیلا۔ اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ اس طرح کہ تیئیس سال کے عرصہ میں نازل کیا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کا کام رب کا کام ہے۔ کیونکہ قرآن پڑھنا حضرت جبرئیل کا کام تھا۔ مگر رب نے فرمایا کہ ہم نے پڑھا۔ اس میں اشارۃً بندوں کو ہدایت ہے کہ قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ رب فرماتا ہے کہ ورتل القرآن ترتیلاً لہٰذا سارا قرآن ایک دن میں جلدی جلدی نہ پڑھو کہ سوائے یعلمون اور تعلمون کے اور کچھ سمجھ میں نہ آوے۔"[2]

---

(۱) کرم شاہ پیر الازہری۔ تفسیر ضیاء القرآن ۵/ ۵۲۴

۲. احمد یار خان نعیمی - تفسیر نور العرفان - ۸۲۸

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا - اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

معلوم ہوا کہ نماز میں تلاوت قرآن نہایت اطمینان سے کرنی چاہیئے۔ جس سے حروف صحیح ادا ہوں۔ مد۔ شد وغیرہ ظاہر کرنا فرض ہے۔ خیال رہے کہ ایک رات میں قرآن کریم ختم کرنا اس کو منع ہے جو قرآن صاف نہ پڑھ سکے یا بے رغبتی اور سستی سے پڑھے (۱)

محمد علی لاہوری کی رائے:

رتل کسی چیز کی ترکیب کا حسن ہے اور رتل الکلام کے معنیٰ ہیں اس کی تالیف کو خوب کیا اور اسے واضح کیا۔ اور اس میں آہستگی اختیار کی اور ترتیل فی القراءۃ اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ اور اس میں جلدی نہ کرنا ہے۔

قرآن کریم کا یا وحی الہی کا بتدریج نزول اس غرض سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کلام سے جو وقتاً فوقتاً رسول پر طرح طرح کے مصائب اور مشکلات کے اندر نازل ہو رسول کو تسلی ملتی رہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے کلام سے بڑھ کر تسلی دینے والی کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اور ترتیل سے مراد یا تو اللہ تعالےٰ کا بتدریج قرآن کریم کو نازل کرنا ہے اور یا اس سے اسکی ترتیب احسن مراد ہے۔ یعنی گو ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کرنا ہے۔ مگر اس کو ترتیب ایسی دی گئی ہے جس نے اسے ایسا ہی منظم کلام بنا دیا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ نازل ہونے میں ہوتا۔ ابن عباسؓ سے اس کے معنیٰ بینّاہ بیانا نیہ ترسل مروی ہیں۔ سدی سے فصلناہ تفصیلاً مجاہد سے جعلنا بعضہ اثر بعض (۲)

نوٹ:۔ موصوف نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا کے بارہ میں کچھ نہیں لکھا۔

---

(۱) احمد یار خان نعیمی، تفسیر نور العرفان، ۹۱۵۔

(۲) محمد علی لاہوری، بیان القرآن یعنی اردو ترجمۃ القرآن، ۳/ ۱۲۷۵

نتائج

مفسرین کی مذکورہ بالا آراء سے ترتیل القرآن کے سلسلہ میں حسب ذیل نتائج سامنے آتے ہیں

۱۔ تمام مفسرین متقدمین و متاخرین اس امر پر متفق ہیں کہ اس سے مراد ٹھہر ٹھہر کر وقار اور اطمینان کے ساتھ تلاوت کرنا ہے ۔

۲۔ منہ کو بڑا کرکے یا کانوں پر ہاتھ رکھ کر لے کھینچتے ہوئے پڑھنے کا انداز بعد کے ادوار کی پیداوار ہے ۔ شروع کے ادوار میں یہ رواج نہ تھا ۔ اسی لئے علامہ احمد مصطفیٰ المراغی نے اس پر گرفت کی ہے ۔ جبکہ کسی بھی دوسرے مفسر کے ہاں اس بات کا تذکرہ تک نہیں ملتا ۔ یاد رہے علامہ مراغی علمائے متاخرین میں سے ہیں ۔

۳۔ ترتیل کا مطلب تمہل ہے اس بارے میں تمام مفسرین متفق اللسان ہیں ۔

۴۔ بیشتر مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ کے قول پر اپنی رائے قائم کی ہے ۔

۵۔ اکثر متقدمین نے بعض اکابر تابعین کی آراء سے استدلال کرکے ترتیل کا معنیٰ و مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے ۔ جن میں علقمہ حسن اور ضحاک وغیرہ شامل ہیں ۔

۶۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ترتیل سے سات باتیں مراد لی ہیں ۔ جو یہ ہیں

۱۔ مخارج کی درستی

۲۔ وقوف کا لحاظ

۳۔ حرکات کی رعایت

۴۔ تھوڑی سی بلند آوازی

۵۔ تحسین صوت

۶۔ تشدید و مدآت کا پورا کرنا

۷۔ مضامین خوف و رجا پر طلب پناہ و دعا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان ساتوں سے اصل مدعا تدبر و فہم کا حصول ہے اور یہی مقصود بالذات ہے۔ برصغیر کے متاخرین علماء میں سے تقریبًا سب ہی نے شاہ عبدالعزیزؒ ہی کا تتبع اختیار کیا ہے خصوصًا مولانا مودودیؒ نے تو وہی رائے اختیار کی جو شاہ صاحب کی ہے۔ جس میں ترتیل سے سات امور ہی مراد لئے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے مخارج الحروف وقوف اور تحسین صوت کا ذکر نہیں کیا

۷۔ ترتیل صرف کسی خاص طریق کا نام نہیں بلکہ اسمیں یہ سب امور شامل ہیں۔ مثلاً

۱۔ قواعد تجوید کے مطابق ہونا	۱۱۔ مخارج کی رعایت رکھنا
۱۱۱۔ حرکات و سکنات کا خیال رکھنا	۱۷۔ دل میں خشوع کا پیدا ہونا
۷۔ کلام الٰہی کی عظمت کا دل میں بیٹھنا	۷۱ سننے والے پر اثر انگیز ہونا۔

باب دوم

تجوید وقراءت کی ضرورت

و

اهمیّت

تجوید و قراءت کی اہمیت

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے

اس عنوان کے تحت آئندہ اوراق میں چالیس سے زائد احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ تاکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق چالیس احادیث کو جمع کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو۔ نیز ان احادیث کے ذریعے تجوید و قراءت کی اہمیت بھی اجاگر ہو سکے۔

ان احادیث کی تفصیل حسب ذیل ہے

اختلاف قراءات	نو احادیث
حسن صوت	سترہ احادیث
استماع عن الغیر	چار احادیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز قراءت	نو احادیث
متفرق امور	پانچ احادیث

اختلاف قراءات

حدیث ۱

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حِطَّةٌ نُغْفَرْ لکم خطایاکم[1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا ادخلوا الباب سجدا وقولوا حِطَّةٌ نُغْفَرْ لکم خطایاکُمْ۔

یاد رہے کہ یہ ابن عامر کی قرأۃ ہے جبکہ ابن کثیر ابوعمرو۔ عاصم۔ حمزہ اور کسائی نے نَغْفِرْ پڑھا ہے۔ اور نافع اور ابان نے عاصم سے اسکی قرأۃ یُغْفَرْ کی ہے۔[2]

---

(۱) ابن الاثیر، مبارک بن محمد۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، ۲/ ۸۶۔

(۲) الجزری، ابی الخیر محمد بن محمد۔ النشر فی القرأت العشر۔ ۲/ ۲۱۵

حدیث ۲

انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر واراہ قال وعثمان کانوا یقرؤون مالک یوم الدین بالالف[1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سب مالک یوم الدین پڑھا کرتے تھے (یعنی مالک کو الف کے ساتھ)

حدیث ۳

ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ قال معمر وربما ذکر ابن المسیب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان یقرؤن (مالک یوم الدین) واول من قرأ مَلِكِ مروان[2]

ابن شہاب زہری کی روایت ہے کہ معمر نے کہا اور شاید ابن المسیب کا ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان مالک یوم الدین پڑھا کرتے تھے اور مروان نے سب سے پہلے مَلِكِ پڑھا

(۱) ابن الاثیر، مبارک بن محمد - جامع الاصول فی احادیث الرسول، ۲/۸۵م

(۲) ابن الاثیر، مبارک بن محمد - جامع الاصول فی احادیث الرسول، ۲/۸۶م

صاحب جامع الاصول نے اس حدیث کے ذیل میں تحریر کیا ہے

بل اول من قرأ بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کما اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف ۲/۲ وابو نعیم فی
" اخبار اصبہان" ۱/۱۰۷ وصححہ الحاکم ۲/۲۳۲ ووافقہ الذھبی
وھی قراءۃ متواترۃ ثابتۃ کالاولی قرأ بھا جمھور القراء
سوی عاصم والکسائی وخلف ولیعقوب [1]

سب سے پہلے اس طریق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی۔ اس کی تخریج ابن ابی داؤد نے مصاحف میں ابو نعیم نے اخبار اصبہان میں اور حاکم نے اسکو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس بات کی تائید کی کہ یہ قراءۃ متواتر ہے اور پہلی کی طرح ثابت شدہ ہے۔ امام عاصم امام کسائی امام خلف اور یعقوب کے علاوہ جمہور آئمہ قرات اس کے مطابق تلاوت کرتے تھے

علامہ ابن الاثیر الجزری نے مذکورہ بالا وضاحت کو اس لئے ضروری خیال کیا ہے کہ بادی النظر میں حدیث کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شاید مروان ہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے مالک کو مَلِک پڑھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مالک ہی پڑھتے تھے۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے یہ طریق تلاوت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول و منصوص ہے۔

---

(۱) ابن الاثیر مبارک بن محمد "جامع الاصول فی احادیث الرسول" ۲/ ۱۸۶

حدیث ۱۴

عن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرأنی جبریل علی حرف فراجعتہ فزادنی فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی انتھی الی سبعۃ احرف قال ابن شہاب بلغنی ان تلک السبعۃ الاحرف۔ انما ھی فی الامر الذی یکون واحداً لا یختلف فی حلال ولا حرام(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا۔ میں نے اس کو واپس لوٹا دیا پس وہ اس میں اضافہ کا حکم لے کر آیا میں برابر اضافہ کا مطالبہ کرتا رہا اور وہ میرے لئے اضافہ کرتا رہا تا آنکہ یہ معاملہ سبعہ احرف تک پہنچ گیا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پتہ چلی ہے کہ یہ سبعہ احرف اوامر کے سلسلہ میں ایک ہی ہیں۔ ان کی وجہ سے حلال یا حرام میں کچھ اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔

---

(۱) مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، انزال القرآن علی سبعۃ احرف، ۱/ ۲۷۳

حدیث ۵

عن ابی بن کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عند اضاۃ بنی غفار فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال ان اللہ یامرک ان تقرئ امتک القرآن علی حرف فقال اسئل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لا تطیق ذالک۔ ثم اتاہ الثانیہ فقال ان اللہ تعالیٰ یامرک ان تقرئ امتک القرآن علی حرفین فقال اسأل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لا تطیق ذالک ثم جاءہ الثالثہ فقال ان اللہ یامرک ان تقرئ امتک القرآن علی ثلاثۃ احرف۔ فقال اسأل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وانّ امتی لا تطیق ذالک ثم جاءہ الرابعۃ فقال ان اللہ یامرک ان تقرئ امتک القرآن علی سبعۃ احرف فایما حرف قرؤا علیہ فقد اصابوا (۱)

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بنی غفار کے باڑہ کے پاس تشریف فرما تھے کہ وہاں جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن مجید کی تلاوت ایک حرف پر کرے۔ اس پر

---

(۱) مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، انزل القرآن علی سبعۃ احرف ۱/۲۷۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں۔ میری امت کے لئے یہ مشکل ہوگا۔ جبریل پھر حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قران مجید کی تلاوت دو حرفوں پر کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں میری امت کے لئے یہ مشکل ہوگا جبریل تیسری مرتبہ حاضر ہوئے۔ عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قران مجید کی تلاوت تین حروف پر کرسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں میری امت کیلئے تو اس پر عمل کرنا بھی مشکل ہوگا۔ پھر جبریل چوتھی مرتبہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن مجید کی تلاوت سات حروف پر کرسکتی ہے۔ پس ان سات حروف میں سے جس پر بھی وہ تلاوت کرینگے وہ درست ہوگی۔

حدیث ۔ ۶

عن ابی بن کعب قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل۔ فقال یا جبریل انی بعثت الی امۃ امیین منھم العجوز۔ والشیخ الکبیر والغلام والجاریۃ۔ والرجل الذی لم یقرا کتابا قط قال یا محمد ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف [۱]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل

---

(۱) ابن الاثیرؒ مبارک بن محمدؒ۔ الجامع الاصول فی احادیث الرسولؐ۔ ۲/ ۴۸۳

سے ملے تو فرمانے لگے اے جبریل میں ایک ایسی امت کی جانب مبعوث کیا گیا ہوں جس
میں ان پڑھ، بوڑھے، کبیر السن غلام اور لونڈیاں ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو لکھنا تک
نہیں جانتے۔ جبریل نے عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک یہ قرآن سات حروف
پر نازل کیا گیا ہے۔

حدیث ۷

عن ابن شهاب حدثني عبيد الله بن عبد الله ان ابن عباس رضي
الله عنهما حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقرأني
جبريل على حرف فراجعته فلم ازل استزيده ويزيدني حتى
انتهى الى سبعة احرف (1)

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عبیداللہ بن عبداللہ سے
یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے ایک حرف پر
قرآن پڑھایا۔ پس میں نے جبریل کو (اضافہ) کی غرض سے واپس بھیجا وہ برابر اس
میں اضافہ کی اجازت لاتے رہے تا آنکہ یہ تعداد سات حرف تک پہنچ گئی۔

بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح کتاب فضائل القرآن۔ ۶/ ۱۰۵

مسلم بن الحجاج۔ الصحیح المسلم ۱/ ۲۷۳

حدیث ۸

حدثنا سعید بن عفیر حدثنی اللیث حدثنی عقیل عن ابن شہاب قال حدثنی عروۃ ابن الزبیر ان المسور بن مخرمہ وعبد الرحمن بن عبد القاری حدثاہ انہما سمعا عمر بن الخطاب یقول سمعت ہشام بن حکیم یقرأ سورۃ الفرقان فی حیاۃ رسول اللہ علیہ وسلم فاسمعت لقراتہ فاذا ھو یقرأ علی حروفٍ کثیرۃٍ لم یقرئنیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکدت اساورہ فی الصلوٰۃ فتصبرت حتیٰ سلّم فلببتہ بردائہ فقلت من اقرأک ھذہ السورۃ التی سمعتک تقرأ قال اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت کذبت فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اقرأنیہا علی غیر ما قرأت فانطلقت بہ اقودہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی سمعت ھذا یقرأ بسورۃ الفرقان علی حروف لم تقرئنیہا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلہ اقرأ یا ہشام فقرأ علیہ القراءۃ التی سمعتہ یقرأ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذالک انزلت۔ ثم قال اقرأ یا عمر فقرأت القراءۃ التی اقرأنی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذالک انزلت۔ ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرءوا ما تیسر منہ (۱)

---

(۱) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۰۵

حدیث میں مذکور حضرات نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ کے زمانہ میں سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ میں نے سنا کہ وہ بہت سے حروف کے مطابق تلاوت کر رہے ہیں جبکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے قران نہیں پڑھایا تھا پس میرے دل میں خیال آیا کہ میں نماز کے دوران ہی ان پر پل پڑوں۔ لیکن میں نے خود کو تھامے رکھا ان کے سلام پھیرنے تک صبر کیا۔ پس میں نے اسکی چادر پکڑ کر گھسیٹا اور پوچھا کہ تمہیں اس سورۃ کو اس انداز سے تلاوت کرنا کس نے سکھایا۔؟ اس نے کہا مجھے اس طرح تلاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ میں نے جواباً کہا تم جھوٹ کہتے ہو۔ کیونکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے انداز تلاوت سے مختلف طور پر اس کی تلاوت سکھائی ہے۔ پس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ میں نے ان کو سورۃ الفرقان کی تلاوت ایسے انداز میں کرتے ہوئے سنا ہے جو مجھے سکھلائے گئے انداز سے مختلف ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ہشام پڑھو۔ چنانچہ ہشام نے اسی انداز سے تلاوت کی جس طرح میں نے ان سے سنی تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اسی طرح نازل ہوئی۔ پھر آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے عمر اب تم پڑھو۔ پس میں نے اس انداز سے تلاوت کی جس طرح مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرات سکھائی تھی۔ پس آپ نے فرمایا یہ اسی طرح نازل ہوئی۔ بے شک یہ قران سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ اپنی آسانی اور سہولت کے مطابق تلاوت کیا کرو۔

حدیث ۹

عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل فصلی فقرأ قراءة انکرتها۔ ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوی قراءة صاحبہ فلما قضینا الصلاہ دخلنا جمیعًا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان ھذا قرأ قراءة انکرتہا علیہ فدخل آخر فقرأ سوی قراءة صاحبہ فامرھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرآ فحسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شانھما۔ فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاھلیۃ۔ فلما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقًا وکانما انظر الی اللہ عزوجل فرقاً۔ فقال لی یا ابی ان ربی ارسل الی ان اقرأ القران علی حرف فرددت الیہ ان ھون علی امتی۔ فرد الی الثانیہ اقراہ علی حرفین فرددت الیہ ان ھون علی امتی فرد الی الثالثہ ان اقراہ علی سبعۃ احرف ولک بکل ردۃ رددتکھا مسالۃ تسألنیھا۔ فقلت اللھم اغفر لامتی واخرت الثالثۃ لیوم یرغب الی الخلق کلھم حتی ابراھیم

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ اسی دوران ایک

(۱) مسلم بن الحجاج ۔ الصحیح المسلم ۔ باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف ۱/ ۲۷۳

شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے قرآن کی تلاوت اس انداز سے کی جس سے میں نامانوس تھا۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے پہلے شخص سے بھی مختلف طریقے سے تلاوت کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی کہ یہ آدمی اس طرح تلاوت کرتا ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس دوسرے شخص کا انداز تلاوت تو اس کے ساتھی سے بھی مختلف ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو تلاوت کرنے کا حکم دیا۔ پس جب ان دونوں نے قرات کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ پس اس وجہ سے میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جیسی ایام جاہلیت میں میرے دل میں تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کیفیت بھانپی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ جس سے مجھے بہت پسینہ آیا مجھے ایسا لگا جیسے میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابی اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں قرآن کی تلاوت ایک حرف پر کروں۔ تو میں نے عرض کی کہ میری امت کے لئے آسانی دیجئے۔ اللہ نے مجھے دوسری مرتبہ علی حرفین یعنی دو حروف پر تلاوت کی رخصت دی۔ میں نے پھر اپنی امت کیلئے سہولت کا مطالبہ کیا تو تیسری مرتبہ اللہ نے مجھے سات حروف پر پڑھنے کی رخصت عطا فرمائی۔

حُسنِ صوت

حدیث ۱۰

عبد اللہ بن ابی یزید رحمہ اللہ قال مر بنا ابو لبابہ فاتبعناہ حتیٰ دخل بیتہ۔ فدخلنا علیہ فاذا رجل رث الھیئۃ فسمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس منا من لم یتغن بالقران۔ قال فقلت لابن ابی ملیکہ یا ابا محمد ارأیت اذا لم یکن حسن الصوت؟ قال یحسنہ ما استطاع۔ (۱)

عبداللہ بن ابی یزیدؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابولبابہ ہمارے پاس سے گذرے۔ ہم ان کے پیچھے چل پڑے۔ تاآنکہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ گھر کے اندر چلے گئے۔ وہاں ایک عجیب سی ہیئت والا آدمی کہہ رہا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن مجید کو اچھی آواز سے بنا سنوار کر نہ پڑھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے کہا اے ابو محمد آپ کا کیا خیال ہے اگر کسی کی آواز خوبصورت نہ ہو تو۔ انہوں نے کہا کہ اسے چاہئے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس میں حسن پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

---

(۱) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، کتاب الصلوٰۃ۔ کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۷۰۰ھ

حدیث ۱۱

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
زینوا القرآن باصواتکم (۱)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو مزین کیا کرو۔

حدیث ۱۲

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما اذن اللہ لشیٔ ما اذن لنبی ان یتغنی بالقرآن (۲)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی اور آواز کی طرف کان نہیں لگاتے جتنا نبی کی اس آواز پر کان لگاتے ہیں جو قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھ رہا ہو۔

---

(۱) نسائی ۔ عبدالرحمٰن احمد بن شعیب   باب تزیین القرآن بالصوت ۱/ ۱۵۷

(۱) ابن الاثیر۔ مبارک بن محمد۔ الجامع الاصول ۲/ ۴۵۴

(۲) بخاری محمد بن اسماعیل ۔ الجامع الصحیح ۔ کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۰۸-۱۰۷

حدیث ۔ ۱۳

عن انس قال النبیؐ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
لکل شیئٍ حلیۃ وان حلیۃ القران الصوت الحسن[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے ۔ اور قران مجید کا زیور خوبصورت آواز ہے ۔

حدیث ۔ ۱۴

عن قتادہ رضی اللہ عنہ
ما بعث اللّٰہ نبیًّا قطّ الا بعثہ حسن الوجہ ۔ حسن الصوت حتی بعث نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم حسن الوجہ حسن الصوت[2]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ہر نبی کو خوبصورت شکل اور خوبصورت آواز والا بنایا ۔ حتی کہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوبصورت شکل اور خوبصورت آواز دے کر مبعوث فرمایا ۔

(۱) لبیب السعید ۔ الجمع الصوتی الاول للقران الکریم ۲۴۲

(۲) ابن سعد ۔ الطبقات الکبریٰ ۱/ ۹۸

حدیث ۱۵

عن زاذان عن البراء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم زینوا القران باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القران حسناً" (۱)

حضرت زاذان نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ قران مجید کو اپنی آوازوں کے ذریعہ سے مزین کیا کرو کیونکہ خوبصورت آواز قران کے حسن میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے ۔

حدیث ۱۶

عن البراء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی الصف الاول وزینوا القران باصواتکم (۲)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور تم سب اپنی آوازوں کے ذریعہ سے قران مجید کو مزین کیا کرو ۔

---

(۱) الحاکم ۔ ابی عبداللہ نیشاپوری ۔ المستدرک ۱/ ۵۷۵

(۲) ایضاً

حدیث ۱۷

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
زینوا القران باصواتکم (۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی آوازوں کے ذریعہ سے قران مجید کو مزین کیا کرو

حدیث ۱۸

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم زینوا اصواتکم بالقران (۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی آوازوں کو قران کے ذریعہ سے زینت بخشو۔

---

(۱) الحاکم ۔ ابی عبداللہ ۔ المستدرک ۱/ ۵۷۱

(۲) ایضاً

حدیث ۱۹

اَنَّ عائشۃ رضی اللہ عنہا ابطأت علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ. فقال این کنت یا عائشۃ؟ فقالت یا رسول اللہ کنت استمع قراءۃ رجلٍ فی المسجد لم اسمع احدًا یقرأ احسن من قراءتہ فقام النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فاستمع قراءتہ ثم قال ھذا سالم مولیٰ ابی حذیفہ الحمد للہ الذی جعل فی امتی مثل ھذا [1]

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے پیچھے رہ گئیں۔ رات کا وقت تھا۔ آپ نے پوچھا عائشہ تم کہاں رہ گئی تھیں؟ وہ عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ مسجد میں ایک شخص قرات کر رہا تھا میں سننے میں محو ہو گئی۔ میں نے اتنی اچھی قرات کبھی کسی اور سے نہیں سنی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس شخص کی قرات سننے کیلئے گئے۔ پھر فرمانے لگے یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہیں جو تلاوت کر رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ان جیسے لوگوں کو پیدا کیا

---

(۱) ابن قدامہ، محمد عبداللہ بن احمد، المغنی، فی قراءۃ القرآن بالالحان، ۹/۱۷۹

حدیث ۲۰

عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکہ علی ناقتہ ۔ یقرأ سورۃ الفتح فرجّع فی قراءتہ قال فقرأ ابن مغفل ورجّع وقال معاویۃ بن قرۃ لولا الناس لاخذت لکم بذالک الذی ذکرہ ابن مغفل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱)۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ قرات کے دوران آواز میں (خوبصورتی پیدا کرنے کی غرض سے) زیروبم پیدا کر رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ ابن مغفل نے بھی تلاوت کی اور آواز کو زیروبم دیا۔ معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر عام لوگ نہ ہوتے تو میں وہی زیروبم پیدا کر کے دکھاتا جس کا تذکرہ ابن مغفل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے

---

(۱)۔ بخاری محمد بن اسماعیل ۔ الجامع الصحیح ۔ کتاب تفسیر القرآن ۶/ ۴۳

حدیث ۲۱

عن جبیر بن مطعم قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی المغرب (الطور) فما سمعت احداً احسن صوتاً او قراءۃً منه وفی بعض الفاظه فلما سمعته قرأ " ام خُلقوا من غیر شیءٍ ام هم الخٰلقون" خلت ان فوادی قد انصدع وفی روایۃ کاد قلبی ان یطیر "(۱)

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ پس میں نے کسی اور کو نہ سنا جو آپ سے زیادہ اچھی آواز والا ہو یا آپ سے زیادہ اچھی تلاوت کرسکتا ہو۔ اور بعض جگہ الفاظ اس طرح ہیں پس جب میں نے آپ سے اس آیت کی قرأت سنی ام خلقوا من غیر شیءٍ ام هم الخٰلقون۔ تو ایسا محسوس ہوا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائیگا اور ایک روایت یہ ہے کہ ایسا محسوس ہوا کہ میرا دل بے قابو ہو جائیگا

---

(۱) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح کتاب تفسیر القرآن ۶/ ۵۰-۴۹

لبیب السعید۔ الجمع الصوتی الاوّل للقرآن الکریم ۴۴۲

حدیث ۲۲

الو ایاس قال سمعت عبد اللہ بن مغفل قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقرأ وھو یسیر علی ناقتہ أو جملہ وھی تسیر بہ وھو
یقرأ سورۃ الفتح او من سورۃ الفتح قراءۃ لینۃ
یقرأ وھو یرجع۔ [1]

ابوایاس کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مغفل سے یہ بات سنی کہ میں نے (عبداللہ بن مغفل)
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار تھے جبکہ یہ سواری
چل رہی تھی۔ اس حالت میں آپ سورۃ الفتح یا سورۃ الفتح کی کچھ آیات کی تلاوت
فرما رہے تھے۔ تلاوت کے دوران آپکی آواز میں ملائمت تھی اور آپ اپنی آواز میں اتار
چڑھاؤ پیدا کر رہے تھے۔

---

(۱) بخاری محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح ، کتاب فضائل القرآن ، ۶/ ۱۱۲

حدیث ۲۳

عن عبد اللہ ابن مغفلٍ المزنی قال رأیتُ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح علیٰ ناقۃٍ لہ یقرأ سورۃ الفتح او من سورۃ الفتح قال فرجع نیھا قال ثم قراءُ معاویۃ یحکی قراءۃ ابن مغفّلٍ وقال لولا ان یجتمع الناس علیکم لرجعتُ کما رجع ابن مغفلٍ یحکی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم فقلت لمعاویۃ کیف کان ترجیعہ قال ءا ءا ءا ثلاث مراتٍ(۱)

عبداللہ بن مغفل المزنی کہتے ہیں کہ میں نے فتح (مکہ) کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ سورہ فتح یا سورہ فتح میں سے آیات کی تلاوت فرما رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ دوران تلاوت آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کرتے۔ کہتے ہیں کہ پھر معاویہ نے ابن مغفل کے سے انداز میں تلاوت کی اور کہا کہ اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسی طرح آواز میں زیر و بم پیدا کرتا جس طرح ابن مغفل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تلاوت بیان کرتے ہوئے کیا تھا۔ میں نے (ان کی یہ بات سن کر) معاویہ

(۱) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کتاب التوحید ۸/ ۲۱۳

سے کہا ان کا آوازیں زیروبم کیسا تھا۔ تو انہوں نے تین مرتبہ آ۔آ۔آ کر کے بتلایا۔

نوٹ ڈاکٹر لبیب السعید اپنی کتاب الجمع الصوتی الاول میں اس حدیث کے ضمن علامہ ابن القیم کی زاد المعاد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

" وظاہر ان ھذا الترجیع اختیاراً لا اضطراراً لهز الناقة له وکما یقول ابن القیم الجوزیہ: کان النبی یرجع فی قراءته فنسب الترجیع الی فعله ولو کان من هز الراحلة لم یکن منه فعل لیسمیٰ ترجیعًا"[1]

اور ظاہر بات ہے کہ آواز کا یہ اتار چڑھاؤ اختیاری تھا اضطراری نہ تھا کہ جو اونٹنی کے چلنے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ جیسا کہ ابن القیم الجوزیہ نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرات کے دوران آوازیں ترجیع یعنی زیروبم پیدا کر رہے تھے تو آپ کے اس عمل کو فعلاً لفظ ترجیع[2] کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ اگر آواز کا یہ زیروبم سواری کی حرکت کی وجہ سے ہوتا تو اس لفظ ترجیع کے ساتھ تعبیر نہ کیا جاتا۔

---

(۱) لبیب السعید۔ الجمع الصوتی الاوّل للقرآن الکریم ۲۴۴

(۲) مطلب یہ ہے کہ ترجیع آپ کا اختیاری عمل تھا اونٹ کی حرکت کی وجہ ترجیع پیدا نہ ہو رہی تھی

حدیث ۲۴

لله اشد اذنا الی الرجل الحسن الصوت بالقران من صاحب القینة الی قینتہ (۱)

اللہ تعالیٰ اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے والے شخص کی قرات کو زیادہ توجہ اور رغبت سے سنتے ہیں بہ نسبت ایسے شخص کے جو ناک میں آواز لے جاکر گنگنا گنگنا کر پڑھتا ہو۔

اس حدیث کے بارے میں امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح علی شرط شیخین ہے۔

حدیث ۲۵

یقول البراء سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی العشاء والتین والزیتون . فما سمعت احدا احسن صوتا او قراۃ منہ (۲)

براء کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں والتین والزیتون کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ پس میں نے آپ سے زیادہ اچھی اور خوبصورت آواز میں تلاوت کرنے والا نہیں سنا۔

---

(۱) الحاکم ۔ المستدرک ، ۱/ ۵۷۱

(۲) بخاری ، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح ، کتاب التوحید ، ۸/ ۲۱۴

حدیث ۲۶

عن جابر بن عبد اللہ یقول کان فی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترتیل وترسیل (۱)

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تکلم میں ترتیل اور ترسیل ہوتی تھی۔ یعنی بات میں ٹھہراؤ اور ابلاغ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۹۷

استماع عن غیر (دوسرے سے تلاوت سننا)

حدیث ۲۷

ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقراء علی القرآن فقلت یا رسول اللہ اقرأ علیک و علیک انزل قال انی احب ان اسمعہ من غیری قال فقرات علیہ سورۃ النساء حتی جئت الی ھذہ الایۃ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا قال حسبک الان فالتفت الیہ فاذا عیناہ تذرفان

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن کی تلاوت سناؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر تو قرآن مجید نازل ہوتا ہے تو بھلا میں آپ کو تلاوت سناؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ میں کسی دوسرے سے تلاوت سنوں۔ کہتے ہیں پس میں نے تلاوت کی سورۃ النساء پڑھ کر سنائی حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہیدا وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔ تو آپ نے فرمایا اب یہ کافی ہے۔ میں آپکی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۱۳

حدیث ۲۸

قال انس قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم لابیؓ بن کعبؓ ان اللہ امرنی ان اقراء علیک القران وفی لفظ امرنی ان اقرئک القران قال اللہ سمانی لک؟ قال نعم۔ قال وذکرت عند رب العالمین؟ قال نعم۔ فذرفت عیناہ۔[1]

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں اور ایک روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں کہ مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں ابی بن کعبؓ نے عرض کی کیا اللہ نے آپکو میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا ہاں۔ ایک روایت کے مطابق ابی بن کعب نے عرض کی کیا اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں میرا ذکر کیا گیا (کیا میرے نام کا تذکرہ ہوا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابی بن کعبؓ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

---

(۱) الذہبی۔ شمس الدین احمد۔ سیر اعلام النبلاء ۱/ ۳۹۰

حدیث ۲۹

عن ابی موسیٰ ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہٗ
یا ابا موسیٰ لقد اوتیت مزماراً من مزامیر آل داؤد[1]
ورد ابو موسیٰ
لو علمت انک تسمع لقراءتی لحبرتہ لک تحبیراً[2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابوموسیٰ تمہیں ال داؤد کے مزامیر عطا کئے گئے ہیں اس پر ابوموسیٰ نے جواباً عرض کی۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ آپ میری قرأت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اور بھی زیادہ عمدہ کرکے پڑھتا

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۱۲

(۲) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاوّل للقرآن الکریم، ۲۲۳

حدیث نمبر ۳۰

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی موسیٰ لقد مررت بک البارحۃ وانت تقرأ ولقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد۔ فقال ابو موسیٰ لو اعلم انک تسمع لحبرتہ لک تحبیرا" (۱)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں کل تمہارے پاس سے گذرا جبکہ تم قرات میں مصروف تھے۔ تمہیں تو (اللہ نے) آل داؤد کے مزامیر میں حصہ عطا کیا ہے۔ تو ابوموسیٰ نے عرض کی اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو آپ کے لئے میں اور بھی زیادہ مزین کر کے پڑھتا۔

---

(۱) ابن قدامہ ۔ محمد عبداللہ بن احمد ۔ المغنی ۔ ۹/۱۷۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ قراءت

حدیث ۳۱

عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا سألها يعلى بن مملك عن قراءة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلاته قالت مالكم وصلاته؟ ثم نعتت قراءته. فاذا هي تنعت قراءة مفسرة حرفاً حرفاً" (۱)

حضرت یعلی بن مملک نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا کہ ان کی نماز کیسی تھی۔ ام سلمہؓ نے فرمایا تم ان کی نماز کی کیفیت کیا جانو!۔ پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے انداز میں تلاوت کرکے بتلائی۔ چنانچہ آپ کی یہ قراءت ایسی تھی کہ ایک ایک حرف علیحدہ اور واضح تھا۔

(۱) نسائی، عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، سنن، تزیین القرآن بالصوت، ۱/ ۱۵۸

حدیث ۳۲

عن ام سلمة رضی الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقطع قراءته. يقول الحمد لله رب العالمين ثم يقف. الرحمٰن الرحيم ثم يقف وكان يقرأ ملك يوم الدين[1]

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنھا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے ہوئے آیات کو الگ الگ کرکے پڑھا کرتے تھے۔ آپ الحمد للہ رب العالمین پڑھتے پھر وقف کرتے۔ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پھر وقف کرتے۔ اور پھر ملک یوم الدین پڑھا کرتے تھے۔

(۱) ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، جامع، ابواب القراءات، ۱۱۶/۲

حدیث ۳۳

عن عبد اللہ قال غدونا علی عبد اللہ فقال رجل قرأت المفصل البارحة فقال ھذا کھذ الشعر انا قد سمعنا القراءۃ وانی لاحفظ القرناء التی کان یقرا بھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثمانی عشرہ سورۃ من المفصل وسورتین من آل حامیم[1]

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ کے ہاں ایک دن گذارا تو ایک شخص کہنے لگا کہ میں نے کل رات مفصلات کی تلاوت کی۔ تو عبداللہ بولے کہ تو نے تو پھر ایسے ہی پڑھا جیسے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ میں نے خود ان کی تلاوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کس طرح دوران تلاوت اتار چڑھاؤ کرتے تھے اور اٹھارہ مفصل کی سورتیں اور آل حامیم میں سے دو سورتیں کس طرح پڑھا کرتے تھے ۔

---

(۱) بخاری محمد بن اسماعیل ۔ الجامع الصحیح کتاب فضائل القرآن ۶/۱۱۲

حدیث ۳۴

عبد اللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ قال سألت عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل أکان یسر بالقراءۃ أم یجہر؟ فقالت کل ذالک قد کان یفعل ربما أسر بالقراءۃ وربما جہر فقلت الحمد للہ الذی جعل فی الامر سعۃ "۱"

عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت کس طرح قرات فرمایا کرتے تھے۔ کیا آپ دھیمی آواز سے تلاوت کرتے یا بلند آواز سے۔ تو حضرت عائشہ رض نے جواب دیا ہر طرح سے کبھی تو آپ خاموش آواز میں پڑھتے اور کبھی بلند آواز کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ اس پر میں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس معاملے میں وسعت عطا فرمادی ہے۔

---

(۱) ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، ابواب القراءات، ۲/۱۱۶

حدیث ۳۵

ام ھانی رضی اللہ عنہا قالت کنت اسمع قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی عرلیشی [1]

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز کو اپنے خیمہ کے اندر سنا کرتی تھی (مراد یہ کہ آپ اتنی بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے)

حدیث ۳۶

قتادہ رحمہ اللہ قال سألت انسًا عن قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان یمد مدًا ثم قرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یمد ببسم اللہ ویمد بالرحمٰن ویمد بالرحیم [2]

نوٹ۔ صاحب جامع الاصول نے مذکور حدیث کو الجامع الصحیح للبخاری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے تاہم حدیث کے الفاظ بخاری میں یمد مدًا پر ختم ہو جاتے ہیں البتہ دوسری حدیث جو عمرو بن عاصم سے مروی ہے بقیہ عبارت اس میں موجود ہے

ترجمہ۔ قتادہؒ سے۔ کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ لمبا کر کے پڑھتے پھر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا بسم اللہ پر مد کیا رحمٰن اور رحیم پر مد کیا

(۱) نسائی، عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، السنن، رفع الصوت بالقرآن، ۱/۱۵۷

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، فضائل القرآن ۶/ ۱۱۲

حدیث ۳۷

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ جبریل بالوحی وکان مما یحرک بہ لسانہ وشفتیہ فیشتد علیہ وکان یعرف منہ فانزل اللہ الآیۃ التی فی لا اقسم بیوم القیامۃ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ فان علینا ان نجمعہ فی صدرک وقرانہ فاذا قرأناہ فاتبع قرانہ فاذا انزلنٰہ فاستمع ثم ان علینا بیانہ قال ان نبینہ بلسانک قال وکان اذا اتاہ جبریل اطرق فاذا ذھب قرأہ کما وعدہ اللہ ۰ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس فرمان الٰہی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وحی لے کر حاضر ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت

---

(۱) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۱۲

دیتے (تاکہ الفاظ وحی کو ازبر کر لیں) یہ کام آپ کے لئے بڑا مشکل ہوتا تھا جس کے آثار (آپ کے چہرہ اقدس سے) پہچانے جاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا اقسم بیوم القیامۃ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ فان علینا ....

قسم ہے روز قیامت کی اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت مت دیا کیجیے۔ اس کو پڑھ کر تبلانا اور محفوظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ پس ہم اس کو آپ کے سینہ میں محفوظ رکھیں گے۔ پس جب ہم اس کی تلاوت کریں تو آپ اس قرات کو غور سے سنیں۔ پس جب ہم اسکو نازل کر رہے ہوں تو آپ توجہ سے سنیں۔ پھر اس کے مطلب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ہی ذمہ (داری) ہے۔ فرمایا کہ ہم آپ کی زبان مبارک سے اسکی وضاحت کرائیں گے۔ فرمایا کہ جب جبرئیل (اس کے بعد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ خاموشی کے ساتھ دھیان سے سنتے۔ پس جب جبرئیل چلے جاتے تو آپ (وحی الہی کے الفاظ کی تلاوت فرماتے جیسا کہ اس کا وعدہ اللہ نے فرمایا۔

حدیث ۳۸

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یقرأ فی سورۃٍ باللیل فقال یرحمہ اللہ لقد اذکرنی اٰیۃ کذا وکذا کنت اُنسیتہا من سورۃ کذا وکذا (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو رات کے وقت سنا کہ وہ کسی سورۃ کی قرأت کر رہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو۔ اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جبکہ میں فلاں فلاں سورۃ کی فلاں فلاں آیت بھلا دیا گیا تھا۔

---

(۱) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح کتاب فضائل القرآن ۶/۱۱۰

حدیث ۳۹

عن ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اعتکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فسمعھم یجھرون بالقراءۃ. فکشف الستر وقال الا ان کلکم مناج ربہ فلا یؤذین بعضکم بعضاً ولا یرفع بعضکم علی بعض فی القراءۃ او قال فی الصلوٰۃ"[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ آپ نے لوگوں کو بلند آوازوں میں قرات کرتے ہوئے سنا۔ تو آپ نے پردہ ہٹا کر لوگوں سے فرمایا آپ سب لوگ اپنے رب کے حضور مناجات کر رہے ہیں۔ پس آپ لوگ ایک دوسرے کیلئے اذیت اور تکلیف کا باعث نہ بنیں۔ اور قرات کرتے ہوئے اپنی آوازوں کو ایک دوسرے سے بلند مت کرو۔ یا آپ نے فرمایا کہ نماز کے دوران۔

---

(۱) ابو داؤد۔ سلیمان بن الاشعث السنن، رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل، ۱۸۸

متفرق امور

حدیث ۴۰

عن اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ و فرس مربوط عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقرأ فجالت الفرس فسکت وسکنت الفرس ثم قرأ فجالت الفرس فانصرف وکان ابنہ یحیی قریبا منھا فاشفق ان تصیبہ فلما اجترہ رفع رأسہ الی السماء حتی ما یراھا فلما اصبح حدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ اقرأ یا ابن حضیر اقرأ یا ابن حضیر قال فاشفقت یا رسول اللہ ان تطأ یحیی وکان منھا قریبا فرفعت رأسی فانصرفت الیہ فرفعت رأسی الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیھا امثال المصابیح فخرجت حتی لا اراھا قال وتدری ما ذاک قال لا قال تلک الملائکۃ دنت لصوتک ولو قرأت لاصبحت ینظر الناس الیھا لا تتواری منھم

قال ابن الھاد وحدثنی ھذا الحدیث عبد اللہ ابن خباب عن ابی سعید الخدری عن اسید بن حضیر (۱)

---

(۱) بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن ۱۰۶/۶

اسید بن حضیر کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ وہ سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا کہ وہ بدکنے لگا۔ وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ انہوں نے پھر تلاوت کی گھوڑا پھر حرکت میں آگیا۔ وہ خاموش ہوئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا جب انہوں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکا۔ تو انہوں نے نماز ختم کر دی کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ بھی وہاں موجود تھا انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں گھوڑا اس کو نہ مارے پس جب انہوں نے بیٹے کو گھسیٹ کر اپنے پاس کر لیا تو آسمان کی طرف دیکھا لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا آپ نے فرمایا اے حضیر اچھا اب پڑھو وہ بولے اے اللہ کے رسول مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ یحییٰ کو نہ روند ڈالے کیونکہ یحییٰ بھی وہیں موجود تھا۔ میں یحییٰ کے پاس کو ہو گیا۔ اسی دوران میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا تو چراغوں کی مانند کچھ سائے سے تھے پس میں باہر نکلا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ کیا چیز تھی۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کے سبب تمہارے قریب آگئے تھے۔ اگر تم صبح تک قرآن کی تلاوت کرتے رہتے تو عام لوگ بھی ان فرشتوں کو دیکھ لیتے اور وہ ان سے پوشیدہ رہتے

ابن الہاد کہتے ہیں کہ یہ حدیث عبداللہ بن خباب نے ابو سعید خدری کے حوالے سے اسید بن حضیر سے نقل کی ہے۔

حدیث ۴۱

عن سالم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا حسد الا فی اثنتین رجل آتاہ اللہ القرآن فھو یتلوہ آناء اللیل وآناء النھار ورجل آتاہ اللہ مالاً فھو ینفقہ آناء اللیل وآناء النھار (۱)

حضرت سالم اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد صرف دو قسم کے لوگوں کیلئے روا رکھا جاسکتا ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے قرآن عطا کیا ہو اور وہ دن رات اسکی قرأت تلاوت میں مشغول رہتا ہو دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مالی فراوانی بخشی ہو اور وہ دن رات اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں لگا رہتا ہو۔

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، ۸/ ۲۰۹

حدیث ۴۲

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
ونحن نقرأُ القران - وفینا الاعرابی والعجمی - فقال اقرؤوا
فکلٌّ حَسَنٌ وسیجیٔ اقوام یقیمونہ کما یقام القدحُ یتعجّلونہ
ولا یتأجلونہٗ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے
اور ہماری مجلس میں عرب کے لوگ اور غیر عرب یعنی عجمی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ
صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تلاوت کرو سب ٹھیک ہے درست ہے۔ عنقریب بعض
ایسی قومیں آئینگی وہ الفاظ کو اس طرح درست کریں گی جیسے تیر کا پھل سیدھا
کیا جاتا ہے۔ وہ خواہش کریں گے کہ انہیں بہت جلد اس کا فائدہ پہنچ جائے۔ دیرنہ ہو
مطلب یہ کہ دنیا طلبی ان کا مقصد ہوگا اخروی اجر سے انہیں کچھ سروکار نہ ہوگا (راقم)

---

(۱) ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السنن ، ما یجزی الامی والاعجمی من القراءۃ ۱/۳۰۷

حدیث ۴۳

عن ابی عبدِ الرحمٰن السُّلَمِیّ عن عثمان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیرکم من تعلّم القراٰن وعلّمہٗ قال واقرأ ابو عبدِ الرحمٰن فی امرۃِ عثمانَ حتّٰی کان الحجاجُ قالَ وذاک الذی اقعدنی مقعدی ھذا [1]

حضرت ابو عبد الرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب میں بہتر وہ شخص ہے جو قران پڑھنے پڑھانے میں لگا رہے۔ اور ابو عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر حجاج کے زمانہ تک لوگوں کو قران پڑھاتے رہے وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان مبارک نے تدریس قران کی اس مسند پر بٹھا رکھا ہے۔

(۱) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ فضائل القرآن، ۱۰۸/۶

حدیث ۴۴

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ سمع رجلاً یقرأ آیۃ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرؤھا علی خلاف ذالک۔ قال فأخذت بیدہ فانطلقت بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذالک لہ۔ فعرفت فی وجھہ الکراھیۃ وقال۔ اقرآ فکلا کما محسن۔ ولا تختلفوا۔ فان منکم من کان قبلکم اختلفوا فھلکوا (۱)

نوٹ:۔ صاحب جامع الاصول نے حدیث مذکور الجامع الصحیح کے حوالہ سے ذکر کی ہے تاہم امام بخاری صاحب الجامع الصحیح کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔ امام بخاری کی کتاب کے الفاظ یہ ہیں

عن عبد اللہ انہ سمع رجلاً یقرأ آیۃً سمع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم خلافھا فأخذتُ بیدہ فانطلقت بہ إلی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کلا کما محسنٌ فاقرأ۔ اکبر علمی قال فانّ من کان قبلکم اختلفوا فاھلکھم (۲)

---

(۱) ابن الاثیر مبارک بن محمد۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول ۲/ ۴۸۴

(۲) بخاری۔ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۱۶

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو ایسے انداز سے تلاوت کرتے سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تلاوت سے مختلف تھا۔ میں نے اسکو پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ اور ان سے ماجرا بیان کیا تو میں نے آپ کے چہرہ اقدس پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں دیکھے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں صحیح پڑھتے ہو۔ اختلاف نہ کیا کرو۔ تم سے پہلے لوگوں کو اختلاف ہی نے ہلاکت میں ڈالا۔

نتائج وحاصلِ مبحث

مذکورہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ تلاوت کلام اللہ کے دوران تحسین صوت یعنی آواز میں خوبصورتی پیدا کرنے کی کوشش کرنا مستحسن عمل ہے۔ جس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے فتح مکہ کے روز کیا۔ نیز بعض صحابہ سے اچھی آواز میں تلاوت قرآن سن کر آپ نے تحسین وتشجیع بھی فرمائی۔

۲۔ خوشی کے اظہار میں تلاوت قرآن سنت عمل ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز انتہائی سحور کن تھی اور آپ نہایت وجدانی کیفیت میں تلاوت کرتے تھے کہ سننے والے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ دوران نماز تلاوت کرتے ہوئے

آپ پر یہ کیفیت زیادہ طاری ہو جاتی تھی

۴۔ قرآن مجید کو بھدی آواز میں پڑھنا کہ سننے والا بار محسوس کرے ایک ناپسندیدہ فعل ہے

۵۔ تلاوت اس انداز سے کرنی چاہیئے کہ سننے اور پڑھنے والے پر کلام اللہ کی عظمت آشکار ہو اور دل میں قرآن مجید کی محبت و قبولیت کے جذبات پیدا ہوں۔

۶۔ اچھی تلاوت کے اثرات طبائع انسانی پر ہی نہیں بلکہ جانوروں پر بھی مرتب ہوتے ہیں جس کا ادراک انسان نہیں کر سکتے۔ اور اچھی تلاوت کو سننے کیلئے فرشتے بھی مجبور ہوتے ہیں اور اچھے قاری کی آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ صاحب نظر حضرات اس کیفیت کو محسوس بھی کر لیتے ہیں۔

۷۔ تلاوت کلام اللہ انتہائی مستحسن اعمال میں سے ہے۔ اگرچہ حسد بری چیز ہے تاہم اس کی اجازت ایسے شخص کے بارے میں بھی دے دی گئی جو کثرت سے تلاوت کلام اللہ کرتا ہو اور ہمہ وقت تلاوت میں منہمک رہتا ہو۔ کہ اس کے اس عمل سے تحریص تلاوت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے

۸۔ قرآن مجید کی تلاوت سے دنیا طلبی مثلاً مالی منفعت یا کوئی اور لالچ یا شہرت طلبی کا جذبہ اچھی بات نہیں۔ بلکہ تلاوت سے رضائے الٰہی کا حصول ہی مقصود ہونا چاہیئے۔ اور دنیا کی بجائے اخروی انعامات کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

۹۔ قرآن حکیم چونکہ معظم اور جاہ و جلال والے رب کا کلام ہے۔ اس لئے اللہ کے نزدیک وہ لوگ سب سے افضل و اعلیٰ شمار ہوتے ہیں جو اللہ کے کلام کو پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں۔ کہ تمام اعمال میں سب سے اعلیٰ و ارفع عمل قرآن حکیم کا تعلیم و تعلم ہی ہے

۱۰۔ تمام قرائتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ ان تمام منقول قراءات

کے مطابق تلاوت کرنا عین سنت رسول ہے جس پر اللہ کے ہاں سے اجر ملتا ہے۔

۱۱۔ تلاوت کلام اللہ میں اس بات کا بطور خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ تمام کلمات و حروف کو مخارج کی رعایت رکھتے ہوئے واضح اور علیحدہ علیحدہ پڑھا جائے۔ بہت تیز پڑھنا کہ الفاظ و حروف کا پتہ نہ چلے مناسب نہیں کہ اس طرح معانی گڈ مڈ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے نیز حسن تلاوت بھی متاثر ہوتا ہے۔ اور سننے والوں پر اثرات بھی مرتب نہیں ہوتے۔

۱۲ تلاوت کلام اللہ خاموشی اور بلند آوازی دونوں طرح کی جا سکتی ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے ہر دو طرح اجازت ہے۔ اور اجر و ثواب کا باعث ہے البتہ اگر بلند آواز سے

۱۳۔ تلاوت کرنے میں کسی دوسرے شخص کو کسی وجہ سے تکلیف یا اذیت پہنچتی ہو تو اس صورت میں بلند آواز سے تلاوت کرنا مناسب نہیں۔

۱۳ اچھی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت ایسا مستحسن عمل ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کسی شخص کی آواز اچھی نہ بھی ہوتی تب بھی آپ ترغیب دیتے ہوئے فرماتے کہ اپنی استطاعت کے مطابق آواز میں حسن پیدا کرو۔

۱۴ قرآن مجید کا اچھی آواز میں تلاوت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی چونکہ پسندیدہ عمل ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بات کی خواہش کا اظہار فرماتے کہ آپ کے صحابہ میں سے اچھی آواز والے حضرات حسن صوت کے ساتھ قرآن مجید پڑھیں اور آپ ان سے سنیں۔ آپؐ کے اس عمل سے محافل قراءت کے جواز کا واضح پہلو سامنے آتا ہے گویا قرآن مجید کی سماعت مسنون و مستحسن عمل ہے۔ جو اللہ کے ہاں باعث اجر ہے

۱۵ قرآن مجید کی سماعت کے دوران خوش خبری والی آیات پر خوش ہونا اور آیات وعید

پر اللہ سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ اور ایسی آیات پر خشیت الٰہی کی وجہ سے رونا بھی مسنون ہے۔

۱۶۔ سامعین کے دلوں میں قرآن مجید کی محبت نیز خشیت الٰہی پیدا کرنے کی غرض سے قرآن مجید کو اچھے انداز میں تلاوت کرنا بھی مستحسن عمل ہے۔

۱۷۔ تمام قرائتیں اسی طرح منزّل من اللہ ہیں جس طرح اللہ کا کلام قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور یہ تمام انداز ہائے تلاوت قرآنی آیات کی طرح باقاعدہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول و مسلول ہیں۔ لہٰذا ان تمام طریقوں کو محفوظ رکھنا اور ان کے علم کو آگے بڑھانا مسلمانوں پر فرض ہے

۱۸۔ ان تمام منقول قراءات کی وجہ سے قرآن مجید کے اوامر و نواہی یا حلال و حرام میں فرق نہیں آتا بلکہ یہ قرائتیں بعض احکامات کی وضاحت میں ممد و معاون بنتی ہیں

۱۹۔ ان تمام قراءات میں امت مسلمہ کیلئے سہولت اور آسانی کے پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اور یہ سہولت خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے طلب فرمائی۔ اس سے امت کیلئے آپکی شان رحمت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

۲۰۔ صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف قراءات میں تلاوت کیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے مختلف قراءات میں تلاوت سن کر تصحیح و تصویب فرمایا کرتے تھے۔

معنوی اور سمعی نقصانات

خلاف تجوید تلاوت کرنے سے جو غلطیاں سرزد ہوتی ہیں علمائے علم تجوید کے نزدیک اصطلاح میں ان کا نام لحن ہے۔ پھر لحن کی مزید دو قسمیں ہیں۔ لحن جلی اور لحن خفی لحن جلی ایسی غلطی ہے جو کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ لحن خفی اس غلطی کو کہتے ہیں جس سے حرف تو تبدیل نہیں ہوتا البتہ ادائیگی کے اعتبار سے اس حرف کا حسن متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً کسی جگہ ر کو مفخم پڑھنا تھا مرقق یعنی باریک پڑھ دیا۔ امام القراء قاری عبدالخالق اس بارے میں فرماتے ہیں۔

"تجوید کے معنی یہ ہیں کہ حروف کو ان کے مخارج اور جمیع صفات لازمہ و عارضہ کے ساتھ ادا کرنا اس میں بہت احتیاط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بعض حروف ایسے ہیں کہ مخرج ان کا ایک ہے۔ ان میں فرق حرف صفات کی وجہ سے ہوتا ہے اگر ان صفات کا پورا خیال اور لحاظ نہ کیا جائے تو ایک حرف کی بجائے دوسرا حرف ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تاء کی جگہ طا اور طا کی جگہ تاء اور سین کی جگہ صاد اور صاد کی جگہ سین ادا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی غلطی کی یا اس کے مثل اور کھڑے کو پڑا پڑھ دیا اور پڑے کو کھڑا پڑھ دیا یا زیر زبر کو اتنا زائد کھینچ دیا کہ حرف پیدا ہو گیا یا ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کر دیا تو گنہگار ہوگا اس قسم کی غلطی کو لحن جلی کہتے ہیں اور اس

طرح پڑھنا حرام ہے اور اگر ایسی غلطی کی کہ صفات محسنہ کو ادا نہ کیا تو اس کو لحن خفی کہتے ہیں بچنا اس سے بھی ضروری ہے کیونکہ ایسی غلطی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔(۱)

اسی امر کی مزید توضیح کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

"تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جائے جیسے الحمد کی جگہ الھمد پڑھ دیا یا ث کی جگہ س پڑھ دیا یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی یا ص کی جگہ س پڑھ دیا یا ض کی جگہ دال یا ظ پڑھ دی یا ظ کی جگہ ز پڑھ دی یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا اور ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں۔ یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے الحمدُ لِلّٰہِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا الحمدو للّٰہی یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ یُولَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اس طرح پڑھا لَمْ یُلَدْ یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِیَّاکَ کے کاف کو زیر پڑھ دیا یا اِھْدِنَا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَھَدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے اور بعض

(۱) عبدالخالق قاری - تیسیر التجوید ۸ - ۹

جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے ۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا جیسے ر پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر یعنی منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے القرَاط کی را ... مگر اسکی باریک پڑھ دیا اس کو لحن خفی کہتے ہیں یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے[1]

اس پوری بحث سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں ۔

لحن جلی بڑی غلطی ہے لحن خفی نسبتاً چھوٹی غلطی ۔ لحن جلی کی وجہ سے معنی بگڑ جاتے ہیں ۔ اور بعض جگہ معانی کا یہ بگاڑ اتنا شدید ہوتا ہے کہ نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے ۔ اس لئے لحن جلی کا ارتکاب حرام اور لحن خفی کا ارتکاب مکروہ ہے

لحن جلی کی ممکن صورتیں چار ہیں ۔

۱۔ تبدیلی حرف بہ حرف ۔ ۲۔ حرکات کا بڑھا کر پڑھنا۔ ۳۔ حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا ۔ ۴۔ حرکات و سکنات میں غلطی کرنا ۔

تبدیلی حرف بہ حرف :

مخرج کی تبدیلی سے حرف بدل جاتا ہے اور حرف کے بدلنے سے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں ۔ پاکستان کے لوگوں میں یہ کیفیت ایسے حروف میں پیدا ہوتی ہے جو مشترک المخرج یا قریب المخرج ہوں ۔ ایسے حروف حسب ذیل ہیں ۔

---

(۱) تھانوی ۔ اشرف علی ۔ جمال القرآن ۔ ۱۳-۱۴ ۔

۱۔ ا ۔ ع ۔ ء   الف ۔ عین ۔ ہمزہ

۲۔ ت ۔ ط   تا طا

۳۔ ث ۔ س ۔ ص   ثا ۔ سین صاد

۴۔ ح ۔ ہ   حا ۔ ہا

۵۔ ذ ۔ ز ۔ ض ۔ ظ   ذال ۔ زا ۔ ضاد ۔ ظا (۶) ق ۔ ک

حروف کے یہ چھ سیٹ ہیں ۔ ہر سیٹ میں مذکور حروف ادائیگی کے اعتبار سے آپس میں تبدیل ہوتے ہیں ۔ ایک سیٹ کے حروف کا دوسرے سیٹ کے حروف کے ساتھ تبدیل ہونا خارج از امکان ہے ۔ اسی طرح ان تمام حروف کے علاوہ بقیہ حروف میں تبدیلی بھی ممکن نہیں ۔

مذکورہ بالا ہر سیٹ میں حرف بہ حرف تبدیلی سے معنوی تغیّر کی مثالیں قرآنی آیات کے حوالے سے ملاحظہ کیجئے ۔ **لیکن مثالوں سے قبل مذکورہ حروف کے مخارج کو جان لینا ضروری ہے**

پہلے سیٹ میں تین حروف ہیں ۔ الف ۔ عین اور ہمزہ ۔ ان میں سے الف اور ہمزہ دونوں کا مخرج ایک ہے یعنی جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا [1] ادائیگی کے لحاظ سے دونوں میں فرق یہ ہے کہ ہمزہ جھٹکے سے ادا ہوتا ہے اور الف ہمیشہ نرمی سے اور اس کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے ۔ عین کا مخرج وسط حلق یعنی حلق کا درمیانی حصہ ہے [2] ادائیگی کے اعتبار سے الف اور

---

(۱) تھانوی، اشرف علی، جمال القرآن، ۱۵ (۲) ایضاً

ہمزہ سہل ہیں جبکہ عین مشکل۔ یہی وجہ ہے کہ اہل پاکستان عین کو عموماً الف سے بدل کر ادا کرتے ہیں جیسے عال کو آل ۔ اور علی کو الی وغیرہ ۔

مخرج کی اس تبدیلی سے معنوی اور سماعی تغیر کی مثالیں قرآنی آیات کے حوالے سے ملاحظہ ہوں

اَلِیم درد ناک ۔ ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون [۱]

اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے ۔

علیم جاننے والا۔خبردار۔ وھو بکل شیءٍ علیم [۲]

اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

اَمَلاً۔ توقع۔امید ۔ المال والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا والبٰقیٰت الصّٰلحٰت خیرٌ عند ربک ثوابًا وّخیرٌ اَمَلاً ۝ [۳]

مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر ہے تیرے رب کے یہاں بدلا اور بہتر ہے توقع

۱۔ البقرہ ۲/ ۱۰ ۲۔ البقرہ ۲/ ۲۹
۳۔ الکہف ۱۸/ ۴۶

عَمَلاً - کام -	وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۔[1]
	اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا اور ملا دیا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد۔
عَالٍ	وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ[2]
	اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک میں اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے
اٰلِ	وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ[3]
	اور جبکہ ہم نے تم کو رہائی دی فرعون کے لوگوں سے جو تم کو دیتے تھے بڑا عذاب
عین آنکھ	وَّاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ[4]
	دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے۔
این کہاں	ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ[5]
	پھر ہم کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تمکو دعوی تھا

۱۔ التوبہ ۹/۱۰۲ - ۲۔ یونس ۱۰/۸۳ - ۳۔ البقرہ ۲/۴۹
۴۔ آل عمران ۳/۱۳ - ۵۔ الانعام ۶/۲۲

جُزْءٌ حصہ ۔ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ (۱)

ہر دروازہ کے واسطے ان میں سے ایک فرقہ ہے بانٹا ہوا ۔

جِذْع جڑ ۔ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ (۲)

پھر لے آیا اس کو درد زہ ایک کھجور کی جڑ میں

مَوْعُود وعدہ والا ۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ (۳)

اور قسم اس دن کی جس کا وعدہ ہے ۔

مَوْءُدَة ۔ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (۴)

اور جب جیتی گاڑ دی گئی بیٹی کو پوچھیں گے

دُوسرا سَیٹ

دوسرے سیٹ میں دو حروف ہیں ت ۔ ط

ان دونوں کا مخرج زبان کی نوک اور سامنے والے اوپر کے دو دانتوں یعنی ثنایا علیا کی جڑ ہے ۔ ان حروف کو قراء کی اصطلاح میں حروف نطعیہ کہا جاتا ہے (۴)
اگرچہ دونوں حروف کا مخرج ایک ہے تاہم ادائیگی کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے ۔ ت نرمی سے ادا ہوتا ہے جبکہ ط پُر یعنی بھرپور آواز کے ساتھ ادا ہوتا ہے
اس فرق کا صحیح ادراک ماہر قاری استاد سے سماعت ہی کے ذریعے ممکن ہے

۱۔ الحجر ۱۵/۴۴ ۔ (۲) مریم ۱۹/ ۲۳

۳۔ البروج ۸۵/۳ ۔ ۴۔ تھانوی، اشرف علی، جمال القرآن ۱۹

معنوی اور سمعی تغیر کی مثالیں حسب ذیل ہیں ۔

تَابَ ۔ متوجہ ہوا ۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ [۱]

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں ۔ پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر

طَابَ ۔ پسند ۔ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ [۲]

تو نکاح کر لو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں

قَانِتِیْنَ ۔ باادب ۔ فرمانبردار ۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ [۳]

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

قَانِطِیْنَ ۔ ناامید ۔ قَالُوْا بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ [۴]

بولے ہم نے تجھکو خوش خبری سنائی سچی ۔ سو مت ہو تم ناامیدوں میں

اَلتِّیْنِ ۔ انجیر ۔ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ [۵]

اور قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی

اَلطِّیْنِ ۔ گارا ۔ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ [۶]

میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل

---

۱ ۔ البقرہ ۔ ۲/۳۷ ۔ ۲ ۔ النساء ۔ ۴/۳

۳ ۔ البقرہ ۔ ۲/۲۳۸ ۔ ۴ ۔ الحجر ۔ ۱۵/۵۵

۵ ۔ التین ۔ ۹۵/۱ ۔ ۶ ۔ آل عمران ۔ ۳/۴۹

تیسرا سیٹ :

تیسرے سیٹ میں تین حروف ہیں ث۔ س۔ ص۔ ان میں پہلے حرف ث کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا (سامنے والے اوپر کے دو دانت) کا سرا ہے[۱] جبکہ س اور ص کا مخرج زبان کا سرا اور ثنایا سفلیٰ (سامنے والے نیچے کے دو دانت) کا کنارا معہ کچھ اتصال ثنایا علیا ہے[۲] اہل پاکستان ان تینوں حروف کی ادائیگی میں قطعاً فرق نہیں کرتے بلکہ تینوں حروف کو س ہی میں بدل دیتے ہیں۔ معنوی اور سماعی فرق حسب ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

انساب۔ قرابتیں۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ[۳]

پھر جب پھونک ماریں صور میں تو نہ قرابتیں ہیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے۔

انصاب۔ بت۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ[۴]

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور

۱۔ تھانوی، اشرف علی، جمال القرآن ۲۰ ۔ ۲۔ ایضاً

۳۔ المؤمنون ۲۳/۱۰۱۔ ۴۔ المائدہ ۵/۹۰

یا ایسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

تثیر۔ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ[1]

وہ ایک گائے ہے محنت کرنے والی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو۔

تسیر۔ پھرنا وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا[2]

اور پھریں پہاڑ چل کر۔

تصیر۔ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ. أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ[3]

راہ اللہ کی اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سنتا ہے اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام۔

حسیر۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ[4]

پھر لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار لوٹ آئیگی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر۔

۱۔ البقرہ ۲/۷۱ - ۲۔ الطور ۵۲/۱۰

۳۔ الشوریٰ ۴۲/۵۳ - ۴۔ الملک ۶۷/۴

حصیرًا — وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا [1]

اور کیا ہم نے دوزخ کو کافروں کا قید خانہ

نقصٍ۔ کمی نقصان — وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ [2]

اور البتہ ہم آزمائینگے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے

نکثٍ — فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ [3]

پھر جو کوئی قول توڑے پس توڑتا ہے اپنے نقصان کو

سَوطٍ۔ کوڑا — فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ [4]

پھر پھینکا ان پر تیرے رب نے کوڑا عذاب کا۔

صوتٍ آواز — وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [5]

اور نیچی کر آواز اپنی بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

۱۔ بنی اسرائیل ۱۷/۸ — ۲۔ البقرہ ۲/۱۵۵
۳۔ الفتح ۴۸/۱۰ — ۴۔ الفجر ۸۹/۱۳
۵۔ لقمٰن ۳۱/۱۹

سورت — وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (۱)

اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو ہم نے اتارا اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی۔

صورت۔شکل۔ — فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ (۲)

جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا۔

بَسَرَ۔ترش روئی۔ — ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۳)

پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھیایا۔

بَصَرَ۔نگاہ۔ — وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ (۴)

اور قیامت کا کام تو ایسا ہے جیسے لپک نگاہ کی۔

حرث۔کھیتی۔ — نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ (۵)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو

حرس۔چوکیدار۔ — وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا (۶)

اور ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے۔

۱۔البقرہ۔۲/۲۳ ۔ ۲۔ الانفطار۔ ۸۲/۸ ۔ ۳۔ المدثر ۷۴/۲۲

۴۔ النحل ۱۶/۷۷ ۔ ۵۔ البقرہ ۲/۲۲۳ ۔ ۶۔ الجن ۷۲/۸

چوتھا سیٹ :

یہ چوتھے سیٹ میں دو حروف ہیں حا اور ھا۔ ح ۔ ہ

ح کا مخرج وسط حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ ہے[1] جبکہ ہ کا مخرج اقصیٰ حلق یعنی حلق کا سینہ کی طرف والا پچھلا حصہ ہے[2] اہل پاکستان عموماً ح کو ہ سے بدل کر ادا کرتے ہیں۔ مثلاً حال کو ہال ۔ حور کو ہور۔ حلوہ کو ہلوہ وغیرہ اس وجہ سے پیدا ہونے والے معنوی اثرات کی مثالیں قرانی حوالہ سے حسب ذیل ہیں

محجوراً پابندی

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝[3]

جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو کچھ خوشخبری نہیں اس دن گنہگاروں کو اور کہیں گے کہیں روک دی جائے کوئی آڑ

مھجوراً۔ چھوڑا ہوا۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا[4]

اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا ہے اس قران کو جھک جھک

۱۔ تھانوی، اشرف علی ، جمال القران ۱۶ ۔ ۲۔ ایضاً

۳۔ الفرقان ۲۵/ ۲۲ ۴۔ الفرقان ۲۵/ ۳۰

ھادٍ - راہ بتلانے والا۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ [1]

آپ کا کام ڈر سنا دینا ہے اور ہر قوم کیلئے ہوا ہے راہ بتلانے والا

حادٍ - دشمنی کرنے والا۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ [2]

آپ نہ پائیگے کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اقربا

یحبط - حبط سے مضارع ہے - برباد ہو جانا رائیگاں چلے جانا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ [3]

۔جو لوگ منکر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے اور مخالف ہو گئے رسول سے بعد اسکے کہ ظاہر ہو گئی ان پر سیدھی راہ نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دے گا ان کے سب کام۔

۱۔ الرعد ۱۳/ ۷۔ ۲۔ المجادلہ ۵۸/ ۲۲

۳۔ محمد ۴۷/ ۳۲

يهبط ۔ هبط سے مضارع ہے ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۱)

اوران میں سے ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے

اُحِلَّ حلال کیا گیا ۔ جائز قرار دیا گیا

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ (۲)

حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے ۔

اُهِلَّ

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۳)

اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے ۔ مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا ۔

۱۔ البقرہ ۲/۷۴ ۲۔ البقرہ ۲/۱۸۷

۳۔ البقرہ ۲/۱۷۳

پانچواں سیٹ :

پانچویں سیٹ میں حروف کی تعداد چار ہے ۔ ذ۔ ز۔ ض۔ ظ
ذ اور ظ کا مخرج مشترک ہے یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا (سامنے والے اوپر کے دو دانت) کا سرا[1]۔ ادائیگی کا سماعت ہی سے ممکن ہے ۔
ز کا مخرج زبان کا سرا اور ثنایا سفلیٰ (سامنے والے نچلے دو دانت) کا کنارا ہے جبکہ ثنایا علیا (سامنے والے اوپر کے دو دانت) کا کچھ اتصال بھی ہو[2]۔
حرف ض کے مخرج کو بیان کرتے ہوئے صاحب جمال القرآن لکھتے ہیں کہ
" وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑ سے لگاویں ۔ اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے[3]"
حقیقت یہ ہے کہ حرف ض کی صحیح ادائیگی برصغیر پاک و ہند کے لوگوں کے لئے بہت ہی مشکل ہے ۔ بالکل اسی طرح جس طرح عربوں کیلئے ڈ ۔ ٹ اور پ کی ادائیگی نیز اہل یورپ کیلئے ۔ ت ۔ د ۔ ط کی ادائیگی مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے قاری محمد شریف[4] لکھتے ہیں " اس حرف کا مخرج اتنا طویل ہے کہ کسی دوسرے حرف کا مخرج اتنا طویل نہیں اس لئے از روئے ادا بھی یہ حرف اتنا مشکل ہے کہ عوام کا تو ذکر ہی کیا

---

۱ تھانوی ۔ اشرف علی ۔ جمال القرآن ۲۰

۲ ایضاً

۳ ایضاً ۱۸

بہت سے خواص بھی اس کو کما حقہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ اس کے پورے مخرج پر زبان کا لگانا اور پھر اس میں استطاعت★ کی وجہ سے آواز کا جاری رکھنا ایک مشکل کام ہے جو کثرت مشق اور مہارت تامہ کے بغیر ممکن نہیں،، (۱)

یہی وہ مشکل تھی جس کی بناء پر متحدہ ہندوستان کے لوگ اس حرف کے بارے میں مختلف الادا ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف الرائے بھی ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنے طریق ادا ہی کو صائب قرار دیا اور دوسرے کو مبنی بر غلط قرار دیا۔ اس طرح ہندوستان میں اس علمی مناقشہ نے آگے بڑھ کر فساد کی شکل اختیار کر لی۔ اس سلسلے میں قاری اظہار احمد تھانویؒ لکھتے ہیں کہ

"پھر بد قسمتی سے اس حرف ضاد کی صحیح ادا میں کوشش کی بجائے اس کی مختلف مزعومہ آوازوں کو یاروں نے اپنی جماعت کا شعار علامۃ القوم بنا لیا ہے کوئی خالص دال کوئی دال مفخم اور کوئی زا تو کوئی ظا پڑھ کر اپنی اور اپنی جماعت کی فتح مبین قرار دیتا ہے" (۲)

اس فساد کا ایک مثبت پہلو یہ سامنے آیا کہ اس موضوع کے حوالے سے بہت تحریری سرمایہ جمع ہو گیا۔ علماء نے اس عنوان پر چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں تصنیف کیں جن میں قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی کی محو الفساد فی تلفظ الضاد۔ قاری محب الدینؒ کی ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد۔ قاری عبدالمالکؒ کی ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد۔ مفتی محمد شفیعؒ کی دفع التضاد عن احکام الضاد۔ مولانا شیر محمد کی

حاشیہ

(۱) محمد شریف قاری، سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد، ص ۱۔ (۲) اظہار احمد تھانوی، جمال القرآن ۱۸

★ متن میں لفظ استطاعت ہے لیکن سیاق عبارت کے اعتبار سے استطالت ہونا چاہیے۔

سنبیۃ العباد فی صوت الضاد اور قاری محمد شریف کی سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد قابل ذکر ہیں ۔

اب پاکستان میں اس مسئلہ پر ایسی نزاعی کیفیت تو نہیں ہے تاہم اہل پاکستان ذ۔ز۔ض اور ظ میں فرق نہیں کرتے اور عموماً ان چاروں حروف کو ز کے مخرج ہی سے ادا کرتے ہیں البتہ کہیں کہیں حرف ض کو دال سے بدل دیا جاتا ہے اس تغیر سے معنوی اور سمعی اثرات کی مثالیں ملاحظہ ہوں ۔

ناظرۃ ۔ دیکھنے والی ۔ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ (۱)

اور میں بھیجتی ہوں ان کی طرف کچھ تحفہ پھر دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر پھرتے ہیں بھیجے ہوئے ۔

ناضرۃ ۔ ترو تازہ ۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲)

کتنے منہ اس دن تازہ ہیں اپنے رب کی طرف دیکھنے والے

ذاقت چکھنا فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا (۳)

پس چکھی انہوں نے سزا اپنے کام کی اور آخر کو ان کے کام میں ٹوٹا آگیا

۱ النمل ۲۷/۳۵ ۲ القیمہ ۷۵/۲۲-۲۳
۳ الطلاق ۶۵/۹

ضاقت۔ تنگ ہونا۔ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (۱)

اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر۔

ضلالاً بہکانا۔ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (۲)

اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے

ظِلالاً وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا (۳)

اور اللہ نے بنا دیئے تمہارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے

اَلنقذ۔ نقذ سے ہے مطلب محفوظ ہونا بچ جانا

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۴)

اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تمکو اس سے نجات دی۔

اَلنقض۔ بوجھ کی وجہ سے پیٹھ کا دبنا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۵)

اور اتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری

۱۔ التوبہ ۹/۲۵ ۲۔ النساء ۴/۶۰
۳۔ النحل ۱۶/۸۱ ۴۔ ال عمران ۳/۱۰۳
۵۔ الانشراح ۹۴/۲-۳

زان ۔ بدکار آدمی۔ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ (۱)

اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک

ضأن ۔ بھیڑ ۔ ثَمَٰنِيَةَ أَزْوَٰجٍ مِّنَ ٱلضَّأْنِ ٱثْنَيْنِ وَمِنَ ٱلْمَعْزِ ٱثْنَيْنِ (۲)

آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔

ضلّ گمراہی ۔ وَمَن يَتَبَدَّلِ ٱلْكُفْرَ بِٱلْإِيمَٰنِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ (۳)

اور جو کوئی کفر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بہکا سیدھی راہ سے

ظلّ ۔ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ (۴)

اور جب خوشخبری ملے ان میں کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے

منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے۔

ذللنا ۔ وَذَلَّلْنَٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ (۵)

اور عاجز کر دیا ان کو انکے آگے پھر ان میں کوئی ہے ان کی سواری

اور کسی کو کھاتے ہیں (مراد ہے چوپائے جانور)

ظللنا ۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْمَنَّ وَٱلسَّلْوَىٰ (۶)

---

۱ النور ۲۴/۳ - ۲ - الانعام ۶/۱۴۴ - ۳ البقرہ ۲/۱۰۸

۴ النحل ۱۶/۵۸ - ۵ یٰسٓ ۳۶/۷۲

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلوی

اَنْذِرْ ۔ ڈراؤ ۔ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۱)

اور خبردار کر دے اس قران سے ان لوگوں کو جن کو ڈر ہے اس کا کہ وہ جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ اللہ کے سوا نہ کوئی انکا حامی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچتے رہیں۔

اَنْظِرْ ۔ مہلت دو ۔ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۲)

بولا کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں

مُحْتَضَرٌ ۔ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (۳)

اور سنا دے ان کو کہ پانی کا بانٹا ہے ان میں ہر باری پر پہنچنا چاہیے۔

مُحْتَظِرْ ۔ کانٹوں کی باڑ ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (۴)

ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی۔

۱۔ الانعام ۶/ ۵۱ ۲۔ الاعراف ۷/ ۱۴

۳۔ القمر ۵۴/ ۲۸ ۴۔ القمر ۵۴/ ۳۱

چھٹا سیٹ :

ق ۔ ک

چھٹے سیٹ میں دو حروف ہیں ۔ قاف (ق) اور کاف (ک)

ان دونوں حروف کو لہاتیہ کہا جاتا ہے ۔ لہات گوشت کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو زبان کی جڑ کے پاس حلق میں لٹکا ہوا ہے ۔ مذکورہ دونوں حروف یعنی ۔ ق اور ک چونکہ اس کے قریب سے ادا ہوتے ہیں ۔ اسی لئے ان کو لہاتیہ کہتے ہیں ۔ زبان کا وہ حصہ جو حلق کی طرف ہے جب اوپر کے تالو سے لگتا ہے تو وہاں سے قاف (ق) ادا ہوتا ہے ۔ یہی قاف کا مخرج ہے ۔ اس مخرج سے ذرا اگلی طرف جب زبان تالو سے ٹکراتی ہے تو وہاں سے کاف (ک) ادا ہوتا ہے ۔

اہل پاکستان عموماً ق کو ک کے مخرج سے ادا کرتے ہیں ۔ جو غلط ہے اس کی وجہ سے معنوی تبدیلی کی مثالیں ملاحظہ ہوں ۔

قدحاً ۔ چنگاریاں ۔ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا [1]

پس وہ (پتھر پر نعل مار کر) چنگاریاں نکالتے ہیں ۔

کدحاً ۔ کوشش یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ [2]

اے انسان تو اپنے رب کی طرف پہنچنے کی خوب کوشش کرتا ہے سو تو اس جا ملے گا ۔

---

(۱) سورۃ العٰدیٰت ۲

(۲) سورۃ الانشقاق ۶

اشرقت ۔ روشن۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۱)

اور جب زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی ۔

اَشْرَکْت ۔ شرک لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۲)

اگر تونے شرک کیا تو تیرے اعمال اکارت چلے جائیں گے اور تو

نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیگا

مشرقین ۔ طلوع صبح فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ (۳)

پس انکو سورج کے نکلتے نکلتے ایک چنگھاڑ نے آپکڑا ۔

مشرکین شرک قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۴)

کہ دیجیے سیدھے راستہ پر گامزن ملت ابراھیم اور وہ شرک کرنے والوں

میں سے نہ تھے

مرقومٌ لکھا ہوا۔ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (۵)

کتاب لکھی ہوئی

مرکومٌ گاڑھا۔ وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ (۶)

اور اگر یہ آسمان سے کوئی (عذاب کا) گرتا ہوا ٹکڑا دیکھیں تو کہیں گے

یہ تو گاڑھا بادل ہے ۔

---

(۱) سورۃ الزمر ۶۹ (۲) سورۃ الزمر ۶۵ ۔ (۳) سورۃ الحجر ۷۳

(۴) سورۃ البقرہ ۱۳۵ ۔ (۵) سورۃ المطففین ۹ ۔

(۶) سورۃ النجم ۴۴

اعرابی تبدیلی سے معنوی و سمعی اثرات

عربی زبان سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص اس حقیقت سے پوری طرح آشنا ہے کہ حروف تہجی پر اعراب کی تبدیلی معنوی تغیر میں دور رس اثرات پیدا کرتی ہے اور کسی بھی کلمہ کے معانی زیروزبر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس سلسلے ہم قرآنی آیات سے قصداً استدلال پیش نہیں کرتے کہ اس عمل میں تحریف قرآن کا اشمام ضرور موجود ہے۔ خواہ تفہیم ہی کی غرض سے کیوں نہ ہو۔ لہذا ایک دعائیہ جملے سے اسکی وضاحت ذیل میں پیش خدمت ہے۔ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [۱]

شکر ہے اللہ تعالےٰ کا جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

اس دعا میں کلمہ اطعمنا اور وجعلنا میں اعرابی تبدیلی اور اس کے نتیجہ میں معنوی تغیر ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ الحمد للہ الذی اَطْعَمْنَاَ وسقانا وَجَعَلْنَاَ من المسلمین

شکر ہے اللہ کا جس کو ہم نے کھلایا جسکو ہم نے بنایا مسلمان۔

۲۔ الحمد للہ الذی اَطْعِمْنَا وسقانا وَجْعَلْنَا من المسلمین

شکر ہے اللہ کا جو تو ہمیں کھلا تو ہمیں بنا مسلمان

۳۔ الحمد للہ الذی اَطْعَمْنَ وَجَعَلْنَ من المسلمین

شکر ہے اللہ کا جو ان عورتوں نے کھلایا ان عورتوں نے بنایا مسلمان

---

(۱) جزری، محمد بن محمد، حصن حصین، ۱۵۵

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اعراب کی تبدیلی سے معنوی و سمعی تغیر کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت میں ایک دیہاتی مدینہ منورہ آیا اور کہنے لگا کہ کون شخص مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قران میں سے کچھ سنائے گا۔ تو ایک آدمی نے اس کے سامنے سورہ براۃ کی یہ آیت تلاوت کی

إِنَّ اللّٰهَ بَرِيۤءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ

لیکن اس نے اعراب میں یہ تبدیلی کی کہ رسولہ کی ل پر پیش کی بجائے زیر پڑھی یعنی رسولُہٗ کی بجائے رسولِہ پڑھا۔ اس صورت معنوی تبدیلی یہ پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول سے بری الذمہ ہے جبکہ رسولُہٗ سے معنی یہ بنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں مشرکین سے بری الذمہ ہیں۔ اس دیہاتی نے جب یہ آیت سنی تو فوراً حیرت سے بولا کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے براۃ کا اظہار کرتا ہے تو میں بھی اس کے رسول سے بری الذمہ ہوں۔ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا۔ معاملہ خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچا آپ نے دیہاتی کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کیا تم اللہ کے رسول سے براۃ کا اظہار کرتے ہو؟ اس دیہاتی نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین میں مدینہ آیا اور قران سننے کی خواہش کا اظہار کیا تو اس شخص نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی۔ إِنَّ اللّٰهَ بَرِيۤءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهٖ

تو جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے براۃ کا اعلان کرتا ہے تو میں بھی اللہ کے حکم کے

پیش نظر رسول سے برأۃ کا اظہار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سن کر فرمایا۔ بھلے آدمی یہ آیت اس طرح تو نہیں ہے۔ دیہاتی بولا تو پھر یہ کس طرح ہے؟ حضرت عمرؓ نے آیت کو درست کر کے اس طرح پڑھا

إِنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ.

دیہاتی فوراً بول اٹھا جس اللہ اور اس کا رسول اظہار براۃ کریں میں بھی ان سے اعلان براۃ کرتا ہوں۔ یعنی مشرکین سے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے ابوالاسود کو حکم دیا کہ وہ قواعد نحو مرتب کریں نیز یہ کہ کوئی شخص بغیر لغوی علوم کے جانے قرات نہ کرے[1]

وقف کی تبدیلی سے معنوی وسمعی تغیرات

علامہ جزری نے کتاب "النشر" میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے قرآن کی آیت وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ترتیل تجوید الحروف اور معرفۃ الوقوف کا نام ہے[2] حضرت علیؓ کی اس توضیح سے پتہ چلتا ہے کہ علم الوقوف بھی ترتیل کا جز ہے۔ اور قاری کیلئے محل وقف کا علم بھی ضروری ہے اگر صحیح محل پر وقف نہ کیا جائے تب بھی معانی میں تغیر واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات عبارت اصل مفہوم ہی سے عاری ہو جاتی ہے بلکہ برعکس معانی پیدا ہو جاتے ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ایسی نظیر ملتی ہے کہ آپ کے سامنے کسی

(۱) قرطبی عبداللہ محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن ۱/ ۲۷

(۲) جزری محمد بن محمد۔ النشر فی القراءات العشر ۱/ ۲۰۹

غلط وقف کیا تو آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔ ذیل کی حدیث اس پر دال ہے۔

"جاءَ رَجلانِ الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فتشہّد احدھما۔ فقال من یطع اللّٰہ ورسولَہٗ فقد رشدَ ومَن یَعصِھِمَا ووقف۔ فقال رسول اللّٰہ صلیّ اللہ علیہ وسلم قم او اذھب بئس الخطیب"[1]

دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے " من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما یہاں اس نے وقف کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قم اٹھ جاؤ یا فرمایا اذھب چلے جاؤ تو برا خطیب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اظہار ناراضگی کے سبب تھا کیونکہ ومن یعصھما پر وقف کرنے سے معنی یہ ہوئے۔ کہ جس شخص نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ بھی

علم الوقوف کی اہمیت پر مذکورہ حدیث بڑی شافی اور کافی حجت ہے۔ جس کے سامنے کسی اور نئی دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ ذیل میں چند قرآنی آیات کے حوالے سے غلط وقف کے معنوی وسماعی تغیرات بطور امثال پیش خدمت ہیں۔

۱۔ وَاِن کانَ وَاحِدَۃً فلھا النّصف ولابویہ[2] پر وقف

(۱) محمد تقی الاسلام۔ معلم الاداء فی الوقف والابتداء۔ ۱۲۶

(۲) سورۃ النساء ۴/۱۱

معنیٰ ہونگے کہ اگر میت کی ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف حصہ ملے گا اور اس میں میت کے والدین بھی شریک ہیں ۔ حالانکہ قرآنی حکم کے مطابق نصف حصہ صرف اکیلی بیٹی ہی کا ہے اور چونکہ ولابویہ جملہ مستانفہ ہے اس لئے اس کی بعد میت کے والدین کا مستقل طور پر حصہ مذکور ہے ۔

۲۔ ان اللہ لا یھدی[۱] پر وقف ۔ معنیٰ ہوں گے اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ۔ حالانکہ اس حصہ کا مفعول بہٖ القوم الظلمین ہے اور معنی مقصود یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ۔

۳۔ فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولو[۲] پر وقف ۔ معنی ہونگے ۔ اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو بھی ہدایت پا لیں گے حالانکہ وان تولو جملہ مستانفہ ہے اور پورا جملہ یوں ہے وان تولوا فانما علیک البلاغ ۔ معنی ہوں گے اگر یہ لوگ اسلام قبول نہ کریں تو (کوئی بات نہیں) آپ کی ذمہ داری تو تبلیغ ہے ۔

۴۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم[۳] پر وقف ۔

اس صورت میں معنی ہوں گے ۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تب بھی ۔ یہاں بھی ولئن کفرتم جملہ مستانفہ ہے اور پورا جملہ اس طرح ہے ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے

(۱) سورۃ الانعام ۶/۱۴۴ (۲) سورۃ آل عمران ۳/۲۰

(۳) سورۃ ابراھیم ۱۴/۷

۵۔ وما خلقت الجن والانس[1] پر وقف

معنی ہونگے میں نے جنات اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا۔ جبکہ پوری آیت کے معنی ہیں

میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

۶۔ وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمھا[2] پر وقف

معنی ہوں گے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جبکہ آیت

کا اگلا حصہ ہے الا ھو۔ معنی ہیں اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں سوائے

اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

۷۔ واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد

اٰمنا واجنبنی وبنیّ[3] پر وقف

معنی ہوں گے۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے رب اس شہر (مکہ مکرمہ) کو

امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو دور کر دے۔

یہاں پر واجنبنی جملہ مستانفہ ہے اور وبنیّ اس پر معطوف ہے آیت کا اگلا

حصہ ہے اَن نعبُدَ الاَصنامَ۔ اس طرح ترجمہ ہوگا اے رب اس شہر کو

جائے امن بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔

۸۔ یاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ[4] پر وقف سے معنی ہوں گے

اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ گویا ترک صلوٰۃ کا حکم حالانکہ آیت کا اگلا حصہ ہے

وَاَنتُم سُکٰرٰی۔ اے ایمان والو جب نشہ کے عالم میں ہو تو نماز کے قریب نہ آیا کرو۔

۱۔ سورۃ الذٰریٰت ۵۱/۵۶ ۲۔ سورۃ الانعام ۶/۵۹

۳۔ سورۃ ابراھیم ۱۴/۳۵ ۴۔ سورۃ النساء ۴/۴۳

فقہی مباحث :

جملہ کی ساخت میں مخرج، اعراب اور وقف کی تبدیلیوں سے جو معنوی تغیر پیدا ہوتا ہے وہ مذکورالصدر مثالوں سے واضح ہے۔ ان مثالوں کے تناظر میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مخرج، اعراب اور وقف میں تبدیلی کے ساتھ تلاوت کرنا کیسا ہے جائز یا کہ ناجائز جبکہ عجمی لوگ عربی زبان سے ناواقفیت اور قرآنی عبارت کے معانی پر عبور نہ رکھنے کی وجہ سے آیات کے مطلب و مفہوم سے نابلد بھی ہوتے ہیں۔ گویا مذکورہ اغلاط ان لوگوں سے قصداً نہیں بلکہ عذراً سرزد ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایسی اغلاط کی وجہ سے نماز کی ادائیگی بھی درست ہوتی ہے یا نہیں۔ اسی سلسلے میں فقہاء اور اکابر قراء کی آراء حسب ذیل ہیں

۱۔ "قرآن شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ہمزہ اور عین میں جو فرق ہے اسی طرح۔ ح اور ہ میں اور ذ ظ ز ض میں اور س ص ث میں ٹھیک نکال کے پڑھے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔ اگر کسی سے کوئی حرف نہیں نکلتا جیسے ح کی جگہ ہ پڑھتی ہے یا عین نہیں نکلتا یا ث س ص سب کو سین ہی پڑھتی ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کی محنت نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ اور اسکی نماز صحیح نہ ہوگی البتہ اگر محنت سے بھی درست نہ ہو تو لاچاری ہے۔ اگر ح۔ ع وغیرہ سب حرف نکلتے تو ہیں لیکن ایسی بے پروائی سے پڑھتی ہے کہ ح کی جگہ ہ اور ع کی جگہ ہمزہ جھٹ پڑھ جاتی ہے کچھ خیال کر کے نہیں پڑھتی تب بھی گنہگار ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی" (۱)

---

(۱)۔ تھانوی۔ اشرف علی۔ بہشتی زیور ۲/ ۲۰

۲۔ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنیٰ بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی۔ اور اگر باوجود سعی و کوشش ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اسکی نماز ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصداً خالص دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ (۱)

۳۔ تخفیف مشدد اور تشدید مخفف میں اگر تغیر معنی ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاوے گی ورنہ نہیں ....

قرآن شریف میں کسی قسم کا تصرف عمداً جائز نہیں نہ خارج صلوٰۃ نہ داخل صلوٰۃ (۲)

۴۔ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے۔ بزازیہ وغیرہ میں ہے اللحن حرام بلا خلاف۔ جو اسے بدعت کہتا ہے اگر جاہل ہے اسے سمجھا دیا جائے اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے۔ (۳)

۵۔ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیلی اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطأً ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلیم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے۔ (۴)

۶۔ وہ لحن جس میں تغنی ہو وہ مفسد صلوٰۃ ہے (تغنی یعنی گانے بجانے کی آواز) یعنی

---

۱ رشید احمد گنگوہی۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۲ - ۲ ظفر احمد عثمانی۔ امداد الاحکام ۱/ ۱۲۰
۳ احمد رضا خاں۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۳/ ۱۵۰ - ۴ ایضاً ۳/ ۱۴۸

حرف کی تغییر ہو جائے۔ جس سے معنیٰ دوسرے ہو جائیں تو یہ مفسد ہے اور جو لحن ایسا ہو کہ حروف تو متغیر نہ ہوں لیکن اعراب میں خطا واقع ہو جائے جیسا کہ طحاوی میں ہے۔ الخطاء فی الاعراب ویقال لہ لحن۔ یہ لحن مکروہ ہے۔ اگر معنی بگڑ جائیں تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ اگر بمعنی تحسین صوت یہ لحن نماز وغیر نماز دونوں میں مستحب ہے (۱)

۷۔ کسی صاحب نے استفسار کیا کہ ایک امام سورہ فاتحہ میں الحمد و الرحمن الرحیم کے الھمد والرھمٰن والرھیم بہ ہائے ہوز پڑھتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں لکھا "اسے امام بنانا جائز نہیں اور نماز اس کے پیچھے نادرست۔ کہ اگر وہ شخص ح کی ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بے خیالی یا بے پروا ہی سے کلمات مذکورہ میں ہ پڑھتا ہے تو خود اسکی نماز فاسد و باطل اوروں کی اس کے پیچھے کیا ہو سکے گی اور اگر بالفعل ح پر قادر نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اسکی نماز محض اکارت اور اس کے پیچھے ہر شخص کی باطل اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی اور اس کے صدقے میں سب کی گئی اور اگر برابر حد درجہ کی کوشش کئے جاتا ہے مگر کسی طرح ح۔ نہیں نکلتی تو اس کا حکم مثل امی کے ہے۔ کہ اگر صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتدا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اس کی نماز باطل پھر امام ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً ہر طرح کے بندگان خدا موجود ہوتے ہیں پھر اس کا ان کی اقتدا نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اسکی نماز کا مبطل ہوا۔ اور جب اسکی

۱ عزیز الرحمٰن مفتی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل و مبوب ج ۲ / ۲۳۲

گئی سب کی گئی۔ بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی
اور کی تو ایسے کو امام بنانا حرام اور ان سب مسلمانوں کی نمازوں کا وبال اپنے سر لیتا ہے
والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تاحد امید کہ یہ شخص ہمیشہ برابر رات دن تصحیح
حروف میں کوشش بلیغ کئے جائے اور باوصف بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا
کر چھوڑ نہ دے اور واجب الحمد شریف کے سوا اول نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا
ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ہ پڑھنے سے نماز
جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۂ کافرون
و سورۂ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع و سجود و تشہد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں
ایسی ح آئی ہے ان کے مرادفات و متقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سبحانک اللھم
وبحمدک اقدسک اللھم مثنیا علیک وعلی ھذا القیاس اور اسے کوئی
شخص صحیح خوان ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی
طرح۔ ح۔ کو ہ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہیگا اسکی بھی صحیح
ہو گی اور ان سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہو گی اور جس دن باوصف
امید تنگ آکر چھوڑ دی یا صحیح القراۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اسی دن
اس کی بھی باطل اور اس کے پیچھے سب کی باطل اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق
نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیر جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی
درست۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل
اسی پر اعتماد واللہ الھادی الی سبیل الرشاد [1]

[1] احمد رضا خان۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۳/ ۱۱۵

۸۔ حروف کا صحیح ادا کرنا اور بے موقع وقف نہ کرنا دونوں باتیں ہر شخص پر واجب ہیں البتہ جو پوری محنت کے بعد بھی ان دونوں چیزوں پر عمل نہ کر سکے وہ شرعاً معذور ہے۔ اسکو گناہ نہ ہوگا۔(۱)

۹۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دینے کا حکم۔ اگر اس تبدیلی سے معنیٰ بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں جن میں بدون مشقت کے فرق وجدائی کر سکتے ہوں تو ایسے موقعوں میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہوجائیگی جیسے صاد کو طا سے بدل کر الصّٰلحٰت کے بجائے الطلحت پڑھے اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کر سکتے ہوں جیسے ضاد۔ظاء۔ صاد سین۔ طاء۔تاء تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہیں ہوگی اور قاضی خان ہی میں یہ بھی ہے کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ والعٰدیٰت ضبحًا کی بجائے ظبحاً۔ غیر المغضوب میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال۔ طلعها هضيمٌ میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال۔ فترضیٰ والضحیٰ میں ضاد کے بجائے ظا یا ذال فرض علیک القران قصص اور فرض فیھن لعبرہ میں ضاد کے بجائے ظا پڑھ دی۔ اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی۔ ولا الضالین میں ومن یضلل اللہ میں ءاذا ضللنا میں ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی۔(۲)

مذکورالصدر فتاویٰ اور اکابر قراء کی آراء سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ مخارج کی درست ادائیگی متفق علیہ امر ہے جس پر کسی کا اختلاف نہیں

۲۔ قران کریم کے تمام کلمات وحروف کا صحیح مخرج سے ادا کرنا اختیاری بات نہیں بلکہ

۱۔ فتح محمد قاری۔ عنایات رحمانی ۶۳/۱ ۲۔ ایضاً

اجباری ہے اور وجوب کا درجہ رکھتا ہے

۳۔ مخرج کو قصداً بدلنے سے تحریف فی القرآن لازم آتی ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں ۔ خود اسکی نماز بھی صحیح نہیں ہوتی

۴۔ صحیح پڑھنے کی قدرت نہ ہو تو محنت و مشق لازم ہے ۔

۵۔ جو شخص پوری محنت اور مشق کے باوجود حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہ ہو وہ معذور ہے

۶۔ بوجہ عذر اگر ادائیگی مخرج پر قدرت نہ ہو تو نماز ادا ہو جاتی ہے ۔ مگر ایسے معذور کو مسلسل کوشش کرتے رہنا ضروری ہے کہ اس کے مخارج درست ہوں اور حروف کی ادائیگی درست ہو سکے ۔ کوشش میں تساہل یا بے اعتنائی نماز کی درستی کو متاثر کرتی ہے

۷۔ حروف کی صحیح ادائیگی پر قدرت رکھنے کے باوجود لاپرواہی برتنا اور حروف کو غلط مخارج سے ادا کرنے والا گنہگار ہوتا ہے ۔ ایسے شخص کی نماز بھی درست نہیں ہوتی

۸۔ حروف کی صحیح ادائیگی کے ساتھ بے موقعہ وقف نہ کرنا بھی امر واجب ہے ۔

مذکورہ آٹھ نکات مخارج اور وقوف کی بحث کو محیط ہیں ۔ جہاں تک اعراب کی تبدیلی کا تعلق ہے اس سلسلے میں ہمیں فتاوٰی کی کتب میں کوئی استفسار یا جواب نہیں مل سکا ۔ اور نہ ہی اس حوالہ سے کوئی صراحت ملی ۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ برصغیر پاک و ہند کے لوگوں میں اعراب کو بدل کر پڑھنے کا تصور ہی موجود نہیں ہر پڑھنے والا اعراب کی پابندی کو لازم خیال کرتا ہے ۔ اور اس کے مطابق ہی پڑھتا ہے ۔ اور اعراب کی تبدیلی کی وجہ سے معنوی تغیر سے بخوبی آگاہ ہے ۔ جبکہ مخارج کے بارے میں صورت حال یکسر مختلف ہے ۔ البتہ پاکستان میں طبع ہونے والے بیشتر

قرآن مجید کے نسخوں کے آخر میں ضروری ہدایت کے عنوان سے ایک تحریر شائع کی جاتی ہے جو حسب ذیل ہے

" ضروری ہدایت

قرآن مجید میں بیس مقامات ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمہ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ زیر زبر اور پیش میں ردوبدل کر دینے سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور دانستہ پڑھنے سے گناہ کبیرہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں چند مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے

مقام	صحیح	غلط
۱۔ سورۃ الفاتحہ	اِیَّاکَ نَعْبُدُ	اِیَاکَ (بلا تشدید)
۲۔ " "	اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَیْهِمْ
۳۔ سورہ بقرہ ع ۱۵	وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ	اِبراهیمُ رَبَّهٗ
۴۔ " " ع ۳۳	قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	داؤدَ جالوتُ
۵ " " اٰیۃ الکرسی ۳۴	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	آللّٰهُ (بالمد)
۶۔ " " ع ۳۶	وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ	یُضْعَفُ
۷۔ سورۃ النساء ع ۲۲	رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ	مبشَّرِین ومنذَرِین
۸۔ سورۃ التوبہ ع ۱	مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ	رسولِهٖ
۹۔ سورہ بنی اسرائیل ع ۲	وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ	معذَّبِین
۱۰۔ سورہ طٰہٰ ع ۷	وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ	اٰدَمَ رَبُّهٗ

۱۱۔	سورہ الانبیاء ع ۶	اِنّی کنتُ من الظّلمین	انّی کنتَ
۱۲۔	سورہ الشعراء ع ۱۱	لِتکونَ من المنذِرین	منذَرین
۱۳۔	سورہ فاطر ع ۴	یخشَی اللہَ من عبادہ العلمٰؤا	اللہُ من عبادہ العلماءَ
۱۴۔	" الصّافات ع ۴	منذِرینَ	مُنذَرینَ
۱۵	" الفتح ع ۲	صدق اللہُ رسولَہٗ	اللہَ رسولُہٗ
۱۶۔	" الحشر ع ۳	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوَّرُ
۱۷۔	" الحاقہ ع ۱	اِلاّ الخاطِئُونَ	الاّ الخاطَئُوْنَ
۱۸۔	" المزمل ع ۱	فعصٰی فرعونُ الرّسولَ	فرعونَ الرّسولُ
۱۹۔	" المرسلٰت ع ۲	فِیْ ظِلَالٍ	فِی ظَلَالٍ
۲۰۔	" النّزعٰت ع ۲	اِنّما اَنتَ منذِرٌ	منذَرٌ

اس تحریر سے اس بات کا اندازہ تو بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اعرابی تبدیلی معنی و مفہوم پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ فقہی اعتبار سے معاملہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ تاہم پورے قران مجید میں اس صورت کو صرف بیس مقامات تک محدود کر دینا شاید درست نہ ہو۔ کیونکہ اعرابی تبدیلی سے معنوی تغیر کی اور بھی مثالیں قران مجید میں موجود ہیں۔ ایسی مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ شاید ان کا شمار بھی ممکن نہ ہو۔ بطور امثلہ چند مقامات کا تذکرہ اس جگہ کافی ہوگا۔

۱۔ ھو الذی خَلَقَ لکم ما فی الارض جمیعًا [۱]

---

۱ البقرہ ۲/۲۹

معنی ہوں گے اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں موجود تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا۔ اگر اس آیت میں خَلَقَ کے اعراب کو بدل کر خُلِقَ پڑھا جائے تو معنی ہو جائیں گے اللہ وہ ذات ہے جسکو تمہارے لئے پیدا کیا گیا۔ حالانکہ اللہ کی صفت لم یلد ولم یولد ہے اور اس طرح وہ خالق کی بجائے مخلوق ٹھہرتا ہے

۲۔ الذی احسن کل شیٔ خلقہ وبدأ خلق الانسان من طین (۱)

جس اللہ نے ہر چیز کو خوبصورت بنایا اور انسانی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی۔ اگر اس آیت میں بَدَاَ کو لمبا کر کے یعنی بَدَاَا پڑھا جائے تو معنی تثنیہ کے ہو جایں گے یعنی ان دونوں نے انسانی تخلیق کی ابتدا مٹی سے العیاذ باللہ

۳۔ ولقد اتینا موسی الکتاب فاختُلِفَ فیہ (۲)

اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی تو لوگوں کی طرف سے اسمیں اختلاف پیدا کیا گیا اگر اس آیت میں فاختُلِفَ کو فاختَلَفَ پڑھ دیا جائے تو معنوی تغیر یہ واقع ہوگا کہ اختلاف کا مرجع لوگوں کی بجائے حضرت موسیٰؑ کی جانب ہو جائیگا اور معنیٰ ہوں گے کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تو موسیٰؑ نے اس میں اختلاف پیدا کیا۔ نبی برحق کی جانب اللہ کی عطا کردہ کتاب میں اختلاف منسوب کرنا کفر ہے

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسی اعرابی تبدیلی جو کفر تک لے جائے اس کو محض بیس کی تعداد تک محدود کر دینا درست نہیں بلکہ قرآن مجید میں ایسے مقامات ان گنت ہیں

۱۔ السجدہ ۷/۳۲ ۲۔ حم السجدہ ۴۵/۴۱

باب سوم

علم القراءت آغاز و ارتقاء

علم قرأت قبل از مصحف عثمانی
محرکات اسباب وعلل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کو قرآن مجید کی حسب ذیل تین آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ
إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱)

اے ہمارے رب ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو ان کو تیری آیات پڑھ کر بتلائے ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے (زندگی سنوارے) بے شک تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۲)

اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسول اٹھایا جو اسکی آیات ان کیلئے تلاوت کرتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے

(۱) سورۃ البقرہ ۲/ ۱۲۹ (۲) سورۃ ال عمران ۳/ ۱۶۴

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ـ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۱)

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے ۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے ۔

ان آیات کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار بنیادی مقاصد ہیں جن کی تکمیل کے لئے آپ کو منصب رسالت جیسی عظیم ذمہ داری سے سرفراز کیا گیا وہ چار مقاصد یہ ہیں ۔ ۱ ۔ تلاوت آیات ۔۲۔ تعلیم کتاب ۔ ۳ ۔ تعلیم حکمت ۔ ۴ تزکیہ نفس یہ چاروں ذمہ داریاں اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں ۔ اسی لئے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا گیا ہے ۔ لیکن اس تذکرے میں ہر جگہ اولیت تلاوت آیات ہی کو دی گئی جو اس امر کیلئے واضح دلیل ہے کہ ان تمام فرائض میں سب سے اہم اور بنیادی فریضہ تلاوت آیات ہی ہے ۔ کیونکہ تلاوت آیات کے بغیر دیگر فرائض کی تکمیل ممکن ہی نہیں ۔ اس لحاظ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مجود اول ہیں ۔ تلاوت آیات کے فریضہ کی تکمیل کی غرض سے آپ صحابہ کے سامنے تلاوت کرتے اور صحابہ آپ سے سن کر یاد کر لیتے تھے ۔ کیونکہ قرآن مجید کا ٹھیک اسی طرح تلاوت کرنا لازمی امر ہے جس طرح نازل ہوا ۔ اسی لئے بعض مفسرین نے تیلوا علیہم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے " اصطلاح قرآن وحدیث میں یہ لفظ (تلاوت) قرآن کریم اور دوسری آسمانی

---

(۱) سورۃ الجمعہ ۶۲/ ۲۰۰

کتابوں اور کلام الٰہی کے پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کا ٹھیک اسی طرح پڑھنا ضروری ہے جس طرح اللہ کی طرف سے نازل ہوا۔ اپنی طرف سے کسی لفظ یا اس کی حرکات میں کمی بیشی یا تبدیلی کی اجازت نہیں[1]

لہٰذا نزول کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرکے بتلانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرض تھا یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی یعنی قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ رکھنے کی ہدایت بھی فرمائی اور صحابہؓ نے آپ کی زندگی ہی میں نوشتے محفوظ بھی کئے تاہم فوقیت تلاوت اور سماعت ہی کو حاصل رہی۔ اور قرآن مجید کتابت کے ذریعہ نہیں بلکہ سماعت اور تلاوت کے ذریعے سے محفوظ رہا۔ یوں بھی قرآن مجید کی باقاعدہ کتابت کا مرحلہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں آیا جبکہ تلاوت اور سماعت کے ذریعے سے محفوظیت نزول کے فوراً بعد ہی شروع ہو گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مجوّدِ اوّل کی حیثیت سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے اور صحابہ سن کر اسی انداز تلاوت کو محفوظ کر لیتے تھے۔ آپ نہ صرف مردوں بلکہ صحابیہ عورتوں کو بھی طرق تلاوت اور انداز تلاوت سے براہ راست روشناس کراتے تھے۔ اس بات کا ثبوت ہمیں ابن اسحاق کی کتاب المغازی سے ملتا ہے۔ یہ کتاب مرور ایام سے ضائع ہو گئی تھی تاہم اس کے کچھ حصے دستیاب ہوئے ہیں جنہیں حکومت مراکش نے شائع کیا ہے اس کتاب میں یہ روایت موجود ہے۔ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی کوئی عبارت نازل ہوتی تو آپ سب سے پہلے اسے مردوں کی جماعت میں

---

(۱) محمد شفیع مفتی۔ معارف القرآن ۱/ ۳۳۰

تلاوت فرماتے پھر اس کے بعد اسی عبارت کو عورتوں کی خصوصی محفل میں بھی سناتے!

فریضہ تلاوت آیات کی تکمیل ہی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں

تلاوت کلام اللہ کی تحریص اور تشویق پیدا کرنے کی کوشش فرماتے اور اس کے لئے

باقاعدہ مختلف انداز سے ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس امر پر آپ کے درج ذیل فرامین

دلالت کرتے ہیں۔

۱. عن عثمانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خیرکم من تعلم القران وعلمہ [۲]

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے

جو قران شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

۲. عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یقال لصاحب القران اقرأ وارتق ورتل کما کنت

ترتل فی الدنیا فان منزلک عند اخر اٰیۃ تقرأھا [۳]

عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن صاحب قران

(قاری) سے کہا جائیگا کہ قران شریف پڑھتے جاؤ اور (جنت کے بلند درجوں پر)

چڑھتے جاؤ۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو جیسا کہ تم دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ بس

آخری آیت پر تمہاری منزل ہوگی۔

(۱) محمد حمید اللہ ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ۱۰

(۲) بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، ۶/ ۱۰۸

(۳) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، کتاب الصلوٰۃ، کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۲۰۶

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا حسد الا فی اثنتین رجلٌ علمہ القراٰن فھو یتلوہ اٰناءَ اللیل واٰناءَ النھار فسمعہٗ جارٌ لہٗ فقال لیتنی اوتیتُ مثل ما اوتی فلانٌ فعملتُ مثل ما یعمل ۔ ورجلٌ اٰتاہُ اللہُ مالاً فھو یھلکہ فی الحق ۔ فقال رجلٌ لیتنی اوتیتُ مثل ما اوتی فلانٌ فعملتُ مثل ما یعمل (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد تو صرف دو طرح کے آدمیوں پر ہونا چاہیئے ۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن کا علم عطا فرمایا ہو اور وہ دن رات اس کی تلاوت میں مگن رہتا ہو ۔ اس کے کسی پڑوسی کو اس کی صفت کا پتہ چلتا ہے تو وہ کہے کاش مجھے بھی اس کی توفیق ملتی اور میں بھی اسی طرح تلاوت کرتا جس طرح وہ دن رات تلاوت کرتا ہے ۔ اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے مال و دولت عطا کیا ہو اور وہ اس کو نیکی کے کاموں میں خوب خرچ کرتا ہو ۔ پس اسکی اس صفت کو دیکھ کر آدمی یہ کہے کاش مجھے بھی اسی طرح مال حاصل ہوتا اور میں بھی اسی کی طرح خوب خوب اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ۔

(۱) بخاری ، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح ، کتاب فضائل القرآن ، ۶/۱۰۸

۳۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا القرآن فاقرؤوہ فان مثل القرآن لمن تعلم فقرأ وقام به کمثل جراب محشو مسکا تفوح ریحه کل مکان ومثل من تعلمه فرقد وھو فی جوفه کمثل جراب اوکی علی مسک[1]

حضرت ابوھریرۃؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف کو سیکھو پھر اس کی تلاوت کرو کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا اور تلاوت کرتا ہے اس کی مثال اس تھیلی جیسی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے۔ اور جس شخص نے قرآن سیکھا اور سو گیا (تلاوت نہ کی) اس کی مثال مشک کی ایسی تھیلی جیسی ہے جس کا منہ بند ہو۔

۴۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الذی لیس فی جوفه شیء من القرآن کالبیت الخرب[2]

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سینے میں قرآن مجید کا کچھ بھی حصہ محفوظ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے

۵۔ عن ابی مسعود الانصاریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرہ من قرأ بھما فی لیلة کفتاہ[3]

۱۔ المنذری زکی الدین، الترغیب والترھیب ۲/۳۵۲ (۲) المنذری زکی الدین، الترغیب والترھیب ۲/۳۵۹

(۳)۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب فضائل القرآن، ۶/۱۰۲

حضرت ابی مسعود انصاری رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کی تو وہ اس رات کیلئے اسے کافی ہو جائیگی

ان ترغیبات و تحریضات کے علاوہ ایسی احادیث بھی کثرت سے ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کو پسند فرماتے تھے نہ صرف پسند فرماتے بلکہ کبھی کبھار حکم بھی دیا کرتے تھے۔ اس بات کی تائید ان تمام احادیث سے ہوتی ہے جو دوسرے باب میں حسن صوت کے ذیل میں مذکور ہو چکی ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انفرادی اور اجتماعی طور پر تلاوت قرآن کی باقاعدہ محفل جمانے کے شواہد بھی ملتے ہیں۔ اس سلسلے کی بنیادی حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ وہ تلاوت کریں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی۔ اللہ کے رسول میں آپ کیلئے تلاوت کروں! حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے قرآن کی تلاوت کسی اور سے سن کر لطف آتا ہے۔ (یہ حدیث عربی متن کے ساتھ دوسرے باب میں مفصل گزر چکی ہے)

مذکورہ حدیث کے علاوہ سابقہ باب میں تین اور احادیث بھی گذری ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عمل پسند تھا کہ لوگ تلاوت کلام اللہ کریں اور دوسرے محبت کے ساتھ سنیں۔ ان احادیث سے محفل قراءت کے انعقاد کی تائید ہوتی ہے۔

اسی حوالے سے بعض احادیث سے اجتماعی محفل قراءت منعقد کرنے کا پتہ بھی چلتا ہے

عن انس رض قال قعد ابو موسیٰ فی بیت واجتمع الیہ ناس فانشأ یقراء علیھم القرآن قال فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلٌ فقال یارسول اللہ الا اعجبک من ابی موسیٰ انہ قعد فی بیت واجتمع الیہ ناسٌ فانشأ یقراء علیھم القرآن قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتستطیع ان تقعدنی حیث لا یرانی احد منھم؟ قال نعم۔ قال فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاقعدہ الرجل حیث لا یراہ منھم احدًا۔ فسمع قراءۃ ابی موسیٰ قال فقال انہ یقراء علی مزمار من مزامیر ال داؤد (۱)

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رض ایک گھر میں بیٹھے لوگوں کے مجمعے میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی۔ کہنے لگا اے اللہ کے رسول کتنے تعجب کی بات ہے کہ ابوموسیٰ کے گرد لوگ جمع ہیں اور وہ ان کے سامنے تلاوت کر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ تم مجھے وہاں لے چلو اور کسی ایسی جگہ بٹھا دو جہاں مجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔ اس آدمی نے کہا ہاں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس شخص نے آپکو ایسی جگہ پر بٹھا دیا جہاں آپ پر کسی کی نظر نہ پڑتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ کی قراءت سنی اور فرمایا کہ ابوموسیٰ کی آواز میں داؤد علیہ السلام کے مزامیر کا سا ترنم ہے

(۱) ابی یعلیٰ، مسند ابی یعلیٰ ۴/ ۱۴۱، الھیثمی۔ نورالدین، مجمع الزوائد ۹/ ۳۶۰

۳۔ اچھے قاری کی آواز کو عورتیں بھی بڑی رغبت اور شوق سے سنتی تھیں اور اس کی تلاوت سے حظ اٹھاتیں۔

عن انس ان ابا موسیٰ الاشعریؓ قام لیلۃ یصلی فسمع ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان حلو الصوت فقمن یسمعن۔ فلما اصبح قیل لہ إن النساءَ کن یسمعن! فقالَ لو علمت لحبرتکن تحبیرًا ولشوقتکن تشویقًا! [1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رات کے وقت نماز پڑھ رہے تھے اور خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت میں محو تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے ان کی تلاوت کو ذوق سے سنا۔ صبح ہوئی تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بتلایا گیا کہ آپ کی قرأت کو عورتیں ذوق سے سنتی رہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو میں اور بھی خوش الحانی سے تلاوت کرتا جس سے عورتوں میں مزید شوق سماعت پیدا ہوتا

---

(۱)۔ ابن سعد، محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴/ ۳۴۴

علم قرأت کی ترغیب ترویج و اشاعت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اور اقدامات بھی قابل ذکر ہیں جن سے دورِ رسالت میں علم قرأت کی صورت حال کا اندازہ کرنے میں مدد ملتی ہے ۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی اہم امور میں ایسے صحابہ کو ترجیح دیا کرتے تھے جو قرآنی علوم یعنی علم قرأت وغیرہ میں زیادہ درک رکھتے ہوں چنانچہ آپ نے غزوہ تبوک میں قبیلہ بنی نجار کا جھنڈا حضرت زید بن ثابتؓ کو عطا فرماتے ہوئے کہا

القرآن مقدمٌ وزید اکثر اخذاً للقرآن[1]

قرآن کو تقدیم حاصل ہے اور زید قرآن کے زیادہ حامل ہیں ۔

۲۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر جب مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو آپ نے بنی زریق کے ایک شخص کو اس وقت تک نازل شدہ سورتوں کا مکمل مجموعہ عطا فرمایا ۔ یہ صحابی مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے قبیلہ میں اپنے محلہ کی مسجد میں روزانہ باواز بلند اس کی تلاوت کرتے تھے[2]

۳۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے مہینہ میں دن کے وقت قرآن مجید کو جتنا اسی سال تک نازل ہوا ہوتا باواز بلند دہرایا کرتے تھے اور ایسے صحابہ جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا وہ اپنا ذاتی نسخہ ساتھ لاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت پر اس کا موازنہ کرتے جاتے تھے[3] ۔ اصطلاح میں اس عمل کو عرضہ کہا جاتا تھا ۔

---

(۱) عسقلانی، شہاب الدین ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ۱/ ۵۶۱

(۲) محمد حمید اللہ ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ۱۴ (۳) ایضاً ۱۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذکورہ بالا اقدامات کے ذریعے نہ صرف صحابہ کرام کو تلاوت کلام اللہ کی ترغیب دلائی اور شوق پیدا کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ صحت قرأت کا اہتمام بھی فرمایا۔ اسی ضمن میں آپ نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے رمضان کے مہینہ میں پورا قرآن مجید لوگوں کو دو مرتبہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے لہذا قرآن حکیم سے متعلق جبریل نے مجھے کہا ہے کہ میں دو مرتبہ تلاوت کر کے سناؤں تاکہ اگر کسی سے غلطیاں ہوئی ہوں تو وہ باقی نہ رہیں (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقدامات کی وجہ سے اس دور میں علم قرأت کا خوب ذوق پیدا ہو گیا۔ اس معاملے میں تقریبًا ہر شخص کے دل میں جذبہ مسابقت پیدا ہوا۔ نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں میں بھی۔ حتی کہ بعض عورتوں نے اپنے شوہروں سے حق مہر کے عوض قرآن مجید کی تلاوت سکھا دینے کا مطالبہ کیا۔ علم قرات کی تدریس کا رواج دور رسالت ہی میں ہو چکا تھا حضرت خباب رض کا حضرت عمر رض کی بہن فاطمہ اور ان کے شوہر کو قرآن کی یعنی علم قرات سکھانا اس کی واضح دلیل ہے گویا گھروں میں بھی مرد و زن اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ کسی ماہر علم قرأت سے اس علم کو حاصل کریں۔ اس اہتمام کے علاوہ سرکاری سطح پر علم قرات کی تحصیل کا بڑا مرکز صفّہ تھا جو مسجد نبوی سے ملحق ایک چبوترہ کا نام ہے جو درس گاہ کا کام دیتا تھا اس درس گاہ میں قرات کی تعلیم حضرت عبادہ بن صامت رض کے سپرد تھی وہ خود فرماتے ہیں " میں قرآن مجید اور کتابت

---

(۱) عسقلانی، شہاب الدین، فتح الباری، ۹/۴۳ - ۴۴

(۱) محمد حمید اللہ ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ۱۴

کی تعلیم دیا کرتا تھا جن لوگوں کو دن کے وقت فرصت نہ ملتی تھی ان کے لئے رات کو سیکھنے کا موقعہ ہوتا۔[1]

اسی طرح نجی اور سرکاری سطح پر قرآن اور علم قرأت پڑھنے پڑھانے کا اتنا رواج ہوا کہ مدینہ منورہ میں چار سو قرآن پڑھنے کی آوازیں سنائی دیتیں جس کی بنا پر ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی تاکید کرنا پڑی کہ لوگ اپنی آوازوں کو پست رکھیں۔ چنانچہ محمد عبد العظیم زرقانی لکھتے ہیں:

وکان یسمع لمسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضجۃ بتلاوۃ القران حتی امرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخفضوا اصواتھم لئلا یتغالطوا۔[2]

مسجد نبوی میں تلاوت قرآن کا اتنا شور سنائی دینے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ لوگ اپنی آوازوں کو پست رکھیں تاکہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے

جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسے صحابہ کو جن کی قرآن دانی کے متعلق آپکو پورا اعتماد تھا یہ حکم دیا کہ اب تم بھی پڑھایا کرو۔ گویا یہ ایک زبانی سند تھی جو مجود اوّل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے حضرات کو دی جاتی تھی جو علم قرأت کے مسلمہ استاد ہونے کی اہلیت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ کو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ بھیجا تاکہ اہل مدینہ کو پڑھائیں[3]

---

(۱) احمد ابن حنبل، مسند احمد بن حنبل ۶/۳۴۴ (۲) زرقانی محمد عبد العظیم، مناہل العرفان، ۲۹

۳۔ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۲۲۰

اور جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو وہاں حضرت معاذ بن جبل رض کو مقرر فرمایا کہ اہل مکہ کو قرآن کی تعلیم دیں۔ (۱) اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رض کو آپ نے اہل صفہ کو پڑھانے پر مامور کیا جن کا ذکر اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے ہماری اس بات کی تائید حسب ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے

۱۔ استقرئوا القرآن من اربعة من عبد الله ابن مسعود فبدا به وسالم مولیٰ ابی حذیفه وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (۲)

قرآن مجید کی تعلیم چار حضرات سے حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعود ان کا ذکر آپ نے پہلے کیا سالم مولی ابی حذیفہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رض

یہی حدیث تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ بخاری شریف میں باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں اس طرح بیان ہوئی ہے

خذوا القرآن من اربعة من عبد الله بن مسعود وسالم ومعاذ وابی بن کعب۔ (۳) بہرحال مفہوم دونوں احادیث کا یکساں ہی ہے جو ہماری مذکورالصدر بات کا موید ہے

اس پوری بحث سے نتیجہ کے طور پر یہ نکات سامنے آتے ہیں جن سے دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں علم قرأت کی کیفیت کا موٹی نقشہ کما حقہ چلتا ہے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اولین اور بنیادی فریضہ تلاوت آیات قرآنی تھا۔

۲۔ آپ صحابی مردوں اور صحابیہ عورتوں کو تلاوت آیات کے طرق کی تعلیم دیتے تھے

(۱) الذهبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ۱/ ۳۲۱ (۲) مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، ۲/ ۲۹۳

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، ۶/ ۱۰۲

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام کے اندر تلاوت قرآن کا ذوق و شوق بدرجہ اتم پیدا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرنے کی ترغیب دیتے اور اس پر تحسین فرماتے۔

۴۔ لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر تلاوت قرآن کی مجالس کا اہتمام کرتے تھے۔

۵۔ اچھا قرآن پڑھنے اور جاننے والوں کو آپ اہم معاملات میں ترجیح دیتے تھے۔ نیز صحابہ کرام تعلیم قرأت کیلئے آپ صحابہ میں سے ہی اچھے قراء کو استاد مقرر فرماتے۔

یہ بحث ادھوری رہیگی اگر ہم ان صحابہ کرام کا ذکر نہ کریں جنہوں نے براہ راست علم قرأت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور پھر اس کو آگے بڑھایا۔ یا جن کے توسط سے علم قرأت مسلمانوں کی طرف منتقل ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو حاصل کرنے والے صحابہ کرام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ حضرات جنہوں نے عمومی طور پر قرآن مجید کو قواعد تجوید کے مطابق حفظ کیا۔ ایسے حضرات کی تعداد تو سینکڑوں نہیں ہزاروں تک پہنچی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

قتل یوم الیمامہ سبعون من القراء وقتل فی عھد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ببئر معونہ مثل ھذا العدد[1]

جنگ یمامہ میں ستر قراء قتل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں بئر معونہ کے واقعہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہید ہوئے۔ صرف ایک ایک معرکہ میں اتنے قراء کا شہید ہو جانا اس بات کی

(۱) السیوطی۔ جلال الدین۔ الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۷۱

واضح دلیل ہے کہ عمومی طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قرأت کی تحصیل کرنے والے صحابہ کی تعداد کہیں زیادہ تھی ۔ دوسری قسم صحابہ کی وہ ہے کہ جنہوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو باقاعدہ نصب العین کے طور پر حاصل کیا اور اسی نسبت سے ان کی شہرت بھی ہوئی اور ان کی دیگر معاشرتی ذمہ داریاں اس علم قرأت کے فروغ و اشاعت میں حائل نہ ہوئیں ۔ یہی وہ حضرات ہیں جن سے باقاعدہ علم تجوید و قرأت آگے منتقل ہوا ۔ اور پھر نسلاً بعد نسل اس ہمارے دور تک پہنچا اور ان شاء اللہ قیامت تک آگے منتقل ہوتا رہیگا ۔ ابو عبید القاسم بن سلام جن کا انتقال ۲۲۴ھ میں ہوا ۔ انہوں نے اپنی کتاب "کتاب القراءات" میں ایسے صحابہ کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا ہے جن میں انیس صحابہ طبقہ مہاجرین میں سے ہیں اور چھ طبقہ انصار میں سے ۔ مہاجرین قراء صحابہ یہ ہیں ۔

۱ ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ ۲ ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۳ھ ۔

۳ ۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ ۴ ۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ

۵ ۔ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ھ ۶ ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۶ھ

۷ ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ ۸ ۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ھ

۹ ۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ ۱۰ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۳ھ

۱۱ ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ ۱۲ ۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ متوفی ۴۳ھ

۱۳ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ متوفی ۶۵ھ ۱۴ ۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان متوفی ۶۰ھ

۱۵ ۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۳ھ ۱۶ ۔ حضرت عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ متوفی ۷۰ھ

۱۷ ۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا متوفی ۵۸ھ ۱۸ ۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا متوفیہ ۴۵ھ

۱۹ ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا متوفیہ ۵۹ھ (۱)

(۱) جزری ۔ محمد بن محمد ۔ النشر فی القراءات العشر ۱ / ۶

انصار قراء صحابہ

۱. حضرت ابی بن کعب رض متوفی ۲۰ھ ۲. حضرت معاذ بن جبل رض متوفی ۱۷ھ

۳. حضرت ابوالدرداء رض متوفی ۳۲ھ ۴. حضرت زید بن ثابت رض متوفی ۴۵ھ

۵. حضرت انس بن مالک رض متوفی ۹۳ھ۔ اور مجمع بن جاریہ (۱)

قرأت کے سلاسل انہی صحابہ کرام کی ذات پر آکر منتہی ہوتے ہیں۔

---

(۱) جزری۔ محمد بن محمد۔ النشر فی القراءات العشر ۱/۶

السیوطی۔ الاتقان فی علوم القرآن ۱/۷۲

نزول علم قراءات

قرآن اور علم قرأت دونوں لازم وملزوم ہیں دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ قرآن امت مسلمہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ملا جبکہ علم قرأت کا آغاز بھی آپ ہی کی ذات گرامی سے ہوا۔ آپ نے اپنی امت کی سہولت کی خاطر اس علم کی درخواست از خود اللہ رب العزت سے کی۔ جس پر حضرت ابی بن کعبؓ کی حسب ذیل روایت دلالت کرتی ہے۔

عن ابی بن کعبؓ قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل
فقال یا جبریل انی بعثت الی امۃ امیین منھم
العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریہ والرجل
الذی لم یقرأ کتابا قط۔ قال یا محمد ان القرآن
انزل علی سبعۃ احرف[1]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جبریل سے ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے جبریل مجھے ان پڑھ امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ جس میں کبیر السن بوڑھے مرد عورت غلام اور باندیاں ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو لکھنا پڑھنا تک نہیں جانتے۔ تو جبریل نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف۔ بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا

(١) ابن الاثیر مبارک بن محمد۔ الجامع الاصول فی احادیث الرسول ٢/٨٢م

اسی مضمون کی دوسری حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم [2] اقرأنی جبریل علی حرف فراجعتہ
فلم ازل استزیدہٗ ویزیدنی حتی انتھٰی الی
سبعۃ احرف [1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھایا ۔ میں نے جبریل کو اس میں اضافہ کی درخواست کے ساتھ بار بار ..... واپس بھیجا حتیٰ کہ معاملہ سبعہ احرف تک پہنچا ۔

یہ اور اسی قبیل کی دیگر احادیث سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح قرآن مجید منزل من اللہ ہے اسی طرح تمام موجود قرائتیں بھی اللہ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہیں ۔ امکانی حد تک ایک دلیل اس دعوے کے رد میں یہ لائی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست کے پیش نظر آپ کی امت کی سہولت کی خاطر اللہ تعالےٰ نے سبعہ احرف پر قرآن مجید کو تلاوت کرنے کی اجازت اور رخصت عطا فرمادی تھی ۔ لہذا یہ سبعہ احرف منزل من اللہ نہیں بلکہ ایک امر مجاز ہے ۔ لیکن یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف ۔ حدیث کے مذکورہ الفاظ میں باقاعدہ انزل کا لفظ اس دلیل کی تردید میں کافی اور شافی ہے کیونکہ اگر

حوالہ جات:

(۱) مسلم بن الحجاج ۔ الصحیح المسلم ۱/ ۲۷۳

رخصت دینا ہی مقصود ہوتا تو اجازت کا لفظ بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔
اس لئے اس بات میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا کہ جس طرح قرآن
منزل من اللہ ہے بالکل اسی طرح تمام قرائتیں بھی منزل من اللہ ہی ہیں
اب غور طلب امر یہ ہے کہ قراءات کا آغاز کب سے ہوا۔ کیا قرآن کے نزول
کے ساتھ ہی پہلی وحی کے وقت یا بعد میں۔ اس سلسلے میں رحاب القرآن
کے مصنف نے دو آراء کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ قراءات کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔

۲۔ قراءات کا نزول ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔

پہلی رائے رکھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ والی روایت سے
خصوصاً اور دوسری احادیث سے عموماً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قراءات کا
نزول بھی نزول قرآن کے ساتھ ہی مکی دور میں شروع ہو چکا تھا۔ دوسری رائے
رکھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ قرأت کے ضمن میں صحابہ کرام کے اختلافات والی
احادیث کا تعلق مدنی دور سے ہے مکی دور سے نہیں۔ مثلاً عمر بن الخطابؓ اور
ھشام بن حکیمؓ والی مشہور حدیث اسی طرح حضرت ابی بن کعب والی حدیث
ان دونوں احادیث کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی دور کے ساتھ ہے
لہذا قراءات کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان دونوں آراء میں پہلی رائے کو
علماء نے راجح تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ بیشتر قرآن مجید کی سورتیں جنکی تعداد نواسی
ہے سب مکی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب سبعہ احرف پر نازل ہوئیں

قرائن سے بھی یہی رائے زیادہ قوی محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ مکی دور ہی سے متعلق ہے۔ یعنی زیادہ سورتیں مکی دور ہی میں نازل ہوئیں۔ اگر قراءات کے نزول کو مدنی تسلیم کر لیا جائے تو وہ سہولت جو سبعہ احرف کے ذریعہ امت کو عطا کرنا مقصود تھی وہ باقی نہیں رہتی۔ اس لحاظ سے یہ بات تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ سبعہ احرف یا قراءات کا نزول مکی دور میں نزول قرآن کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔

رہی بات حضرت عمرؓ اور ہشامؓ کے باہم اختلاف یا حدیث ابی بن کعبؓ کے نزاع والی تو اختلافات کا ظہور تو ممکن ہی نزول کے بعد ہوتا ہے۔ نزول قراءات سے پہلے تو اختلافات کا سامنے آنا ممکن ہی نہیں۔ لہذا مدنی دور میں قراءات کے بارے میں اختلافات کا ظہور اس بات کیلئے کافی دلیل نہیں ہے کہ نزول قراءات کو بھی مدنی مان لیا جائے۔ البتہ مدنی دور میں ظہور اختلافات سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ نزول قراءات کا زمانہ اس واقعہ سے پہلے کا ہے بعد کا نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ اگر نزول قراءات مکی دور میں ہوا تو پھر مذکورہ اختلافات مکی دور میں کیوں ظاہر نہ ہوئے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ مسلمانوں کو مکہ میں کھل کر تلاوت اور نماز وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہ تھی اس لئے مکی دور کے معروضی حالات کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ مدنی دور میں اختلافات کا ظہور محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔ اس بحث کے بعد ایک بات پھر بھی تحقیق طلب رہ جاتی

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرف واحد پر اضافہ کی استدعا پہلی وحی کے نزول کے وقت کی یا اس کے بعد۔ اگر یہ استدعا پہلی وحی کے نزول کے وقت نہیں کی تو پھر کونسی وحی کے نزول کے وقت آپ نے جبریل سے اس کا مطالبہ کیا۔ اس بارے میں کوئی واضح دلیل ہمیں نہیں ملتی البتہ ایک بات قرائن سے معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ پہلی وحی کے وقت نہیں فرمایا کیونکہ پہلی وحی کے وقت جبریل کے ساتھ آپ کی گفتگو اور دیگر پیش آنے والے واقعات کی تفصیل کتب سیرت میں موجود ہے لیکن وہاں سبعہ احرف کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔

خلافتِ راشدہ کا زمانہ

خلافت راشدہ کے دور میں علم قرأت کے اسی تسلسل کا برقرار رہنا ایک بدیہی امر تھا جو تسلسل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا ماسوائے اس بات کے کہ شارع علیہ السلام اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ قرآن مجید بھی مکمل ہو گیا۔ لہذا اس کے ساتھ ساتھ نزول کے اعتبار سے علم قرأت بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اسی لئے علم قرأت کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں تعلیم و تعلم کے وہی اقدامات جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائے جاری رہے۔ البتہ اس دور میں قرآن مجید کی جمع و تدوین کے ضمن میں بڑی اہم اور بنیادی پیش رفت ہوئی۔ قرآن مجید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے جمع کیا گیا اور اس کی تدوین کی سعادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ خلیفۂ اول کے حکم کی تعمیل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نوشتوں کو جمع کیا۔ وہ فرماتے ہیں

فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ[1]

پس میں نے قرآن مجید کو لکڑی، ہڈی اور پتھر کی سلیٹوں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کیا

اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت صرف اڑھائی برس پر محیط ہے۔ یہ قلیل وقت بھی اندرونی اور بیرونی خلفشار کو فرو کرنے ہی میں گزر گیا تاہم خلیفۂ اول کا جمع قرآن کا کارنامہ علم قرأت کے ضمن میں کافی اہم ہے جس کے بغیر شاید علم قرأت کا آگے بڑھنا ممکن نہ ہوتا۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کی تدوین عمل میں آئی۔ آپ نے جن وجوہات

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، ۹۸/۶

واسباب کی بنا پر قرآن مجید کی کتابت وتدوین کا فیصلہ فرمایا اس کا بنیادی محرک بھی علم قرأت ہی تھا۔ اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو جانے کی وجہ سے قراء حضرات مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ اس لیے ہر علاقے کے لوگوں نے اس صحابی کی قرأت کو اپنا لیا جو اس علاقے میں آکر آباد ہو گئے تھے مثلاً اہل شام نے حضرت ابی بن کعب کی قرأت کو اپنایا جن کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا۔ اسی طرح اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق پڑھتے تھے ان کا انتقال ۳۲ھ میں ہوا۔ اسی طرح بعض دوسرے علاقوں کے لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی قرأت کے مطابق تلاوت کرتے تھے۔[1] آپ کا انتقال ۴۲ھ میں ہوا۔ ظاہر ہے کہ ان سب حضرات کی قرأت کا انداز مختلف تھا کیونکہ ان میں سے جس نے جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا اسی طریق کو اختیار کر لیا اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کی تعلیم کی غرض سے مختلف اوقات میں مختلف قرأتوں میں تلاوت فرماتے تھے اور یہ تمام طرق تلاوت قرآن ہی کی طرح منزل من اللہ تھے۔ لوگوں کے اختیار کردہ انہی مختلف طرق ہائے تلاوت کی وجہ سے ایک مرتبہ نزاعی کیفیت پیدا ہو گئی۔ جس کا مفصل تذکرہ ہم ان شاءاللہ جمع وتدوین کے باب میں کریں گے۔ اسی نزاعی کیفیت کو فرو کرنے کی غرض سے خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کی کتابت اور تدوین کا فیصلہ فرمایا۔ اور ابوحاتم السجستانی کے مطابق آپ نے قرآن مجید کی سات نقول تیار کروائیں اور ایک ایک نقل مکہ۔ شام۔ یمن۔ بحرین۔ بصرہ اور کوفہ بھجوادی ایک نقل مدینہ منورہ میں رکھی۔[2] آپ نے مذکورہ بلاد وامصار میں قرآن کی نقول بھیجنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر شہر میں

---

(۱) محمد سالم محیسن، فی رحاب القرآن، ۱۲۸ (۲) السجستانی، ابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد، کتاب المصاحف ص ۳۴

مصر موصوف کے ساتھ ایک ماہر قاری کو بھی بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو صحیح قرأت کی تعلیم دے سکے[1]
گویا اس طرح قرآن مجید کی تدوین و ترسیل کے ساتھ ساتھ آپ نے علم قرأت کی ترویج
کا بھی باقاعدہ اہتمام فرمایا ۔ قرآن مجید کی جمع و تدوین جیسے مہتم بالشان عمل کے علاوہ خلفائے
اربعہ کے زمانے میں علم قرأت کے فروغ اور اشاعت کے سلسلے میں کئے گئے مزید اقدامات کے
بارے میں جو شواہد ملتے ہیں ان کا تذکرہ بھی موقعہ و محل کی مناسبت سے اس جگہ ضروری ہے

حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے فوجی افسروں کو حکم نامہ بھیجا کہ اپنے حلقے کے حفاظ قرآن قاریوں کو
یہاں بھیج دو تاکہ انہیں تعلیم قرآن کی غرض سے مختلف دیار و امصار میں بھیجا جائے چنانچہ حضرت
سعد بن ابی وقاص رضؓ کی فوج میں سے تین سو حافظ قرآن اس خدمت کیلئے نکلے[2]

اسی طرح آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضؓ ۔ عبادہ بن صامت رضؓ حضرت ابوالدرداء رضؓ حضرت ابی بن
کعب رضؓ اور حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کو حکم دیا کہ یہ حضرات شام کے علاقے میں تعلیم قرآن کی غرض سے
جائیں ۔ حضرت ابی بن کعب رضؓ اور حضرت ابوایوب انصاری رضؓ نے کچھ ذاتی عذر پیش کئے جنہیں آپ نے
قبول فرمایا بقیہ تینوں حضرات تعمیل حکم میں چل کھڑے ہوئے چنانچہ حضرت عبادہ ابن صامت رضؓ حمص
میں حضرت ابوالدرداء رضؓ دمشق میں اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ بیت المقدس میں تعلیم قرآن
کا فریضہ سرانجام دینے لگے[3] حضرت ابوالدرداء رضؓ کا طریق تدریس یہ تھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد
جامع مسجد میں بیٹھ جاتے طلباء آپ کے گرد جمع ہو جاتے ۔ آپ ان طلباء کو دس دس کی تعداد میں
تقسیم کرتے اور کسی ایک خاص شاگرد کو ایک گروپ پر بطور نائب استاد مقرر فرماتے جو اپنے گروپ
کے طلباء کو تعلیم دیتا تھا ایک روز حلقہ تعلیم میں شامل ہونے والے طلباء کو شمار کیا گیا تو سولہ سو کے لگ بھگ طلباء تھے

---

(۱) شوقی ضیف ، کتاب السبعہ لابن مجاہد ص ۲۲ ۔ (۲) علاء الدین علی المتقی ، کنز العمال ، ۱/ ۲۱۷
(۳) علاء الدین علی المتقی ۔ کنز العمال ۱/ ۲۸۱ و عسقلانی ، ابن حجر ، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ، ۲/ ۲۶۹

حضرت عمرؓ نے اس بات کا اہتمام بھی فرمایا کہ ایسے باقاعدہ اساتذہ سرکاری طور پر مقرر فرمائے جو خانہ بدوش بدوی لوگوں کو لازمی تعلیم دیتے تھے ان معلم قاری حضرات کو سرکاری خزانے سے تنخواہ ادا کی جاتی تھی۔ یہی نہیں بلکہ خانہ بدوش بدوی طلباء کا پھر باقاعدہ امتحان لیا جاتا جسے کوئی بھی قرآن پاک کی آیت یاد نہ ہوتی اسے سزا دی جاتی تھی۔ آپ کے زمانے میں اعلیٰ مناصب بھی ایسے لوگوں کو عطا کئے جاتے تھے جو قرآن کے قاری ہوں اور یہی خصوصیت ان کے لئے اصل QUALIFICATION یا اعلیٰ معیار کی علامت قرار پاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مکہ کے حاکم نافع بن الحارثؓ سے پوچھا کہ تم نے جنگلات کا ناظم کسے بنا رکھا ہے انہوں نے عرض کیا کہ ابن ابزیؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا ابن ابزی کون ہے انہوں نے عرض کی یہ ہمارا ایک غلام ہے۔ آپ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا حضرت نافعؓ نے جواب دیا کہ صرف اس بناء پر کہ وہ کتاب اللہ کا اچھا قاری ہے۔

خلفائے راشدین کے زمانے میں جو کبار صحابہ کرام علم قرأت کی بطور خاص تدریس فرماتے تھے وہ سات بزرگ صحابہ تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی حضرت عبداللہ ابن مسعود۔ حضرت زید بن ثابت۔ حضرت ابوالدرداء۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت ابی بن کعب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان حضرات کے علاوہ اکتساب علم قرأت کیلئے لوگ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی رجوع کرتے اس طرح یہ سب مل کر دس ہوئے۔ قرأت کے تمام سلاسل اسناد انہی اکابر صحابہ پر منتہی ہوتے ہیں

---

(۱) السیوطی۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ ۱/۷۱

سلسلۂ اتصال علم قرأت کو مزید محقق کرنے کے لئے مناسب ہے کہ اکابر صحابہ کرام کے بعض اہم شاگردوں کا بھی ذکر کر دیا جائے جنہوں نے اس علم کو صحابہ کرام سے حاصل کر کے مزید آگے بڑھایا

۱۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے شاگرد مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی ہیں۔ ان کا انتقال ۹۱ھ میں ہوا۔ انہوں نے دمشق میں علم قرأت کی خوب خدمت کی[1] انتقال کے وقت ان کی عمر نوے برس تھی۔

۲۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے شاگرد قراء یہ ہیں

ابی عبدالرحمٰن السلمی ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔

ابوالاسد الدؤلی ان کا انتقال ۶۹ھ میں ہوا۔

عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔

۳۔ حضرت ابی بن کعبؓ کے شاگرد قراء یہ ہیں

عبداللہ بن عباس ان کا انتقال ۶۸ھ میں ہوا۔[2]

حضرت ابوھریرہؓ ان کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عیاش ان کا انتقال ۶۹ھ میں ہوا

ابوعبدالرحمٰن السلمی ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کا انتقال ۳۲ھ میں ہوا۔ آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا

(۱) ذھبی شمس الدین۔ معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۴۲

(۱) محمد سالم محیسن - فی رحاب القرآن ۲۹۴ (۲) زرکلی خیرالدین - الاعلام ۴/ ۹۵

آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

من احب ان یقرأ القران غضًا کما انزل فلیقرأ

قرأۃ ابن ام عبد

جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ قران مجید کو بالکل ویسا ہی پڑھے جیسا کہ نازل ہوا تو اسے چاہیئے کہ وہ ابن ام عبد کے طریقہ کے مطابق قرأۃ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انتقال ۳۲ھ میں ہوا۔ آپ کے نامور شاگرد یہ ہیں۔

علقمہ بن قیس ان کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا۔ (۲)

الاسود بن یزید النخعی ان کا انتقال ۷۵ھ میں ہوا (۳)

زر بن حبیش بن حباشہ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا (۴)

مسروق بن الاجدع بن مالک ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا

ابو عبدالرحمٰن السلمی ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔

۵۔ حضرت زید بن ثابتؓ آپ کا انتقال ۴۵ھ میں ہوا۔ خدمت قران کے سلسلے میں یہ بڑے معروف صحابی ہیں ان کو حضرت عثمانؓ نے اہل مدینہ کی طرف مصحف عثمانی کے ہمراہ بطور استاد مقرر فرمایا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں قران مجید حفظ کر لیا تھا۔ (۵)

آپ کے نامور شاگرد یہ ہیں۔

حضرت ابوھریرہؓ آپ کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کا انتقال ۶۸ھ میں ہوا۔

۔ (۱) عسقلانی ۔ الاصابہ ۲/ ۳۶۹ ۔ (۲) زرکلی خیرالدین۔ الاعلام ۴/ ۲۴۸

۳۔ زرکلی خیرالدین۔ الاعلام ۸/ ۳۳۰ ۔ (۴) ایضاً ۳/ ۷۵ (۵) ایضاً ۳/ ۹۵

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔

انس بن مالکؓ ان کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔

عطاء بن یسار ان کا انتقال ۱۰۲ھ میں ہوا۔

عروہ بن زبیر ان کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ (۱)
یہ عبداللہ بن زبیر کے بھائی ہیں۔ مدینہ منورہ میں بئر عروہ انہی کے نام سے منسوب ہے

۶۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری۔ آپ بہت خوش الحان قاری تھے آپ کی تلاوت سن کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لقد اوتی ھذا مزمارا من مزامیر آل داؤد

"انہیں مزامیر آل داؤد میں سے حصہ عطا کیا گیا ہے۔ آپ کا انتقال ۴۴ھ میں ہوا۔ (۲) آپ

کے نامور شاگرد یہ ہیں۔

ابورجاء العطاردی متوفی ۱۰۵ھ حطان الرقاشی متوفی ۷۰ھ

سعید بن المسیب متوفی ۹۴ھ

۷۔ حضرت ابوہریرہؓ دور جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا آپ نے

۷ھ میں اسلام قبول کیا۔

علم قرأت میں آپ حضرت ابی بن کعبؓ کے شاگرد ہیں۔ انتقال ۵۷ھ میں ہوا۔ آپ کے

نامور شاگرد یہ ہیں۔

سعید بن المسیبؒ متوفی ۹۴ھ۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف متوفی ۱۰۴ھ

ابن سیرین متوفی ۱۱۰ھ عروہ بن زبیر متوفی ۹۳ھ

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ متوفی ۹۸ھ

---

(۱) زرکلی خیرالدین ۔ الاعلام ۴/ ۲۲۶

(۲) 〃 〃 〃 ۴/ ۱۱۴

عہد حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ ان کے عہد میں اس بات کا شدت سے احساس ابھرا کہ قرآن مجید کو باقاعدہ جمع کر لیا جائے۔ یہ احساس کیوں پیدا ہوا اس کا ذکر حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث میں موجود ہے حدیث یہ ہے

" ان زید بن ثابتؓ قال ارسل الی ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ لقراء القران وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القران وانی اری ان تامر بجمع القران قلت لعمر کیف تفعل شیأ لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذالک ورأیت فی ذالک الذی رأی عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القران فاجمعہ۔ فواللہ لو کلفونی نقل جبل

من الجبال ما کان أثقل علیّ مما امرنی به من جمع القرآن

قلت کیف تفعلون شیئاً لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ

صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما

فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور

الرجال حتی وجدت آخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمہ

الانصاری لم اجدھا مع غیرہ لقد جاءکم رسول

من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمۃ براءۃ

فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر

حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہ (۱)

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ

جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھے پیغام بھیج کر بلوایا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عمرؓ نے آکر مجھ سے یہ بات کی ہے کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی کثیر تعداد شہید ہو گئی ہے۔ اگر مختلف مقامات پر حفاظ قرآن اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے میری رائے ہے کہ آپ قرآن کریم کو جمع کروانے کا حکم صادر فرمائیں۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں۔ عمرؓ نے جواب دیا اللہ کی قسم اس میں بہتری

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، ۹۸-۹۹/۶

(۲) عسقلانی - ابن حجر شہاب الدین، فتح الباری، ۱۰/۹

ہے۔ اس کے بعد عمرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس معاملے میں شرح صدر ہو گیا۔ اور اب میری رائے بھی وہی ہے جو حضرت عمرؓ کی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا تم نوجوان سمجھدار آدمی ہو تمہارے بارے میں ہر ایک اچھی رائے رکھتا ہے نیز تم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت وحی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے ہو لہٰذا تم قرآن مجید کی آیتوں کو تلاش کر کے انہیں جمع کرو۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر یہ حضرات مجھے پہاڑ ڈھونے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام کا ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم اس کام میں خیر ہی خیر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس رائے کیلئے کھول دیا جو رائے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تھی۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا۔ مجھے سورۃ التوبہ کی آخری آیات حضرت ابی خزیمہؓ انصاری کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاں سے نہ ملیں لقد جاءکم رسولٌ من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم ..... یہ صحیفہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک ان کی تحویل میں رہا پھر حضرت عمرؓ کی حیات میں ان کے پاس پھر حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس رہا

اس روایت کو زرکشی نے برہان[۱] میں علامہ سیوطیؒ نے الاتقان[۲] میں الفاظ کی معمولی کمی بیشی کے ساتھ بیان کیا ہے مفہوم یکساں ہے

حضرت زید بن ثابتؓ کی بیان کردہ روایت سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں

(۱) الزرکشی بدرالدین۔ البرھان فی علوم القرآن ۲۳۳/۱

(۲) السیوطی جلال الدین۔ الاتقان فی علوم القرآن ۵۷/۱

۱۔ قرآن مجید اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھا جا چکا تھا۔ تاہم ایک جگہ جمع نہ تھا۔ اس بات کی تصدیق اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو فتح الباری اور الاتقان کے حوالے سے اس سے قبل ذکر کی جا چکی ہے۔ قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن القرآن جمع فی شیئ

۲۔ قرآن مجید کو جمع کر کے محفوظ کر لینے کا خیال جنگ یمامہ میں حفاظ کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ نیز یہ کہ قرآن مجید اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دور طرز تحریر میں آ چکا تھا تاہم زیادہ انحصار حفاظ قرآن پر ہی کیا جاتا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا اصل ذریعہ حفظ اور سماعت ہی ہے

۳۔ جمع قرآن کا خیال سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے ذہن میں آیا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔

۴۔ جمع قرآن کے سلسلے میں شروع میں ہچکچاہٹ پیدا ہوئی جس کا اظہار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ نے فوراً کیا لیکن امت کیلئے اس میں خیر کا پہلو تھا اس لئے جمع قرآن کا فیصلہ کیا گیا۔ اس بات کے شواہد بھی موجود ہیں کہ جمع قرآن کا فیصلہ حضرت ابوبکرؓ یا عمرؓ کا ذاتی نہیں تھا بلکہ آپ نے باقاعدہ دیگر صحابہ سے بھی اس بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔ چنانچہ درمنثور کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ جمع قرآن کے سلسلے میں جلدی نہ کریں تا آنکہ میں مسلمانوں سے مشورہ نہ کر لوں چنانچہ آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور انہیں اس معاملے سے آگاہ کیا تو لوگوں نے آپکی رائے سے اتفاق کیا۔ حضرت

ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ جس شخص کے پاس جو بھی حصّہ ہے وہ لے آئے۔ [(۱)]

۵۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ وہ نوجوان تھے۔ عاقل تھے۔ با اعتماد تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کاتب وحی رہ چکے تھے

۶۔ حضرت زیدؓ نے اس عظیم کام کی تکمیل کیلئے کھجور کی شاخوں۔ پتھر کی تختیوں (جن پر قرانی آیات کو صحابہ نے لکھ رکھا تھا) اور حفاظ کے سینوں سے مدد لی۔

۷۔ سورہ توبہ کی آخری آیات حضرت زیدؓ کو حضرت ابی خزیمہ کے ہاں سے ملیں یہ آیات حضرت ابی خزیمہ انصاری کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ تھیں۔

۸۔ یہ مجموعہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہا پھر حضرت حفصہؓ کے

ان مذکورہ نتائج کو سامنے رکھیں تو جمع قران کے سلسلے میں چند اور سوال ذہن میں ابھرتے ہیں۔ ایک یہ کہ آیا جمع تدوین جیسا عظیم الشان کام کیلئے حضرت ابوبکرؓ نے اکیلے حضرت بن ثابتؓ کو منتخب کیا یا ان کے ساتھ کسی معاون کو بھی مقرر کیا۔ اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ بھی تھے اس بات کا علم ایک اور حدیث ہی سے پڑتا ہے۔

" واخرج ابن داؤد ایضًا من طریق ھشام بن عروہ عن ابیہ

ان ابا بکر قال لعمر و زید اقعدا علی باب المسجد

فمن جاء کما بشاھدین علی من کتاب اللہ ما کتبا ہ [(۲)]

---

(۱) السیوطی جلال الدین ، الدر المنثور ، ۱/۳۰۳ م ۳۰

(۲) السیوطی جلال الدین ، الاتقان فی علوم القرآن ، ۱/ ۵۸

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص آیات کتاب اللہ کے ساتھ دو گواہ بھی لائے تو اس کو لکھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ کام حضرت زید اور حضرت عمرؓ کے سپرد ہوا۔ نیز یہ کہ جمع قرآن کے سلسلے میں اس احتیاط کو بھی ملحوظ رکھا گیا کہ ہر آیت کو قبول کرنے سے پہلے دو گواہوں کا پیش کرنا لازم قرار دیا گیا۔ اس اہتمام میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروقؓ جو کہ خود کمیٹی کے رکن تھے۔ وہ آیت رجم لے کر آئے لیکن ان کی لائی ہوئی آیت قبول نہ کی گئی کیونکہ وہ دو گواہ پیش نہ کر سکے[۱]

اسی طرح ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ جب تم حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ لکھنے لگو تو مجھے بتلانا۔ جب ان کو بتلایا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہاں پر یہ لکھو وھی صلوٰۃ العصر۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ بولیں نہیں تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے "فواللہ لا ندخل فی القران ما تشھد بہ امراۃ بلا اقامۃ بینۃ"[۲]

اللہ کی قسم ہم قرآن مجید میں ایک عورت کے کہنے پر کچھ نہیں لکھیں گے جب تک گواہ نہ ہوں۔

اس احتیاط کے علاوہ مزید جن باتوں کا لحاظ رکھا گیا وہ یہ تھیں

۱۔ ایسی قرآنی آیات کو جمع کیا گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں قلم بند کی گئی ہوں[۳]

---

(۱) السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۵۸ (۲) السیوطی، الدر المنثور، ۱/ ۳۰۲-۳۰۳

(۳) ، ، ، ، ، عسقلانی، فتح الباری ۹/ ۱۰

۲۔ اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا گیا کہ آیت مکتوبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپکی وفات کے سال پیش کی گئی ہو اگرچہ اس سے قبل اس آیت کی تلاوت کی اجازت ہی کیوں نہ دی گئی ہو تاہم عام الوفات میں آیت آپ کے سامنے پیش کی گئی ہو تاکہ یہ بات محقق ہو جائے کہ اس کی تلاوت منسوخ نہیں کی گئی تھی نیز یہ کہ اس بات کا پورا ثبوت مہیا ہو جائے کہ وہ آیت ان وجوہ کے مطابق ہے جن پر قرآن نازل کیا گیا[۱]

۳۔ آیات اور سورتوں کو اس ترتیب سے لکھا جائے جس ترتیب سے صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا[۲]

ان توضیحات کے بعد سورۃ براۃ کی آخری آیات والا معاملہ تحقیق طلب رہ جاتا ہے جن کے بارے میں حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ یہ آیات مجھے صرف حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس ملیں ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ملیں۔ بظاہر صرف حضرت ابوخزیمہؓ کی طرف سے آیات کا دستیاب ہونا اور پھر ان آیات کا قبول کر لیا جانا اس بات کی نفی کرتا ہے کہ ہر آیت پر دو گواہ طلب کئے گئے اور گواہوں کے نہ ملنے پر اس آیت کو قبول نہ کیا گیا۔ اس سوال کے مختلف جوابات ملتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوخزیمہؓ کی گواہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں دو گواہوں کے برابر قرار دیا تھا۔ علامہ زرکشی لکھتے ہیں۔

" حتی وجدت آخر التوبۃ لقد جاءکم ...... الخ عن ابی خزیمہ الذی جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم شھادتہ بشھادۃ رجلین[۳]

---

(۱) السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۵۸ (۲) عسقلانی، فتح الباری، ۹/ ۱۲

(۳) الزرکشی بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن - ۱/ ۲۳۳ - ۲۳۴ الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۵۷

حتیٰ کہ میں نے سورہ توبہ کی آخری آیات کو حضرت ابو خزیمہؓ کے پاس پایا جن کی گواہی کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔

دوسری توجیہہ یہ کی گئی ہے کہ حضرت ابو خزیمہ اکیلے نہ تھے بلکہ ان کے گواہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعب بھی تھے، عثمان اور زید والے۔ لیکن یہ دلیل کچھ وزنی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ حضرات حضرت ابو خزیمہ کے ہمراہ بطور شاہد آتے تو حضرت زیدؓ کیوں فرماتے کہ یہ آیات صرف ابو خزیمہ کے پاس ملیں۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ حافظ کی مدد سے کسی آیت کی توثیق فرماتے پھر دو گواہ بھی طلب کرتے جو اس بات کی گواہی دیتے کہ آیت مذکور آنحضور صلی اللہ علیہ کے سامنے ہی لکھی گئی نیز سال وفات پر آپ کے سامنے پیش کی گئی اور آپ نے توثیق فرمادی۔ اگر حضرت زید بن ثابتؓ کے اس طریق کار کو ذہن میں رکھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیات حضرت ابو خزیمہؓ کے علاوہ لوگوں کے پاس لکھی ہوئی بھی تھیں اور حفاظ کو یاد بھی تھیں اور تواتر کے ساتھ ان کا جزو قرآن ہونا بھی سب کو معلوم و مسلم تھا لیکن حضرت زیدؓ کی اختیار کردہ احتیاطی تدابیر پر پورا اترنے کیلئے ضروری تھا کہ یہ آیات بھی کسی صحابی کے پاس ہوں جو یہ کہے یہ عام وفات کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئیں اور آپ نے توثیق بھی فرمائی۔ اس لحاظ سے یہ آیات اگرچہ حضرت ابو خزیمہ کے علاوہ لوگوں کے پاس بھی لکھی ہوئی تھیں تاہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جانے والا نوشتہ حضرت ابو خزیمہؓ ہی کے پاس سے دستیاب ہوا۔ واللہ اعلم

(۱) عسقلانی، شہاب الدین، فتح الباری، ۹/ ۱۱

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر جو مجموعہ قرآن مجید تیار کیا گیا اس میں قرآنی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورۃ الگ الگ لکھی ہوئی تھی [۱] اس مجموعہ میں سبعہ حروف شامل تھے [۲]

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کو علیحدہ کاغذوں پر تحریر نہیں کیا گیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جو نوشتے موجود تھے ان کو بس ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا یہ خیال درست نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے پاس موجود نوشتوں کی مدد سے پوری احتیاط کے ساتھ آیات اور سورتوں کو کاغذ کے صفحات پر مرتب شکل میں جمع فرمایا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں

جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس [۳]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو کاغذوں پر جمع کیا

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ مصحف چمڑے کے پارچوں پر تحریر کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحیفہ کی شکل میں جمع کیا لیکن حافظ ابن حجرؒ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پہلی بات ہی درست ہے [۴]

بہر حال حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان تمام آیات قرآنی کو علیحدہ سے تحریر فرمایا لیکن ہر سورۃ علیحدہ صفحے پر لکھی ہوئی تھی اس لحاظ سے یہ مجموعۂ اوّل بہت سے صحیفوں پر مشتمل تھا۔ اس مجموعے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک رسی سے باندھ کر محفوظ کر لیا

---

(۱) عسقلانی ابن حجرؒ، فتح الباری ۹/ ۱۵ (۲) زرقانی عبدالعظیم، مناہل العرفان، ۱/ ۲۶

(۳) السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ۱/ ۵۹ (۴) السیوطی، الاتقان، ۱/ ۵۹

اس ضمن میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں

"فانما امر الصدیق بنسخها من مکان الی مکان مجتمعا وکان ذالک بمنزلہ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیها القرآن منتشر۔ فجمعها جامع وربطها بخیط حتی لا یضیع منها شیء"۔[1]

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن مجید کو مختلف جگہوں سے اکٹھا کرنے کا حکم دیا جوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ورقوں میں منتشر تھا۔ انہوں نے اسکو جمع کیا اور ایک رسی سے باندھ دیا تاکہ اسمیں سے کوئی حصہ ضائع نہ ہو۔

یہ مجموعہ قرآن حضرت ابوبکرؓ نے اپنی حیات تک اپنے پاس رکھا۔ آپ کے انتقال کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی تحویل میں آگیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس منتقل کردیا گیا۔[2]

حضرت حفصہؓ نے اپنی زندگی میں اس کی خوب حفاظت کی حتی کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ ایک مرتبہ حاکم مدینہ مروان نے یہ مجموعہ آپ سے مانگا لیکن آپ نے انکار فرمایا ۴۵ھ میں جب حضرت حفصہؓ کا انتقال ہوا تو مروان نے جنازے سے واپسی پر حضرت حفصہؓ کے بھائی حضرت عبداللہ سے یہ مجموعہ منگوایا اور جلا ڈالنے کا حکم دیا تاکہ مصحف عثمانی کے بعد کسی قسم کے اختلاف و ابہام کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس بارے میں فتح الباری کی عبارت دیکھئے

---

(۱) السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ۱/ ۵۸۔ الزرکشی بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۲۳۸

(۲) عسقلانی ابن حجر، فتح الباری ۹/ ۱۲ ، ، ، ، ، ، ۱/ ۲۳۹

"عن ابی شہاب قال اخبرنی سالم بن عبداللّٰہ
بن عمر قال کان مروان یرسل الی حفصة
یعنی حین کان امیر المدینه من جهة معاویة
یسألها الصحف التی کتب منها القران فتابی
ان تعطیه قال سالم فلما توفیت حفصة
ورجعنا من دفنها ارسل مروان بالعزیمه
الی عبد الله بن عمر لیرسلن الیه تلک الصحف
فارسل بها الیه عبد الله بن عمر فامر بها
مروان فشققت وقال انما فعلت هذا
لانی خشیت ان طال بالناس زمان
ان یرتاب فی شان هذه الصحف مرتاب(۱)"

ابی شہاب سے روایت ہے کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے بتایا کہ مروان حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے کہ انہوں نے حضرت حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ مجموعہ قرآن اپنی دے دیں حضرت حفصہؓ نے انکار فرمایا سالم کہتے ہیں کہ جب حضرت حفصہؓ کا انتقال ہوا اور ہم دفن سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حکم بھیجا کہ وہ مجموعہ قرآن بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر نے یہ اسکے حوالے کر دیا تو مروان نے پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا اور کہا کہ میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ مبادا ایک زمانے کے بعد لوگ اس کی وجہ سے شک میں نہ پڑ جائیں۔

---

(۱) عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ۹/۱۶ ۔

حضرت عثمان غنیؓ کا عہد

قرآن مجید کی جمع تدوین کا تیسرا مرحلہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں مکمل ہوا آپ نے جن وجوہات و اسباب کی بنا پر قرآن مجید کی کتابت و تدوین کا فیصلہ فرمایا وہ حسب ذیل تھے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مملکت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہو گیا اسلام کا پرچم خطہ عرب سے نکل کر دور دراز علاقوں پر لہرانے لگا۔ اس طرح مسلمان یا تو جہاد کی غرض سے یا تبلیغ کی غرض سے دور دراز علاقوں میں پھیل گئے یاد رہے مسلمانوں کا جہاد بالاصل تبلیغ ہی کا حصہ ہے۔ اس طرح مختلف جنگی محاذوں پر مختلف علاقوں کے مسلمانوں کو آپس میں ملنے کے مواقع میسر آئے۔ یہ بات گزشتہ اوراق میں بڑی وضاحت سے آچکی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے اپنے ادوار میں مختلف قراء صحابہ کرام کو تعلیم قرآن کی غرض سے مختلف علاقوں میں بھیج رکھا تھا۔ لہذا جس علاقے میں جو بھی صحابی معلم قرأت بن کر تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں نے انہی کے طریقہ قرأت کو اپنا لیا اس طرح ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں کے طریق تلاوت سے ناآشنا رہے۔ مثلاً اہل شام نے حضرت ابی بن کعبؓ کی قرأت کو اپنایا کیونکہ آپ کو اہل شام کی طرف معلم قرأت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی

طرح اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق قرأت کرتے تھے[1] اور حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ اہل حمص اپنی قرأت کو سب سے بہتر قرار دیتے۔ ان لوگوں نے قرآن کی تعلیم حضرت مقدادؓ سے حاصل کی تھی۔ اہل بصرہ حضرت ابوموسیٰ کی قرأت کے مطابق تلاوت کرتے تھے۔ وہ بھی اپنی قرأت کو فائق تصور کرتے

۲۵ھ میں آرمینیہ فتح ہوا اس معرکے میں اہل شام اور اہل عراق اتفاق سے اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے مل کر جنگ میں حصہ لیا۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ جو مشہور صحابی ہیں اس جنگ میں شامیوں اور عراقیوں کے امیر تھے اس دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ عراقیوں اور شامیوں کے مابین قرأت قرآن ہی کے سلسلے میں تنازعہ پیدا ہو گیا۔ یہی تنازعہ قرآن کی جمع وتدوین کا سبب بن گیا۔ یہ تنازعہ کیا تھا امت کیلئے مستقبل میں خیر کی نوید تھا۔ صورت حال یہ ہوئی کہ اہل شام حضرت ابی بن کعبؓ کی قرأت کے مطابق تلاوت کرتے تھے۔ یہ قرأت عراق والوں کے لئے غیر معروف تھی کیونکہ عراقی لوگوں کا طرز تلاوت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق تھا۔ یہ قرأت شامیوں کیلئے غیر معروف تھی۔ اس اختلاف کے پیش نظر عراقی اور شامی دونوں ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔[3] اس اختلاف کی ایک

(۱) عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ۹/۱۲ (۲) ایضاً

(۳) " " " " " " " "

وجہ یہ بھی تھی کہ پورے عالم اسلام میں قرآن مجید کا معیاری STANDARED نسخہ صرف ایک ہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تیار کرایا تھا لیکن یہ نسخہ خلیفہ عمر فاروقؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کی تحویل میں مدینہ منورہ میں تھا۔ دور دراز کے مسلمانوں کی اس تک رسائی نہ تھی۔ شامیوں اور عراقیوں کے اس تنازع کو دیکھ کر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی کے مطابق "واحمرت عیناہ" ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں[1]۔ ایک روایت کے مطابق انہیں یہ غصہ اس وقت آیا جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک نے سورہ البقرہ کی آیت کو یوں پڑھا واتموا الحج والعمرۃ للّٰہ جبکہ دوسرے نے اس طرح پڑھا واتموا الحج والعمرۃ للبیت۔

حضرت حذیفہؓ نے اس اختلافی صورت حال کو دیکھ کر فرمایا کہ اسی طرح کے اختلافات نے پہلی قوموں کو خراب کیا۔ چنانچہ وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیر المؤمنین ادرک ھذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود والنصاریٰ[2]

اے امیر المومنین اس امت کو سنبھالو قبل اس کے کہ ان کے مابین یہود و نصاریٰ کی طرح اختلافات کو ہوا ملے۔ ابن الاثیر کے مطابق حضرت حذیفہؓ نے یہ الفاظ فرمائے انا النذیر العریان فادرکوا الامۃ[3] میں واضح طور پر متنبہ کررہا ہوں کہ امت کو سنبھالو۔ تقریباً ایسی ہی صورت حال خود حضرت عثمان غنیؓ کے سامنے بھی پیش آچکی تھی اور وہ بھی ایسا ہی خیال ذہن میں رکھتے تھے کیونکہ ان

---

(۱) عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ۹/۱۲ (۲) ایضاً

(۳) ابن الاثیر، محمد بن محمد بن عبدالکریم، الکامل فی التاریخ ۳/ ۱۱۲

کے سامنے دو معلموں اور ان کے شاگردوں کا قصہ پیش آچکا تھا اس قصہ کو ابن حجر نے ابی قلابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے لکھتے ہیں

فی خلافۃ عثمان جعل المعلم یعلم قرأۃ الرجل والمعلم یعلم قرأۃ الرجل. فجعل الغلمان یلتقون فیختلفون حتی ارتفع ذالک الی المعلمین حتی کفر بعضھم بعضاً [1]

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں ایک استاد ایک قرأۃ کے مطابق تعلیم دیتا جبکہ دوسرا استاد دوسری قرأۃ کے مطابق۔ جو بچے الگ پڑھتے تو (جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے) ان کے مابین اختلاف پیدا ہوتے حتی کہ معاملہ استادوں تک پہنچا۔ وہ بھی اس اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔ جب یہ معاملہ حضرت عثمانؓ کے گوش گذار ہوا تو آپ نے فرمایا " انتم عندی تختلفون [2]۔ جب تم میری موجودگی میں اختلاف کر رہے ہو تو دور دراز کے رہنے والوں کا اس معاملے میں کیا حال ہوگا؟

اسی دوران جب حضرت حذیفہؓ نے آکر عرض کی اور اپنے خدشے کا اظہار کیا تو حضرت عثمانؓ کا خیال مزید پختہ ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ نے دوسرے صحابہ سے مشورہ کیا تمام صحابہ نے آپکی رائے سے اتفاق کیا [3] چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ مصحف ابوبکرؓ دے دیں تاکہ اس کے ذریعے قرآن مجید کو کتابی تشکل

(۱) عسقلانی ابن حجر، فتح الباری، ۹/ ۱۲ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ۹/ ۱۲۔ ۱۵

میں جمع کیا جائے روایت کے مطابق پہلے تو حضرت حفصہؓ نے انکار کیا لیکن حضرت عثمانؓ نے وعدہ کیا کہ وہ یہ مصحف واپس کر دیں گے۔ اس وعدے پر حضرت حفصہؓ نے وہ مصحف عاریتاً حضرت عثمانؓ کو دے دیا اور حضرت عثمانؓ نے وعدہ کے مطابق یہ مصحف حضرت حفصہؓ کو لوٹا دیا[1]

حضرت عثمان غنیؓ نے چار افراد کی کمیٹی بنائی جن میں حضرت زیدؓ بن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمٰن بن الحارثؓ بن ھشام شامل تھے[2] ان میں سے زید بن ثابتؓ کے علاوہ باقی تینوں حضرات قریشی تھے۔ آپ نے ان حضرات کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کا ایک واجب الاقتدا نسخہ تیار کریں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کمیٹی کے ارکان سے پوچھا کون سب سے اچھا لکھ سکتا ہے لوگوں نے جواب دیا زید بن ثابت پھر آپ نے پوچھا کہ کون زیادہ بہتر زبان دان ہے جواب ملا سعید بن العاص تو آپ نے فرمایا سعید بن العاص املا کرائیں اور زید بن ثابت لکھیں[3]۔ چونکہ کئی مصحف تیار کرانا مقصود تھا تاکہ مختلف علاقوں میں ان کو بھیجا جا سکے تو یہ سوال سامنے آیا کہ کون اس کام میں مدد کرے تو اس کمیٹی کے ارکان میں مزید اضافہ کر دیا گیا اور ان حضرات کو مزید شامل کیا گیا۔ مالک بن ابی عامر۔ کثیر بن افلح۔ ابی بن کعب۔ انس بن مالک ؓ اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین[4]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ نے قریش و انصار کے بارہ افراد پر مشتمل کمیٹی کے ذمہ جمع کا کام لگایا[5]

جمع و تدوین قرآن کی بحث میں علم تجوید و قرأت کے حوالے سے یہ بات بڑی اہم ہے کہ

---

(۱) عسقلانی ابن حجر، فتح الباری، ۹/ ۱۵ ۔ السیوطی، الاتقان، ۱/ ۵۹

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ۶/ ۹۹ الزرکشی بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۲۳۶

۳۔ عسقلانی ابن حجر، فتح الباری، ۹/ ۱۵ (۴) ایضاً (۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۳/ ۶۳

حضرت عثمانؓ کا مقصد محض قرآن مجید کو جمع کرنا نہ تھا کیونکہ یہ کام تو آپ سے پہلے حضرت صدیقؓ کر چکے تھے بلکہ حضرت عثمانؓ کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کو ان قرأتوں کے مطابق جمع کیا جائے۔ جو قرائتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں اختلاف کا سبب مختلف طرق تلاوت ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا جو لبعد میں جمع و تدوین قرآن کا بنیادی محرک قرار پایا وگرنہ جہاں تک متن قرآن کا تعلق ہے اس کو تو حضرت زید بن ثابتؓ خلیفہ اوّل کے حکم سے ان کے دور ہی میں قرطاس پر جمع کر چکے تھے۔ جمع ابوبکر اور جمع عثمان میں بنیادی فرق ہی یہ ہے۔ اس بات کی تائید قاضی ابوبکر کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں

لم یقصد عثمان قصد ابی بکر فی جمع نفس القران بین لوحین و انما قصد جمعهم علی القراءات الثابته المعروفه عن النبی صلی الله علیه وسلم۔[1]

حضرت عثمانؓ کا مقصد محض قرآن مجید کو جمع کرنا نہ تھا جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کیا بلکہ آپ کا مقصد تو ان تمام قرأتوں کو جمع کرنا تھا جو معروف تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھیں۔

حضرت عثمانؓ کو جامع القرآن اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تمام متواتر اور ثابت شدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول قرأتوں کو جمع کر دیا وگرنہ جامع القرآن اصلاً تو حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کمیٹی کے ارکان سے فرمایا

(۱) الزرکشی، بدر الدین، البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۲۳۵-۲۳۶۔ السیوطی، جلال الدین، الاتقان، ۱/ ۶۰

اذا اختلفتم انتم و زید بن ثابت فی شیٔ من القران فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانھم [۱]

جب تمہارے اور زید بن ثابت کے مابین کوئی اختلاف پیدا ہو تو لغت قریش کے مطابق لکھنا کیونکہ قران لغت قریش ہی پر نازل ہوا ہے۔

غالبًا یہی سبب اس بات کا بھی ہوگا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کمیٹی کے ارکان میں تین قریشی نامزد فرمائے

لغت قریش کو ترجیح دینے کی وجہ یہ تھی کہ لغت قریش سبع احرف کو جامع تھی جن پر قرآن نازل ہوا تھا۔ نیز یہ کہ حضرت عثمانؓ کا یہ فرمانا محض امکانی حد تک تھا ورنہ مصحف ابوبکر کی موجودگی میں اختلاف کی گنجائش مفقود ہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پورے قران مجید کی کتابت کے دوران ان حضرات کے مابین صرف ایک اختلاف ہی پیش آیا جس کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے

فاختلفوا یومئذ فی التابوت والتابوہ فقال النفر القرشیون التابوت وقال زید بن ثابت التابوہ فرفع اختلافھم الی عثمان فقال اکتبوہ التابوت فانہ بلسان قریش نزل [۲]

ایک موقعہ پران کے درمیان لفظ تابوت اور تابوہ کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا قریشی حضرات کا موقف تھا کہ اس لفظ التابوت (لمبی تا سے) لکھا جائے جبکہ حضرت

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۶/۹۹ - علاءالدین، کنز العمال، ۱/۲۸۲

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹/ ۱۶

زید بن ثابتؓ کی رائے یہ تھی کہ اسے گول (ۃ) تا کے ساتھ لیعنی التابوۃ لکھا جائے معاملہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے فرمایا التابوت لکھو کیونکہ قرآن لغت قریش پر نازل ہوا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جس اختلاف کا ذکر حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ محض رسم الخط کا اختلاف تھا اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ آپ نے سبع أحرف میں سے چھ کو ختم کرنے کا حکم دیا اور حرف حرف قریش کو باقی رکھا۔ حرف قریش یا لغت قریش کا مطلب ہی سبع احرف ہے اس کی مزید وضاحت سبع احرف کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

سبع احرف کے تناظر میں جمع و تدوین کے حوالے سے کلمات قرآن کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسے کلمات یا الفاظ جن کا ایک ہی رسم الخط تمام قرأتوں کیلئے جامع ہو جاتا ہے۔ لیعنی اس رسم الخط کو سامنے دیکھ کر تمام قرأتوں کے مطابق تلاوت کرنا ممکن ہے۔

۲۔ دوسرے ایسے کلمات یا الفاظ جن کا ایک ہی رسم تمام قرأتوں کیلئے جامع نہ ہو بلکہ دوسری قرأتوں کو ظاہر کرنے کیلئے دوسرا رسم اختیار کرنا ضروری ہو تاکہ دوسری قرأتوں کے مطابق تلاوت کو ممکن بنایا جا سکے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے جو مصاحف مختلف بلاد و امصار میں روانہ کرنے کیلئے تیار کرائے ان میں پہلی قسم کے کلمات کو تو تمام مصاحف میں ایک ہی رسم الخط میں لکھا گیا کیونکہ یہ ممکن

تھا البتہ دوسری قسم کے کلمات کو مختلف مصاحف میں الگ الگ لکھا گیا[1] اور اس طرح سبعہ احرف کو تمام مصاحف میں سمو دیا گیا۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ تمام مصاحف میں لکھے گئے کلمات کو نقطوں کے بغیر لکھا گیا[2] تاکہ تمام قرائتیں جمع ہو سکیں

پہلی قسم کی مثالیں حسب ذیل ہیں

رسم الخط عثمانی	قراءت	
فتبینوا[3]	فَتَبَيَّنُوا	امام عاصم کی قرأت کے مطابق
	فَتَثَبَّتُوا	حمزہ کسائی اور خلف کی قرأت[4]
ننشزها[5]	نُنْشِزُهَا	امام عاصم۔ ابن عامر۔ حمزہ اور کسائی اور امام خلف کی قرأت
	نُنْشِرُهَا	ر کی پیش کے ساتھ۔ یہ قرأت ابن کثیر امام نافع اور امام ابو عمرو کی ہے[6]
	نَنْشُرُهَا	یہ قرأت ابان کی ہے
هیت لك[7]	هَيْتُ لَكَ	امام ابن کثیر کی روایت
	هِيتَ لَكَ	امام نافع۔ ابن عامر۔ ابن ذکوان ابو جعفر کی قرأت

---

(۱) زرقانی محمد عبد العظیم، مناہل العرفان ۲۵۰ - ۲۵۱ - (۲) ایضاً

(۳) الحجرات ۶ - (۴) الجزری، ابی الخیر محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۲/ ۲۵۱ (۵) البقرہ ۲۵۹

(۶) الجزری ابی الخیر محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۲/ ۲۳۱ (۷) سورہ یوسف ۲۳

	هِیتَ لک	ابن عامر نے اس طرح بھی پڑھا ہے
	هَیتَ لَکَ	امام عاصم - ابوعمرو - حمزہ - اور کسائی کی قرأت کے مطابق[1]
اف[2]	اُفَّ	ابن کثیر ابن عامر ابن یعقوب کی قرأت کے مطابق
	اُفٍّ	امام نافع - حفص اور ابو جعفر کی قرأت
	اُفِّ	ابوعمرو عاصم - حمزہ اور کسائی کی قرأت کے مطابق[3]
جذوہ[4]	جَذْوَةٍ	امام عاصم کی قرأت - امام حمزہ اور خلف بھی اسی طرح پڑھتے ہیں .
	جِذْوَةٍ	مذکورہ تین آئمہ کے علاوہ باقی سب حضرات جیم کی کسرہ سے پڑھتے ہیں -[5]
حزنا[6]	حُزْنًا	یہ قرأت امام حمزہ - کسائی اور خلف کی ہے
	حَزَنًا	ان تین کے علاوہ باقی حضرات کی قرأت[7]

(۱) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۲/۲۹۳ (۲) سورۃ الاسراء ۱۷/۲۳

(۳) جزری، النشر ۲/۳۰۶ (۴) سورۃ القصص ۲۸/۲۹

(۵) جزری، النشر، ۲/۳۴۱ (۶) سورۃ القصص ۲۸/۸ (۷) جزری کا النشر ۲/۳۴۱

ان تمام مثالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ رسم الخط میں نقاط و حرکات نہ ہونے کی وجہ سے تمام قرأتوں کے مطابق پڑھنا ممکن ہے نیز مختلف قرأتوں کے مطابق پڑھنے کے باوجود معنی یکساں ہیں۔ گویا سمعی تبدیلی معنوی تبدیلی پر اثر انداز نہیں ہوئی

دوسری قسم کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہ وَلَدًا[1] اس آیت کو شامی مصحف میں بغیر واو کے لکھا گیا ہے[2]۔ یعنی قالوا اتخذ اللہ ولدا۔

۲۔ اسی طرح والزبر والکتاب المنیر[3] کو وبالزبر وبالکتاب[4] لکھا گیا ہے یعنی زبر اور کتاب کے ساتھ ب کا اضافہ

۳۔ جنتٍ تجری تحتہا الانہٰر[5]۔ اس آیت کو مصحف مکی میں جنتٍ تجری من تحتہا الانہٰر لکھا گیا ہے[6] یعنی من کے اضافہ کے ساتھ

۴۔ فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید[7] اس آیت کو بھی مکی مصحف میں فان اللّٰہ الغنی الحمید[8] لکھا گیا ہے۔ یعنی ھو کو محذوف کر دیا گیا

یہ تمام تخفیف و تضمین مختلف قرأتوں کے مطابق ہیں۔ ان مثالوں سے بھی یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ مذکورہ حک و اضافہ کے باوجود معنوی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

---

(۱) سورۃ البقرہ ۲/ ۱۱۶ (۲) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/۱۱
(۳) سورۃ آل عمران ۳/ ۱۸۴ (۴) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/۱۱
(۵) سورۃ التوبہ ۹/ ۱۰۰ (۶) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/۱۱
(۷) سورۃ الحدید ۵۷/ ۲۴ (۸) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/۱۱

قرآن مجید کی جمع و تدوین کے سلسلے میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ جہاں قرآن مجید کا متن محفوظ ہے وہاں اس کی طرز ادا مختلف قرائتوں کی شکل میں تواتر کے ساتھ محفوظ ہے۔ حضرت عثمانؓ کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے مکمل متن قرآن کو سبعہ احرف کے مطابق لکھوا کر محفوظ کر لیا

جب سارا قرآن مجید لکھا جا چکا تو حضرت زید بن ثابتؓ نے تین مرتبہ اس پر نظر ثانی فرمائی تاکہ کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔ اس کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کیا۔[1] حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف تیار کرائے ان کی تعداد کتنی تھی اس بارے میں مختلف ارا ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ چار تھے بعض نے ان کی تعداد پانچ بتلائی ہے لیکن ابو حاتم السجستانی کی رائے ہے کہ ان کی تعداد سات تھی جو انہوں نے حسب ذیل مقامات کی طرف بھجوائے

مکہ - شام - یمن - بحرین - بصرہ - کوفہ - مدینہ[2]

حضرت عثمانؓ نے ان مصاحف کے علاوہ تمام صحیفوں اور مصاحف کو جلا کر تلف کر دینے کا حکم دیا[3]

حضرت عثمانؓ کے اس عمل کو اسلاف نے بنظر استحسان دیکھا ہے اور اسی میں امت کی مصلحت قرار دی ہے چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ

لو کنت الوالی وقت عثمان لفعلت فی المصاحف

(۱) الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان، ۱/۲۷-۲۶

(۲) السجستانی، عبداللہ بن ابی داؤد، کتاب المصاحف ۳۴

(۳) ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین، فتح الباری ۹/۱۷

مثل الّذی فعل عثمان [۱]

اگر میں بھی عثمان کی جگہ سر براہ ہوتا تو میں بھی عثمان ہی طرح کرتا۔
اس ضمن میں علامہ زرکشی کا قول ہے

ولقد وفق لامر عظیم ورفع الاختلاف
وجمع الکلمۃ واراح الامۃ" [۲]

ایک بہت بڑے معاملہ میں اتفاق ہو گیا۔ اختلافات کا امکان ختم ہوا قرآن جمع ہوا اور امت کے لیے راحت کا سامان مہیا ہو گیا۔

---

(۱) زرقانی محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، ۳۵۵

(۲) زرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۲۴۰

علم قرأت بعد از مصحف عثمانی رض

یہ بات سابقہ اوراق میں گزر چکی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے قران مجید کو مختلف قراتوں کے مطابق جمع کرایا اور قران مجید کی نقول مختلف علاقوں میں بھجوادیں۔ اور ساتھ ہی ایک ایک ماہر استاد قاری کو بھی اس علاقے میں لبغرض تعلیم قرأت روانہ کیا۔ تاکہ وہ لوگوں کو صحیح قرأت کے مطابق تلاوت کرنے کی تعلیم دے سکے۔ اس کے بعد فتوحات کی کثرت ہوئی اور حفاظ و قراء یا تو جہاد میں شرکت کی وجہ سے یا لبغرض تبلیغ مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ اس طرح پانچ ایسے بڑے مراکز قائم ہوگئے جہاں سے علم قرأت کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔ وہ مشہور مراکز حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مدینہ منورہ ۲۔ مکہ مکرمہ ۳۔ بصرہ ۴۔ شام ۵۔ کوفہ

اس وقت دنیا میں جہاں کہیں بھی علم قرأت کی روشنی موجود ہے۔ اس کا منبع نور انہی مراکز خمسہ کے ساتھ ہے۔

ان پانچوں مراکز میں بے شمار اکابر قراء کرام نے علم تجوید و قرأت کو عام کرنے کی مساعی کیں۔ جن کی مساعی کا احصاء مستقل علمی موضوع ہے۔ ان بے شمار اکابر قراء میں سے بعض کو بہت ہی زیادہ قبول عام حاصل ہوا۔ ذیل میں ان اکابر قراء کا تذکرہ ہے اور ان کے توسط سے سلسلہ اسناد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کیا گیا ہے۔

مرکز مدینہ منورہ :

مدینہ منورہ میں جن شخصیات نے علم قرأت کی خوب خدمت کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

۱۔ ابی جعفر یزید بن القعقاع ۔ آپ کا انتقال ۱۲۸ھ میں ہوا [۱]

۲۔ شیبہ بن نصاح ۔ آپ کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا۔ انہوں نے ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا زمانہ دیکھا۔ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے [۲]

۳۔ عبدالرحمٰن بن ھرمز۔ آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔ آپ کا پورا نام عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج ابوداؤد المدنی ہے ۔ آپ تابعی ہیں۔ انتقال اسکندریہ مصر میں ہوا [۳]

۴۔ مسلم بن جندب ۔ آپ بھی تابعی ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا [۴]

۵ ۔ یزید بن رومان ۔ آپ کا پورا نام یزید بن رومان ابوروح المدنی ہے۔ آپ حضرت زبیر بن عوام کے غلام تھے ان کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔ [۵]

ان پانچوں حضرات کا تعلق طبقہ تابعین سے ہے ۔ علم قرأت میں ان کے استاد حضرت عبداللہ بن عیاش تھے۔ انہوں نے علم قرأت کی تحصیل صحابی رسول حضرت ابی بن کعبؓ سے کی حضرت عبداللہ بن عیاش مدینہ منورہ میں اپنے زمانے کے بڑے قاری شمار ہوتے تھے انتقال ۷۸ھ ہو دوسری روایت کے مطابق ۸۰ھ میں ہوا۔ [۶]

۳۷۷

(۱) ذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۶۱ (۲) عسقلانی شہاب الدین، تہذیب التہذیب ۴/ (۳) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۶۳-۶۷- (۴) ایضاً ۶۵- ۶۶-(۵) ایضاً ۱/ ۶۲ (۶) ایضاً ۱/ ۹م

مکۃ المکرمہ

علم قرأت کا دوسرا بڑا مرکز مکہ مکرمہ ہے۔ اس مرکز میں علم قرأت کی خدمت کرنے والے مشہور حضرات یہ تھے۔

۱۔ عبداللہ بن السائب۔ آپ کا پورا نام عبداللہ بن السائب بن ابی السائب صیفی بن عابد بن عمر بن مخزوم ابوالسائب ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ آپ کے استاد ہیں جبکہ آپ کے مشہور شاگرد مجاہد بن جبیرؒ اور عبداللہ ابن کثیرؒ ہیں[1]

۲۔ عبید بن عمیرؒ

آپ کا پورا نام عبید بن عمیر بن قتادہ ابوعاصم اللیثی المکی ہے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ صحابی رسول حضرت ابی بن کعب آپ کے استاد تھے جبکہ مجاہد بن جبیر، عطاء بن یسار اور عمرو بن دینار نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا۔[2]

۳۔ عطاء بن یسار

آپ کا پورا نام عطاء بن یسار ابومحمد الہلالی ہے آپ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے غلام تھے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ نے علم قرأت حضرت زید بن ثابتؓ سے حاصل کیا۔ آپ کا انتقال ۱۰۲ھ میں ہوا۔[3]

نوٹ:۔ ڈاکٹر عبداللہ سالم محیسن نے اپنی کتاب "فی رحاب القرآن" میں عطاء بن یسار کے اساتذہ میں حضرت ابی بن کعب کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان کی یہ بات درست

---

(۱) الذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء، ۱/ ۴۲

(۲) 〃 〃 〃 سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۱۵۶ (۳) ایضاً ۴/ ۴۸۸

معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی جبکہ عطاء بن یسار کی پیدائش حضرت عثمانؓ کے دور کی ہے حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ ۲۳ھ ہو گیا ہے ظاہر ہے کہ ۲۰ھ سے قبل حضرت عطاء بن یسار حضرت ابی بن کعبؓ سے شرف تلمذ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

۴۔ مجاھد بن جبیرؒ

آپ کا پورا نام مجاہد بن جبیر ابوالحجاج المکی ہے۔ آپ کا شمار طبقہ تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن السائبؓ شامل ہیں۔ جبکہ آپ کے شاگردوں میں عبداللہ بن کثیر ابی عمرو بن العلاء البصری۔ ابن محیصن محمد بن عبدالرحمٰن۔ حمید بن قیس ہیں ۔
آپ کا انتقال ۱۰۴ھ میں ہوا۔ (۱)

مرکز شام :

علم قرأت کا تیسرا بڑا مرکز شام تھا اس مرکز میں جن اکابر نے علم تجوید و قرأت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے

۱۔ حضرت ابوالدرداءؓ

آپ کا پورا نام عویمر بن زید الانصاری الخزرجی ہے۔ آپ جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ آپ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد جامع دمشق میں بیٹھ جاتے

(۱) الیاقوت ، معجم الادباء ۱۹/ ۸۷

اور لوگ آپ کی خدمت میں علم قرأت کی تحصیل کیلئے جمع ہو جاتے ۔ آپ ان کو دس دس کی ٹولیوں میں تقسیم کرتے ہر ٹولی پر ایک مانیٹر مقرر کرتے ۔ ہر مانیٹر اپنی ٹولی کی نگرانی کرتا اگر کسی کو دقت پیش آتی وہ اپنے مانیٹر سے پوچھتا ۔ اور اگر مانیٹر کو کوئی دشواری پیش آتی تو وہ حضرت ابی الدرداء سے رجوع کرتا تھا ۔ انہی مانیٹروں میں سے ایک ابن عامر تھے جن کا شمار آئمہ عشرہ قرات میں ہوتا ہے ۔ جب ۳۲ھ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ابن عامر ہی جامع دمشق میں آپکے جانشین بنے ۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے تھے کہ میں نے اپنے ان شاگردوں کو شمار کیا جنہوں نے مجھ سے علم قرأت حاصل کیا تو ان کی تعداد سولہ سو سے بھی زیادہ تھی[1]

المغیرہ بن شہاب المخزومی

آپ کا پورا نام المغیرہ بن ابی شہاب عبداللہ بن عمرو بن المغیرہ بن ربیعہ بن مخزوم ابوھاشم الشامی ہے ۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے ۔ قرأت کے امام عبداللہ بن عامر آپ کے شاگردوں میں سے ہیں ۔ المغیرہ بن شہاب نے علم قرأت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ۔[2]

---

(۱) الذہبی ، شمس الدین ، معرفۃ القراء الکبار ، ۱/ ۳۸

(۲) " " " " " ۱/ ۴۳

مرکز بصرہ :

علم قرات کا چوتھا بڑا مرکز بصرہ تھا۔ اس مرکز میں جو نامور قراء حضرات پیدا ہوئے ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے

۱۔ یحییٰ بن یعمر متوفی ۸۹ھ

آپ کا پورا نام یحییٰ بن یعمر ابو سلیمان البصری ہے۔ آپ کا شمار طبقۂ تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کے اساتذہ میں تحصیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ (متوفی ۷۳ھ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ متوفی ۶۸ھ۔ ابوالاسود الدؤلی متوفی ۶۹ھ سے کی۔ آپ کے دو مشہور شاگرد یہ ہیں۔ ابی عمرو بن العلاء البصری عبداللہ بن ابی اسحاق الحضرمی[1]

۲۔ نصر بن عاصم متوفی ۹۹ھ

آپ کا پورا نام نصر بن عاصم اللیثی البصری النحوی ہے۔ آپ کا شمار اجلہ علمائے تابعین میں ہوتا ہے۔ ابوالاسود الدؤلی علم قرأت میں آپ کے استاد تھے۔ ابی عمرو بن العلاء البصری اور عبداللہ بن ابی اسحاق الحضرمی کے علاوہ مالک بن دینارؒ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا[2]

---

(۱) ابن خلکان، شمس الدین احمد، وفیات الاعیان، ۱۷۳/۶

(۲) ذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۵۸

مرکز کوفہ :

علم قرأت کا پانچواں بڑا مرکز کوفہ تھا جہاں بڑے بڑے قراء پیدا ہوئے جن

میں چند یہ ہیں ۔

۱۔ علقمہ بن قیس النخعی متوفی ۶۲ھ

آپ کا پورا نام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک ابو شبل النخعی ہے ۔ آپ کی پیدائش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ہوئی ۔ آپ بہت خوش الحان تھے اور نہایت

پرکیف انداز میں تلاوت فرماتے ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے آپ کی تلاوت سن کر

فرمایا " لو رآک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسربک " ۔ اگر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تلاوت کو سن لیتے تو بہت خوش ہوتے ۔ آپ نے علم

قرأت کی تعلیم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حاصل کی ۔ ان کے علاوہ جن صحابہ

کرام سے آپ نے قران کی سماعت کی ان میں حضرت علی بن ابی طالبؓ حضرت

ابی الدرداءؓ ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں ۔ آپ سے بھر آگے جن حضرات

نے علم قرأت سیکھا ان کے نام یہ ہیں ۔ ابراھیم بن سوید ۔ ابی اسحق السبیعی

عبید بن نضیک ۔ یحیٰی بن وثاب [۱]

۲۔ ابو عبدالرحمٰن السلمی متوفی ۷۳ھ ۔ بعض کے نزدیک ۷۴ھ [۲]

آپ کا پورا نام عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ ابو عبدالرحمٰن السلمی الفریز ہے

(۱) الذھبی بشمس الدین ۔ معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۴۴ ۔ عسقلانی ۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۷۶

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۴۸

آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں آپ کی پیدائش ہوئی - آپ کوفہ کے اجلہ قراء میں سے تھے - آپ نے کوفہ کی بڑی مسجد میں چالیس سال تک لوگوں کو علم قرأت کا درس دیا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خیرکم من تعلم القران وعلمہ" کے روای عبدالرحمن ہی ہیں انہوں نے حضرت عثمانؓ سے اس فرمان مبارک کو روایت کیا - آپ عموماً کہا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان نے مجھے درس قرأت قران کی مسند پر بٹھا رکھا ہے[1] - اپنی وفات سے قبل انہوں نے فرمایا تھا -

انا ارجوا ربی وقد صمت له ثمانین رمضاناً"[2]

میں اپنے رب سے بخشش کی امید رکھتا ہوں میں نے اسی رمضانوں کے روزے رکھے ہیں -

---

(۱) الذھبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۴۸ (۲) ایضاً

(۲) - نوٹ - آپ کی طرف منسوب اس قول کی صحت محل نظر ہے کیونکہ آپ کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا اسی برس کے روزے تبھی ممکن ہیں جبکہ آپ ہجرت سے کم از کم سات برس قبل حد بلوغت کو پہنچ چکے ہوں - لیکن روزوں کی فرضیت کا حکم تو ہجرت کے بعد ہوا - لہذا اسی برس کے روزے اس لحاظ سے ممکن نہیں ہیں - آپ کے سن وفات میں اختلاف بھی صرف ایک برس کا ہے - اگر اس ایک برس کو بھی شامل کرلیں تب بھی اسی برس نہیں ہوتے

۴ سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ

آپ کا پورا نام سعید بن جبیر بن ہشام الاسدی الکوفی ہے۔ آپ علم قرأت کے بڑے امام اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ ماہ رمضان میں ایک رات کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں تلاوت کرتے اور دوسری رات میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق تلاوت فرماتے۔ اور اس طرح دو راتوں میں قرآن مجید ختم کر لیتے آپ نے علم قرأت کی تحصیل حضرت عبداللہ بن عباس سے کی۔ آپ حق بات کہنے میں بہت جرأت سے کام لیتے۔ اسی جرم کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ اور آپ کو شعبان ۹۵ھ میں واسط شہر میں شہید کر دیا گیا۔(۱)

---

(۱) الذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/۵۷-۵۶

جمع و تدوین قرآن

قرآن مجید کی جمع تدوین کے تین مراحل معروف ہیں۔

۱ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ دور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳۔ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں جمع القرآن ثلاث مرات[۱]

اس سلسلے میں علامہ زرقانی لکھتے ہیں

"ثم ان جمعہ بمعنیٰ کتابتہ حدث فی الصدر الاول ثلاث مرات: الاولیٰ فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والثانیۃ فی خلافۃ ابی بکر والثالثۃ علی عہد عثمان"[۲]

صدر اول میں قرآن مجید کی جمع بندی یعنی اسکو لکھنا تین مرتبہ ہوا۔ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دوسرے خلافت ابوبکرؓ میں تیسرے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں

دور رسالت تو قرآن مجید کے نزول کا زمانہ ہے۔ قرآن کا نزول شفاہی اور سماعی تھا۔ جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تلاوت کر کے بتلاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے الفاظ کو سن کر یاد کر لیتے۔ اور بسا اوقات آیات قرآنی کو جلدی جلدی دہرانے کی کوشش فرماتے مبادا وہ

---

(۱) السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ۱/ ۵۷

(۲) زرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، ۲۴۲

آیات جبریل امین کے چلے جانے کے بعد ذہن سے محو نہ ہو جائیں آپکی اس عاجلانہ سعی کے پیش نظر اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا

۱. لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (۱)

آپ اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیجئے کہ یاد کرلیں۔ آپ کے سینہ میں اسکو جمع رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ پس جب ہم فرشتہ کی زبانی پڑھنے لگیں تو آپ بھی اس کے مطابق پڑھیئے

۲. وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ (۲)

آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں۔ اس سے پہلے کہ نازل ہونے والی وحی آپ پر مکمل ہو جائے۔ ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو لکھی لکھائی کتابی شکل میں نازل نہیں کیا۔ حالانکہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو لکھا لکھایا صحیفہ بھی نازل کیا جا سکتا تھا۔ ایسا کرنے کی حکمت کیا تھی اسکی وضاحت قرآن مجید ہی میں اس طرح کی گئی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا (۳)

اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ اس سے آپ کے دل کو قائم رکھیں اسی واسطے اسکو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں

کتاب الٰہی کا نزول اگرچہ شنابی اور سماعی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین سے سن کر قرآن مجید کی آیات کو اپنے سینہ میں محفوظ فرماتے تھے تاہم آپ نے

(۱) سورۃ القیامہ ۷۵/ ۱۶ - (۲) سورہ طٰہ ۲۰/ ۱۱۴ (۳) سورۃ الفرقان ۲۵/ ۳۲

قرآن کے سلسلے میں دوسرا بندوبست کتابت کے ذریعہ سے کرنے کا اہتمام بھی فرمارکھا تھا کیونکہ قرآن مجید کا تعارف لفظ کتاب ہی کے حوالے سے بھی کیا گیا ہے

۱۔ الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (۱)

الم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں

۲۔ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ (۲)

اللہ تعالٰی نے اتاری آپ پر کتاب سچی تصدیق کرنے والی اگلی کتابوں کی

۳۔ الٓمٓصٓ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ (۳) المص یہ کتاب آپ پر اتاری گئی ہے

۴۔ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَہَا (۴) وہ کہتے کہ یہ قرآن پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے لکھوا لیا ہے

۵۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا (۵)

۶۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری ایسی جس میں کوئی کجی نہیں

۶۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً فِیْہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (۶)

اللہ کا رسول ہے پڑھتا ہے پاک اوراق جس میں لکھی ہوئی ہیں مضبوط تحریریں۔

مذکورالصدر آیات میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں اصل صورت یہ ہے کہ قرآن کا نزول تو شفاہی اور سماعی ہی تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نازل شدہ وحی کو باقاعدہ لکھوانے کا اہتمام بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس بات کی تصدیق مختلف احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ جن کا ذکر ہم ابھی کریں گے۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ قرآن مجید

---

(۱) سورۃ البقرہ۔ ۲/۲۔ (۲) سورۃ ال عمران ۳/۳۔ (۳) سورۃ الاعراف ۷/۲

(۴) سورۃ الفرقان ۲۵/۵ (۵) سورۃ الکھف ۱۸/۱ (۶) سورۃ البینہ ۹۸/۳-۲

یں جہاں کتاب کا لفظ استعمال ہوا وہاں مراد وہ نوشتے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ضبط تحریر ہوئے ۔ وحی الٰہی کی کتابت کے طریق کار کو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے

کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا
انزل علیہ الوحی اخذتہ برحاء شدیدۃ وعرق مثل الجمان
ثم سری عنہ فکنت ادخل علیہ بقطعۃ الکتف او کسرۃ
فاکتب وھو یملی علی فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من
ثقل القران حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدا فاذا فرغت
قال اقرأ فاقرءہ فان کان فیہ سقط اقامہ ثم
اخرج بہ الی الناس[1]

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وحی کی کتابت کیا کرتا تھا (یعنی آپ کے حکم کی تعمیل میں) جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ سخت گرمی محسوس کرتے اور آپ کے بدن مبارک پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی مانند چمکنے لگتے ۔ پھر جب یہ کیفیت آپ سے ختم ہو جاتی تو میں کندھے کی کوئی ہڈی یا کوئی اور چیز کا ٹکڑا لے کر حاضر ہو جاتا ۔ چنانچہ آپ لکھواتے جاتے اور میں لکھتا جاتا ابھی فارغ نہ ہوتا کہ مجھے محسوس ہوتا کہ قرآن مجید کو لکھتے لکھتے میری ٹانگ ٹوٹ جائیگی اور میں کبھی چل نہ سکوں گا ۔ جب میں اس کام سے فارغ ہو جاتا تو آپ مجھے فرماتے پڑھو میں پڑھ کر سناتا اگر میری تحریر میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپ درستی فرما دیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے ۔

---

(۱) الھیثمی ۔ نورالدین علی ۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۱/ ۱۵۲

حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ کتابت وحی کا فریضہ کچھ اور صحابہ کرام بھی سرانجام دیتے تھے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ بن ابی سرحؓ حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت خالد بن سعیدؓ بن العاصؓ ۔ حضرت ابان بن سعیدؓ بن العاصؓ ۔ حضرت حنظلہ ابن الربیعؓ ۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ حضرت عبداللہ بن ارقم الزہریؓ ۔ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (۱)

حضرت عثمانؓ کے قول کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کی کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب وحی کو بلا کر لکھواتے اور ساتھ ہی یہ فرماتے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد لکھو (۲)۔ چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق ہر آیت کو قلم بند کر لیا جاتا ۔ لکھنے کے لئے جو چیزیں استعمال میں آتی تھیں ان میں زیادہ تر پتھر کی سلیں کاغذ چمڑے کے پارچہ جات کھجور کی شاخیں درخت کے پتے اور جانوروں کی ہڈیاں وغیرہ شامل تھیں چنانچہ صاحب مناہل العرفان لکھتے ہیں ۔

" وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم يدلهم على موضع المكتوب من سورة فيكتبونها فيما يسهل عليهم من العسب واللخاف والرقاع وقطع الاديم وعظام الاكتاف والاضلاع (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والوں کو سورۃ کے اندر آیت کی جگہ کہ کہاں لکھی جائے بتلاتے تھے ۔ وہ حضرات

---

(۱) عسقلانی ، شہاب الدین ، فتح الباری ۹/ ۱۸ (۲) ایضاً

(۳) زرقانی ، محمد عبدالعظیم ، مناہل العرفان ، ۲۴۰-۲۳۹ ۔ (۴) عسقلانی ، شہاب الدین ، فتح الباری ۹/ ۱۱

کھجور کی چھال۔ پتھر کی سلوں۔ کاغذوں۔ چمڑہ اور جانوروں کی ہڈیوں پر تحریر کرتے تھے
گویا قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام بطریق کتابت شروع ہی سے تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے حفظ کے ساتھ ساتھ بطور خاص لکھنے کا اہتمام بھی فرمایا تھا۔ کتابت کے ذریعے حفاظت
کی تائید بعض اور احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے مثلاً ایک حدیث حضرت ابن عمرؓ سے
مروی ہے۔

"اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نھٰی ان یسافر بالقرآن
الی ارض العدو"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو لے کر دشمن کی سرزمین میں سفر کرنے سے منع فرمایا
اسی طرح ایک اور حدیث ہے فرمایا

قراءۃ الرجل فی غیر المصحف الف درجۃ وقراءتہ
فی المصحف تضاعف علی ذالک الفی درجہ[2]

کوئی شخص بغیر دیکھے تلاوت کرے تو اس کا ثواب ایک ہزار درجہ ہے جبکہ قرآن
مجید کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دو ہزار درجے بڑھا ہوا ہے۔
اسی مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عمر بن اوس ؓ نے مروی ہے جس کے الفاظ تھوڑے
مختلف ہیں فرمایا " قراءتک نظراً تضاعف علی قراءتک ظاھراً لفضل
المکتوبۃ علی النافلۃ"[3]

قرآن کو دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے اسی طرح فضیلت رکھتا ہے جیسے فرض نماز نفل نماز پر

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، ۴/۱۵

(۲) الھیثمی، نورالدین علی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ۷/۱۶۵۔ (۳) علاؤالدین علی۔ کنز العمال ۱۰/۱۲۹

اس بات کے شواہد بھی موجود ہیں کہ بعض صحابہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں پورے قرآن مجید کو لکھ کر جمع کر لیا تھا چنانچہ محمد ابن کعب القرظی کی یہ روایت ملاحظہ ہو

۱ " کان ممن جمع القران علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو حی عثمان بن عفان علی بن ابی طالب عبد اللہ بن مسعود من المھاجرین وسالم مولیٰ ابی حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ مولیٰ لھم لیس من المھاجرین [1]

جن لوگوں نے عہد نبوی ہی میں جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی زندہ تھے قرآن مجید کو لکھ کر جمع کر لیا تھا ان مہاجر صحابہ میں عثمان بن عفان علی بن ابی طالب عبد اللہ بن مسعود شامل ہیں جبکہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ابن عتبہ بن ربیعہ غیر مہاجر ہیں ۔

۲. سألت انس ابن مالک رض من جمع القران علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید [2]

میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کن لوگوں نے قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ چار حضرات جو سب کے سب انصار تھے ابی بن کعب رض معاذ بن جبل رض ۔ زید بن ثابت رض اور ابو زید رض

ابن ندیم لکھتے ہیں کہ میں نے ابو یعلیٰ حمزہ کے پاس قرآن مجید کا ایک نسخہ دیکھا تھا جو ان کے خاندان میں متوارث چلا آرہا تھا جو حضرت علی رض کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا [3]

---

(۱) شاہ ولی اللہ ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ۲/ ۲۷۳

(۲) بخاری - محمد بن اسماعیل - الجامع الصحیح - کتاب فضائل القرآن ۶/ ۱۰۳ (۳) ابن ندیم - الفہرست ۲۸

محولہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام آیات قرآنی کو حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ لکھ کر محفوظ کرنے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ اس دور کے نامور محقق ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں "

"قرآن کو حفظ کرنا اور لکھنا دونوں ایک ہی زمانے کی چیزیں ہیں"[۱]

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر جب مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو آپ نے بنی زریق کے ایک شخص کو اس وقت تک نازل شدہ سورتوں کا مجموعہ عطا فرمایا۔ یہ صحابی مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے قبیلہ میں اپنے محلہ کی مسجد میں روزانہ باواز بلند پڑھا کرتے تھے۔[۲]

گویا قرآن مجید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں لکھ لیا گیا تھا۔ لیکن سارے کا سارا ایک ہی مصحف میں جمع نہ تھا اس بات کے دلائل حسب ذیل ہیں

۱۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں

قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن القران جمع فی شیٔ۔[۳]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک قرآن مجید کسی ایک جگہ جمع نہیں تھا

۲۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں

وقد کان القران کتب کلہ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور۔[۴]

---

(۱) حمید اللہ ڈاکٹر، خطبات بہاولپور ۱۰۔ (۲) خطبات بہاولپور ۱۲

(۳) عسقلانی، شہاب الدین، فتح الباری ۹/۸ (۴) السیوطی، جلال الدین، الاتقان ۱/۵۷

قرآن مجید سارے کا سارا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھ لیا گیا تھا لیکن نہ تو ایک جگہ جمع تھا اور نہ ہی سورتیں مرتب شکل میں تھیں

دور رسالت میں قرآن مجید کے ایک جگہ جمع نہ ہونے کی وجوہات کیا تھیں اس بارے میں خود قرآن اور ذخیرہ احادیث تو خاموش ہیں البتہ اکابر علماء نے اپنے طور پر اس کی مصلحتوں کو بیان کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے ۔

۱۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے قرآن مجید بالکل محفوظ تھا اس کا مکمل طور پر یا جزوی طور پر ضائع ہو جانا خارج از امکان تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالے کا ارشاد ہے سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لہذا ایک خارج از امکان امر کیلئے کوشش یا دوڑ دھوپ کا سوال ہی نہ تھا

۲۔ تدریجی نزول کے پیش نظر قرآنی آیات میں نسخ کا احتمال ہر وقت موجود تھا۔ لہذا اس ممکن احتمال کے پیش نظر قرآن کے ایک مصحف میں جمع کرنے کا سوال پیدا نہ ہوا تھا ۔

۳۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے صحابہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور براہ راست آپکی ذات گرامی سے اصلاح لیتے تھے لہذا قرآن مجید میں کسی قسم کی خطا و نسیان کا سوال ہی معدوم تھا

۴۔ وہ محرکات و اسباب جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہائے خلافت میں جمع و تدوین قرآن کا سبب بنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سرے سے موجود ہی نہ تھے(۱)

(۱) زرقانی محمد عبدالعظیم ، مناہل العرفان ۱/ ۲۴۱ ۔ لبیب السعید ، الجمع الصوتی الاول ، ۳۱ - ۳۲

مذکورالصدر ساری بحث سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں ۔

قرآن مجید کی جمع و تدوین کے تین مراحل ہیں ۔ دورِ رسالت میں قرآن مجید نازل ہوا ۔ اس کا نزول کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ شفاہی اور سماعی تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعے محفوظ کرنے کا باقاعدہ اہتمام فرمایا ۔ آپ نے اس کام کے لئے بعض صحابہؓ کو خاص طور پر مقرر فرمایا ۔ قرآن مجید کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں آپ کے حکم سے اگرچہ لکھ تو لیا گیا تھا تاہم ایک جگہ جمع نہ ہوا تھا ۔ بلکہ متفرق نوشتوں کی صورت میں تھا ۔ اس دور میں قرآن مجید کے ایک جگہ جمع نہ کئے جانے کی کئی مصلحتیں تھیں ۔

رسم - روایت

قرآن مجید کے ذریعے بہت سے علوم معرض وجود میں آئے - منجملہ ان تمام علوم کے علم الرسم بھی ہے - یہ علم بھی انتہائی اہم علوم میں سے ایک ہے - یہ اسی علم کا فیض ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے لاکھوں کروڑوں مسلمان جوکہ عربی زبان سے ناواقف ہیں اور عربی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے لیکن علم الرسم اور علم الضبط کے طفیل قرآن مجید کو اسی خوبصورتی اور روانی سے پڑھ لیتے ہیں گویا کہ وہ اس کو پوری طرح سمجھ کر پڑھ رہے ہیں -

رسم کا تعلق حروف قرآن کی طرز تحریر کے ساتھ ہے - کہ قرآنی حروف کو مصحف عثمانی میں کس طرح لکھا گیا - کیونکہ مصحف عثمانی ہی ماخذ اصلی یعنی STANDARED نسخہ ہے روایت کا تعلق نقل کے ساتھ ہے کہ الفاظ قرآنی اسلاف سے اخلاف تک کیسے منتقل ہوئے رسم صحیح تلاوت کیلئے ضروری ہے جبکہ روایت سے جمع و تدوین اور حفاظت قرآن کا علم ہوتا ہے - روایت پر بحث سابقہ اوراق میں گزر چکی ہے - ذیلی سطور میں رسم قرآن کو موضوع سخن بنایا گیا ہے -

حضرت عثمان غنیؓ نے جو مصاحف (قرآن کے نسخے) تیار کرائے اور پھر ان کو مختلف بلاد وامصار میں بھجوایا وہ سب کے سب عہد نبوی میں رائج خط میں تحریر کئے گئے تھے - اور اسی طریق املاء و ہجا کے مطابق لکھے گئے تھے جو طریقۂ املاء و ہجا دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں رائج تھا - اسی ضمن میں لغت قریش کو ترجیح دی گئی - یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن لکھنے والی کمیٹی کو حکم دیا کہ اگر کوئی اختلاف پیدا ہو تو لغت قریش پر

ہی لکھو۔ کیونکہ قرآن مجید لغت قریش پر ہی نازل ہوا ہے۔ اس بارے میں لفظ "تابوت" لکھتے ہوئے اختلاف سامنے آیا۔ بعض کہتے کہ تابوۃ لکھا جائے جبکہ بعض تابوت۔ حضرت عثمانؓ نے فیصلہ دیا کہ اس کو لغت قریش کے مطابق تابوت لکھا جائے۔

ان مصاحف کی تیاری اور کتابت میں مرکزی کردار حضرت زید بن ثابتؓ کا تھا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کاتب وحی کی سعادت کے حامل تھے اور بہت باصلاحیت نوجوان تھے۔ جس طرز پر یہ مصاحف لکھے گئے اس طرز کو اصطلاح میں رسم عثمانی یا رسم المصحف کا نام دیا جاتا ہے۔

رسم پر بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے ضروری ہے کہ رسم عثمانی اور رسم عادی کے فرق کو واضح کیا جائے کہ اس کے بغیر یہ بحث ناقابل فہم رہے گی۔ یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ مصحف عثمانی پر نقطے نہیں لگائے گئے تھے۔ اس کی مصلحتوں اور اسباب کا ذکر بھی گزر چکا۔ ذیل میں رسم عثمانی اور رسم عادی کے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن رسم عثمانی پر نقطے اور اعراب دونوں لگائے گئے ہیں تاکہ فہم میں آسانی پیدا ہو سکے ورنہ رسم عثمانی نقطوں اور اعراب سے مبرّا تھا۔

رسم عادی	رسم عثمانی
الصابرین	الصّٰبرین
الرحمان	الرحمٰن
الشیطان	الشیطٰن
العالمین	العٰلمین
الکتاب	الکتٰب

یہ ایسے کلمات کی مثالیں ہیں جو پورے قرآن مجید میں رسم عثمانی ہی کے مطابق لکھے جاتے ہیں جبکہ کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جو کہیں تو رسم عادی میں تحریر کئے گئے ہیں اور کہیں رسم عادی سے ہٹ کر بھی لکھے گئے ہیں۔ ایسے کلمات کی مثالیں پیش کرنے سے قبل یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حکومت مصر نے ۱۳۴۲ھ میں ایک قرآن مجید شائع کیا تھا جس کے بارے میں یہ لکھا کہ اس قرآن مجید کا رسم ان چھ نسخوں پر مبنی ہے جو نسخے حضرت عثمانؓ نے بصرہ۔ کوفہ۔ شام اور مکہ بھجوائے تھے۔ ان کے علاوہ ایک نسخہ اپنے ذاتی استعمال کیلئے اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا تھا[1] پھر ۱۴۰۵ھ میں حکومت سعودی عرب نے یہی نسخہ حجاج کرام کو تحفہ کے طور پر دینے کیلئے طبع کرایا۔ کیونکہ دونوں قسم کے مطبوعہ نسخوں کے آخر میں مذکورہ بالا مضمون کی تحریر موجود ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر دی جا رہی ہے۔ ذیل میں پیش کی جانے والی مثالیں اسی سعودی حکومت کی طرف سے مطبوعہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں

۱۔ کلمہ بسم اسکو رسم عادی میں باسم لکھا جاتا ہے رسم عثمانی میں ب کے بعد الف کو محذوف کر دیا گیا ہے چنانچہ قرآن کریم کی تمام سورتوں کے شروع میں بسم لکھا گیا ہے۔ اسکے علاوہ درج ذیل دو آیات میں بھی یہی کیفیت ہے

بسم اللہ مجرىٰها (۲)

(۱) عکسی تجویدی قرآن مجید ۲۵ (۲) سورۃ ھود ۱۱/ ۴۱

۲۔ وانہ لبسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱)

لیکن بعض مقامات پر یہی کلمہ رسم عادی ہی میں یعنی ب کے بعد الف کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (۲)

۲۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (۳)

۳۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (۴)

۲۔ کلمہ "تَبَارَكَ" رسم عادی ہے لیکن رسم عثمانی میں ب کے بعد الف کو محذوف کر کے لکھا گیا ہے اور ب پر کھڑی زبر ڈالی گئی ہے مثالیں ملاحظہ ہوں

i تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ (۵)

ii تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (۶)

لیکن بعض مقامات پر ب کے بعد الف لکھا گیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

i تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۷) (حرف عکسی و تجویدی قرآن مجید مطبوعہ پیکجز لمیٹڈ لاہور)

iii تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (۸) (عکسی تجویدی قرآن مجید مطبوعہ پیکجز لمیٹڈ لاہور)

(۱) سورۃ النمل ۲۷/۳۰ (۲) سورۃ الواقعہ ۵۶/۹۶ (۳) سورۃ الحاقہ ۶۹/۵۲

(۴) سورۃ العلق ۹۶/۱ (۵) سورۃ الرحمٰن ۵۵/۷۸ (۶) سورۃ الملک ۶۷/۱

(۷) سورۃ الاعراف ۷/۵۴

(۸) سورۃ الفرقان ۲۵/۱

۳۔ کلمہ " بنات " رسم عادی ہے لیکن رسم عثمانی میں محذوف الالف ہے
اور نون پر کھڑی زبر ڈال کر واضح کیا گیا ہے مثالیں ملاحظہ ہوں

i۔ وَ بَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱) ii۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ (۲)

iii۔ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ (۳) لیکن درج ذیل مقامات پر بھی کلمہ رسم عادی میں ہے

i۔ هٰؤُلَآءِ بَنَاتِي (۴) ii۔ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ (۵) (عکسی تجویدی قرآن مجید)

iii۔ اَلرَّيِّبٰتُ الْبِنَاتُ (۶)

۴۔ کلمہ " اعناب " رسم عادی ہے لیکن رسم عثمانی میں محذوف الالف ہے

مثالیں ملاحظہ ہوں۔

i۔ وجنّٰتٍ مِّنْ اَعْنٰبٍ (۷) ii۔ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنٰبَ (۸)

iii حَدَآئِقَ وَاَعْنٰبًا (۹) لیکن حسب ذیل دو مقامات پر رسم عادی ہے

i۔ وجنّٰتٍ من اعنابٍ (۱۰) ii۔ له جنة من نخيلٍ واعنابٍ (۱۱)

۵۔ کلمہ " سبحان " رسم عادی ہے لیکن رسم عثمانی میں محذوف الالف ہے

i۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (۱۲) ii سبحٰنك فقنا عذاب النار (۱۳)

iii۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى (۱۴) iv۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ (۱۵)

---

(۱) سورۃ الانعام ۶/۱۰۰ (۲) سورۃ النحل ۱۶/۵۷ (۳) سورۃ الطور ۵۲/۳۹
(۴) سورۃ ھود ۱۱/۷۸ (۵) عکسی تجویدی قرآن مجید سورۃ ھود ۱۱/۷۹ (۶) سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷/۱۴۹
(۷) سورۃ الرعد ۱۳/۴ (۸) سورۃ النحل ۱۶/۱۱ (۹) سورۃ النباء ۷۸/۳۲
(۱۰) سورۃ الانعام ۶/۱۰۰ (۱۱) سورۃ البقرہ ۲/۲۶۶ (۱۲) سورۃ البقرہ ۲/۳۲
(۱۳) سورۃ آل عمران ۳/۱۹۱ (۱۴) سورۃ الاسراء ۱۷/۱ (۱۵) سورۃ الاسراء ۱۷/۴۳

۷. سبحٰن ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا[1] ۔ اسی کلمہ کو الف کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے

مثلاً قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا[2]

۶۔ کلمہ "طائف" رسم عادی ہے۔ اسکو بھی دونوں طریقوں سے تحریر کیا گیا ہے

i. اِذَا مَسَّھُمْ طٰیِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ[3]

ii. فَطَافَ عَلَیْھَا طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ وَھُمْ نَائِمُوْنَ[4]

۷. کلمہ "کتاب" اس کو رسم عثمانی میں کتٰب لکھا گیا ہے۔ اور کتاب بھی

i. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ[5] ii. وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ[6]

iii. لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ[7] iv. وَلَھَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ[8]

v. اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ[9] vi. تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ[10]

نوٹ پورے قرآن مجید میں مذکورہ چار مقامات (iii - iv - v - vi) کے علاوہ ہر جگہ کلمہ کتاب

محذوف الالف ہے۔

۸. کلمہ "سیماھم" یہ کلمہ بھی تمام جگہوں پر محذوف الالف ہے مثلاً

i. تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ[11] ii. یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ[12]

لیکن یہی کلمہ پورے قرآن مجید میں الف کے ساتھ یعنی رسم عادی میں بھی لکھا گیا ہے

i. سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ[13]

:- (۱) سورۃ الاسراء ۱۷/۱۰۸ (۲) سورۃ الاسراء ۱۷/۹۳ (۳) الاعراف ۷/۲۰۱
(۴) سورۃ القلم ۶۸/۱۹ (۵) سورۃ البقرہ ۲/۲ (۶) سورۃ البقرہ ۲/۵۳ (۷) الرعد ۱۳/۳۸
(۷) سورۃ الرعد ۱۳/۳۸ (۸) سورۃ الحجر ۱۵/۴ (۹) سورۃ الکہف ۱۸/۲۷
(۱۰) سورۃ النمل ۲۷/۱ (۱۱) سورۃ البقرہ ۲/۲۷۳ (۱۲) سورۃ الرحمٰن ۵۵/۴۱ (۱۳) سورۃ الفتح ۴۸/۲۹

۹۔ کلمہ "رحمۃ" بیشتر مقامات پر مذکورہ گول ۃ سے لکھا گیا ہے لیکن بعض مقامات پر ت کے ساتھ تحریر ہے۔

i صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (۱) ii مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً (۲)

iii۔ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ (۳) iv إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ (۴)

یہ چند مثالیں بطور نمونہ اس جگہ پیش کی گئی ہیں ورنہ یہ ایک مستقل موضوع ہے جو تفصیل سے تحقیق طلب ہے۔ اکابرین نے دیگر علوم کی طرح بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس عنوان پر کتابیں لکھی ہیں۔ اس موضوع پر عربی زبان میں متعدد کتب موجود ہیں لیکن ابو عمر عثمان بن سعید الدانی کی الاندلسی کی کتاب "المقنع" زیادہ معتبر تسلیم کی جاتی ہے۔ یہ پانچویں صدی ہجری کے نامور عالم ہیں۔ ان کا انتقال ۴۴۴ھ میں ہوا۔ دوسری اہم کتاب "التنزیل فی هجاء المصحف" ہے۔ یہ کتاب ابو عمر الدانی کے شاگرد ابو داؤد سلیمان بن نجاح الاندلسی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع اور مضمون کے حوالے سے بہت اہم ہے لیکن ابھی تک کسی نے اس کو طبع نہیں کیا اس کے مخطوطات موجود ہیں۔ (۵) ان کے علاوہ دیگر قابل ذکر کتب کے نام یہ ہیں

دلیل الحیران۔ یہ کتاب دراصل مورد الظمآن فی رسم احرف القرآن کی شرح ہے جو کہ محمد بن محمد الاموی جو کہ الخراز کے نام سے مشہور ہیں کی لکھی ہوئی ہے۔ ساری کتاب منظوم ہے۔ ۱۳۶۵ھ میں اس کتاب کو قاہرہ کے مطبع الاستقامہ نے طبع کیا۔ (۶)

---

(۱) سورۃ البقرہ ۲/ ۱۵۷ (۲) سورۃ آل عمران ۳/ ۸

(۳) سورۃ البقرہ ۲/ ۲۱۸ (۴) سورۃ الاعراف ۷/ ۵۶

(۵) ماہنامہ حکمت القرآن فروری ۱۹۸۹ (۶) لبیب السعید۔ الجمع الصوتی الاول ۴۱۲

سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین۔ یہ کتاب بھی بڑی اہم ہے علی محمد الضباع کی لکھی ہوئی ہے۔ ۱۳۵۷ھ میں قاہرہ سے طبع ہوئی۔ مذکورہ کتاب المقنع۔ التنزیل کے مسائل کا خلاصہ ہے۔ اسی موضوع پر برصغیر پاک و ہند کے عالم محمد غوث ناصر الدین محمد نظام الدین ارکاٹی نے بھی بڑی گراں قدر کتاب تحریر کی ہے کتاب کا نام ہے نثر المرجان فی رسم نظم القرآن۔ عربی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے عثمان پریس حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوئی ہے[1]

یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ اردو زبان میں رسم المصحف پر کوئی قابل ذکر کتاب موجود نہیں یا ہماری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ لاہور کے ایک ناشر نے "عکسی تجویدی قرآن مجید" کے عنوان سے ایک قرآن مجید ضرور شائع کیا ہے۔ اس کے مرتب مولوی ظفر اقبال مرحوم ہیں۔ اس کے دیباچے میں کچھ مختصر بحث رسم عثمانی پر بھی ہے۔ اس قرآن مجید پر مکمل تبصرہ مناسب باب میں کیا جائے گا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ رسم القرآن پر اردو زبان میں پہلی بھرپور کوشش حافظ احمد یار صاحب کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کا نام "اعراب ولغات قرآن" رکھا ہے۔ ابھی کتاب ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس کی اقساط ۱۹۸۹ء سے ماہنامہ حکمت قرآن میں طبع ہو رہی ہیں۔

قرآن حکیم کے اور بہت سے اعجاز کے ساتھ ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس کے رسم میں صدیاں گزر جانے کے باوجود کوئی فرق نہیں آیا۔ اور ہر مصحف یا ہر نسخہ مصحف عثمانی ہی کے مطابق تحریر کیا جاتا ہے۔ اور پورے عالم اسلام میں اسی رسم عثمانی کو معیار STANDERD تسلیم کیا گیا ہے۔ اس رسم کی پابندی کا اہتمام

(۱) لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقرآن، ۲۸۰

ہر دور میں ہوتا رہا۔ اگر سہواً اس رسم سے انحراف کی کوئی مثال سامنے آئی تو اس پر فوراً گرفت کی گئی۔ راقم نے ۸۱-۱۹۸۰ء دو برس ریاض میں گزارے۔ اس دوران کئی مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کا موقع میسر آیا۔ حرم کعبہ میں ایک مرتبہ میری ملاقات ایک عرب عالم دین سے ہوئی جو حکومت سعودی عرب میں وزارت شئون الاوقاف کے ملازم تھے حرم شریف کے قریب ہی ان کا سرکاری دفتر تھا۔ ان کے دفتر میں میں نے دیکھا کہ دیواروں کے ساتھ تہہ در تہہ قرآن مجید کے مطبوعہ نسخے ترتیب سے رکھے گئے ہیں۔ ان تمام نسخوں میں مختلف صفحات کی نشاندہی کرنے کی غرض سے کاغذ کے پرزے رکھے ہوئے تھے۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ حکومت سعودی عرب کی طرف سے علماء کی باقاعدہ موظف ایک جماعت ہے جس کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ مختلف ممالک سے حرم شریف میں لائے جانے والے قرآنی نسخوں کی جانچ پڑتال کرے جس نسخے میں کوئی خامی ہو یا وہ رسم عثمانی کے مطابق نہ ہو اس کو حرم شریف سے خارج کر دیا جائے۔ یہ تمام ایسے ہی نسخے ہیں۔ ان میں زیادہ تر نسخے ایران کے مطبوعہ تھے۔ کچھ نسخے ترکی اور چین کے بھی تھے۔ ان میں رسم عثمانی سے انحراف کی مثالیں موجود تھیں مثلاً شیطٰن کو شیطان لکھا گیا تھا۔ ہمارے اس مشاہدے کی تصدیق ماہنامہ حکمت القرآن کی عبارت سے بھی ہوتی ہے[1] غالباً یہی وجہ تھی کہ ۱۹۸۵ء سے حکومت سعودی عرب نے حجاج کو پابند کر دیا کہ کوئی حاجی اپنے ملک سے قرآن پاک کا نسخہ لے کر نہ آئے۔ حکومت سعودی عرب نے اپنی وزارت حج و اوقاف کی نگرانی میں قرآن مجید کے نسخے طبع کرا کے حجاج میں تقسیم کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ تاکہ اغلاط سے حفاظت اور رسم عثمانی

---

(۱) ماہنامہ حکمت قرآن جون ۱۹۸۹ء ص ۵

کی مکمل پابندی کا اہتمام ہو سکے۔ حکومت سعودی عرب کے اہتمام سے شائع ہونے والے قرآن مجید کے آخر میں تعریف هذا المصحف الشریف کے عنوان سے تین باتیں وضاحت سے تحریر کی گئی ہیں۔

روایت کے سلسلے میں لکھا گیا ہے کہ اس قرآن مجید کو حفص بن سلیمان ابن المغیرہ الاسدی کوفی کی روایت میں عاصم بن ابی النجود کوفی تابعی کی قرأت کے مطابق تحریر کیا گیا ہے۔ جبکہ عاصم بن ابی النجود نے مذکورہ قرأت کو ابی عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

رسم کے سلسلے میں تحریر ہے کہ اس کے ہجاء مصاحف عثمانی کے مطابق ہیں۔ وہ مصاحف کہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بصرہ کوفہ، شام اور مکہ کی طرف ارسال فرمائے۔ اور ایک وہ مصحف جو انہوں نے اہل مدینہ کے لئے رکھا اور ایک وہ مصحف جو انہوں نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ اور اس میں شیخ ابو عمرو الدانی اور ابو داؤد سلیمان بن نجاح کی منقولات کی رعایت رکھی گئی ہے جبکہ اختلاف کی صورت میں ابو داؤد سلیمان کی نقل کو ترجیح دی گئی ہے۔ تعداد آیات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ امام شاطبی کی کتاب ناظمۃ الزھر کے مطابق ابی عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی جنہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کوفی طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علم الفواصل پر لکھی گئی دیگر کتب کو بھی سامنے رکھا گیا ہے اس طریقہ کے مطابق قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد ۶۲۳۶ چھ ہزار دو سو چھتیس بنتی ہے۔

طریق ضبط کے بارے میں تحریر ہے کہ اس سلسلے میں امام تنسی کی کتاب "الطراز علی ضبط الخراز کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ جبکہ خلیل بن احمد کی علامات کو بھی اخذ کیا گیا ہے نیز اندلس اور مغرب والوں کی علامات کی جگہ اہل مشارقہ کی علامات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ علامات الوقوف کا فیصلہ اس کمیٹی نے کیا ہے جو اس مقصد کیلئے قائم کی گئی تھی۔ اس کمیٹی نے اس سلسلے میں مفسرین علماء الوقف کے فیصلوں سے مدد لی۔ اور سجدات القرآن کے معاملے میں کتب فقہ کتب احادیث سے مدد لی گئی ہے۔ ماسوائے پانچ سجدوں کے جن میں سے ایک سورہ حج میں ایک سورہ ص میں۔ ایک سورہ والنجم میں ایک سورۃ انشقاق اور ایک سورۃ العلق میں ہے۔

جہاں تک تیس اجزا چھ منازل کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کتاب غیث النفع للعلامہ السفاقسی اور امام شاطبی کی ناظمۃ الزہرا اور اس کی شرح اور شیخ محمد متولی کی تحقیق البیان اور ابی عبد رضوان کی ارشاد القراء والکاتبین سے مدد لی گئی ہے۔ اور مکی مدنی سورتوں کا جدول مصحف کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ اور سکتات کے بیان کو حفص کی روایت کے مطابق شاطبیہ اور اسکی شروح سے اخذ کیا گیا ہے۔ جبکہ ان سکتات کی کیفیت ادا کا علم مشائخ سے سماعت کی بنیاد پر ہے[1]۔ اب حکومت سعودی عرب کی طرف سے شائع ہونے والے ہر قرآن مجید کے آخر میں صحت متن اور صحت رسم۔ صحت اعراب و فواصل وغیرہ کے محقق اور صائب ہونے کیلئے قرار اللجنہ کے عنوان سے اس بات کا سرٹیفکیٹ شائع کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن مجید اغلاط سے کلیۃً مبرا ہے

(۱) القرآن الکریم وزارۃ الحج والاوقاف سعودی عرب عام ۱۴۰۸ رقم ۱۰۹۳۵ ا۔ب۔ح۔د

قرار اللجنة کا متن حسب ذیل ہے

قرار اللجنه

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى اله وصحبه اجمعين وبعد

فيوم الثلاثاء الموافق لـ ١٩/٨/١٤٠٣ هـ صدر الامر الملكى الكريم رقم (٨/١٥٤٠) من خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبد العزيز آل سعود حفظه الله لاختيار مصحف تجرى طباعته فى مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف الذى انشأه لهذا الغرض النبيل، وبعد ان تم اختيار المصحف وتمت مراجعته صدر الامر الملكى الكريم بتسميته (مصحف المدينة النبويه) تيمنًا باسم هذه البقعه المباركه التى هى مهبط الوحى ومهاجر النبى محمد صلى الله عليه وسلم وبناءً على طلب معالى وزير الحج والاوقاف والمشرف العام على المجمع والاتفاق المبرم بين معالى رئيس الجامعه الاسلاميه بالمدينة النبويه وبين الأمين العام للمجمع صدر قرار معالى رئيس الجامعه رقم ٧٩٩ ٢٠/٤/١٤٠٤ بتشكيل لجنة مراجعة المصحف

وقد تولت هذه اللجنة مراجعة هذا المصحف الشريف
على امهات كتب القراءات والرسم والضبط والفواصل
والوقف والتفسير، وهى برياسة فضيلة عميد كلية القرآن
الكريم والدراسات الاسلاميه بالجامعة الاسلاميه بالمدينه
النبويه والاستاذ المشارك الدكتور عبد العزيز ابن عبد
الفتاح قارى، وعضوية كل من اصحاب الفضيلة
الدكتور على بن عبد الرحمن الحذيفى الامام بالمسجد النبوى
والاستاذ المساعد بقسم الفقه بالجامعه - نائب لرئيس اللجنة
والشيخ عامر بن السيد عثمان شيخ عموم المقارى المصريه
والدكتور عبد العظيم بن على الشناوى رئيس قسم اللغويات
بالجامعه، والشيخ محمود بن سيبويه البدوى، والشيخ
عبد الفتاح بن السيد عجمى المرصفى، والشيخ محمود بن
عبد الخالق جادو، والشيخ عبد الرافع بن رضوان بن على
والشيخ عبد الرزاق بن على بن ابراهيم موسى، والشيخ عبد الحكيم بن
عبد السلام خاطر، وهم من علماء القراءات بكلية القرآن المذكورة
والدكتور عبد العزيز بن محمد ابن عثمان الاستاذ المساعد بقسم
التفسير بالجامعه، والشيخ عبد الله بن عبد الرحمن البعادى رئيس
قسم شئون المصاحف برياسة ادارات البحوث العلميه والافتاء

والدعوه والارشاد بالرياض، والشيخ رشاد بن مرسى طلبه،
والشيخ فرغل بن سيد فرح مراقبى المصاحف بالادارة المذكوره
وقد شارك فى لبعض مراحل عمل اللجنة وساعد على ذالك
فضيلة الشيخ عبد الله بن ردن البواح مدير الادارة
العامه لشئون المصاحف ومراقبة المطبوعات برياسة
ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد
واللجنة وقد اتمت مراجعتها لهذا المصحف واذنت
بطبعه تسأل المولى القدير ان ينفع به عموم المسلمين
فى غره جمادى الاولى من عام ١٤٠٥م
كما صدر تأييد الرئاسة العامه لادارات البحوث العلمية
والافتاء والدعوة والارشاد برقم ٧٩/٥/ص وتاريخ
٣ رمضان ١٤٠٥ هجريه التى تضمن دراسة الجهه
المختصه بها لهذا المصحف وتأكد لديها انه سليم الرسم
والضبط والاخراج والله ولى التوفيق

توقيعات اعضاء اللجنة .

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت سعودی عرب کی وزارت الحج والاوقاف کی نگرانی میں شائع ہونے والا مذکورہ قرآن مجید رسم عثمانی اور متن قرآن کی حفاظت کے سلسلے کی سب سے قریب ترین LATEST کوشش ہے۔ اس سے قبل حکومت مصر نے ۱۳۴۲ھ جو ایک نسخہ قرآن مجید شائع کیا تھا۔ اس کا رسم الخط بھی ان چھ نسخوں پر مبنی تھا جو نسخے حضرت عثمانؓ نے تیار کروا کر بصرہ کوفہ شام مکہ مدینہ دکھوائے تھے اور ایک نسخہ اپنے ذاتی استعمال کیلئے رکھ لیا تھا۔ وہ مصر کا مطبوعہ قرآن مجید تو ہمیں نہیں مل سکا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسی قرآن مجید کو بعد میں حکومت سعودی عرب نے شائع کرایا کیونکہ دونوں کے آخر میں ایک ہی عبارت مندرج ہے[1] یہ بات اگر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو قریب ترین کوشش حکومت مصر کی طرف سے شائع ہونے والے قرآن مجید ہی کو قرار دیا جائیگا۔

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ جب ایران ترکی اور ہندو پاکستان میں طبع ہونے والے نسخہ ہائے قرآن میں رسم عثمانی سے انحراف کی مثالیں سامنے آنے لگیں تو حکومت سعودی عرب نے ان ممالک کی توجہ اس طرف مبذول کرائی غالباً یہی وجہ ہے کہ اسی دوران حکومت پاکستان نے یہ قانون بنایا کہ ناشرین وطابعین قرآن مجید کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ ہر نسخہ کے آخر میں صحت متن واعراب وغیرہ کا تصدیق نامہ شائع کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اب پاکستان میں ہر مطبوعہ قرآن مجید کے پیچھے درستی طباعت اور اغلاط سے مبرا نیز جزو بندی کی درستی کا ایک سرٹیفکیٹ باقاعدہ چھاپا جاتا ہے۔ جس کی عبارت

(۱) عکسی و تجویدی قرآن مجید ۲۵ تاج کمپنی لاہور

حسب ذیل ہے۔

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قرآن پاک کی طباعت کے وقت اس کا ہر صفحہ بغور پڑھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی کتابت کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ دوران طباعت اگر مشین پر کوئی زیر زبر پیش۔ جزم تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اس کا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔ لہذا میرا یہ سرٹیفکیٹ متن کی صحت کی حد تک ہے"(۱)

دستخط۔ حافظ عبدالرؤف

اس سرٹیفکیٹ کے اوپر ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف کی مہر ثبت ہوتی ہے۔ بعض نسخوں میں عبارت کے الفاظ کچھ مختلف بھی ہیں تاہم مفہوم یکساں ہے۔ لیکن اس کے باوجود رسم عثمانی سے انحراف موجود ہے جسکی مثالیں سابقہ صفحات میں گذر چکی ہیں۔ پاکستان میں صرف ایک ناشر نے رسم عثمانی کے مطابق قرآن شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس قرآن مجید کے آخر میں رسمی سرٹیفکیٹ کی بجائے استاد الاساتذہ قاری اظہار احمد تھانوی کے ہاتھ کی لکھی تحریر کا عکس شائع کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

" یہ تجویدی قرآن مجید میں نے بغور پڑھا۔ اس میں حرکات و سکنات درست ہیں رسم الخط میں رسم عثمانی کی مطابقت ہے"۔ (۲)

(۱) قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی ۱۹۸۵ -

(۲) عکسی تجویدی قرآن مجید ۱۰۰۸

تاشقند میں موجود مصحف عثمانی کا ایک ورق

تاشقند میں موجود مصحف عثمانی کا ایک ورق

علم الضبط

علم الرسم کے ساتھ اس کا ذیلی علم "علم الضبط" ہے ۔ علم الرسم کا مقصد کلمات قران کے صحیح طریق املا اور ان کے درست ہجا کا تحفظ ہے ۔ اور علم الضبط کی غایت حروف قرآنی پر حرکات یعنی زبر زیر پیش تشدید وغیرہ ڈال کر ایسے لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا ہے جو عربی زبان اور اس کے قواعد سے نابلد ہوں تاکہ ان کے لئے تلاوت کلام اللہ میں آسانی پیدا ہو سکے ۔ یا یہ گروہ قران مجید کے معانی کو نہ جاننے کے باوجود اس کی تلاوت درست طریق پر کر سکیں ۔

یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے جب قران مجید کو کتابی صورت میں لکھا گیا تو اس وقت لفظوں پر حرکات یعنی زبر زیر پیش لکھنے کا رواج نہ تھا ۔ نہ صرف حرکات بلکہ اعجام (یعنی نقطوں کے ذریعہ متشابہ حروف مثلاً د ذ ۔ ط ظ وغیرہ میں فرق کرنا) بھی نہیں لکھے جاتے تھے ۔ کیونکہ عربوں کو تلاوت کلام الٰہی کرنے کیلئے اس **اضافی** سہارے کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ لیکن جب اسلام عرب سے نکل کر عجم میں پھیلا تو لوگوں کو قران مجید کی تلاوت میں دشواری پیش آئی کہ عجمی لوگ عربی زبان اور طرز تحریر سے نابلد تھے اس دشواری کو حل کرنے کیلئے حرکات اور اعجام لکھنے کی ضرورت پیش آئی ۔ اس طرح عجمی مسلمانوں کی سہولت کیلئے علم الضبط معرض وجود میں آیا ۔ موقع محل کے مطابق یا لوگوں کی لسانی ضرورت کے پیش نظر حرکات وسکنات ایجاد ہوتی رہیں اور استعمال میں بھی آتی رہیں ۔ یہ عمل اب بھی جاری ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ علم الضبط کی بدولت پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے بچے عربی زبان کو نہ جاننے کے باوجود قرآنی قاعدوں کی مدد سے تلاوت قرآن کا علم

حاصل کر لیتے ہیں اور درست تلاوت کرتے ہیں ۔

علم الضبط ہر ملاتے اور ہر ماحول کا مختلف ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں طبع ہونے والے قرآنی نسخے سے تلاوت کرنا برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کیلئے مشکل ہوتا ہے ۔ اسی طرح افریقہ یورپ ایشیا میں طبع ہونے والے نسخہ ہائے قران کی علامات ضبط مختلف ہیں ۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ضبط کو رسم کے برابر اہمیت نہیں دی جا سکتی ۔ علم الرسم کی طرح علم الضبط پر بھی علماء نے مستقل کتابیں تحریر کی ہیں جن میں چند اہم کتب یہ ہیں ۔

۱۔ المحکم فی نقط المصاحف ۔ یہ کتاب ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی کی ہے

۲۔ الطراز فی شرح ضبط الخراز ۔ یہ امام التَّنَسِی کی کتاب ہے

۳۔ السبیل الی ضبط کلمات التنزیل ۔ یہ کتاب احمد محمد ابوزید بنجار کی ہے

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ علم الرسم کی طرح علم الضبط پر بھی اردو زبان میں کوئی کتاب ہماری تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی جس کا مطلب ہے کہ اس موضوع پر اردو زبان میں کوئی کام نہیں ہوا ۔ البتہ مولوی ظفر اقبال کے تجویدی قران مجید میں ضبط کے بارے میں کچھ معلومات مہیا کی گئی ہیں ۔ جن کے ذریعے تجویدی قواعد و ضوابط کے مطابق تلاوت کرنے میں آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ یہ قرآن مجید پیکجز لمیٹڈ لاہور پاکستان سے شائع ہوا ہے

ضبط کے سلسلے میں عرب و عجم کے اصول متفاوت ہیں ۔ اس تفاوت کی چند مثالیں ہیں ۔
کلمہ "اعوذ" میں ابتدائی ہمزہ مختلف ممالک حسب ذیل طریقہ سے لکھا جاتا ہے ۔

ملک کا نام	لکھنے کا طریقہ
۱۔ برصغیر پاک و ہند ۔ ترکی ایران اور چین	ا
۲۔ سعودی عرب ۔ مصر ۔ شام مراکش لیبیا اور تیونس	أ
۳۔ نائیجیریا گھانا پہلا طریقہ	ا ء
۴۔ نائیجیریا گھانا دوسرا طریقہ	اَ •

• یہ نشان زرد رنگ کا ہوتا ہے ۔

اسی طرح عرب میں جزم کی علامت ہ (گول دائرہ) ہے ۔ جبکہ برصغیر پاک و ہند میں جزم کو ۸ شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے۔
اسی طرح عرب میں کلمہ اَعُوذُ میں واو (و) معرّا ہوتی ہے[1] ۔ یا ایسے ہی اور کلمات میں بھی واو (و) کو معرّا ہی رکھا جاتا ہے ۔ جبکہ پاک و ہند میں صورت حال اس سے مختلف ہے ۔ اور کلمہ اعوذ میں واو پر جزم لکھا جاتا ہے یعنی اَعُوْذُ ۔[2]

(۱) القرآن الکریم ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف ، ۹ ۔ سورۃ البقرہ ۲/ ۶۷

(۲) قرآن مجید ، تاج کمپنی پاکستان ، سورۃ البقرہ ۲/ ۶۷

کلمہ باللّٰہ

مصر۔ سعودی عرب اور شام وغیرہ میں شائع ہونے والے قرآن مجید کے نسخوں میں کلمہ باللہ کے اندر ب کے بعد والے ہمزۃ الوصل پر علامت وصل اس طرح لکھی جاتی ہے

(اۡ)

مثال۔ اَعُوذُ بِاۡللّٰهِ اسی طرح تَعَالَوۡا اۡدۡعُ لَنَا (۱)

اس علامت کا رواج بلاد عرب میں ہے پاک و ہند میں نہیں۔ پاک و ہند میں شائع ہونے والے مصاحف میں یہ عبارت اس طرح لکھی جاتی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ - تَعَالَوا ادْعُ لَنَا (۲)

اسم اللّٰہ

علامت تشدید پر کھڑی زبر لکھنے کا رواج برصغیر پاک و ہند ترکی اور ایران میں موجود ہے۔ یعنی اللّٰہ لکھا جاتا ہے۔ جبکہ یہ رواج عرب ممالک میں نہیں ہے وہاں کھڑی زبر کی بجائے تشدید پر فتحہ یعنی زبر لکھی جاتی ہے۔ یعنی اللَّه لکھا جاتا ہے (۳)

البتہ چین میں طریقہ دونوں سے مختلف ہے۔ وہاں تشدید پر مد لکھا جاتا ہے۔

یعنی اللّٓه (۴)

---

(۱) القرآن الکریم مجمع الملک فھد لطباعة المصحف الشریف سعودی عرب، سورۃ البقرہ ۲/ ۶۷

(۲)۔ القرآن الکریم، مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان، سورۃ البقرہ ۲/ ۶۷

(۳) ایضاً (۴) ماہنامہ حکمت قرآن، جون ۱۹۸۹۔ ۵۵

ان تمام مثالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ علامات ضبط یکساں نہیں بلکہ ہر علاقے میں یہ علامات مختلف ہیں۔ اور مختلف ممالک میں شائع ہونے والے قرآنی نسخوں میں وہی علامات ضبط استعمال کی جاتی ہیں جو اس علاقے میں مروّج ہوں۔ ظاہر ہے ہر علاقے کے لوگ انہی علامات ضبط سے آشنا ہوں گے جو ان کے علاقوں میں مروج ہیں

یہی وجہ ہے کہ جب حکومت سعودی عرب نے بعض وجوہ کی بناء پر بیرونی ممالک سے قرآنی نسخے لانے پر بندش عاید کی اور سعودی عرب ہی میں طبع شدہ قرآن مجید مہیا کرنے کا اہتمام کیا تو برصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والے حجاج کو سخت دقّت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ سعودی حکومت کی طرف سے طبع شدہ نسخوں میں علامات ضبط ان علامات ضبط سے مختلف تھیں جو برصغیر پاک وہند میں رائج ہیں۔ کیونکہ برصغیر کے لوگ عرب میں رائج علامات ضبط سے ناواقف تھے۔ اس مشکل کے حل کیلئے حکومت سعودی عرب نے برصغیر پاک وہند کے لوگوں کے لئے علیحدہ نسخے طبع کرائے۔ ان میں رسم الخط اور علامات الضبط وہی ملحوظ رکھیں جو برصغیر پاک وہند میں متداول تھیں۔

اس جگہ ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو قرآن مجید حکومت سعودی عرب نے عربی علامات ضبط پر شائع کیا اس کی لوح اوّل پر مصحف المدینۃ النبویّہ لکھا گیا۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ نسخہ اس مصحف عثمانی کے مطابق ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے مدینہ منورہ میں رکھا گیا تھا۔ جبکہ برصغیر پاک وہند کے لوگوں کیلئے شائع کئے جانے والے نسخوں میں یہ عبارت محذوف ہے۔ ان نسخوں کا رسم الخط اور علامات ضبط تاج کمپنی پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے نسخوں کے مطابق ہے۔ ان میں رسم عثمانی سے انحراف کی مثالیں بھی موجود ہیں جن کا تذکرہ ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں

حکومت سعودی عرب کی وزارۃ الحج والاوقات کے زیر انتظام شائع ہونے والے قرآن مجید کے آخر میں اصطلاحات الضبط کے عنوان سے اس قرآن مجید میں دی گئی علامات کا تذکرہ موجود ہے جو سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ کسی اور ملک میں چھپنے والے قرآن مجید میں یہ صورت دیکھنے میں نہیں آئی البتہ پاکستان میں شائع ہونے والے بیشتر قرآن مجید کے نسخوں میں "رموز اوقاف قرآن مجید" کے عنوان سے ان تمام علامات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس نسخہ میں استعمال کی گئی ہوں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

علامت	مطلب
○	جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھتے ہیں۔ یہ دائرہ حقیقت میں گول ت ہے جو بہ صورت ۃ لکھی جاتی ہے۔ یہ وقف تام کی علامت ہے۔
م	یہ وقف لازم کی علامت ہے۔ اس علامت پر ٹھہرنا لازم ہے
ط	یہ وقف مطلق کی علامت ہے۔
ج	یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ ایسی جگہ پر ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے
ز	وقف مجوز کی علامت ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے
ص	وقف مرخص کی علامت ہے۔ یعنی ایسی جگہ ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔
صلے	الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ ایسی جگہ ملا کر پڑھنا بہتر ہے
ق	یہ قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صلی — قد یوصل کی علامت ہے۔ یعنی اس مقام پر ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف — یہ لفظ قف ہے جس کا مطلب ہے ٹھہر جاؤ۔ یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں قاری کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س — یہ سکتہ کی علامت ہے۔ یعنی سانس توڑے بغیر کچھ دیر کیلئے ٹھہرنا

وقفہ — لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ سانس توڑے بغیر سکتہ کی نسبت زیادہ دیر کیلئے ٹھہرنا۔ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے یہاں ذرا زیادہ لیکن دونوں میں سانس کا نہ ٹوٹنا شرط ہے

لا — لا کے معنی نہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر اگر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ آیت کے اوپر اگر ہو تو اس بات کی علامت ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہیئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیئے۔

ك — یہ کذٰلک کی علامت ہے۔ یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے (۱)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں طبع ہونے والے نسخہ ہائے قرآن مجید میں علامات الوقوف یکساں نہیں ہیں۔ مثلاً "∴ ∴" علامت نسخوں میں نہیں۔ کسی میں ہے کسی میں نہیں۔ یہ علامت القرآن الکریم مطبوعہ تاج کمپنی ۱۹۸۵

(۱) قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ پاکستان

کے آخر میں مندرج ہے ۔ اس علامت کے ذیل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عبارت تین تین نقطوں کے درمیان گھری ہوئی ہو تو پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کرے ۔ یا پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کرے ۔ اس قسم کی عبارت کو معانقہ یا مراقبہ کہتے ہیں یاد رہے کہ اس مذکورہ نقطوں والی علامات کا تذکرہ اسی تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن مجید ۱۹۸۷ء میں نہیں ہے[1] جبکہ دیگر علامات وقف بعینہ وہی ہیں جو ۱۹۸۵ء مطبوعہ نسخہ میں ہیں ۔ سعودی عرب کے مطبوعہ قرآن مجید میں وقف کی چھ علامات لکھی گئی ہیں جو یہ ہیں ۔ مـ ۔ لا ۔ ج ۔ صلے ۔ قلے ۔ ؞ ؞[2] ان کی رموز پاکستان کے مطبوعہ قرآن مجید کے مطابق ہی ہیں جبکہ پاکستان کے مطبوعہ قرآن مجید میں رموز اوقاف کی تعداد بالعموم چودہ یا اس سے زائد بھی ہیں ۔[3]

رموز اوقاف کی اصطلاحات سب سے پہلے شیخ ابوعبداللہ محمد بن طیفور السجاوندی نے وضع کیں[4]

---

(۱) القرآن الکریم تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۷ ۔ ۵۱ - ۵۲

(۲) القرآن الکریم، مصحف المدینۃ النبویہ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف ص ۔ ی

(۳) القرآن الکریم تاج کمپنی لمیٹڈ ۱۹۸۷ ۔ ۵۱ - ۵۲

(۴) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۲۲۵

علم الفواصل

جمع وتدوین کے سلسلے میں علم الفواصل بھی ایک اہم علم ہے جس میں قران کریم کی آیات کی تعداد کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ اس علم پر بھی علمائے قرأت نے بڑی وقیع کتب تحریر کی ہیں۔ بعض اہم کتب یہ ہیں

۱۔ اتحاف فضلاء البشر فی قراءات الاربعہ عشر۔ اس کتاب کے مصنف احمد بن محمد بن احمد بن محمد عبدالغنی ہیں جو البناء الدمیاطی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱۱۷ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس کتاب پر محمد الضباع نے تعلیقات اور حواشی تحریر کیے۔ ۱۳۵۹ میں مصر سے شائع ہوئی۔

۲۔ نفائس البیان۔ یہ کتاب عبدالفتاح قاضی کی ہے

۳۔ رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراءات
یہ کتاب عبدالفتاح اسماعیل شلبی کی ہے

اختلاف قراءات کی طرح قران کریم کی آیات کی گنتی کیلئے بھی سات مختلف روایات یا طریقے ہیں۔ جو ائمہ قراءات کی طرح اس فن کے آئمہ کی طرف منسوب ہیں ان طرق شمار آیات کے اصطلاحی نام ان تعدد آیات کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ المدنی الاول	۶۲۱۷	ii المدنی الاخیر	۶۲۱۴
iii المکی	۶۲۱۵	iv البصری	۶۲۰۵

۷۔ الدمشقی ۶۲۲۷ ۷۱۔ الحمصی ۶۲۳۲

۷۱۱ الکوفی ۶۲۳۶

یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ اس اختلاف شمار آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بعض نے کچھ آیات کو چھوڑ دیا اور بعض نے لے لیا۔ اور اس طرح قرآن مجید کی حفاظت مشکوک ہو گئی۔ بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیت کہاں ختم ہوتی ہے۔ چونکہ آیات کا تعین اجتہادی نہیں بلکہ توقیفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پر مبنی ہے اس لئے اس میں فہم راوی کی وجہ سے اس اختلاف کا ہونا بعید از امکان نہیں ہو سکتا۔

دنیا کے مختلف ممالک میں شمار آیات کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ مصر اور تمام ایشیائی ممالک میں کوفی طریقہ رائج ہے تاہم یہاں ایک مزید صورت یہ ہے کہ غیر کوفی آیت پر ۵ کا نشان لگا لیتے ہیں لیکن اسے گنتی میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اب طباعت میں اس طریقہ پر عمل متروک بھی ہو رہا ہے

ابن مجاہد؟

علم قرأت کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں ابن مجاہد کی شخصیت کو بہت نمایاں مقام حاصل ہے۔ ابن مجاہد کا پورا نام ابوبکر احمد بن موسیٰ بن العباس بن مجاہد التمیمی البغدادی ہے۔ ان کی پیدائش ۲۴۵ھ میں بغداد کے اندر ہوئی اور انتقال بھی بغداد ہی میں ۳۲۴ھ میں ہوا۔[1] ابن مجاہد بنو عامر کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اسے علم قرأت کے ساتھ ایک خاص شغف تھا اس کی آقا منصور بن ابی عامر نے اسے خاص طور پر اس علم کی تحصیل کے لئے مامور کیا۔[2] ابن مجاہد نے اپنے زمانے کے اہم شیوخ قرأت سے کسب فیض کیا۔ ان کا حافظہ قوی تھا اس لئے انہوں نے تمام قرأتوں کے طرق اور روایات کو حفظ کر لیا۔ ابن مجاہد کے استاد عبدالرحمن بن عبدوس کے مطابق انہوں نے قرأۃ نافع میں قران مجید کو اول تا آخر تقریباً بیس مرتبہ پڑھا۔[3] ابن مجاہد کے ایک ہم عصر ابوعمرو الدانی جن کا شمار اندلس کے آئمہ قرأت میں ہوتا ہے ابن مجاہد کے بارے میں کہتے ہیں۔

"فاق ابن مجاهد في عصره سائر نظاره من اهل صناعته مع اتساع علمه وبراعة فهمه وصدق لهجته ونسكه"[4]

---

(۱) شوقی ضیف، کتاب السبعہ ۳۴

(۲) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، الباب السادس، الفصل الخامس، ۳۷۰

(۳) شوقی ضیف، کتاب السبعہ، ۱۷ (۴) کتاب السبعہ، ۱۷

ابن مجاہدؒ نے اگرچہ تمام علوم حاصل کئے لیکن علم قرأت کے ساتھ انہیں خصوصی لگاؤ اور شغف تھا۔ وہ اس علم کی ترویج و ترقی کیلئے بہت کوشاں رہتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالے نے انہیں اقتدار کی دولت سے مالامال کیا تو بحیثیت حکمران سلطنت انہوں نے اس علم کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ اور شاہی سرپرستی کی وجہ سے لوگوں کے اندر اس علم کی تحصیل کا جذبہ روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ ابن خلدون ابن مجاہد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فکان سهمه فی ذالك وافرًا واختص مجاهدٌ بعد ذالك بإمارة دانية والجزائر الشرقية۔ فنفقت بها سوق القراۃ لما كان هو من أئمتها وبما كان له من العناية لسائر العلوم عمومًا وبالقراۃ خصوصًا (۱)

اس فن میں اس کا بہرہ وافر تھا اسکے بعد ابن مجاہد دانیہ اور جزائر شرقیہ کا حکمران بنا تو (اس کی حکمرانی کی وجہ سے) علم قرأت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ وہ خود آئمہ علم قرأت میں سے تھا۔ اور وہ تمام علوم میں بالعموم اور علم قرأت میں بالخصوص بہت زیادہ دلچسپی لیا کرتا تھا۔

علامہ ابن مجاہد نے علم قرأت پر ایک بڑی جامع کتاب تحریر کی جس کا نام کتاب السبعۃ ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں سات مشہور قرأتوں

(۱) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، الباب السادس، الفصل الخامس ۴۳۷

کو جمع کر دیا ۔ ان کی اس کتاب کی وجہ سے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ سبع احرف سے مراد بس یہی سات قرأتیں ہیں جو ابن مجاہد نے کتاب السبعہ میں جمع کر دی ۔ اس غلط فہمی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ابن مجاہد کی کتاب السبعہ ایسی کتاب تھی جس میں مختلف سات قراءات کو جمع کر دیا گیا تھا ۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کتاب السبعہ سے پہلے اس علم پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ کتابیں تو لکھی گئیں لیکن قرأتوں کو یکجا جمع کرنے کے لحاظ سے کتاب السبعہ اہم کوشش تھی

ایک اہم واقعہ :

ابن مجاہد کے کارناموں میں ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہی شاذ قرأتوں کی اصل حقیقت کو واضح کیا ۔ اس کے زمانے میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو علم قرأت کے حوالے سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے ۔ اس واقعہ کی تفصیل سے پہلے یہ جان لیں کہ علمائے قرأت و تجوید کے نزدیک صحیح قرأت کا مدار تین بنیادی اصولوں پر ہے جن تفصیل آئندہ صفحات میں اصل مقام پر آئیگی ۔ وہ تین بنیادی اصول یہ ہیں

۱. ایک یہ کہ وہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق ہو ۔

۲. عربی صرف و نحو کے قواعد کے مطابق ہو ۔

۳. وہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہو اور آئمہ قرأت میں مشہور ہو ۔

یہ مذکورہ شرائط جس قرأت میں بھی پائی جائیں وہ قابل قبول ہوگی ۔ اور اگر کسی قرأت میں ان شرائط میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہوگی وہ قرأت ناقابل اعتماد

ٹھہرے گی۔

یہ واقعہ سنہ ۳۲۳ ھ کا ہے یعنی ابن مجاہد کی وفات سے صرف ایک برس پہلے انہیں پتہ چلا کہ ابوبکر محمد بن مقسم اور محمد بن احمد ابن ایوب جو ابن شنبوذ کے نام سے معروف تھے بغداد میں نماز کے دوران حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت کے مطابق تلاوت کرتے ہیں۔ یہ تلاوت مصحف عثمانی کے مطابق نہ تھی۔ نیز یہ کہ ان ہر دو حضرات کے ذاتی مصاحف کو حضرت عثمانؓ کے حکم سے جلا دیا گیا تھا تاکہ امت ایک ہی قرآن پر جمع ہو جائے۔ ابن مجاہد نے اس بات کا نوٹس لیا اور معاملہ اس وقت کے وزیر ابن مقلہ کی عدالت میں پہنچا ابن مقسم کا موقف یہ تھا کہ صحت قرأت کیلئے صرف پہلی دو شرطیں کافی ہیں لہذا اگر کوئی قرأت رسم عثمانی کے مطابق ہو اور عربی صرف و نحو کے بھی مطابق ہو خواہ اس میں کوئی سند موجود نہ ہو تو ایسی قرأت قابل قبول ہے جبکہ ابن شنبوذ کا کہنا تھا کہ اگر کسی قرأت میں صرف تیسری شرط پائی جائے یعنی وہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہو خواہ اس میں پہلی دو شرطیں موجود نہ بھی ہوں تو ایسی قرأت بھی قابل قبول ہے۔ ان دونوں حضرات کا موقف امت مسلمہ کے اجماعی موقف کے خلاف تھا لہذا ان کے اس موقف کی کسی نے تائید نہ کی اور فیصلہ ان کے حق میں نہ ہوا جس پر ان دونوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا بعض کہتے ہیں کہ ابن مقلہ نے ان دونوں کو قید اور کوڑوں کی سزا دی[1]

---

(۱) شوقی ضیف، کتاب السبعہ، ۱۹-۱۸

مناسب ہوگا یہاں پر عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ کی متروک روایت کی مثالیں بھی پیش کردی جائیں۔

۱۔ "وکان اما مهم ملك يأخذ كل سفينة صالحة غصبًا"

جبکہ یہ آیت مصحف عثمانی میں اس طرح ہے

وكان وراءهم ملك يأخذ كل سفينة غصبًا"[1]

۲۔ اذا نودی للصلوٰة من يوم الجمعة فامضوا الى ذكر الله

جبکہ یہ آیت مصحف عثمانی میں اس طرح سے ہے۔

اذا نودی للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله"[2]

---

(۱) سورۃ الکھف ۱۸/۷۹

(۲) سورۃ الجمعہ ۶۲/۹

قرآت سبعہ و عشرہ

قراءات سبعہ کا مطلب سات قرائتیں اور قراءات عشرہ کا مطلب دس قرائتیں ہے۔ یہ وہ قرائتیں ہیں جو علمائے قرأت کے نزدیک انتہائی معتبر و مسلم ہیں۔ ان میں سے ہر قرأت کسی امام کے نام سے منسوب ہے۔ یعنی ایسی شخصیت کے نام جس نے اس قرأت کے فروغ اور اشاعت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ قراءات سبعہ یا عشرہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کل قراتوں کی تعداد دس اتنی ہی ہے نہیں بلکہ یہ تعداد دس سے کہیں زیادہ ہے۔ ابو عبید القاسم کے نزدیک یہ تعداد تقریباً تیس ہے جبکہ بعض قراء اس تعداد کو پچاس تک بتلاتے ہیں۔[1] لیکن یہ بقیہ قرائتیں کسی وجہ سے مشہور نہ ہو سکیں اور متروک ٹھہریں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے فقہ کے بہت سے مکاتب فکر میں سے چار مکاتب کو قبول عام حاصل ہوا اور باقی رفتہ رفتہ ختم ہو گئے

قراءات کے ترک و قبول کا پیمانہ کیا ٹھہرا اس کو جاننے کیلئے علم قرأت کے تاریخی تناظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ تمام قرائتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و منقول ہیں۔ آپ سے صحابہ کرام پھر تابعین و تبع تابعین کی طرف منتقل ہوئیں۔ شروع میں یہ نقل نطق و کلام اور سماعت کے ذریعے ہوتا رہا۔ جب تیسری صدی ہجری کا زمانہ آیا تو علوم کی تدوین شروع ہوئی تو دیگر علوم کی طرح علم قرأت کا مدون شکل اختیار کرنا بھی فطری امر تھا۔ چنانچہ علمائے قراءات نے بھی اس موضوع کے حوالے سے

(۱)۔ شوقی ضیف، کتاب السبعہ، ۲۰

صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز پیدا کرنے کیلئے علمی کوششیں شروع کیں۔ علامہ جزری فرماتے ہیں

" قلّ الضبط واتسع الخرق وكاد الباطل يلتبس بالحق فقام جهابذة علماء الامة وصناديد الائمه فبالغوا فى الاجتهاد وبيّنوا الحق المراد وجمعوا الحروف والقراءات وعزوا الوجوه والروايات وميّزوا بين المشهور والشاذ والصحيح والفاذ باصول اصّلوها واركان فصلوها"[1]

حافظوں میں کمی آگئی اور جھوٹ پھیل گیا اور سچ اور جھوٹ گڈ مڈ ہونے لگے تو امت کے اکابر علماء اور بڑے بڑے ائمہ نے خوب محنت کی اور سچ کو واضح کیا۔ حروف قراءات اور وجوہ الروایات کو جمع کیا اور اس طرح انہوں نے مشہور شاذ صحیح اور غلط میں امتیاز پیدا کیا۔ اور ایسے اصول ضابطے بنائے جن سے اصل واضح ہو گیا۔

چنانچہ جس طرح احادیث کی صحت اور عدم صحت کو جانچنے پرکھنے کیلئے پیمانے مقرر ہوئے اور مختلف اصطلاحات وضع ہوئیں اسی طرح علم قرأت کی صحت اور عدم صحت کو جانچنے کیلئے بھی پیمانے مقرر ہوئے اور صحیح قرأت کیلئے تین شرطیں لازمی قرار پائیں۔ ان شرائط کا ذکر کرتے ہوئے علامہ جزری لکھتے ہیں۔

كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت احد المصاحف العثمانيه ولو احتمالا وصح سندها فهى القراءة الصحيحه

---

(۱) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۹

التی لا یجوز ردھا ولا یحل انکارھا بل ھی من الاحرف السبعة التی نزل بھا القران ووجب علی الناس قبولھا"[1]

تمام ایسی قرائتیں جو عربی زبان کے قواعد کے مطابق ہوں اور مصاحف عثمانی میں سے کسی ایک کے مطابق ہوں اور سند کے اعتبار سے درست ہوں وہ صحیح قرائتیں ہوں گی ایسی قراءات کا ترک وانکار ناجائز ہے۔ یہ قرائتیں سبعہ احرف میں ہیں جن پر قرآن نازل ہوا کے مطابق ہوں گی اور لوگوں کیلئے ان کا قبول کرنا واجب ہوگا۔

گویا کسی قرأت کی صحت یا عدم صحت کا معیار تین باتوں پر ہے۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ عربی زبان کی گرائمر یعنی صرف ونحو کے مطابق ہونا۔

۲۔ رسم کے اعتبار سے مصاحف عثمانی کے مطابق ہونا۔

۳۔ سند کے اعتبار سے صحیح ہونا۔

ان تین مذکورہ اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر قراءات کی درجہ بندی کی گئی جو اس طرح ہے۔ اور اصول حدیث کی اصطلاحات کی مثل علم قرأت کی بھی اصطلاحات معین ہوئیں

۱۔ متواتر

ایسی قرأت جسکو نقل کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ شروع سے لیکر آخر تک ان سب کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن ہی نہ ہو۔ ایسی قرأت کو قرات متواتر کہا جاتا ہے علمائے قراءات نے جب اس پیمانے پر قراءات کو جانچا پرکھا تو سات قرائتیں اس پر پوری اتریں۔ ان میں سے ہر قرأت ہر اس بزرگ کے نام سے منسوب ہوگئی جس کی

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۹

شہرت اس قرأت میں زیادہ تھی ۔ وہ سات بزرگ یا ائمہ قرأت یہ ہیں ۔

امام نافع مدنی ۔ امام ابن کثیر مکی ۔ امام ابوعمرو بن العلاء البصری ۔ امام ابن عامر الشامی ۔
امام عاصم کوفی ۔ امام حمزہ کوفی ۔ امام کسائی کوفی ۔[1] ان ساتوں آئمہ کی قرأتوں کو قراءات
سبعہ کہا جاتا ہے ۔ ان ساتوں قرأتوں کو سب سے پہلے جس شخص نے جمع کیا وہ ابوبکر بن
مجاہد ہیں جنہوں نے اس موضوع پر پہلی کتاب " کتاب السبعہ فی القراءات کے نام سے لکھی
ابن مجاہد کی اس کتاب کی وجہ سے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ قراءات کی تعداد
صرف سات ہی ہے اور انزل القرآن علی سبعہ احرف کا مطلب بھی یہی ہے ۔

مشہور :

قراءات کی دوسری درجہ بندی اس اصول پر کی گئی کہ ایسی قراءات جو سند کے اعتبار سے
توصحیح ہوں ۔ وجوہ عربیہ اور رسم عثمانی کے مطابق بھی ہوں لیکن وہ درجہ تواتر تک نہ پہنچیں
ایسی قرأت کو مشہور کہتے ہیں[2] ۔ جب اس اصول پر چھان پھٹک کی گئی تو مزید تین قرائتیں
اس پر پوری اتریں اور وہ بھی اس امام کے نام سے منسوب ہوئیں جسے ان میں مہارت وافر حاصل تھا
وہ تین آئمہ قرأت یہ ہیں ۔

ابوجعفر بن قعقاع المدنی ۔ امام یعقوب الحضرمی ۔ امام خلف البزار

اس طرح سات پہلی اور تین یہ ملاکر کل دس قرائتیں ہوگئیں جو قراءات عشرہ کہلاتی ہیں
ان کے علاوہ قراءات کی مزید درجہ بندی الاحاد ۔ الشاذ ۔ موضوع کی اصطلاحات کے عنوان
سے بھی کی گئی[3] ۔ ان میں سے ہر ایک کی شرائط مختلف ہیں ۔

---

(۱) السجستانی ، ابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد ، کتاب المصاحف ۸۷

(۲) السیوطی ، جلال الدین ، الاتقان فی علوم القرآن ، ۱/ ۷۷ (۳) ایضاً

اسباب و علل :

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ۔ اور پورے خطۂ عرب کی زبان عربی ہی تھی لیکن عربوں کے مختلف قبائل حروف وکلمات کی ادائیگی میں جداگانہ طریق رکھتے تھے جیسا کہ تقریبًا ہر زبان بولنے والے رکھتے ہیں ۔ اس کا تعلق اعضاء نطق اور طبعی خواص کے ساتھ ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حیدر آباد دکن کے لوگ گفتگو کرتے ہوئے " ق " کو " خ " سے بدل دیتے ہیں ۔ مثلاً قلم کو خلم اور رقیبہ کو رخیبہ کہتے ہیں ۔ اسی طرح اہل لاہور " ر " کو " ڑ " سے " ڑ " کو " ر " سے بدل دیتے ہیں بعینہٖ یہی کیفیت عربوں کے مختلف قبائل کی بھی تھی چنانچہ عربوں کے اس نطقی اختلاف کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں

> وقد کان بین القبائل العربیہ اختلاف فی نبرات الاصوات وطریقۃ الاداء ۔ فکان فیھم من یدغم ومن یظھر ومن یخفی ومن یبین ومن یمیل ومن یفتح ومن یُفَخِّم وَمَنْ یُرَقِّق ومن یمّد ومن یقصر الی آخر کیفیات النطق المختلفہ (۱)

عربی قبائل میں آواز اور حروف کی ادائیگی کے سلسلے میں اختلافات تھے ۔ بعض حروف میں ادغام کرتے بعض اظہار ۔ بعض اخفا کرتے اور بعض واضح ۔ بعض کے ہاں امالہ تھا اور بعض کے ہاں نہیں ۔ بعض حرف کو پُر پڑھتے اور بعض باریک ۔ بعض مد کرتے بعض قصر اسی

(۱) لبیب السعید ، الجمع الصوتی الاول للقرآن ، ۱۲۶ - ۱۲۷

طرح ان کی حروف کی ادائیگی کی کیفیات مختلف تھیں ۔ اس اختلاف کی مثالیں بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں ۔ کہ قبیلہ اسد کے لوگ " یعلمون " اور " تعلم " اور " تسود وجوہ " اور " الم اعھد الیکم " وغیرہ میں حرف مضارع کو زیر سے ادا کرتے تھے ۔ یعنی یَعلمون کو یِعلمون اور تَعلم کو تِعلم وغیرہ اسی طرح بعض قبائل " علیھم " اور " فیھم " میں ھا کو پیش کے ساتھ ادا کرتے یعنی عَلَیہِم کی بجائے علیھُم اور فیہِم کی بجائے فیھُم اسی طرح بعض قبائل " موسٰی " اور " عیسٰی " میں امالہ کرتے تھے یعنی " موسے عیسے " پڑھتے تھے ۔ اسی طرح بعض قبائل " خبیرًا " اور " بصیرًا " میں " ر " کو باریک ادا کرتے اور بعض " ر " کو پُر ادا کرتے تھے ۔ اسی طرح بعض قبائل " الصلوٰۃ " اور " الطلاق " میں " ل " کو پُر ادا کرتے اور بعض باریک (۱)

اس نطقی اختلاف کی موجودگی میں جبکہ یہ اختلاف طبعی بھی ہو تو تمام قبائل کو ایک ہی نطق پر جمع کرنا تو ممکن ہی نہ تھا ۔ اس لئے امت کی سہولت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ ہر قبیلہ کے لوگوں کو ان کے نطق کے مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی جائے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عن ابی بن کعبؓ قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل فقال یا جبریل انی بعثت الی امتی الامیین منھم العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریۃ

(۱) لبیب السعید ، الجمع الصوتی الاول للقرآن ، ۱۲۷

والرجل الذی لم یقرأ کتابًا قط - قال یا محمد ان القران انزل علی سبعة احرف"[1]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جبریل سے ہوئی تو آپ نے فرمایا اے جبریل میں جس امت کی طرف بھیجا گیا ہوں اس میں کبیرالسن بوڑھے بھی ہیں غلام اور باندیاں بھی ہیں اور ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جو پڑھنا تک نہیں جانتے۔ اس پر جبریل نے عرض کی یہ قران سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

مختلف قرأتوں کا وجود بھی عبارت قران کی طرح منزل من اللہ ہے۔ جو قرأت سبعہ کا جواز مہیا کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابن عباسؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرأنی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده ویزیدنی حتی انتهی علی سبعة احرف"[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے قران مجھے ایک ہی حرف پر پڑھایا۔ میں برابر اس پر اضافہ کی طلب کرتا رہا۔ وہ بھی ایک حرف سے زائد پڑھتے رہے یہاں تک کہ یہ وسعت قرات سات تک پہنچی۔

قرأت کے مختلف لہجوں کا جواز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے ثابت ہے کہ آپ مختلف قبائل کے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ان کے لہجات کی رعایت رکھتے تھے اور انہی کے لہجوں میں بات کرتے تاکہ ان کیلئے فہم وغیرہ میں سہولت پیدا ہو۔[3]

---

(۱)، (۲) دونوں احادیث باب قرأ میں گذر چکی ہیں

(۳) شوقی ضیف، کتاب السبعہ، ۹

برصغیر کے نامور عالم قاری محمد طیب؟ علم قرأت میں مختلف قرأتوں کے وجوہ واسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"علم قرأت میں حروف وکلمات قرآنی کا وہ تعدد جو بارگاہ نبوت سے تسلیم شدہ فصیح عربی زبان کے قبائلی فرق کی بناء پر دور اوّل ہی میں معمول بہ رہا اور جب ارشاد نبوی انزل القران علی سبعۃ احرف کے مطابق ابتداءً سات کے دائرے میں تسلیم شدہ رہا اور قراء اس کی تعلیم میں منہمک رہے ۔ لیکن جب مرور زمانہ اور باہمی میل جول کی وجہ سے قبائل کی ممتاز لغوی ادائیگیوں میں بھی خلط ملط ہو گئیں تو روایت کنندگان قران پاک کے یہاں وجوہ وصور اختلاف میں بھی طبعًا ضرور اضافہ ہوا ۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اضافہ محض صوری اور اعتباری تھا حقیقی نہ تھا ۔ دیگر علوم وفنون دین کی طرح جب علم قرأت کی فنی تدوین کا دور آیا اور راسخین فی العلم نے خوب چھان پھٹک کی تو جو روایات کہ درجۂ تواتر اور شہرت لئے ہوئے تھیں ان کو مستند قرار دیا گیا ۔ وہ سمٹ کر دس اور سات کی حدود کو پہنچ گئیں اور بقیہ کو شاذ کا درجہ دیا گیا ۔ یہی متواتر ومشہور قرأتیں اپنے روایتی استناد کے ساتھ محفوظ ومقروء ہیں"[1]

---

(۱) ابوالحسن اعظمی ، علم قرات اور قراء سبعہ ، ۶

لہجات اور لحن

"دنیا کی تمام زبانوں میں تغیر پذیری کا عمل فطری ہے۔ کوئی بھی زبان اپنی ایک ڈگر پر قائم نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ ایک ہی زبان بولنے والے لوگوں میں لغوی اور ادائیگی الفاظ کا فرق ہوتا ہے۔ جسے انگریزی زبان میں Dialect اور اردو زبان میں بولی سے موسوم کیا جاتا ہے"

زبانوں کی تشکیل و ترکیب میں ماحول سیاسی و معاشی حالات تہذیب و تمدن اختلاط اقوام سب برابر اثر انداز ہوتے ہیں۔ عربی زبان بھی اس اثر پذیری اور تغیراتی عمل سے گزرتی رہی۔ عرب چونکہ اکثر خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے تھے اور ان کے قبائل بھی مختلف تھے لہذا ہر قبیلہ کی زبان دوسرے قبیلہ کی زبان سے مماثلت رکھنے کے باوجود تھوڑی بہت جداگانہ تھی۔ اور یہ اختلاف فطری اصولوں کے عین مطابق تھا۔ اس اختلاف کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قبیلہ قیس کے لوگ کاف (ک) کو شین (ش) سے بدل دیتے تھے وہ رَبَکَ کو ربش کہتے اور تحتک کو تحتش کہا کرتے تھے۔ (۱)

۲۔ قبیلہ تمیم کے لوگ عنعنہ تمیم کے نام سے معروف تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اس

---

(۱) محمد سالم محیسن، فی رحاب القرآن، ۲۷۶

قبیلہ کے لوگ اُن کی جگہ عن بولتے تھے۔ مثلاً اَن یَاتی کو عن یاتی کہتے تھے۔ اسی طرح بعض قبائل ایسے تھے جو سین (س) کو تا (ت) سے تبدیل کرتے۔ مثلاً الناس کو النات ادا کرتے تھے"(۱) یہ ایسے ہی ہے جیسے برصغیر پاک و ہند میں حیدر آباد دکن کے لوگ قاف (ق) کو خا (خ) سے بدل کر ادا کرتے ہیں۔ وہ رقیہ کو رخیہ اور قینچی کو خینچی کہتے ہیں۔ عرب قبائل میں مروج مختلف لہجات کا تذکرہ کرتے ہوئے معروف محقق ڈاکٹر عبداللہ المحیسن لکھتے ہیں

"وكذالك كل من كان من لغته ان ينطق بالشين كالجيم والجيم التى كالكاف ونحو ذالك۔ فهم فى هذا بمنزلة الالثغ والارت"(۲)

اسی طرح ہر قبیلہ کی اپنی جداگانہ زبان تھی ان میں سے بعض شین (ش) کو جیم (ج) سے۔ اور بعض جیم (ج) کو کاف (ک) سے بدل کر ادا کرتے تھے اسی طرح دیگر قبائل بھی اس تبدیلی کی وجہ یا تو زبان کا توتلا پن تھا یا (منہ کے اعضاء کی خاص بناوٹ کی وجہ سے) زبان کا فصیح نہ ہونا۔

عربوں کی اس صورت حال کو واضح کرتے ہوئے ایک اور عالم لکھتے ہیں

"عرب میں بھی مختلف قبائل آباد تھے اگرچہ ان سب کی زبان عربی کہلاتی تھی تاہم ان قبائل میں سے ہر ایک کی بولی Dialect الگ تھی۔ اور ہر قبیلہ کے محاورات اور لہجات

۱۔ محمد سالم محیسن، فی رحاب القرآن، ۲۲۶

۲) " " " " " " ۲۲۹

بھی مختلف تھے۔ مخارج حروف حتیٰ کہ اعراب کے اندر بھی فرق تھا۔ مثلاً ایک قبیلہ حتیٰ کو عتیٰ کہتا۔ اور قبیلہ بنو تمیم والے علامت مضارع فتحہ کی بجائے کسرہ سے پڑھتے۔ وہ اِیَاکَ نَعْبُدُ کو اِیَاکَ نِعْبُدُ پڑھتے۔ سب سے زیادہ اختلاف حجازی نجدی اور یمنی بولیوں میں تھا "(۱)

اسی طرح قبیلہ بنو سعد کے لوگ عین (ع) کو نون (ن) سے بدل دیا کرتے تھے مثلاً اعطیٰ کو انطیٰ اور معطی کو منطی کہتے تھے (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دنیا میں ھادی اور مبلغ بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے آپ اپنے مخاطب کے ساتھ اسی کے لہجے اور اسی کے انداز میں گفتگو فرماتے۔ جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ خطہ عرب میں مختلف قبائل کے لہجات مختلف تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام لہجات کا علم بھی رکھتے تھے اور ان لہجات میں گفتگو کرنے کا آپ کو کامل ملکہ بھی حاصل تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپکی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ تمام عرب کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلہ کے ساتھ اس کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں یہ علم و ادب آپ کو کس طرح حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ میرے رب نے مجھے ادب اور سلیقہ سکھایا ہے۔ اور میری خوب خوب تربیت فرمائی ہے ایک مرتبہ یمن کا ایک دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے سوال کیا

---

(۱) خالد محمود: آثار التنزیل ۵۱

(۲) ماہنامہ نقوش سیرت رسول نمبر ۸/ ۳۰۰

کیا سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام ہے۔ فصیح عربی زبان میں اس کا سوال اس طرح ہوتا چاہیئے تھا۔ اَمِنَ البِرّ الصِّیام فی السَّفرِ۔ لیکن اس نے اپنی مقامی بولی اور قبائلی لہجہ میں یہ جملہ اس طرح ادا کیا اَمن امبر امصیامُ فی امسفر؟ کیونکہ اس کے قبائلی لہجہ میں حرف تعریف الف لام کے بجائے الف میم تھا یعنی اَل کی بجائے اَم۔ چنانچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس دیہاتی شخص کے لہجے کی رعایت رکھتے ہوئے اس کے انداز میں جواب دیا فرمایا نعم من امبِرّ امصیامُ فی امسَفرِ۔[1] اسی طرح قبیلہ بنو سعد کے لوگ عین (ع) کو نون (ن) سے بدل دیا کرتے تھے مثلاً اعطیٰ کو انطیٰ اور معطی کو منطی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی قبیلہ کا ایک شخص عطیہ سعدی آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسکو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ما اغناک اللہ فلا تسألِ النّاس شیئاً فاِنّ الید العلیا ھی المنطیہ والید السفلیٰ ھی المنطاۃ۔[2] اگر اللہ تجھے بے نیاز کردے تو تو لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگنا کیونکہ اوپر والا ہاتھ عطا کرنے والا ہوتا ہے اور نچلا ہاتھ عطیہ لینے والا۔ اسی طرح آپ نے لقیط بن عامر العامری کو ان کے مقامی لہجہ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا سل عنک[3] حالانکہ عربی مبین میں یہ محاورہ سل ما شئت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مخاطبین کے ساتھ ان کے مقامی لہجہ میں گفتگو کرنے کی دو وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ بات کا ابلاغ درست ہو۔ دوسرے یہ کہ مقامی و علاقائی انداز تخاطب کی پذیرائی تاکہ مخاطب داعی کے ساتھ قربت و اپنائیت محسوس کرکے داعی کی بات کو آسانی سے تسلیم کرلے۔

(۱) ماہنامہ نقوش رسول نمبر ۸ ص ۳۰۰ (۲) ایضاً

(۳) ایضاً

اس بحث سے یہ تو ثابت ہوا کہ عربوں کے ہاں مختلف لہجے مروج تھے۔ لیکن ایک سوال پھر بھی تشنۂ تحقیق رہتا ہے کہ لہجوں کا یہ اختلاف عرب قبائل میں کیوں تھا جبکہ سب قبائل کی زبان عربی تھی۔ تو یہ بات جان لینی چاہیے کہ کائنات کی دیگر چیزوں کی طرح زبانوں میں بھی تغیّر پذیری کا عمل برابر جاری رہتا ہے۔ یوں بھی تغیر ہی ایک ایسی چیز ہے جسے دنیا میں ثبات و قرار حاصل ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

علمائے لسانیات کہتے ہیں کہ

" زمان و مکان کے حالات کے مطابق زبان خود بخود بدلتی رہتی ہے۔ اور اس تبدیلی کو ماہرین لسانیات زبان کا فطری ارتقا قرار دیتے ہیں۔ اس ارتقا کا انحصار زیادہ تر صوتی تشکیل اور تغیر و تبدل پر ہوتا ہے۔ تاریخ السنہ میں صوتی تبدیلیوں اور ارتقا کو اس لیے سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ زبان کی اکثر دوسری تبدیلیاں اور ارتقا کم و بیش اسی کے تحت ہوتے ہیں اور جو حالات تلفظ اور لب و لہجہ میں تغیر پیدا کرتے ہیں ان کی تحقیق و تفتیش اکثر دفعہ دلچسپ ثابت ہوتی ہے۔ صوتی تبدیلیوں کی سب سے پہلی اور اہم وجہ عضویاتی ہے۔ ایک نسل دوسری نسل کیلئے جو لسانی ورثہ چھوڑ جاتی ہے وہ بعینہٖ ایک اور معین نہیں ہوتا کیونکہ ہر نسل کے بعد اس کی آوازیں اور اس کے عضوی عادات و اطوار غیر محسوس طور پر کچھ نہ کچھ تبدیلی پاتے ہیں۔ یہ تبدیلی اکثر نتیجہ ہوتی ہے ہمسایہ زبان کے اثر کا۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی قوم کی ایک نسل کو ایک اجنبی زبان بولنے والوں سے سابقہ پڑتا ہے تو اس اجنبی زبان کی آوازیں اس نسل کے اپنے لفظوں پر جو عمل یا ردعمل کرتی رہتی ہیں ان کے نتیجہ کے طور پر اس تمام نسل کے مخارج تلفظ آہستہ

آہستہ اپنی جگہوں سے ہٹنے لگتے ہیں"[1] اس ضمن میں ایک ماہر لسانیات نے بڑی بلیغ بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں۔

"زبان خلا میں پیدا نہیں ہوتی۔ زبان کی کوکھ سے زبان جنم لیتی ہے۔ زبان کا جنم لینا کیا ہے حالات وظروف کے مطابق بدل بدلا کر اس کا نیا روپ اختیار کرنا۔ زبان برابر اولتی بدلتی اور حالات کے مطابق نئے نئے روپ دھارتی رہتی ہے۔ جب تک زبان کا بولنے والوں سے تعلق ہے یعنی زبان زبانوں پر ہے شکست وریخت اور ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ اس میں برابر جاری رہیگا زبان کی خراد پر زبان ترشتی ترشاتی چھلتی چھلاتی اور کٹ کٹا کر سڈول بنتی رہے گی۔ زبان کا بولنے والوں سے تعلق منقطع ہوا نہیں کہ جمود آیا اور ٹھٹری۔ ردوبدل زبان کی زندگی ہے۔ اور یہی اس کا ارتقا ہے۔ اس لئے زبان کا ارتقا اس کی زندگی ہے۔"[2]

لحن:

لحن کا لفظ عمدگی زبان اور نقص زبان دونوں کیلئے مستعمل ہے۔ لغت کے حوالے دیکھا جائے تو اس کے معانی کو اس طرح واضح کیا گیا ہے

"لَحَنَ لَحناً لَحَناً و لُحُوناً۔ لحانۃً اعرابی غلطی کرنا۔ غلط عربی بولنا
لَحن۔ اَلحَان و لُحُونٌ ۔ سر عمدہ آواز بولنے کا طرز"[3]

---

(۱) محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، ۴۱-۴۲
(۲) شوکت سبزواری ڈاکٹر، اردو لسانیات، ۲۱
(۳) فیروز اللغات، ۶۷۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات مبارک میں لفظ لحن کو انہی مذکورہ دونوں معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔ آپ کا فرمان ہے

اَنَا اَعْرَبُ الْعَرَبِ وُلِدْتُ فِی قُرَیْشٍ وَنَشَأْتُ فِی بَنِی سَعْدٍ فَاَنّٰی یَاتِیْنِی اللحن (۱)

میں تمام عربوں میں سب سے زیادہ فصاحت سے بات کرنے والا ہوں میری پیدائش قریش میں ہوئی اور میری پرورش بنو سعد میں ہوئی تو بھلا اب میرے کلام میں لحن کہاں سے آسکتا ہے۔ (لحن سے مراد اس جگہ زبان کا نقص اور خرابی لیا گیا ہے

دوسری جگہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔

اقرؤوا القرآنَ بلحون العرب۔ قرآن مجید کو عربوں کی سی خوش آوازی سے پڑھا کرو (یہ حدیث باب دوم میں تفصیل سے گزر چکی ہے) یہاں لحن کا لفظ خوش آوازی اور عمدگی کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات کی روشنی میں لفظ لحن کے معانی کا تعین بھی ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ اگرچہ عربوں کے مختلف قبائل کی بولیاں مختلف تھیں تاہم ان میں قبیلہ قریش کی زبان سب سے ممتاز تھی یا تو متولی کعبہ ہونے کی وجہ سے یا ان کا ادبی مقام و مرتبہ دیگر قبائل پر فائق تھا۔ بہر حال ان کی زبان ارتقائی منازل طے کر کے نقطۂ کمال پر پہنچی ہوئی تھی۔ غالباً اسی لئے حضرت عثمان غنیؓ نے

(۱) ماہنامہ نقوش رسول نمبر ۸/ ۳۲۹

قرآن مجید کو لغت قریش کے مطابق لکھنے کا حکم دیا۔

علمائے تجوید کے نزدیک لحن ایک اصطلاح ہے جس سے تلاوت کا نقص ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اور لحن کے ساتھ قراءت کرنے والے کو لحان (خوش آوازی سے مگر غلط پڑھنے والا) کہا جاتا ہے۔ علمائے تجوید لحن کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں۔ ایک لحن جلی دوسرے لحن خفی۔ لحن کی ان دونوں قسموں میں خللِ قراءت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ جو الفاظ اور حروف پر مؤثر ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ لحن جلی ایسا واضح خلل ہوتا ہے جسے علمائے قراءت کے علاوہ دوسرے لوگ بھی پہچان جاتے ہیں جبکہ لحن خفی کی معرفت علمائے قراءت ہی کر پاتے ہیں کیونکہ یہ بہت باریک فنی غلطیاں ہوتی ہیں۔ صاحب النشر فرماتے ہیں

" ولذالک عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحناً وعدوا القاری بہا لحاناً۔ وقسموا اللحن الی جلی وخفی "[1]

اسی وجہ سے علمائے قراءت بغیر تجوید تلاوت کرنے کو لحن کا نام دیتے ہیں۔ جبکہ لحن سے پڑھنے والے کو لحان کہا جاتا ہے اور لحن کی دو قسمیں جلی اور خفی ہیں۔ امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں۔

"فان حسن الاداء فرض فی القراءۃ ویجب علی القاری ان یتلو القران حق تلاوتہ صیانۃ للقران عن ان یجد اللحن والتغییر الیہ سبیلاً"[2]

قراءت میں حسن ادا فرض ہے۔ اور قاری پر واجب ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہوئے تلاوت کا حق ادا

---

(۱) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۲۱۱

(۲) الموضح فی وجوہ القراءات بحوالہ النشر فی القراءات العشر ۱/ ۲۱۱

کرے تاکہ قرآن کو اس امر سے محفوظ رکھ سکے کہ اس میں لحن اور تبدیلی کو راہ پانے کا موقع ملے۔

لہجات اور لحن سے متعلق اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عربوں کے مختلف قبائل تھے اور ہر قبیلہ کی اپنی مادری زبان تھی۔ اگرچہ بنیادی طور پر، ہر قبیلہ کی زبان عربی ہی کہلاتی تھی تاہم ہر قبیلہ کا لہجہ جداگانہ تھا۔ اور اسی طرح تمام قبائل کی زبانوں میں باہم تھوڑا تھوڑا تلفظ کا اختلاف موجود تھا۔ یہ اختلاف عین فطری تقاضے کے مطابق تھا کیونکہ دنیا کی تمام زبانیں حالات ماحول۔ آب وہوا۔ سیاسی سماجی اور تمدنی اختلاف کی وجہ سے ضرور متاثر ہوتی ہیں اور شکست وریخت کا عمل زبانوں میں ہر لحظہ جاری رہتا ہے۔ عرب قبائل کے لہجوں کا اختلاف بھی اسی سبب کا نتیجہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عرب قبائل کے لہجات سے واقف تھے اور گفتگو کے وقت ہر قبیلہ کے لوگوں سے ان کے لہجوں کی رعایت رکھتے تاکہ بات کا ابلاغ درست ہو یہ ملکہ ان کے لئے خاص عطیہ الٰہی تھا۔

لحن اگرچہ خوش آوازی کو کہا جاتا ہے تاہم اس کا مطلب زبان کا نقص بھی ہے اور علم تجوید کی اصطلاح میں لحن کا لفظ عموماً نقص ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے علمائے تجوید لحن کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں ایک لحن جلی دوسرا لحن خفی۔ بوقت تلاوت دونوں سے بچنا ضروری ہے۔

اختلاف قراءات کے فوائد

اکابر علماء نے اختلاف قراءات کے بے شمار فوائد کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے بیشتر علمی اور فقہی ہیں جن کے ذریعے سے بعض احکامات کے جاننے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان بنیادی پہلوؤں کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ ایسے احکام کی نشاندہی جن پر اجماع امت ہوا اور یہ نشاندہی ہی اصلاً اس مسئلے میں اجماع کا سبب بن گئی۔ مثلاً قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ
اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ[1]

اس آیت کریمہ کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس طرح پڑھا ہے

وان كان رجل يورث كللة او امراة وله اخ
او اخت من ام فلكل واحد منهما السدس

گویا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی قراءت میں اخت کے بعد من ام کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ یہاں پر ماں شریک بہن بھائی مراد ہیں باپ شریک بہن بھائی مراد نہیں۔ اسی پر مفسرین کا اجماع ہے۔ یہ قراءت اگرچہ شاذ اور غیر متواتر ہے تاہم اس کے ذریعے ایک اہم مسئلہ کے استنباط اور اجماع میں مدد ملی۔ مفتی محمد شفیع مرحوم فرماتے ہیں "گو یہ قراءت متواتر نہیں لیکن

---

(۱) سورۃ النساء ۴/ ۱۲

اجماع امت ہونے کی وجہ سے معمول بہا ہے"[1]

۲۔ حکم راجح کا علم

بعض اوقات کسی قرأت سے کسی ایسے مسئلہ میں جس میں اختلاف موجود ہو راجح حکم کا علم حاصل ہونے میں مدد ملتی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم کی آیت

فکفارتہ اطعام عشرۃ مسٰکین من اوسط ماتطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ"[2]

اس آیت کی ایک قرأت اس طرح ہے۔ "او تحریر رقبۃ مؤمنۃ"

اس قرأت میں تحریر رقبہ کے ساتھ مؤمنہ کی شرط موجود ہے۔ گویا ایسی باندی کو آزاد کرنا چاہیے جو مومنہ ہو۔ یعنی ترجیح مومنہ باندی کو دی جائیگی۔

۳۔ مختلف احکام کو عملی طور پر جمع کرنا

اختلاف قراءات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے دو مختلف احکام کو عملی طور پر یکجا کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی یہ آیت

ولا تقربوھن حتی یطھُرن۔[3] اس آیت کی ایک قرأت اس طرح ہے۔ ولا تقربوھن حتی یَطّھّرن۔

یَطھُرن کا مطلب ہے محض حیض سے پاک ہو جانا جبکہ یطّھّرن کا مطلب ہے حیض کے بعد غسل کے ذریعے پاکیزہ ہونا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ان دونوں احکام کو عملاً جمع کر لیا جائے یعنی حیض سے پاکیزگی بھی ہو پھر غسل بھی کر لیا جائے۔

---

(۱) محمد شفیع مفتی، معارف القرآن ۲/ ۳۲۸

(۲) سورۃ المائدہ ۵/ ۸۹ ۔ (۳) سورۃ البقرہ ۲/ ۲۲۲

۴۔ شریعت کے دو احکام کا اظہار

بعض مختلف قرائتیں شریعت کے مختلف احکام کے اظہار کا سبب بھی بنتی ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم کی یہ آیت اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ۔(۱)

اس آیت میں کلمہ ارجلکم کی قرأت دو طرح ہے۔ ایک اَرْجُلَکُمْ یعنی ل کے زبر کے ساتھ۔ یہ قرأت امام نافع۔ ابن عامر۔ حفص۔ امام کسائی اور یعقوب کی ہے۔ اس طرح ارجلکم کا عطف وجوھکم وایدیکم کے ساتھ ہوگا اور معنیٰ ہوں گے کہ تم اپنے چہروں ہاتھوں اور پاؤں کو دھو یا کرو۔ دوسری قرأت اَرْجُلِکُمْ ہے یعنی ل کی زیر کے ساتھ۔ یہ قرأت مذکورہ قراء کے علاوہ باقی حضرات کی ہے۔ اس صورت میں ارجلکم کا عطف برؤسکم کے ساتھ ہوگا۔ اور معنوی فرق یہ پیدا ہوگا کہ پاؤں کے دھونے کی بجائے پاؤں کا مسح کرنا ٹھہرے گا۔ دونوں قرائتیں صحیح ہیں۔ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پتہ چلے گا کہ پاؤں اگر ننگے ہوں تو پاؤں کا دھونا ضروری لیکن موزے یعنی جرابیں پہننے کی صورت میں مسح کر لینا کافی ہو جائیگا۔

۵۔ ظاہری حکم کی وضاحت

بعض اوقات کسی ظاہری حکم کی وضاحت کسی دوسری قرأت کے ذریعے سے ممکن ہوتی ہے مثلاً قرآن حکیم کی آیت اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا

---

(۱) سورۃ المائدہ ۶/۵

الیٰ ذکر اللّٰہ (۱)

جبکہ اسی آیت کی ایک شاذ قرأت اس طرح ہے ۔ اِذَا نُوْدِیَ للصَّلوٰۃ مِن یَّومِ الجمعۃ فامضوا اِلیٰ ذکرِ اللّٰہ ۔

فاسعوا کے ظاہری معنیٰ مشی السریع یعنی تیز چلنے کے ہیں ۔ جبکہ یہاں پر یہ مقصود نہیں بلکہ اہتمام نماز مقصود ہے ۔ فامضوا سے اس کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے ۔

۶۔ کسی آیت کی تفسیری وضاحت

مثلاً قرآن حکیم کی یہ آیت وتکون الجبال کالعھن المنفوش (۲) جبکہ اسی آیت کی ایک شاذ قرأت اس طرح ہے ۔ وتکون الجبال کالصوف المنفوش اس جگہ لفظ صوف سے عھن کی وضاحت ہو رہی ہے ۔

---

(۱) سورۃ الجمعہ ۶۲/۹ (۲) سورۃ القارعہ ۱۰۱/۵

سبعہ احرف

ذخیرہ احادیث میں ایک طویل حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضؓ کے حوالے سے ملتی ہے جس سے ہمیں سبعہ احرف اور اسکی ماہیت کا علم ہوتا ہے ۔ اس حدیث کا تذکرہ متن اور ترجمے ، سمیت دوسرے باب میں گزر چکا ہے ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے ایک شخص کو دوران نماز ایک اور ہی طریقے سے تلاوت کرتے ہوئے سنا ۔ حضرت عمر رضؓ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور شکایت پیش کی کہ یہ شخص ایک اور ہی طریقہ سے قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے قرآن کریم سے تلاوت سنی اور فرمایا کہ تم دونوں درست پڑھتے ہو ۔ کیونکہ قرآن مجید سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے ۔

اسی قبیل کی ایک دوسری حدیث **حضرت ابی بن کعب** سے مروی ہے جس کے **الفاظ** یہ ہیں ۔

" دخلت المسجد اصلی ۔ فدخل رجل فافتتح النحل فقراء فخالفنی فی القراءۃ فلما انفتل قلت من اقراک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ثم جاء رجل فقام یصلی فقراء وافتتح النحل فخالفنی وخالف صاحبی ۔ فلما انفتل قلت من اقراک ۔ قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ۔ قال فدخل قلبی من الشک والتکذیب اشد مما کان فی الجاهلیه ۔ فاخذت بایدیهما فانطلقت بهما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت استقرئ هذین فاستقرأ احدهما قال احسنت ۔ فدخل قلبی من الشک والتکذیب اشد مما کان فی الجاهلیه ۔ ثم استقرأ الآخر فقال احسنت ۔ فدخل صدری من الشک والتکذیب اشد مما کان فی الجاهلیة ۔ فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدری بیده ۔ فقال اعیذک باللہ یا ابیّ من الشک ثمّ قال إنّ جبریل علیہ السلام اتانی فقال ان ربک عزوجل یامرک ان تقرأ القرآن علی حرف واحد ۔ فقلت اللهم خفف عن امتی ۔ ثم عاد ۔ فقال ان ربک عزوجل یامرک ان تقرأ القرآن علی حرفین فقلت اللهم خفف عن امتی ثم عاد فقال ان ربک عزوجل یامرک ان تقرأ القرآن علی سبعة احرف واعطاک بکل ردة مسألة ۔ (۱)

---

(۱) الجزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۲۰

میں نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد میں آیا۔ ایک اور آدمی بھی مسجد میں آیا۔ اس نے سورۃ النحل کی تلاوت کرنا شروع کی لیکن اس نے میرے طرز تلاوت کے برعکس تلاوت کی جب وہ نماز پڑھ چکا تو میں نے اس سے کہا تو نے قرآن کس سے پڑھا۔ اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے۔ اسی دوران ایک اور آدمی آیا اس نے بھی نماز ادا کرنا شروع کی اس نے بھی سورۃ النحل ہی پڑھی۔ لیکن اس کا طریق تلاوت ہم دونوں کے طریق تلاوت سے مختلف تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا تمہیں قرآن مجید کس نے پڑھنا سکھایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے۔ راوی کہتا ہے کہ اس جواب کی وجہ سے ایسا شک اور تردد پیدا ہوا کہ جو کبھی دور جاہلیت میں بھی کبھی میرے دل میں نہ گذرا تھا۔ میں نے ان دونوں آدمیوں کے ہاتھ تھامے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے کہا کہ ذرا ان سے سنیئے یہ دونوں کس طرح تلاوت کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے ایک کی تلاوت سن کر فرمایا تو نے خوب اچھا پڑھا ہے۔ اس بات پر میرے دل میں ایسی شک و تکذیب کی کیفیت پیدا ہوئی جو اسلام لانے سے پہلے سے بھی زیادہ تھی۔ پھر دوسرے شخص نے تلاوت کی اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے خوب اچھا پڑھا۔ میرے دل میں شک و تکذیب کی ایسی ہی کیفیت پیدا ہوئی جو ایام جاہلیت سے بہت زیادہ سخت تھی۔ پس رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا میں اللہ سے تیرے لئے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے دل میں شک پیدا ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور پیغام دیا کہ اللہ عزوجل

کا حکم ہے کہ آپ قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھا کریں ۔ پس میں نے اللہ سے عرض کی ۔ اے اللہ میری امت کیلئے آسانی پیدا کیجئے تخفیف فرمائیے ۔ جبریل امین لوٹ کر آئے اور کہنے لگے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ دو حرفوں پر تلاوت کر لیا کریں ۔ اس پر میں نے عرض کی اے اللہ میری امت کیلئے نرمی فرمائیے ۔ حکم میں تخفیف کیجئے ۔ جبریل نے واپس آکر کہا کہ آپ کے رب عزوجل کا فرمان ہے کہ آپ سبعہ احرف پر تلاوت کر لیا کریں ۔ اللہ نے آپ کی ہر معروض کو پذیرائی بخشی ہے اور آپ کے سوال کے مطابق عطا کیا ہے ۔

اسی تناظر میں ایک روایت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل اور میکائیل دونوں میرے پاس آئے ۔ جبریل میرے دائیں جانب بیٹھے اور میکائیل بائیں جانب جبریل نے کہا ایک حرف پر قرآن پڑھیئے ۔ میکائیل کہنے لگے کچھ اضافہ کردیجئے حتی کہ یہ تعداد سبعہ احرف تک پہنچ گئی ۔ اور ابی بکرہ کی حدیث ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سبعہ احرف پر پڑھا اور پھر میکائیل کی طرف دیکھا ۔ لیکن اب میکائیل نے خاموشی اختیار کرلی جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ انتہائی تعداد ہے (۱)

ان احادیث مبارکہ سے قرآن مجید کی اہمیت کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں ۔ سب سے بڑی اور بنیادی بات حفاظت قرآن کے سلسلے میں ہے کہ اس کتاب کی حفاظت کا اہتمام اللہ تعالیٰ اپنے تکوینی نظام کے تحت فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام میں باہم محبت و الفت رحمت و رأفت کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے معاملے میں وہ ذرا سی بھی لچک پیدا کرنے میں متامل نظر آتے ہیں ۔ اس حوالے سے وہ کسی رو رعایت کے قائل نہیں اسطرح

---

(۱) السیوطی ، جلال الدین ، الاتقان فی علوم القرآن ، ۱/ ۴۶

ان کی دینی حمیت کا صحیح اندازہ بھی ہوتا ہے کہ ظاہری حالات واحوال خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں جہاں معاملہ قرآن حکیم کا ہو وہاں ان کے لئے کوئی بھی بڑے سے بڑا امر مانع نہیں ہوتا اور وہ کسی بھی خلاف شرع امر پر فوراً اپنے شدید ردعمل کا اظہار فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے غصہ آیا اور میں نے چاہا کہ نماز ہی میں حضرت ہشام ابن حکیم سے لڑ پڑوں کیونکہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے فہم کے مطابق قرآن مجید کو غلط پڑھا تھا۔ حدیث شریف کا متن اس بات پر بھی غماز ہے کہ تمام معاملات میں حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ کا عمل قرآن حکیم کی آیت فان تنازعتم فی شیئٍ فردّوہ الی اللہ والرسول کی اتباع میں تھا اسی وجہ سے دونوں حضرات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اس معاملے کو لے کر حاضر ہوئے اور جب آپ نے فیصلہ فرمایا تو حضرت عمرؓ نے اپنی فطری تیزیٔ طبع کے باوجود اپنی بات کو بیجا دیکھ کر اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ فوراً رضا و تسلیم کا اظہار کیا۔ ایک پہلو اس حدیث مبارکہ سے دین میں آسانی کا بھی نکلتا ہے۔ کہ دینی معاملات میں عملی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسانی کے پہلو کو ہمیشہ مدنظر رکھا کرتے تھے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا فاقرؤا ما تیسر منہ۔

ان تمام علمی مباحث سے صرف نظر کرتے ہوئے ہمیں صرف اپنے اصل موضوع کو زیر بحث لانا ہے کہ آپ نے اس پورے واقعے کے تناظر میں یہ ارشاد فرمایا

ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ

یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا۔ پس اس میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقہ پر پڑھ لو۔

سبعہ احرف سے کیا مراد ہے اس کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ اس حدیث کی صحت اور عدم صحت کو جانچ لیا جائے۔ علامہ ابن الجزریؒ کے مطابق یہ حدیث حضرت عمر بن الخطاب ہشام بن حکیم بن حزام عبدالرحمٰن ابن عوف۔ ابی بن کعب عبداللہ بن مسعود

معاذ بن جبل ابوھریرہ ۔ عبداللہ بن عباس ابوسعید خدری حذیفہ بن یمان ۔ ابوبکرہ عمرو بن عاص ۔ زید بن ارقم ۔ انس ابن مالک سمرہ بن جندب ۔ عمر بن ابی سلمۃ ابوجہم ابوطلحہ اور ام ایوب انصاریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے![1]

علامہ ابن الجزری ہی کے مطابق ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے ممبر پر یہ اعلان فرمایا کہ وہ تمام حضرات کھڑے ہو جائیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا اس پر صحابہ کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہو گئی کہ جس کو شمار نہیں کیا جا سکتا[2]

لہذا اس حدیث مبارکہ کی صحت پر کلام کی گنجائش باقی نہیں ہے ۔ نیز علم روایت اور علم درایت کے معیار پر بھی یہ حدیث پوری اترتی ہے اور یہ کہ سبعہ احرف کا موضوع شروع سے لیکر اب تک اہل علم حضرات کے مابین زیر بحث رہا ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس حدیث کو بنیاد بناتے ہوئے علماء نے اس پر علمی بحثیں کیں ۔ اگر یہ حدیث صحت کے معیار پر پوری نہ اترتی ہوتی تو علماء اس موضوع پر طویل بحث کرنے کی بجائے محض یہ کہ کر آگے بڑھ جاتے ھذا حدیث ضعیف" یا زیادہ سے زیادہ اس کے ضعف اور عدم صحت پر دلائل اکٹھے کرتے ۔ لیکن ایسا نہیں ہوا ۔ جو اس بات کی بین علامت ہے کہ اس حدیث کی صحت پر علماء ہر دور میں متفق رہے ہیں ۔

سبعۃ احرف کی مذکورہ بالا احادیث کی صحت پر ایک حجت قاطع یہ بھی ہے کہ سبعۃ احرف کی طلب خود حضور رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے کی آپ

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۲۱ (۲) ایضاً - السیوطی جلال الدین، الاتقان ۱/ ۴۵

کی اسی طلب اور خواہش کی پذیرائی میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی امت کیلئے یہ سہولت عطا کی۔ بالکل اسی طرح جس طرح تحویل قبلہ کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش کے احترام میں نازل ہوا تھا۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (۱)

سبعہ احرف کا نزول بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خواہش اور ذاتی طلب کا نتیجہ تھا چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے۔

ابی بن کعبؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عند اضاۃ بنی غفار قال فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال ان اللہ یامرک ان تقرأ امتک القران علی حرف فقال اسأل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لا تطیق ذالک ثم اتاہ الثانیہ فقال ان اللہ یامرک ان تقرأ امتک القران علی حرفین فقال اسأل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لا تطیق ذالک ثم جاءہ الثالثہ فقال ان اللہ یامرک ان تقرأ امتک القران علی ثلثۃ احرف فقال اسأل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لا تطیق ذالک ثم جاءہ الرابعہ فقال ان اللہ یامرک ان تقرا امتک القران علی سبعۃ احرف فایما حرف قرأوا علیہ فقد اصابوا ۲

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بنی غفار کے علاقہ میں تھے کہ جبریل حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ آپ کی امت

---

(۱) سورۃ البقرہ ۲/ ۱۴۴

(۲) مسلم بن الحجاج۔ الصحیح المسلم ۱/ ۲۷۳

قرآن مجید کی تلاوت ایک حرف پر کرے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے آسانی طلب کی اور بخشش مانگی کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہ رکھتی تھی۔ پھر جبریل دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آپکی امت دو حرفوں پر تلاوت قرآن کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ سے آسانی اور بخشش مانگی کہ میری امت کے لئے یہ بھی مشکل امر تھا۔ پھر جبریل تیسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ کی امت تین حروف پر تلاوت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اللہ سے آسانی اور بخشش طلب کی کہ میری امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی پھر جبریل چوتھی مرتبہ حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو سات حروف پر تلاوت کرے پس ان سات حروف میں سے جس پر بھی آپ کی امت کے لوگ تلاوت کریں گے صحیح ہوگا

سبعہ احرف کیا ہے یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قدیم ادوار کے علماء نے بہت بحثیں کی ہیں۔ اور مستقل کتب اس موضوع پر موجود ہیں۔ لیکن اس بحث کو چھیڑنے سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ سبعہ احرف کے مسئلہ پر مختلف بحثیں تبع تابعین یا ان کے بعد کے دور ہی میں سامنے آئیں۔ صحابہ کرام کے دور میں سبعہ احرف کی مختلف توجیہات کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ اگر صحابہ کرام اس موضوع پر الجھن کا شکار ہوتے تو وہ اپنی اس الجھن کو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے اور آپ ضرور اس کو واضح فرما دیتے لیکن ایسی کوئی نظر نہیں ملتی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام اس کا مفہوم خوب سمجھتے تھے کسی تردد کا شکار نہیں تھے سبعہ کیا ہے اور کیا نہیں یہ مسئلہ پیدا ہی بعد میں ہوا۔ صحابہ کرام اپنے طبعی میلان اور انداز طبع کی وجہ سے سبعہ احرف کا مطلب و مفہوم خوب جانتے تھے انہیں اس بارے میں کوئی اشکال نہ تھا۔ ہماری اس رائے کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ تلاوت قرآن کے سلسلے میں حضرت عمرؓ اور

حضرت ہشام ؓ کے مابین تنازعہ کی صورت پیدا ہوئی اور اپنے اس اشکال کو لے کر دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف یہ جواب سن کر دونوں حضرات خاموش ہو گئے ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سبعہ احرف کا مفہوم ان کے لئے بذات خود مفہوم ہی تھا ۔ اگر مفہوم نہ ہوتا تو وہ ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید وضاحت طلب کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا ۔

سبعہ احرف کا مسئلہ جس زمانے میں پیدا ہوا تو اس کی تحلیل و تشریح میں علماء نے خوب علمی اور قلمی کاوشیں کیں قدیم ادوار کے جن اہم علماء نے اس موضوع پر کلام کیا زمانی اعتبار سے ان کے اسماء اور ان کی کتب یہ ہیں ۔

۱ ۔ غریب الحدیث ۔ یہ کتاب ابو عبید القاسم بن سلام کی ہے ۔ ان کا انتقال ۱۲۴ھ ہجری میں ہوا ۔

۲ ۔ تفسیر الطبری ۔ یہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی تصنیف ہے ان کا انتقال ۳۱۰ھ ہجری میں ہوا ۔

۳ ۔ کتاب الابانہ عن معانی القراءات ۔ یہ کتاب مکی بن ابی طالب کی ہے ۔ ان کا انتقال ۴۳۷ھ ہجری میں ہوا ۔

۴ ۔ المرشد الوجیز ۔ یہ کتاب شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل کی ہے جو علمی دنیا میں ابی شامہ کے نام سے مشہور ہیں ۔ ان کا انتقال ۶۶۵ھ ہجری میں ہوا ۔

۵ ۔ البرهان فی علوم القرآن ۔ یہ کتاب بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی کی ہے جن کا انتقال ۷۹۴ھ ہجری میں ہوا ۔

۶۔ الاتقان فی علوم القرآن ۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے
ان کا انتقال ۹۱۱ھ ہجری میں ہوا۔

اگرچہ ان کے بعد بھی علماء اس موضوع پر قلم اٹھاتے رہے تاہم بعد کے علماء کی بحثیں یا تو ان مذکورہ حضرات کی بحث کا تکرار تھیں یا انہیں کے نکات کی مزید وضاحت۔ کسی غیر معمولی نئی بحث کا سراغ ہمیں نہیں ملتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے علماء کے مختلف اقوال کا احصا کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس ضمن میں علماء کے مختلف اقوال کی تعداد تقریباً چالیس تک پہنچتی ہے[۱] جبکہ علامہ ابن عربی نے پینتیس اقوال کا تذکرہ کیا ہے[۲] اس سلسلہ کے چند مشہور اقوال یا آراء یہ ہیں۔

۱۔ اس سے مراد سات مشہور قاریوں کی قرائتیں ہیں۔ یہ قول مشہور تو بہت ہوا لیکن یہ رائے کن حضرات کی ہے اس کے بارے میں ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ قول محض امکانی بحث کی حد تک بیان ہوا۔ اور اسی وجہ سے مشہور ہو گیا ورنہ کسی نے اس قول کے حق میں کوئی نقلی دلیل قائم نہیں کی۔

۲۔ حروف سے مراد تمام قرائتیں ہیں لیکن سات کے لفظ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں بلکہ اس سے مراد کثرت ہے یہ رائے قاضی عیاض کی ہے[۳]۔

---

(۱) السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۵۰ (۳) الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۵۰
(۲) زرکشی، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن ۱/ ۲۱۲

۳۔ سات حروف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں چونکہ عربوں کے قبائل مختلف تھے اور ہر قبیلہ کی لغت میں تھوڑا بہت فرق تھا جو ایک فطری امر ہے لہذا ان قبائل کی آسانی کیلئے اللہ نے قرآن کریم کو سات لغات پر نازل فرمایا تاکہ ہر قبیلہ اسے اپنی لغت یا اپنی بولی کے مطابق پڑھ سکے۔[1] حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک وہ سات قبائل حسب ذیل ہیں۔

ھذیل ۔ کنانہ ۔ قیس ۔ ضبہ ۔ تمیم الرباب ۔ اسد بن خزیمہ

قریش[2] ۔ امام حاتم سجستانی نے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ نام ذکر کئے ہیں۔

قریش ۔ ھذیل ۔ تیم الرباب ۔ ازد ۔ ربیعہ ۔ ہوازن ۔ سعد بن بکر[3]

۴۔ اس ضمن میں امام طحاویؒ کے قول کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ کے نزدیک قرآن کریم نازل تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی اس لئے ابتدائے اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کریں چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی ان کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرما دیئے تھے جن سے وہ تلاوت کر سکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی بجائے ھلم یا اقبل یا ادن پڑھ دیا جائے۔ معانی سب کے ایک ہی رہتے ہیں۔ لیکن یہ

---

(۱) الطبری، ابی جعفر محمد، جامع البیان ۱/ ۲۰

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری ۹/ ۲۷

(۳) آلوسی، شہاب الدین، روح المعانی ۱/ ۲۱

اجازت حرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا اور اہل عرب اس کے عادی ہو گئے۔ اور ان کے لئے اسی اصلی لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہو گئی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریلؑ سے قرآن مجید کا آخری دور کیا جسے اصطلاح میں عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کر دی گئی اور حرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا[1]

امام طحاوی کے علاوہ سفیان بن عیینہ ابن وھب اور حافظ ابن عبدالبر کی بھی یہی رائے ہے بلکہ حافظ ابن عبدالبر تو اس قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کرتے ہیں[2]

۵۔ امام طحاوی نے سبعہ احرف کے بارے میں ایک رائے یہ بھی دی ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کے سات قسم کے معانی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ رائے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے ماخوذ ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

كان الكتاب الاول ينزل من باب واحد على حرف واحد ونزل القرآن من سبعة ابواب على سبعة احرف. زاجر وامر وحلال وحرام ومحكم ومتشابه وامثال.... الخ[3]

پہلے کتاب ایک باب سے ایک حرف پر نازل ہوتی تھی اور قرآن کریم سات ابواب سے سات حروف پر نازل ہوا یعنی زاجر (کسی بات سے روکنے والا) آمر (کسی بات کا حکم دینے والا)

۱۔ (۱) طحاوی۔ ابی جعفر احمد بن محمد۔ مشکل الآثار ۴/ ۱۸۶ — ۱۹۱

۲ (۲) زرقانی۔ محمد عبدالعظیم۔ شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۲/ ۱۱

۳۔ (۳) طحاوی۔ ابی جعفر احمد بن محمد۔ مشکل الآثار ۴/ ۱۸۵

حلال۔ حرام۔ محکم۔ متشابہ۔ امثال۔

۶۔ امام مالکؒ کا قول

امام مالکؒ کے نزدیک سبعہ احرف سے مراد درج ذیل سات قسم کے اختلاف ہیں۔

۱۔ مفرد اور جمع کا اختلاف کہ ایک قرائت میں لفظ مفرد آیا ہو اور دوسری میں صیغہ جمع مثلاً وتمت کلمۃ ربک اور کلمات ربک

۲۔ تذکیر و تانیث کا اختلاف کہ ایک جگہ لفظ مذکر استعمال ہوا اور دوسری جگہ مونث جیسے لا یُقبلُ۔ اور لا تُقبلُ۔

۳۔ وجوہ اعراب کا اختلاف کہ زیر زبر وغیرہ بدل جائیں۔ مثلاً ھل من خالقٍ غیرُاللّٰہ۔ اور غیرِاللّٰہِ۔

۴۔ صرفی ہیئت کا اختلاف جیسے یَعْرِشُونَ اور یُعَرِّشُونَ

۵۔ حروف نحویہ کا اختلاف جیسے لکنَّ الشیاطینَ اور لکنِ الشیاطینُ

۶۔ لفظ کا ایسا اختلاف جس سے حروف بدل جائیں جیسے تعلمونَ اور یَعلمُونَ یا ننشزُھا اور ننشرُھا۔

۷۔ لہجوں کا اختلاف جیسے تخفیف۔ تفخیم۔ امالہ۔ مد۔ قصر۔ اظہار اور ادغام وغیرہ [1]

امام مالکؒ کے مذکورہ قول سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ ابن الجزری کہتے ہیں کہ

۱۔ غرائب القرآن ورغائب الفرقان بحوالہ تقی عثمانی، علوم القرآن ۱۰۷

ولازلت استشكل هذا الحديث وافكر فيه وامعن النظر من نيف وثلاثين سنة حتى فتح الله علی بما یمکن ان یکون صوابا ان شاء الله وذالك انی تتبعت القرأت صحيحها وشاذها وضعيفها ومنكرها فاذاهو يرجع اختلافها الى سبعة اوجه من الاختلاف لا يخرج عنها وذالك اما فی الحرکات بلا تغير فی المعنی والصورة نحو (البخل) بأربعة (ويحسب) بوجهين او بتغير فی المعنی فقط نحو فتلقی آدم من ربه كلمات واما فی الحروف بتغیر فی المعنی لا فی الصورة نحو تبلوا تتلوا وعکس ذلك نحو بصطة . بسطة او بتغيرهما نحو اشد منکم ومنهم واما فی التقدیم والتاخیر نحو فيقتلون ويقتلون او فی الزیادة نحو واوصی ووصی فهذه سبعة اوجه لا يخرج الاختلاف عنها . ثم رأيت ابا الفضل الرازی حاول ما ذکرته وکذا ابن قتیبة حاول ما حاولنا بنحو آخر[1]

میں اس حدیث کے بارے میں برابر اشکالات میں مبتلا رہا اور اس پر تیس برس سے بھی زائد عرصہ غوروفکر کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالے نے مجھ پر اس کی ایسی تشریح کھول دی جو ان شاء اللہ صحیح ہوگی ۔ وہ یہ کہ میں نے صحیح شاذ ضعیف منکر تمام قراءتوں کا تتبع کیا تو پتہ چلا کہ تمام اختلاف سات قسم کی انواع پر مشتمل ہیں اور ان سات اقسام سے باہر نہیں ہیں ۔ حرکات کا اختلاف

---

(۱) جزری ، محمد بن محمد ، النشر فی القراءات العشر ، ۱/ ۲۶

جبکہ معنیٰ اور صورت کسی میں بھی تبدیلی واقع نہ ہو۔
جبکہ حرف معنی میں تغیر پیدا ہو۔ مثلاً تتلقٰی ادم من ربہ کلماتٌ۔ جہاں تک حروف کا
تعلق ہے تو معنیٰ میں تو تبدیلی آجائے لیکن صورۃ نہ بدلے مثلاً تبلوا تتلوا اور اسی طرح
اس کے برعکس جیسے بصطۃ بسطۃ یا ان دونوں میں تبدیلی رونما ہو جیسے اشد منکم
اور منھم۔ یا تقدم وتاخر کا فرق جیسے فیقتلون اور ویقتلون یا اضافہ
مثلاً وَاَوْصٰی ووصّٰی۔ پس یہ سات قسم کے اختلافات ہیں ان کے علاوہ نہیں پھر
میں نے ابوالفضل رازی کے ہاں دیکھا اور ابن قتیبہ نے بھی یہی توجیہ کی ہے۔
اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام مالک کے اس قول کی تائید میں امام ابوالفضل
رازی ابن قتیبہ یک زبان ہیں۔ ان کے علاوہ قاضی ابوبکر بن الطیب باقلانی بھی
ان کے مؤید ہیں

سبعہ احرف اور اسکی مثالیں

مذکورہ بالا اکابر کی توجیہات کے مطابق سبعہ احرف اور ان کی مثالیں حسب
ذیل ہیں۔

۱۔ افراد، تثنیہ اور جمع میں اسماء کا اختلاف مثلاً وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔
وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مساکین۔[۱] دوسری مثال۔ فاصلحوا بین اخویکم
فاصلحوا بین اِخوتکم[۲]۔ تیسری مثال۔ وھم فی الغرفات اٰمنون

---

(۱) سورۃ البقرہ ۲/۱۸۴ امام نافع مدنی کی قراءت
(۲) سورۃ الحجرات ۴۹/۱۰ یعقوب کی قراءت

وَهُمْ فِی الْغُرُفَٰتِ آمِنُون[1]۔ اسی طرح افعال میں تذکیر و تانیث کا اختلاف

مثلاً لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ[2]۔ لَا تُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ

۲۔ افعال کے صیغوں کا اختلاف۔ ماضی مضارع اور امر کی صورت میں

مثلاً تَطَوَّعَ خَيْرًا کی جگہ يَطَّوَّعْ خَيْرًا[3]۔ اسی طرح فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاءُ کی جگہ

فَنُنْجِي مَنْ نَّشَاءُ[4] اسی طرح قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ کی جگہ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ[5]

۳۔ اختلاف وجوہ اعراب مثلاً وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ کی جگہ

وَلَا تَسْئَلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ[6]۔ وَلَا يُضَارَّ کا تبث کی جگہ وَلَا يُضَارُّ[7]

۴۔ اختلاف بالنقص والزیادہ۔ مثلاً سَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ میں وکا

اضافہ یعنی وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ[8]۔ اسی طرح يَا بُشْرَايَ هَٰذَا غُلَامٌ

کی جگہ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ[9]

۵۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف۔ مثلاً وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا کی جگہ وَقُتِلُوا وَقَاتَلُوا[10]

اسی طرح وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ کی جگہ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ[11]

۶۔ اختلاف بالابدال یعنی ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کلمہ کا استعمال۔ اس کو بدلیت

کا اختلاف بھی کہتے ہیں۔ مثلاً وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ کی جگہ فَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ

الرَّحِيمِ[12]۔ اسی طرح كَيْفَ نُنْشِزُهَا کی جگہ كَيْفَ نُنْشِرُهَا[13]

۱۔ سورہ سبا ۳۴/۳۷ - حمزہ کی قراءت (۲) سورہ البقرہ ۲/۴۸ - ابن کثیر کی قراءت

(۳) البقرہ ۲/۱۸۴ (حمزہ و کسائی) (۴) یوسف ۱۲/۱۱۰ - نافع حمزہ و کسائی (۵) سورۃ الانبیاء ۲۱/۴

(۶) سورۃ البقرہ ۲/۱۱۹ (امام نافع) (۷) سورۃ البقرہ ۲/۲۸۲ (۸) سورہ آل عمران ۳/۱۳۳ (۹) سورہ یوسف ۱۲/۱۹

(۱۰) سورۃ النساء ۴/۱۹۵ (۱۱) سورۃ ق ۵۰/۱۹ (۱۲) سورہ الشعراء ۲۶/۲۱۷ (۱۳) البقرہ ۲/۲۵۹

۷۔ اختلاف لہجات ۔ یعنی لہجوں کا اختلاف ۔ اس میں تفخیم ۔ ترقیق ۔ امالہ قصر ۔ مد ۔ اظہار ۔ ادغام ۔ تسہیل وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں ۔ اسی طرح قبائل عرب کی لغت کے اختلافات بھی اختلاف لہجات ہی کا حصہ ہیں ۔ جنکی مثالیں یہ ہیں ۔

خُطُوَاتِ ۔ خُطْوَاتِ ۔ بُيُوْتِ ۔ بِيُوْتِ ۔ خُفْيَةً ۔ خِفْيَةً

زُبُوْرًا ۔ زَبُوْرًا ۔ شَنَئَانُ ۔ شَنْئَانُ ۔ بِزَعْمِهِمْ ۔ بِزُعْمِهِمْ

امام مالک علامہ ابن قتیبہ امام ابوالفضل رازی اور علامہ ابن الجزری سب متفق ہیں کہ سبعہ احرف سے مراد قرأت کے وہ اختلافات ہیں جو مذکورہ سات نوعیتوں پر مشتمل ہیں ۔ مذکورہ آراء کے علاوہ ایک رائے ابومحمد البغوی کی ہے ۔ ان کے نزدیک سبعہ احرف کا مطلب ایک ہی کلمہ کو سات مختلف انداز سے ادائیگی ہے ۔ یہ اختلاف اظہار ۔ امالہ ۔ تفخیم ۔ اشمام ۔ اتمام اور الہمز وغیرہ پر مشتمل ہے[1] ظاہر ہے کہ امام بغوی کی یہ رائے کچھ مختلف نہیں بلکہ مذکورہ بالا سات نوعیتوں میں سے ایک ہے ۔

ناقدانہ جائزہ

ان مذکورہ مختلف اقوال و آراء کا ناقدانہ تجزیہ ضروری ہے تاکہ اس بات کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے کہ کونسا قول زیادہ راجح ہے ۔

پہلا قول کہ اس سے مراد سات مشہور قاریوں کی قرائتیں ہیں درست معلوم نہیں ہوتا اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ قرآن کریم کی متواتر قرائتیں صرف سات کے عدد پر منحصر یا محدود نہیں ہیں بلکہ ان کی تعداد سات سے کہیں زیادہ ہے ۔ یہ سات قرائتیں تو صرف اس لئے مشہور ہو گئیں

کہ علامہ ابن مجاہدؒ نے اپنی مشہورہ آفاق کتاب میں ان سات قراء کرام سے منسوب قراءتوں کو جمع کردیا۔ وگرنہ قراءتوں کی تعداد سات سے کہیں زیادہ ہے۔

۲۔ یہ بات علم درایت کے بھی منافی ہے کیونکہ وہ ساتوں قراء کرام تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بہت بعد میں آئے ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا ہے۔ لہذا سبعہ احرف سے ان سات قراء کرام کو مراد لینا درست ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبعہ احرف والی حدیث بیان فرمائی اس وقت یہ سات قراء کرام ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ ان سات قراء حضرات کے اسماء اور تذکرہ زمانی حسب ذیل ہے۔

نافع نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم سن وفات ۱۶۹ ہجری

عبداللہ بن کثیر بن عمر بن عبداللہ سن وفات ۱۲۰ ہجری

ابوعمرو بن علا البصری سن وفات ۱۵۴ ہجری

عبداللہ بن عامر الشامی سن وفات ۱۱۸ ہجری

عاصم بن بہدلہ ابی النجود سن وفات ۱۲۷ ہجری

حمزہ بن حبیب الزیات سن وفات ۱۵۶ ہجری

علی بن حمزہ الکسائی سن وفات ۱۸۹ ہجری

لہذا یہ قاری حضرات کسی طور بھی سبعہ احرف سے مراد ہو ہی نہیں سکتے۔ تمام علماء سلف اور خلف اسی پر متفق ہیں۔ کیونکہ کسی نے بھی اس قول کی تائید نہیں کی۔ اس قول کی وجہ شہرت محض امکانی بحث کی حد تک ہی ہے۔

دوسرا قول قاضی عیاضؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے کہ سات سے مراد کثرت ہے محض سات کا عدد مراد نہیں لیکن یہ قول وزنی نہیں ہے کیونکہ

حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں یہ بات پوری وضاحت سے موجود ہے کہ سبعہ احرف سے خاص طور پر سات کا عدد ہی مراد ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اقرأنی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده

ویزیدنی حتی انتھی الی سبعة احرف

مجھے جبریل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا میں نے اس کو لوٹایا اور برابر اضافہ کی درخواست اور میری درخواست پر اللہ تعالےٰ اس میں اضافہ فرماتے رہے تا آنکہ یہ تعداد سات تک پہنچ گئی ۔ لہٰذا سات کے عدد سے خاص سات عدد مراد لینا ہی قرین انصاف ہے ۔ اس بات کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر ہم سبعہ احرف کی بحث کے شروع میں کر چکے ہیں ۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں ۔ لیکن بعض اکابر مثلاً حافظ عبدالبر علامہ جلال الدین سیوطی علامہ ابن الجزری وغیرھم اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے ۔ ان حضرات کا عدم اتفاق بذات خود اس قول کی عدم ثقاہت پر دلالت کرتا ہے ۔ اگر اس عدم اتفاق کو بطور دلیل قبول نہ بھی کیا جائے تب بھی ہمیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ عربوں کے قبائل کی تعداد تو بہت تھی ۔ اگر عرب قبائل کی سہولت ہی کو مدنظر رکھنا مقصود تھا تو پھر سات ہی پر انحصار کیوں کیا گیا ۔ یہ رعایت تو پھر تمام عرب قبائل کو دی جانا چاہیئے تھی ۔ تاکہ دیگر قبائل بھی بسہولت قرآن کی تلاوت پر قادر ہو سکتے ۔

اس قول کی تردید میں ایک اور قوی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ہشام بن حکیم اور

حضرت عمرؓ کے مابین تلاوت قرآن کے سلسلے میں تنازعہ کی کیفیت پیدا ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ہشام دونوں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن دونوں کا انداز قرأت جداگانہ تھا اگر سبعہ احرف سے قبائل کا انداز تکلم ہی مراد ہوتا تو قریش ہی سے تعلق رکھنے والے دو افراد کا جداگانہ طرز تلاوت فہم سے بالاتر ہے۔ جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات کے طریقۂ تلاوت کو درست قرار دیا اور دونوں کی تائید بھی فرمائی۔ اس قول پر یہی اعتراض علامہ ابن الجزری نے بھی اٹھایا ہے[1]۔ لہٰذا یہ تیسرا قول بھی صائب معلوم نہیں ہوتا۔

امام طحاوی نے بھی اس قول کی بھرپور تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول اس لئے قابل رد ہے کہ اس کے ذریعہ اس قرآنی آیت کی نفی ہوتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ

اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس قوم کی زبان والا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق خاندان قریش سے تھا اس لئے یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ قرآن مجید صرف لغت قریش پر نازل ہوا۔

ان تینوں اقوال کے مقابلے میں چوتھا قول نسبتاً زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں قبائل کی سہولت کے لئے علاقائی زبانوں کے مترادف الفاظ میں تلاوت کرنے کی رخصت دے دی گئی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرصۂ اخیرہ میں جب جبرئیل امین سے قرآن کا دور کیا تو اس اجازت کو آپ نے منسوخ فرمادیا اور علاقائی لغت کے

کے مطابق تلاوت کرنے کی سہولت واپس لے لی گئی۔ صرف وہی طریقہ جس پر قرآن نازل ہوا تھا یعنی لغت قریش کو باقی رہنے دیا گیا۔ گویا سات حروف والی حدیث اس لحاظ سے اس پہلے زمانہ ہی سے متعلق تھی۔ بظاہر یہ توجیہہ بھلی لگتی ہے لیکن اس قول کے قائلین اس دعوے کے ثبوت میں کسی نقلی دلیل سے تہی دامن نظر آتے ہیں۔ البتہ ایک بات اس قول کی تقویت کا باعث ضرور ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

پانچواں قول جس میں سبعہ احرف سے سات قسم کے معانی مراد لئے گئے ہیں اس لحاظ سے بہت کمزور ہے کہ اس کی سند پر بعض ائمہ نے طعن کیا ہے چنانچہ امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابوسلمہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کی جبکہ ابوسلمہ کی ملاقات حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے نہیں ہوئی۔ اسی طرح حافظ ابن جریر طبری اس حدیث سے سبع احرف کی تشریح مراد نہیں لیتے بلکہ ان کے نزدیک اس حدیث میں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ قرآن مجید میں اس قسم کے مضامین شامل ہیں۔[1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر دور حاضر کے نامور عالم ڈاکٹر عبدالعسالم المحیسن کی رائے کو بھی کھنگال لیا جائے ڈاکٹر صاحب موصوف نے مختلف اقوال کو بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس ضمن میں حضرت علی بن ابی طالبؓ متوفی ۴۰ھ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ متوفی ۶۸ھ کا یہ قول زیادہ راجح ہے

ان القرآن الکریم نزل بلغة کل حی من احیاء العرب[1]

بے شک یہ قرآن مجید تمام عرب قبائل کی لغت پر نازل ہوا۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے بھی تقریباً قاضی عیاض اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مسلک سے ملتی جلتی ہے اور اس پر بھی وہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا ذکر ہم دوسرے قول کی تحلیل و تنقید کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ نیز یہ کہ اگر اس رائے کو حتمی مان لیا جائے تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی توجیہہ کیا ہوگی جس میں آپ نے قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

سبعہ احرف کی اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چوتھا قول ہی زیادہ قرین صواب ہے جس میں کہا گیا کہ سبعہ احرف سے مراد موجودہ سات قرائتیں نہیں ہیں بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمت کے پیش نظر اپنی امت کیلئے یہ سہولت اللہ تعالیٰ سے حاصل کی تھی کہ لوگ آسانی سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں اور معانی قرآن سمجھ کر حقانیت اسلام کو قبول کریں۔ یہ سہولت شروع دور کیلئے تھی عرضہ اخیرہ میں جب آپ نے حضرت جبریل سے قرآن مجید کا دور فرمایا تو یہ سہولت ختم کر دی گئی اور قرآن کو حرف لغت قریش پر پڑھنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو لغت قریش پر ہی جمع کرایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہی اس امر کیلئے عقلی دلیل کے طور پر کافی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی کو حرف قریش کہا جاتا ہے۔ موجودہ مختلف قراءات اسی حرف قریش کی ادائیگی کی مختلف صورتیں ہیں۔ جہاں تک ذکر کردہ چھٹے قول کا تعلق ہے تو وہ قول درحقیقت اسی چوتھے قول کی مزید تشریح

(۱) محمد سالم المحیسن ، فی رحاب القرآن ۲۶۲

وتوضیح کا درجہ رکھتا ہے اس میں ان سات مختلف نوعیتوں کی وضاحت ہے کہ جو لغت قریش ہی کا حصہ تھیں ۔

سبعہ احرف حکمت ومصلحت

قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کرنے کی مصلحت کیا تھی حالانکہ یہ بات زیادہ قرین انصاف دکھائی دیتی ہے کہ اس ابدی کتاب کو ایک ہی حرف پر نازل کیا جاتا تاکہ کسی بھی قسم کے اختلاف یا اشکال کا امکان باقی ہی نہ رہتا لیکن ایسا نہیں ہوا ۔ آخر کیوں؟ اس اہم نکتہ پر غور کرتے ہوئے بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں کا علم ہوتا ہے ۔

قرآن مجید کے سبعہ احرف پر نازل ہونے کی اہم ترین مصلحت اور حکمت کو خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان صداقت ترجمان سے بیان فرمایا چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عن ابی بن کعبؓ قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل فقال یا جبریل انی بعثت الی امتی الامیین منھم العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریۃ والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط قال یا محمد ان القران انزل علی سبعۃ احرف (۱)

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جبرئیل سے ہوئی تو

۱۔ یہ حدیث بحوالہ ترمذی دوسرے باب میں گزر چکی ہے ۔

آپ نے فرمایا اے جبریل میں جس امت کی طرف بھیجا گیا ہوں اس میں کبیرالسن بوڑھے بھی ہیں غلام اور باندیاں بھی اور ایسے ایسے لوگ بھی جو پڑھنا تک نہیں جانتے۔ اس پر جبریل نے عرض کی یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

مراد یہ کہ آپ کی امت کے لوگوں کی اسی حالت کو دیکھتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کیا ہے تاکہ سب لوگ اسے جان سکیں اور پڑھ سکیں۔ نیز یہ کہ سبعہ احرف کی سہولت اس لئے دی گئی کہ امت کے لوگ بیشتر ان پڑھ ہیں اور کچھ سن رسیدہ بزرگ ظاہر ہے کہ کبیرالسن لوگ عموماً صحیح تلفظ پر قادر نہیں ہوتے جو لفظ شروع میں ان کی زبان پر پختہ ہو جائیں وہ ان کو ساری عمر اسی طرح ادا کرتے ہیں پوری کوشش کے باوجود وہ درست ادائیگی پر قدرت حاصل نہیں کر پاتے لہٰذا ان کی سہولت کیلئے سبعہ احرف کی اجازت عطا کی گئی۔

اس اہم ترین مصلحت کے علاوہ اہل علم اور اہل دانش حضرات نے اپنی اللہ داد بصیرت کے تحت کچھ اور مصلحتوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ چنانچہ ابو محمد عبداللہ ابن قتیبہ الدینوری بغدادی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سہولت و آسانی عطا کرنے کیلئے حکم دیا کہ اپنی امت کو ان کی زبان اور عادت کے مطابق الفاظ میں قرآن پڑھائیں چنانچہ ہذیل قبیلے والے حتّٰی کی بجائے عتّٰی بولتے تھے۔ قبیلہ اسد کے لوگ تعلموا اور تعلم وغیرہ میں علامت مضارع کو کسرہ سے ادا کرتے تھے۔ بنو تمیم یؤمنون اور شئت میں ہمزہ پڑھتے تھے اور قریش ہمزہ کی بجائے ابدال (بالمد) کرتے تھے۔ اور بعض قیلَ اور غیضَ میں اشمام کرتے تھے اور بعض علیہم میں الیہمُ (بضم الهاء) اور

علیہمُوا منہمُوا بالصلہ پڑھتے بعض قَد اَفلَحَ وغیرہ میں نقل ہمزہ کرتے تھے بعض موسٰی عیسٰی دنیا کو امالہ کبریٰ سے اور بعض امالہ صغریٰ سے ادا کرتے ۔ بعض خبیرًا اور بصیرًا کو ترقیق اور بعض الصّلوٰۃ اور الطلاق کو تغلیظ اللام (لام کی تفخیم) کے ساتھ پڑھتے تھے ۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اگر ان حضرات میں سے ہر گروہ سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ اپنی لغت اپنے بچپن جوانی اور بڑھاپے میں بڑی ہوئی عادت کو چھوڑ کر قرآن مجید کی ایک ہی لغت کو اختیار کرلے تو ان کے لیے ایسا کرنے میں سخت دشواری ہوتی اور بہت ہی مشکل پیش آتی ۔ اگر ان کو اس پر مجبور بھی کیا جاتا تو سخت محنت مشقت اور مسلسل جہد کے بعد ہی وہ اس پر قدرت حاصل کر پاتے اس لیے اللہ تعالےٰ نے جس طرح امت کو دین میں آسانی دی تھی اسی طرح اپنے لطف وکرم اور احسان سے قرآن کی لغات اور حرکات میں بھی وسعت عطا فرمادی[1]

اسی طرح یہ بات بھی بڑی واضح ہے کہ نزول قرآن کے وقت اہل عرب کا سب سے بڑا کمال ان کی فصاحت وبلاغت اور بیان وخطابت ہی کو سمجھا جاتا تھا ۔ اور مختلف قبائل کے ادباء وفصحاء اپنے اس کمال کا اظہار اشعار وغیرہ میں کرتے اس مقصد کے لئے باقاعدہ جلسوں اور محفلوں کا اہتمام کرتے ہر قبیلے کا اہم ترین ادیب وشاعر جذبہ مسابقت لیے اس محفل یا جلسہ میں شرکت کرتا تھا ۔ دور جاہلیت کے سبعہ معلقات اس امر کا منہ بولتا ثبوت آج تک موجود ہیں ۔ ماحول کے اسی تناظر میں قرآن مجید نے ان عربوں کو چیلنج دیا ۔ قُل لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ[2]

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/۲۲ (۲) سورۃ بنی اسرائیل ۱۷/۸۸

کہ دیکھئے اگر انسان اور جن سب مل کر اس قرآن جیسی کتاب بنا کر لانے کی کوشش کر دیکھیں تو وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

اس آیت کو سامنے رکھیں اور سوچیں کہ اگر قرآن ایک ہی لغت پر نازل ہوتا تو دوسری لغت والوں کو یہ بہانہ تلاش کرنے کی گنجائش موجود رہتی کہ یہ قرآن تو ہماری لغت میں نازل ہی نہیں ہوا اگر ہماری لغت میں نازل ہوا ہوتا تو ہم ضرور اس کی مثال بنا کر پیش کر سکتے تھے اور اس طرح ان کے اس عذر لنگ میں اللہ کے اس چیلنج کے اندر وھن پیدا ہونے کا امکان ضرور موجود رہتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سبعہ احرف پر نازل کیا اور اس طرح تمام عربوں کی زبانیں بند ہو گئیں اور قرآن کی صداقت اور اس کا منزل من اللہ ہونا ہر طرح ثابت ہو گیا۔

متاخرین علماء میں سے محمد عبدالعظیم الزرقانی نے مناھل العرفان میں سبعہ احرف کی مصلحتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں آسانی کے پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ پھر انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ جس طرح ایک قاھرہ کا رہنے والا شخص اسیوط والوں کی زبان میں گفتگو کرے تو اس کے لئے مشکل ہو گا حالانکہ دونوں کی زبان بنیادی طور پر عربی ہی ہے اسی طرح یہ مشکل صورت حال نزول قرآن کے وقت عربوں میں بھی موجود تھی جس لحاظ رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے آسانی طلب فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس فرمائش کو شرف پذیرائی بخشتے ہوئے قرآن مجید کو سبعہ احرف پر نازل فرمایا۔

تدوین علم قراءت و تجوید

علوم کی تدوین کا زمانہ عموماً تیسری صدی ہجری کو قرار دیا جاتا ہے۔ دیگر علوم کی طرح علم قراءت پر بھی سب سے زیادہ کام اسی دور میں ہوا امام ابوبکر ابن مجاہد نے اپنی کتاب بعنوان کتاب السبعہ بھی اسی دور میں لکھی۔ یہ کتاب اتنی اہم قرار پائی کہ بعد میں آنے والے ہر مصنف نے اسی کو بنیاد بنایا۔ اس کتاب کی قبولیت اتنی ہوئی کہ اس کی وجہ سے یہ غلط خیال بھی پیدا ہوا کہ سبعہ احرف سے مراد یہی سات قرائتیں ہیں چنانچہ "الثقافۃ الاسلامیہ" کے مصنف علامہ راغب الطباخ لکھتے ہیں

"یہ کام سب سے پہلے تیسری صدی ہجری یا اس کے قریب امام ابوبکر بن مجاہد نے کیا جو اس فن کے بڑے ائمہ میں تھے اور ان کے بعد جو بھی آیا اس نے انہی کی اتباع کی جو اب تک چل رہی ہے۔ البتہ بعض لوگوں نے اس عدد سے زیادہ کی قراءات میں کتب تصنیف کیں اور بعضوں نے اس سے کم قراءتوں میں بھی تصنیف کی ہے"(۱)

امام ابوبکر بن مجاہد نے علم قراءت کے سلسلے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں ہے کہ تیسری صدی ہجری سے پہلے علم قراءت پر کوئی تحریری

---

(۱) انتخاب احمد بلخی "تاریخ افکار و علوم اسلامی"، ۱/۱۸۲

سرمایہ موجود نہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالٰی نے امام ابوبکر بن مجاہد کی مساعی کو بہت زیادہ شرف قبول عطا فرمایا اور ان کو وہ شہرت دی کہ ان کے سامنے دیگر تمام حضرات کی مساعی ماند پڑ گئیں۔ قرائن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ علم قراءت پر تصنیف و تالیف کا کام دوسری صدی ہجری ہی میں شروع ہو گیا تھا

قطعی طور پر یہ فیصلہ دینا تو بہت ہی مشکل ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلے کس شخص نے کتاب لکھی کیونکہ اس بارے میں کوئی ایسی تحریر موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے یا کم از کم میری نظر سے ایسی تحریر نہیں گذری۔ البتہ علامہ جزری کے مطابق ابوعبید القاسم بن سلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مختلف قراءتوں کو کتاب کی صورت میں جمع کیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

فکان اول امام معتبر جمع القراات فی کتاب ابوعبید القاسم بن سلام[1]

قراءات کو کتابی شکل میں جمع کرنے میں پہلی قابل اعتبار شخصیت ابوعبید القاسم بن سلام ہیں ان کا انتقال ۲۲۴ھ میں ہوا[2]۔

اگر ان کے اس دعوے کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے صرف اتنی بات واضح ہوتی ہے کہ امام عبید القاسم بن سلام نے مختلف قراءتوں کو جمع کیا۔ ظاہر ہے مختلف قراءتوں پر

---

(۱) الجزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۳۳ ۳۴

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۴

مختلف تحریریں پہلے سے موجود ہونگی تو انہوں نے جمع کیں لہذا ان کو اس میدان میں اولیت نہیں دی جا سکتی۔ بعض شواہد اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس علم کی تدوین کا کام دوسری صدی ہجری ہی میں شروع ہو چکا تھا ذیل میں ایسی کتب اور ان کے مصنفین کا تذکرہ ہے جنہوں نے دوسری صدی ہجری میں اس علم کو قلمبند کیا۔ مصنفین کا ذکر زمانی ترتیب کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ زمانی ترتیب ان کے سن وفات کے مطابق ہے کیونکہ سن وفات زیادہ معتبر ہوتا ہے۔

۱۔

ابوسعید ابان بن تغلب الکوفی :

آپ کوفہ کے رہنے والے تھے آپ نے کتاب القراءات کے نام سے علم قراءت پر کتاب لکھی۔(۱) انتقال ۱۴۱ھ میں ہوا۔(۲)

۲

ابوالحسن مقاتل بن سلیمان :

آپ کا شمار محدثین اور قرّاء میں ہوتا ہے۔ آپ نے مختلف علوم وفنون پر بارہ کتب لکھیں جن میں ایک کتاب القراءات بھی ہے(۳) ابوالحسن مقاتل بن سلیمان کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔(۴)

---

(۱) ابن ندیم، الفہرست، ۳۲۲ (۳) ابن ندیم الفہرست، ۲۶۸

(۲) چلپی حاجی خلیفہ کشف الظنون ۱/۵ (۴) زرکلی خیرالدین، الاعلام، ۷/۲۸۱

۳ ابوعمارہ حمزہ بن حبیب الزیات :

حمزہ بن حبیب اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور زاہد تھے اور سبعہ قراءت کے قاری تھے۔ ابن ندیم نے حمزہ کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے ۱۔ کتاب قراءت حمزہ ۲۔ کتاب الفرائض[۱]۔ پہلی کتاب کا تعلق علم قراءت سے ہے آپ کا انتقال ۱۵۶ھ میں ہوا[۲]

۴ ہشیم بن بشیر بن القاسم :

آپ کی کنیت ابو معاویہ ہے۔ آپ کا انتقال ۱۸۳ھ کو بغداد میں ہوا۔[۳] انہوں نے فقہ تفسیر کے علاوہ علم القراءت پر کتاب القراءات لکھی[۴]

۵ ابوالحسن علی بن حمزۃ الکسائی :

آپ نحو لغت اور قراءت میں اہل کوفہ کے امام ہیں۔ آپ کا شمار قراءت کے ائمہ سبعہ میں ہوتا ہے۔ علم قراءت پر آپ کی چار کتابوں کا سراغ ملتا ہے جو حسب ذیل ہیں کتاب القراءات۔ کتاب الہجاء۔ کتاب مقطوع القرآن وموصولہ۔ الہاءات المکنی بہا فی القرآن[۵] آپ کا سن وفات ۱۸۹ھ ہے[۶]

---

(۱) ابن ندیم، الفہرست، ۵۰ (۲) الیاقوت، معجم الادباء، ۱۰/۲۹۳

(۳) ” ” ۳۲۲ (۴) ابن ندیم الفہرست ۳۳۲

(۵) الیاقوت، معجم الادباء، ۱۳/۲۰۲-۲۰۳ (۶) زرکلی خیرالدین الاعلام، ۴/ ۲۸۳

۶ ابو جعفر محمد بن الحسن ؛

آپ کا سن وفات ۱۹۳ھ ہے ۔ وقوف اور ابتدا کے سلسلے میں آپکی دو کتابیں ہیں الوقوف والابتداء الکبیر ۔ الوقوف والا بتداء الصغیر ۔ (۱)

۷ ابو محمد اسحٰق بن یوسف بن یعقوب الازرق ؛

آپ کا انتقال ۱۹۵ھ کو واسط میں ہوا ۔ انہوں نے کتاب القراءات لکھی (۲)

اس پوری بحث کے بعد یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دوسری ہجری کا زمانہ علم قراءت کے عنوان سے تصانیف کے سلسلے میں ہرگز خالی نہیں ہے ۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ دوسری صدی ہجری کی تصانیف آج ناپید ہیں لیکن کسی چیز کا ناپید ہونا اس کے عدم وجود پر ہرگز دلالت نہیں کرتا ۔ ہم نے اس ضمن میں سات اکابرین کی گیارہ کتابوں کا ذکر کیا ہے ۔ مزید تحری اور جستجو سے اس تعداد میں اضافے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دوسری صدی ہی نہیں بلکہ پہلی صدی ہجری میں بھی ایک کتاب علم قراءت کے حوالے سے لکھی گئی ۔ یہ کتاب ابوالصّلت زائدہ بن قدامہ کی ہے ۔ ان کے سن وفات میں اختلاف ہے ابن ندیم نے ان کا سن وفات ۹۱ھ کو لکھا ہے ۔ (۳) جبکہ الاعلام میں انکی وفات ۶۷ھ ہے (۴) تاہم یہ پہلی صدی کے بزرگ ہیں ۔ انہوں نے دیگر کتب کے علاوہ کتاب القراءات بھی لکھی (۵)

---

(۱) الیاقوت ، معجم الادباء ۱۸/۱۲۵ (۲) ابن ندیم ، الفہرست ۳۳

(۳) ابن ندیم الفہرست ۳۳۰ (۴) زرکلی خیر دین ۳/۴۰

(۵) ابن ندیم ، الفہرست ، ۳۳۰

۔ ڈاکٹر وفاء عبداللہ قزمار نے کتاب المبہج پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے۔ جس پر انہیں چند برس پیشتر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی ہے۔ کتاب المبہج امام ابی محمد بن علی بن احمد سبط الخیاط بغدادی کی تصنیف ہے۔ یہ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں ان کی وفات ۵۴۱ھ میں ہوئی

ڈاکٹر وفا عبداللہ نے اپنے مقالے کے شروع میں تدوین علم القراءات عند المشارقہ کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں ہر صدی ہجری میں لکھی گئی کتب قراءت کا تذکرہ ہے۔ انھوں نے ابوعمران عبداللہ بن عامر الیحصبی متوفیٰ ۱۱۸ھ کے بارے میں ابن ندیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن عامر نے اپنے دور میں علم قراءت پر دو کتابیں لکھیں ایک اختلاف مصاحف الشام والحجاز دوسری مقطوع القرآن وموصولہ (۱)۔

غالباً ڈاکٹر وفا عبداللہ کو اس بارے میں تسامح ہوا ہے کیونکہ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں عبداللہ بن عامر کے تذکرے میں ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا (۲)

اسی طرح وفاء عبداللہ قزمار نے ابوعمرو بن علا کے بارے میں ابن ندیم ہی کے حوالے سے ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے جو علم قراءت پر لکھی گئی (۳) حالانکہ اصل صورت یہ ہے کہ ابن ندیم نے ابوعمرو بن العلاء کی کتاب کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ احمد بن زید الحلوانی نے ابو عمرو بن العلاء کی قراءت پر کتاب لکھی (۴)

---

(۱) وفاء عبداللہ، کتاب المبہج ۱/۴ (۲) ابن ندیم، الفہرست، ۴۹-۵۰

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۵ (۴) 〃 〃 〃 〃 ۴۸

تیسری صدی ہجری :

تیسری صدی ہجری کو عموماً علوم کی تدوین کا زمانہ کہا جاتا ہے ۔ بیشتر اسلامی علوم اسی دور میں مدون ہوئے ۔ دیگر علوم کی طرح علم قراءات کے حوالے سے بھی اس دور میں خوب کام ہوا ۔ ذیل میں ایسی کتب قراءات کا تذکرہ ہے جو تیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں ۔ مصنفین کا تذکرہ زمانی ترتیب کے لحاظ سے حسب سابق سن وفات کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے ۔ کیونکہ سن وفات نسبتاً زیادہ معتبر ہوتا ہے ۔

۱۔ یعقوب بن اسحاق :

یعقوب بن اسحاق عشرہ قراءات کے آئمہ میں سے ہیں ۔ ان کی پیدائش بھی بصرہ میں ہوئی اور انتقال بھی ۔ وفات کا سال ۲۰۵ ھ ہے [۱] علم قراءت پر ان کی لکھی ہوئی کتب حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ الجامع فی القراءات [۲]

۲۔ وقف التمام [۳]

۳۔ وجوہ القراءات [۴]

تہذیب قراءات ابی یعقوب بن اسحاق کے عنوان سے ایک مخطوطہ کیمبرج لائبریری میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۷۶ ہے [۵]

---

(۱) زرکلی خیر الدین الاعلام ۸/۱۹۵ (۲) ایضاً (۳) ایضاً

(۴) ایضاً (۵) ایضاً

۲۔ سعید بن اوس بن ثابت

سعید بن اوس کا سن وفات ۲۱۵ھ ہے۔[۱] آپ ابوعبید القاسم بن سلام کے اساتذہ میں سے ہیں[۲]، ان کی لکھی حسب ذیل کتب کا تذکرہ ملتا ہے
کتاب تحقیق الھمزہ[۳]، کتاب قراءت ابی عمرو[۴] کتاب اللامات[۵]
کتاب الھمزہ[۶]

۳۔ ابوعبید القاسم بن سلام الھروی الازدی:

تاریخ علم قراءت میں ابوعبید القاسم بن سلام بڑی اہم شخصیت ہیں۔ اپنے زمانے میں قرآن حدیث لغت اور علم القراءت کا امام مانا جاتا تھا۔ عبداللہ بن طاہر کہتے ہیں کہ اپنے اپنے زمانے کے علمائے اسلام تو چار ہیں عبداللہ بن عباس۔ الشعبی۔ قاسم بن معن اور قاسم بن سلام[۷] ان کا انتقال ۲۲۴ھ میں ہوا۔[۸] صاحب نشر کے مطابق قاسم وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مختلف قراءتوں کو کتاب کی صورت میں جمع کیا[۹]
علم قراءت کے حوالے سے ان کی لکھی کتب حسب ذیل ہیں۔
کتاب القراءات[۱۰] المقصور والممدود فی القراءات[۱۱] کتاب عدد آی القرآن[۱۲]

---

(۱) یاقوت معجم الادباء ۱۱/۲۱۳ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ۲۱۶ (۴) ایضاً
(۵) یاقوت معجم الادباء ۱۱/۲۱۶ (۶) ایضاً (۷) زرکلی خیرالدین الاعلام ۵/۱۷۶
(۸) ایضاً۔ ابن الندیم الفہرست ۱۱۲ (۹) جزری محمد بن محمد النشر فی القراءات ۱/۳۴ (۱۰) معجم الادباء ۱۶/۲۶۴
(۱۱) ابن ندیم۔ الفہرست ۱۱۲۔ زرکلی۔ الاعلام ۵/۱۷۶ (۱۲) ابن ندیم الفہرست ۱۱۲

۴ محمد بن سعدان الضریر الکوفی :

ان کی کنیت ابو جعفر ہے۔ ان کا انتقال ۲۳۰ھ[1] میں ہوا۔ انکی لکھی ایک کتاب کا سراغ ملتا ہے جس کا نام کتاب القراءات ہے۔[2]

۵ ابوعمر حفص بن عمر بن عبد العزیز :

آپ کا انتقال ۲۴۶ھ میں ہوا[3] صاحب الاعلام نے آپ کے بارے میں لکھا ہے وھو اول من جمع القراءات[4] وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قراءات کو جمع کیا انہوں نے قراءات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے کتاب لکھی[5]

۶ ابوہشام محمد بن یزید بن رفاعہ :

ان کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔ ان کی کتاب کا نام جامع القراءات ہے[6]

---

(۱) الیاقوت، معجم الادباء ۱۸/ ۲۰۲ (۲) ایضاً

(۳) زرکلی خیرالدین، الاعلام ۲/ ۲۶۴ - معجم الادباء ۱۰/ ۲/۸

(۴) زرکلی خیرالدین الاعلام ۲/ ۲۶۴

(۵) " " " " " " " " (۶) الذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۸۲

۷ ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان السجستانی :

ان کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ سن وفات کے بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ ۲۴۸ھ[1] ۲۵۰ھ ۲۵۴ھ ۲۵۵ھ[2]

ان کی لکھی حسب ذیل کتب کا تذکرہ ملتا ہے

اعراب القرآن - کتاب المقصور والممدود - کتاب القراءات - کتاب الهجاء، کتاب الادغام - کتاب اختلاف المصاحف[3] - کتاب المقاطع والمبادی[4]

مایلحن فیہ العامہ۔[5]

نوٹ معجم الادباء میں آخری کتاب کا نام ماتلحن فیہ العامہ ہے

۸ عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ :

ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان کا انتقال ذی قعدہ ۲۷۰ھ ہے[6] لیکن زرکلی نے ۲۷۶ھ لکھی ہے[7] انہوں نے اعراب القراءات کے نام سے کتاب لکھی۔[8]

---

(۱) زرکلی خیر دین الاعلام ۳/۱۴۳ (۲) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۲/۴۳۳

(۳) ابن خلکان - وفیات الاعیان ۲/۴۳۳ - الیاقوت - معجم الادباء ۱۱/ ۲۶۵

(۴) " " " " " " " " ۵ ایضاً

(۶) " " " " " " " " (۷) زرکلی خیر دین الاعلام ۴/۱۳۷

(۸) " " " " " " " "

۹ اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل :

آپ کا پورا نام ابو اسحٰق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل ہے۔ آپ کا انتقال ۲۸۲ھ ہے[۱] انہوں نے کتاب القراءات کے نام سے کتاب لکھی[۲]

۱۰ ثعلب ابوالعباس احمد بن یحییٰ :

آپ کا انتقال ۲۹۱ھ ہے[۳] آپ کی پیدائش بھی بصرہ میں ہوئی اور انتقال بھی بصرہ ہی میں ہوا[۴] آپ کی لکھی ہوئی کتب یہ ہیں
کتاب القراءات۔[۵] کتاب الشواذ[۶]۔ کتاب الوقف والابتداء[۷]
کتاب الهجاء[۸] ۔ ما تلحن فیہ العامہ[۹]۔ اعراب القرآن[۱۰]

---

(۱) الیاقوت، معجم الادباء، ۶/ ۱۲۹ - ۱۳۰ (۲) الیاقوت، معجم الادباء، ۶/ ۱۳۲
(۳) زرکلی خیرالدین الاعلام ۱/ ۲۶۷ - معجم الادباء، ۵/ ۱۰۲ (۴) زرکلی، الاعلام، ۱/ ۲۶۷
(۵) الیاقوت، معجم الادباء ۵/ ۱۴۳ (۶) معجم الادباء، ۵/ ۱۴۳
(۷) " " " " (۸) " " " "
(۹) زرکلی خیرالدین، الاعلام ۱/ ۲۶۷ (۱۰) زرکلی خیرالدین، الاعلام ۱/ ۲۶۷

ہم نے تیسری صدی ہجری میں دس اکابر قراء کے تحریری سرمایہ کا ذکر کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے قاری ابو محمد محی الاسلام نے لکھا ہے کہ تیسری صدی میں جو کتابیں تالیف ہوئیں ان کی تعداد آٹھ ہے۔ (۱) قاری فتح محمد لکھتے ہیں کہ تیسری صدی میں سات کتابیں لکھی گئیں (۲) اول الذکر قاری محی الاسلام نے اگرچہ تعداد آٹھ لکھی ہے تاہم نام سات کتابوں ہی کے لکھے ہیں قاری ابوالحسن اعظمی صدر شعبہ قراءت دارالعلوم دیوبند کے نزدیک بھی تیسری صدی میں لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد بھی سات ہے۔ (۳) ان تینوں اکابر کی رائے سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ سطور بالا میں ہم نے تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی تیس کتابوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور ان کے ناموں اور مصنفین کا ذکر بھی کیا ہے۔ ہمارے نزدیک تیس کی تعداد بھی حتمی نہیں۔ عین ممکن ہے کہ مزید جستجو اور تحقیق اس تعداد میں اضافہ کا باعث بن سکے۔ یہ تسامح ان اکابر کو غالباً ابو حاتم سہل بن محمد کے حالات سے ہوا ہے کیونکہ اکیلے انہوں نے علم قراءت پر سات کتابیں لکھی ہیں۔ (۴)

اس پوری بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم قراءت کی جمع و تدوین کا کام دوسری صدی ہجری بلکہ پہلی صدی کے اواخر ہی میں ہو گیا تھا۔ اور اس طرح اس علم کو تدوین کے سلسلے میں بھی دوسرے علوم پر اولیت حاصل ہوئی

(۱) محی الاسلام، شرح سبعہ قراءات، ۱/ ۱۳۲

(۲) فتح محمد، عنایات رحمانی، ۱/ ۳۴

(۳) ابوالحسن اعظمی، علم قراءت و قراء سبعہ، ۱۳۶ (۴) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۲/ ۴۳۳

کیونکہ دیگر علوم کا زمانۂ تدوین تیسری صدی ہجری کو قرار دیا جاتا ہے۔

تیسری صدی ہجری میں علم قراءت پر لکھی جانے والی کتب کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی ہر صدی میں اس علم پر خوب تصنیفی کام جاری رہا۔ لیکن ہر صدی میں لکھی جانے والی کتب کا تفصیلی تذکرہ ہمارا موضوع بحث نہیں وگرنہ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر مستقل تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ تاہم تیسری صدی کے بعد جن اکابر نے اس علم کی تدوین میں نمایاں خدمات سرانجام دیں یا اللہ کی طرف سے ان کے کام کو زیادہ قبول عام حاصل ہوا۔ ایسے اکابر کی تصنیفی خدمات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

احمد بن موسیٰ بن العباس بن مجاهد

آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔ پیدائش ۲۴۵ھ اور انتقال ۳۲۴ھ میں ہوئی۔[1] آپکی کتب یہ ہیں

۱۔ کتاب القراءت الکبیر ۲۔ کتاب القراءت الصغیر

۳۔ کتاب الیاءات ۴۔ کتاب الھاءات

۵۔ قراءۃ ابی عمرو ۶ قراءۃ ابن کثیر

۷۔ قراۃ عاصم۔ ۸۔ قراءۃ نافع ۹ قراءۃ حمزہ ۱۰۔ قراۃ الکسائی

۱۱۔ قراءۃ ابن عامر۔ ۱۲۔ کتاب قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ کتاب السبعہ ۱۴۔ انفرادات القراء السبعہ

۱۵۔ کتاب قراءت علی بن ابی طالب[2]

۱۔ الیاقوت، معجم الادباء، ۵/ ۷۰ (۲) ایضاً

مکی بن ابی طالب

آپ کا پورا نام مکی بن ابی طالب حموش بن محمد بن مختار الاندلسی القیسی ہے آپکی کنیت ابو محمد ہے ۔ قیروان میں پیدا ہوئے ۔ آپ کی پیدائش ۳۵۵ھ میں ہوئی جبکہ انتقال ۴۳۷ھ میں قرطبہ میں ہوا ۔[1]

آپ اپنے زمانہ کے بڑے عالم تھے ۔ مختلف علوم و فنون پر آپ نے بے شمار کتب تحریر کیں ۔ علم قرات سے متعلق آپ کی لکھی کتب حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ مشکل اعراب القرآن ۔ اس کی دو جلدیں ہیں اور طبع ہو چکی ہیں[2]

۲۔ الکشف عن وجوہ القراات و عللھا ۔ یہ مخطوطہ ہے صاحب اعلام کہتے ہیں کہ میں نے یہ مخطوطہ دیکھا ہے[3] ۔ ابن خلکان نے اس کتاب کا نام الکشوف عن وجوہ القراآت و عللھا لکھا ہے[4] اس کے بیس اجزا ہیں[5]

۳۔ التبصرہ فی القراآت السبعہ یہ بھی مخطوطہ ہے[6] اس کے پانچ اجزا ہیں[7]

۴۔ الموجز فی القراءات ۔ اس کے دو اجزا ہیں[8]

---

(۱) زرکلی خیرالدین الاعلام ۷/ ۲۸۶ (۲) ایضاً

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۴) ابن خلکان وفیات الاعیان ۵/ ۲۷۵

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۶) زرکلی خیرالدین الاعلام ۷/ ۲۸۶

(۷) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۵/ ۲۷۵ (۸) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۵/ ۲۷۵

زرکلی خیرالدین الاعلام ۷/ ۲۸۶

۵۔ الرعایہ لتجوید التلاوہ [۱]

۶۔ ابانہ فی القراءات[۲]۔ ابن خلکان نے اس کتاب کا نام الابانہ فی معانی القراءات لکھا ہے [۳]

۷۔ التنبیہ علی اصول قراءت نافع وذکر الاختلاف عنہ [۴] دو اجزا

۸۔ الرسالہ الی اصحاب الانطاکی فی تصحیح المدّ والورش [۵] تین اجزا

۹۔ الوقف علی کلا و بلیٰ فی القرآن [۶] دو اجزا

۱۰۔ الادغام الکبیر فی المخارج [۷]

۱۱۔ دخول حرف الجر بعضہا مکان بعض [۸]

۱۲۔ الیاءات المشددہ فی القرآن والکلام [۹]

۱۳۔ التذکرہ لاختلاف القراء [۱۰] (۱۴)۔ الحروف المدغمہ [۱۱] دو جلدیں

۱۵۔ شرح التمام والوقف [۱۲] چار جز

۱۶۔ ھجاء المصاحف [۱۳] دو جز

ابن خلکان نے کتابوں کی اس فہرست کے بعد لکھا ہے ۔" ولہ فی القراءات واختلاف القراء وعلوم القرآن تصانیف کثیرہ ولولا خوف التطویل لاستوعبت ذکرھا [۱۴]

(۱) زرکلی خیر دین' الاعلام' ۲۸۶/۷ ابن خلکان' وفیات الاعیان' ۲۷۵/۵ ۲۷۶

(۲) ⁄⁄ ⁄⁄ ⁄⁄ ⁄⁄ (۳) ⁄⁄ ⁄⁄ ⁄⁄ ⁄⁄ (۴) ایضاً

(۵) ایضاً (۶) ایضاً (۷) ایضاً (۸) ایضاً (۹) ایضاً

(۱۰) ایضاً (۱۱) ایضاً (۱۲) ایضاً (۱۳) ایضاً (۱۴) ایضاً

محمد القاسم بن فیّرہ الشاطبی

آپ کا پورا نام محمد القاسم بن فیرُّہ بن خلف بن احمد الرُّعینی ابو محمد الشاطبی ہے[1]
آپ اندلس میں شاطبیہ کے مقام پر پیدا ہوئے[2] آپکی پیدائش ۵۳۸ھ میں ہوئی
جبکہ آپ کا انتقال ۵۹۰ھ میں مصر میں ہوا[3]۔ علم تجوید و قرارت پر آپکی منظوم کتاب
حرز الامانی و وجہ التہانی کے نام سے مشہور و مقبول ہے۔ جسے قصیدہ الشاطبیہ بھی کہا جاتا ہے[4]
اس قصیدے کے ۱۱۷۳ اشعار ہیں[5] علامہ الشاطبی کے اس قصیدے کو اللہ تعالیٰ
نے وہ قبولیت عطا فرمائی کہ بعد کے بیشتر حضرات نے کوئی نئی کوشش کرنے کی بجائے اسی
قصیدے کی شرح لکھنے پر ہی اکتفا کیا۔ صاحب کشف الظنون نے حرز الامانی کی چھبیس کے قریب
شروحات کا ذکر کیا ہے جو نویں صدی ہجری تک لکھی گئیں۔[6]
ابن خلکان اس قصیدے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس قصیدے میں عجیب
رموز اور ایسے لطیف اشارات ایسے اچھے انداز بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے بہتر اسلوب ہو نہیں
سکتا[7] علامہ الشاطبی خود فرماتے ہیں جو شخص بھی اس قصیدے کا مطالعہ کرے گا تو
اللہ تعالیٰ اسکو فائدہ دے گا کیونکہ میں نے یہ قصیدہ خالصتاً اللہ کیلئے نظم کیا ہے[8]

---

(۱) زرکلی خیر دین الاعلام ۵/۱۸۰ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً

(۵) ابن خلکان وفیات الاعیان ۲/ ۷۱ ۔ چلپی حاجی خلیفہ کشف الظنون ۶۴۶

(۶) ایضاً (۷) ایضاً (۸) ایضاً

محمد بن محمد الجزری

آپ کا پورا نام ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد علی بن یوسف العمری الدمشقی ہے[1]
لیکن آپ علامہ ابن الجزری کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ ۷۵۱ھ میں آپ کی پیدائش دمشق میں ہوئی۔ جبکہ آپ کی وفات ۸۳۳ھ میں ایران کے شہر شیراز میں ہوئی[2] آپ نے دمشق میں دارالقرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ کئی مرتبہ مصر کا سفر کیا۔ تیمور لنگ کے ساتھ آپ نے ماوراء النہر کے علاقوں کا دورہ بھی کیا۔ پھر آپ شیراز تشریف لائے۔ اور یہاں منصب قضاۃ یعنی جسٹس کے عہدہ پر فائز ہوئے یہیں انتقال ہوا اور آپ کا مدفن بھی اسی جگہ ہے۔ شیراز میں بھی آپ نے دارالقرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا تھا آپ کو اسی دارالقرآن میں دفن کیا گیا۔[3] آپ نے علم قراءت پر جو کتب لکھیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ النشر فی القراءات العشر[4] اس کی دو جلدیں ہیں۔ یہ علم القراءت کی معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ متاخرین علماء و قراء اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

۲۔ غایۃ النہایہ فی طبقات القراء اسکی دو جلدیں ہیں۔[5]

---

(۱) زرکلی، خیر دین، الاعلام، ۷/۴۵ (۲) ایضاً و جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ت

(۳) ایضاً (۴) زرکلی، خیر دین، الاعلام ۷/۴۵ - النشر فی القراءات العشر ۱/د

(۵) زرکلی، خیر دین، الاعلام ۷/ ۴۵

۳۔ نهایة الدرایات فی اسماء رجال القراءات ۔ یہ غایۃ النھایہ کی تلخیص ہے[1]

۴۔ التمهید فی علم التجوید[2]

۵۔ منجد المقرئین[3]

۶۔ تتمہ فی القراءات[4]

۷۔ تحبیر التیسیر فی القراءات العشر[5]

۸۔ تقریب النشر فی القراءات العشر[6]

۹۔ الدرة المضیه فی القراءات[7] اس کتاب کا نام تھوڑے سے تغیر کے ساتھ اس طرح بھی لکھا گیا ہے الدرۃ المضیه فی القراءات الثلاث المرضیه[8]

۱۰۔ طیبة النشر فی القراءات العشر[9] یہ منظوم ہے

۱۱ المقدمة الجزریه[10]

---

(۱) زرکلی خیر دین' الاعلام' ۷/۴۵ و جزری محمد بن محمد' النشر فی القراءات العشر ۱/ ز

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۵) ایضاً و جزری محمد بن محمد' النشر فی القرات العشر ۱/ ز

(۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۷) ایضاً

(۸) جزری' محمد بن محمد' النشر فی القراءات العشر ۱/ ز

(۹) زرکلی' خیر دین' الاعلام ۷/۴۵ (۱۰) زرکلی خیر دین' الاعلام' ۷/۴۵

۱۲۔ ارجوزۃ فی التجوید [1]

۱۳۔ اراجیز فی القراات ۔ ان میں سے بیشتر منظوم ہیں۔ [2]

۱۴۔ المقدمۃ فیما علی قاری القران ان یعلمہ [3]

۱۵۔ اتحاف المھرہ فی تتمۃ العشر [4]

۱۶۔ اعانۃ المھرہ فی الزیادۃ علی العشر [5]

۱۷۔ نظم الھدایہ فی تتمۃ العشرہ [6]

۱۸۔ الاھتداء الی معرفۃ الوقف والابتداء [7]

۱۹۔ اختلاف فی رسم المصاحف [8]

علامہ جزریؒ نے تجوید و قراات کے عنوان سے مذکورہ کتب کے علاوہ دیگر علوم و فنون پر بھی مختلف کتب لکھیں جن میں ادعیہ مسنونہ کی الحصن الحصین بہت معروف ہے [9]

---

(۱) زرکلی، خیرالدین، الاعلام، ۷/۴۵ (۲) ایضاً

(۳) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ز

(۴) " " " " " " " "

(۵) " " " " " " " "

(۶) " " " " " " "

(۷) " " " " " " "

(۸) " " " " " " "

(۹) " " " " " " "

آئمہ قرات اور ان سے منسوب قرائتیں :

جب علوم کی تدوین کا زمانہ آیا تو اس وقت علم حدیث علم فقہ اور دیگر علوم کی طرح علم تجوید وقرأت کی تدوین بھی ہوئی جس طرح علم فقہ میں مختلف ائمہ فقہ مثلاً امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل پیدا ہوئے اسی طرح علم قرات کی تدوین کے سلسلے میں اکابر قراء نے مختلف قرائتوں کو منضبط کیا۔ جس امام نے کسی ایک قرات کی جزئیات کو جمع کیا وہی اس قرات کے امام کہلائے۔ اور وہ قرات ان ہی کے نام سے منسوب ہوگئی۔
اس طرح سات آئمہ قرات وجود میں آئے۔ ان اکابر آئمہ قرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

امام نافع مدنی۔ امام ابن کثیر مکی۔ امام ابوعمرو بصری۔ امام ابن عامر شامی۔ امام عاصم کوفی
امام حمزہ کوفی۔ امام کسائی کوفی۔

ان آئمہ قرات کے بعد بے شمار شاگرد ہوئے جنہوں نے ان آئمہ سے علم قرأت کو حاصل کیا۔ اور آگے پھیلایا۔ ان بے شمار شاگردوں میں سے ہر ایک امام کے دو دو شاگردوں کو خوب شہرت حاصل ہوئی۔ یہی دو شاگرد ان کے راوی کہلائے اس طرح ان سات قرائتوں کے چودہ راوی ہوئے۔ قراء کی ترتیب کے اعتبار سے ان کے راویوں کے نام اس طرح ہیں۔ امام نافع۔ قالون۔ ورش۔ امام ابن کثیر۔ بزی۔ قنبل امام ابوعمرو بصری۔ دوری۔ سوسی۔ امام ابن عامر۔ ہشام۔ ابن ذکوان۔ امام عاصم۔ ابوبکر شعبہ

حفص بن سلیمان - امام حمزہ - خلف - خلاد - امام کسائی - ابوالحارث لیث - دوری۔[1]
پھر تین مزید آئمہ قرات کو شرف قبول حاصل ہوا۔ اگرچہ ان تین قرائتوں کا مرتبہ تواتر اور شہرت کے اعتبار سے قراات سبعہ سا تو نہیں تاہم علمائے قرات کے نزدیک یہ تین قرات بھی معتبر ہیں۔ ان تین آئمہ اور ان کے رواۃ کے نام یہ ہیں۔
امام ابو جعفر - عیسی بن وردان - سلیمان بن جماز - امام یعقوب - رویس - روح
امام خلف - اسحاق الوراق - ادریس الحداد - اس طرح پہلی سات اور یہ تین قرائتیں مل کر دس قرائتیں ہو گئیں جنہیں عموماً عشرہ قرات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے
ان قرات کے بارے میں علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں۔
"ان الصحابہ رووا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی طرق مختلفۃ فی بعض الفاظہ وکیفیاتِ الحروف فی ادائھا وتنوقل ذالک واشتہر الیٰ اِن استقرت منھا سبع طرقٍ معینۃٍ تواتر نقلھا ایضاً بادائھا واختصت بالانتسابِ الیٰ مَنِ اشتھر بروایتھا من الجم الغفیر فصارت ھذہ القراءات السبع اصولاً للقراءۃِ وربما زید بعد ذالک قراءاتٌ اُخر لحقت بالسبع۔"[2]
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بعض الفاظ اور کیفیات حروف کی ادائیگی کی حد تک مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے اور یہ اختلاف ادائیگی نقل ہوتا رہا اور مشہور ہو گیا حتی کہ اس سے قراءت کے سات معین طریقے قرار پا گئے۔ ان طریقوں کے ساتھ ادائیگی بھی تواتر کے ساتھ نقل ہونے لگی اور جم غفیر میں سے جو شخص کسی ایک طریقے کو روایت کرنے میں مشہور

(۱) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۵۴ (۲) ابن خلدون، مقدمہ باب ۶ فصل ۵

ہو گیا اس سے اس طریقے کو منسوب کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ سات قرائتیں قرادت کے اصول بن گئیں۔ بعد ازاں چند دیگر قرات کا اضافہ ہوا جو ان سات قرادات کے ساتھ ملحق ہو گئیں

آئمہ قراءات عشرہ اور ان کے رواۃ کا جدول

۱۔ امام نافع مدنی
- قالون
- ورش

۲ امام ابن کثیر مکی
- بزی
- قنبل

۳۔ ابو عمرو بصری
- دوری
- سوسی

۴۔ امام ابن عامر شامی
- ہشام
- ابن ذکوان

۵ امام عاصم کوفی
- ابو بکر شعبہ
- حفص بن سلیمان

۶ امام حمزہ کوفی
- خلف
- خلاد

۷ امام کسائی
- ابوالحارث
- دوری

۸۔ امام ابو جعفر مدنی
- ابن وردان
- ابن جماز

۹۔ امام یعقوب حضرمی
- رویس
- روح

۱۰ امام خلف کوفی
- اسحاق
- ادریس
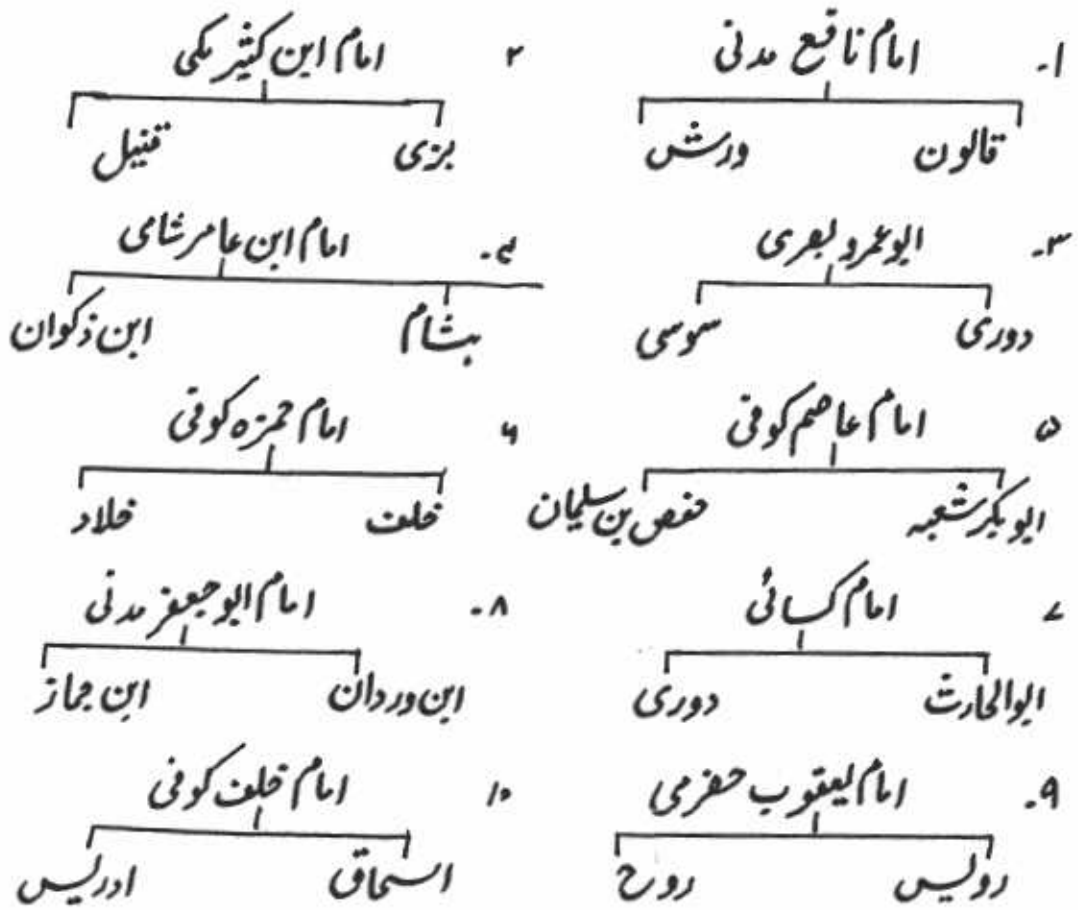
اگلے صفحات میں انہی اکابر کے حالات کا اجمالی تذکرہ ہے۔

امام نافع مدنی

امام نافع مدنی کا پورا نام نافع بن عبدالرحمن بن ابی نعیم اللیثی ہے۔ آپ کی پیدائش ۷۰ھ
کے لگ بھگ ہوئی۔ صاحب نشر اس بارے میں فرماتے ہیں

"ومولده فی حدود سنة سبعین" (۱)

آپ اصلاً اصفہان کے رہنے والے تھے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ رنگ گہرا سیاہ تھا
آپ کے بڑے فضائل کتب میں مذکور ہوئے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں "نافع امام الناس
فی القراءة" (۲) علم قرات میں نافع لوگوں کے امام ہیں۔ ابن مجاہد نے آپ کے
بارہ میں لکھا ہے "وکان الامام الذی قام بالقراءت بعد التابعین بمدینة الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم نافع" (۳) تابعین کے بعد مدینہ منورہ میں علم قرأت کے امام نافع تھے
احمد بن ھلال مصری نے شیبانی کے حوالے سے امام نافع کے بارے میں یہ واقعہ بیان کیا
ہے کہ امام نافع جب تلاوت کرتے تو ان کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ علامہ
جزری نے تلاوت کی بجائے یہ لکھا ہے۔ اذا تکلم (۴) یعنی جب آپ گفتگو کرتے تو آپ کے
منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی ایک آدمی نے ان سے پوچھا کیا آپ خوشبو استعمال کرتے
ہیں تو آپ نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کبھی خوشبو استعمال نہیں کی۔ البتہ میں نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے منہ کے قریب تلاوت فرما رہے ہیں۔

---

(۱) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۱۲

(۲) ذھبی، شمس الدین، معرفة القراء الکبار، ۱/ ۹۰ (۳) شوقی ضیف، کتاب السبعہ، ۳۵

(۴) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۱۲

پس اس وقت سے یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ میرے منہ سے خوشبو آتی ہے"[1] اس واقعہ کو جزری اور ذہبی دونوں نے نقل کیا ہے اور دونوں نے یہ الفاظ لکھے ہیں

"رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقرأ فی فیّ فمن ذالک اری اشم فی ھذہ الرائحۃ"

لیکن ذہبی ہی کی دوسری کتاب تاریخ الاسلام میں الفاظ مختلف ہیں

"رأیت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم تَفَلَ فی فیّ"[2]

یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے میرے منہ میں اپنا لعاب لگایا امام نافع نے ستر تابعین سے کسب فیض کیا تمام مصادر کا اس پر اتفاق ہے۔ آپ کے اہم اساتذہ کے نام یہ ہیں

۱. ابا جعفر یزید بن القعقاع ت ۱۲۸ھ ۲. عبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج ت ۱۱۷ھ
۳. شیبہ بن نصاح القاضی ت ۱۳۰ھ ۴. یزید بن رومان ت ۱۲۰ھ
۵. مسلم بن جندب الھذلی ت ۱۳۰ھ.

ان پانچوں اکابر نے تین صحابہ کرام سے علم قرات کی تحصیل کی جن کے اسماء یہ ہیں حضرت ابو ھریرہؓ ت ۵۹ھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ت ۶۸ھ۔ حضرت عبد اللہ بن عیاش بن ابی ربیعہؓ المخزومی ت ۷۸ھ۔ ان تینوں صحابہ نے علم قراءت کی تحصیل حضرت ابی بن کعبؓ ت ۳۰ھ سے کی۔ اور انہوں نے براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو حاصل کیا[3] اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت امام نافع کی قرات کا سلسلہ متواتر ہے اور سند کے اعتبار سے

---

(۱) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۱۲ و ذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۹۰

(۲) ذہبی، تاریخ اسلام، ۱۶۱ تا ۱۷۰/ ۸۵ م (۳) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے ۔ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوا[1]

(۱) ذھبی ، شمس الدین ، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۹۲

قالون :

آپ کا پورا نام عیسٰی بن مینا المدنی ہے ۔ کنیت ابو موسٰی اور قالون ان کا لقب ہے یہ لقب ان کو ان کے شیخ امام نافع مدنی نے دیا تھا کیونکہ ان کی قرات بہت عمدہ تھی ۔ لفظ قالون رومی زبان میں بہت ہی اچھا کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا ۔ اسی بنا پر امام نافع مدنی ان کو قالون کہہ کر پکارتے ۔ چنانچہ یہی لقب انہوں نے اپنالیا ۔ یہ لقب ان کے اصل نام پر غالب ہوگیا اور آج تک آپ اسی لقب سے معروف ہیں ۔ آپ کی پیدائش ۱۲۰ھ میں جبکہ وفات ۲۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی [۱]

ورش :

آپ کا پورا نام عثمان بن سعید مصری ہے کنیت ابو سعید اور آپ کا لقب ورش ہے یہ لقب بھی ان کو امام نافع ہی سے ملا تھا ۔ ورش کا مطلب ہے بہت زیادہ سفید ۔ کیونکہ آپ بہت زیادہ گورے رنگ کے مالک تھے اسلئے آپ کو امام نافع ورش کہہ کر پکارتے ۔ جس بنا پر آپ اسی لقب سے پکارے جانے لگے اصل نام پر یہ لقب ہی غالب آگیا ۔ آپ حسن صوت کے مالک تھے ۔ جزری لکھتے ہیں کہ ورش مصر سے تحصیل علم قرأت کی غرض سے مدینہ منورہ آئے اور امام نافع کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ۱۵۵ھ تک انہوں نے چار مرتبہ امام نافع کے سامنے قران سنایا ۔ اور مصر واپس آئے اور اس علم کی اشاعت کی آپ کی پیدائش ۱۱۰ھ جبکہ آپ کا انتقال ۱۹۷ھ کو مصر میں ہوا [۲]

(۱) جزری محمد بن محمد ، النشر فی القراءات العشر ، ۱/ ۱۱۳

(۲) ذہبی ، شمس الدین ، معرفۃ القراء الکبار ، ۱/ ۱۲۶ و النشر فی القراءات العشر ، ۱/ ۱۱۳

امام ابن کثیرؒ:

آپ کا پورا نام عبداللہ بن کثیر بن عمر بن عبداللہ بن زاذان بن فیروزان بن هرمز المکی ہے[1]
آپ کی پیدائش ۴۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کا سن وفات ۱۲۰ھ ہے اس طرح آپ کی عمر مبارک ۷۵ برس ہوتی ہے[2] آپ نہایت فصیح و بلیغ گفتگو فرماتے تھے۔ خوب ڈیل ڈول والے تھے۔ داڑھی گھنی اور سفید تھی نہایت بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے صحابہ میں سے عبداللہ بن زبیرؓ ابوایوب انصاریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی تھی۔ آپ نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان کے نام یہ ہیں ابی السائب عبداللہ بن السائب المخزومی ت ۶۸ھ۔ ابی الحجاج مجاہد بن جبیر المکی ت ۱۰۳ھ درباس ابن عباس کے غلام[3] آپ کے اساتذہ کا سلسلہ سند اس طرح ہے ابی السائب نے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے علم قرات حاصل کیا۔ مجاہد بن جبیر نے عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن السائب سے جبکہ درباس نے اپنے آقا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے علم قرأت کی تحصیل کی۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ سے اس علم کو حاصل کیا۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو حاصل کیا۔ گویا امام ابن کثیرؒ کی قرات متواتر اور سند کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے[4]

---

(۱) ذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۷۱ (۲) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۲۰/ ۱۲۱

(۳) ذہبی، شمس الدین، تاریخ الاسلام ۱۰۱ - ۱۲۰/ ۴۶۸ و۔ النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۲۰

(۴) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۲۰

امام ابن کثیرؒ سے کسب فیض کرنے والے ان کے دو راوی بزی اور قنبل ہیں

سلسلہ اسناد کے جدول

۱

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابی بن کعبؓ ——— حضرت عمر بن الخطابؓ

عبداللہ بن السائب

امام ابن کثیر

بزی ——— قنبل

۲

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابی بن کعبؓ

عبداللہ بن عباسؓ

مجاہد بن جبیرؒ

امام ابن کثیر

بزی ——— قنبل

۳

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابی بن کعبؓ ——— حضرت زید بن ثابتؓ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

درباس

امام ابن کثیر ——— (بزی قنبل)

البزی :

آپ کا پورا نام احمد بن محمد بن عبداللہ بن بزہ ہے آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ مکہ کے مؤذن تھے آپ نے چالیس سال تک بیت اللہ شریف میں اذان کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کی پیدائش ۱۷۰ھ میں ہوئی جبکہ آپ کا سن وفات ۲۵۰ھ ہے۔ اس طرح آپ کی عمر اسی برس ہوئی۔ (۱)

قنبل :

آپ کا پورا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد بن سعید المکی المخزومی ہے آپ کی کنیت ابوعمرو اور لقب آپ کا قنبل ہے۔ یہ لقب اس بنا پر مشہور ہو گیا کہ آپ کا تعلق ایسے قبیلہ سے تھا جو قنابلہ کہلاتے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ ایک دوا کا نام ہے جو آپ کثرت سے استعمال کرتے تھے (۲)

آپ کی پیدائش ۱۹۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کا سن وفات ۲۹۱ھ ہے (۳)

آپ سے بڑے بڑے اجلہ قراء نے کسب فیض کیا۔ صاحب نشر آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"وكان اماماً فى القراءة متقنا ضابطا انتهت اليه
مشيخة الاقراء بالحجاز ورحل اليه الناس من الاقطار" (۴)

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۲۱ و محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن ۲۴۳

(۲) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۸۷ (۳) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۲۱ (۴) ایضاً

امام ابو عمرو بن العلاء البصری :

آپ کا پورا نام زبان بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی التیمی البصری ہے آپ بصرہ کے اجلہ قراء میں سے تھے۔ آپ قراء سبعہ میں تیسرے امام ہیں۔ آپ کی پیدائش ۶۸ھ کو مکہ میں ہوئی۔ بعض نے آپ کا سن ولادت ۷۰ھ بھی لکھا ہے (۱)

ابن الجزریؒ آپ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"کان ابو عمرو بن العلاء اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ مع الصدق الثقۃ والامانۃ والدین" (۲)

ابو عمرو بن العلاء علوم قرآن عربی میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھے اور امانت دیانت و دینداری میں نہایت ثقہ تھے۔ آپ کے شاگرد ابو عبیدہ آپ کے بارہ میں کہتے ہیں

"کان ابو عمرو اعلم الناس بالقراءات والعربیۃ وایام العرب والشعر" (۳)

ابو عمرو علم القراءت عربی تاریخ اور شعر کے معاملے میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھے۔

آپ کا انتقال کوفہ کے اندر ۱۵۴ھ میں ہوا بعض نے آپ کا سن وفات ۱۵۵ھ اور بعض نے ۱۵۷ھ لکھا ہے (۴)۔ اس طرح آپ کی عمر چھیاسی یا اناسی برس کے لگ بھگ ہوتی ہے۔

امام ابو عمرو نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان کی فہرست طویل ہے ڈاکٹر عبداللہ

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۳۴ (۲) ایضاً

(۳) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۸۵

(۴) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۳۴

المیمن نے اپنی کتاب میں چودہ بزرگوں کا ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔ اباجعفر یزید بن القعقاع۔ یزید بن رومان۔ شیبہ بن نصاح۔ نافع بن ابی نعیم۔ عبداللہ بن کثیر مجاہد بن جبیر۔ حسن البصری۔ حمید بن قیس الاعرج۔ عبداللہ بن ابی اسحاق الحضرمی۔ عطا بن ابی رباح۔ عاصم بن ابی النجود۔ نصر بن عاصم۔ یحیٰ بن یعمر۔ ابوالعالیہ رفیع بن مہران [1]
ڈاکٹر میمن نے ان شیوخ کا تذکرہ صاحب نشر کے حوالے سے کیا ہے۔ لیکن علامہ جزری رحؒ کی النشر میں نافع بن ابی نعیم کا ذکر نہیں ہے۔[2] محسوس ہوتا ہے ڈاکٹر میمن سے یہاں سہو ہو گیا ہے

ابوالعالیہ نے علم قرات چار صحابہ کرام سے حاصل کیا۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضؓ۔ حضرت ابی بن کعب رضؓ حضرت زید بن ثابت رضؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
ان سب حضرات نے علم قرات کی تحصیل براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی[3]
اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امام ثالث ابوعمرو کی قرات سند کے اعتبار سے متصل ہے۔

اس معاملے میں مولانا ابوالحسن اعظمی صدر شعبہ تجوید وقرات دارالعلوم دیوبند سے بھی سہو ہوا ہے۔ انہوں نے ابوعمرو کی قرات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ تین واسطوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے۔ یہ بات درست نہیں معلوم دیتی کیونکہ ابوعمرو کی قرات دو واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ یعنی عمر بن الخطابؓ اور ابوالعالیہ پھر ابوعمرو بن العلاء۔ مولانا ابوالحسن اعظمی ابوالعالیہ کو ابوعمرو بن العلاء

---

(۱) محمد سالم المیمن، فی رحاب القرآن ۳۰۸

(۲) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۳۳ (۳) ایضاً

کا براہ راست استاد نہیں مانتے۔ انہوں نے اس ضمن میں کسی نقلی دلیل کا ذکر بھی نہیں کیا۔ جبکہ علامہ جزریؒ نے ابوالعالیہ کو ابوعمرو بن العلاء کا شیخ قرار دیا ہے[1]۔

سلسلہ سند کا جدول

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

↓

حضرت عمر بن الخطابؓ
حضرت ابی بن کعبؓ
حضرت زید بن ثابتؓ
حضرت عبداللہ بن عباسؓ

↓

ابوالعالیہ رفیع بن مہران

↓

ابوعمرو بن العلاء البصری

الدوری — السوسی

نوٹ آپ کے اساتذہ میں مجاہد بن جبیر کا نام بھی شامل ہے ان کا سلسلہ سند اس سے قبل گذر چکا۔ اس لحاظ سے آپکی سند کا اتصال ہر دو جانب سے ہے

(۱) ابوالحسن اعظمی، علم قراءت اور قراء سبعہ ۸۲

الدوری :

امام ابوعمرو العلا کے پہلے راوی الدوری کے مختصر نام سے معروف ہیں۔ آپ کا پورا نام ابوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز الدوری النحوی البغدادی الضریر ہے۔ دور بغداد کے مشرقی علاقہ میں ایک محلہ کا نام ہے آپ چونکہ اسی محلہ کے رہنے والے تھے اس لئے "دوری" کہلائے[1]۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قراءات کو جمع کیا۔ یعنی انہوں نے ہر ایک آیت قرآنی کو تمام قرائتوں کے ساتھ پڑھا۔ اصطلاح میں اس عمل کو جمع القراءات کہا جاتا ہے۔ امام جزری نے عشرہ قراءات کو ان کے طریقہ سے روایت کیا ہے[2] آپ کا انتقال ۲۴۶ھ میں ہوا۔ بوقت انتقال آپ کی عمر نوے برس سے زائد تھی[3]

السوسی :

آپ امام ابوعمرو کے دوسرے راوی ہیں۔ آپ کا پورا نام ابو شعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ ہے۔ سوسی کے لقب سے معروف ہیں[4]۔ آپ کا انتقال ۲۶۱ھ میں ہوا ۔ بوقت انتقال آپ کی عمر بھی نوے برس کے قریب تھی[5]

آپ کے حالات زندگی کسی مستند کتاب میں تفصیل سے ہمیں نہیں ملے۔ مولانا ابوالحسن اعظمی نے ایراز کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سوس اہواز کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی آپ کا پیدائشی وطن ہے۔ آپ کا انتقال رقہ میں ہوا جو دریائے فرات کے کنارے واقع ہے[6]

---

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۱۵۹ (۲) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۳۴

(۳) ایضاً - (۴) محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن ۳۳۷ - (۵) - النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۳۴ (۶) ابوالحسن - علم قراءت ۸۷

امام ابن عامر الشامی

ابن عامر الشامی قرات کے چوتھے امام ہیں۔ آپ کا پورا نام عبداللہ بن عامر الشامی الیحصبی ہے جبکہ آپ کی کنیت ابا عمرو ہے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے[۱] آپ کی پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۲۱ھ[۲] اور بعض کے نزدیک ۸ھ ہے علامہ ذہبی نے خالد بن یزید المری* کا ایک قول نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عامر کو یہ کہتے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں دو برس کا تھا[۳] آپ نے جامع اموی دمشق میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی برسہا برس امامت کے فرائض سرانجام دیے، حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے۔ آپ دمشق کے شیخ القراء ہونے کے ساتھ ساتھ منصب قضاۃ پر بھی فائز تھے۔ آپ کا انتقال عاشورا کے دن ۱۱۸ھ کو دمشق میں ہوا[۴] عبداللہ ابن عامر نے جن اساتذہ سے علم قرات حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ابی ہاشم المغیرہ بن ابی شہاب۔ عبداللہ بن عمرو بن المغیرہ المخزومی اور ابی الدرداء عویمر بن زید بن قیس۔ آپ کے استاد عبداللہ بن المغیرہ نے حضرت عثمان غنیؓ سے علم قرأت کی تحصیل کی جبکہ آپ کے استاد ابوالدرداء اور عثمان غنیؓ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسب فیض کیا[۵] اس

---

(۱) ذہبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۶۷ - (۲) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/۱۴۴

(۳) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ (۴) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

(۵) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

* علامہ ابن الجزری نے المری کی بجائے المزی لکھا ہے (النشر ۱/۱۴۴)

طرح امام ابن عامر الشامی کی قرأت متواتر ۔ صحیح اور متصل السند ہے ۔

آپ کے مناقب و فضائل بیان کرتے ہوئے ابن الجزری لکھتے ہیں

"كان ابن عامر اماماً كبيراً وتابعياً جليلاً وعالماً شهيراً" (1)

ابن عامر بہت بڑے امام جلیل القدر تابعی اور بہت شہرت والے عالم تھے

سلسلہ سند کا جدول
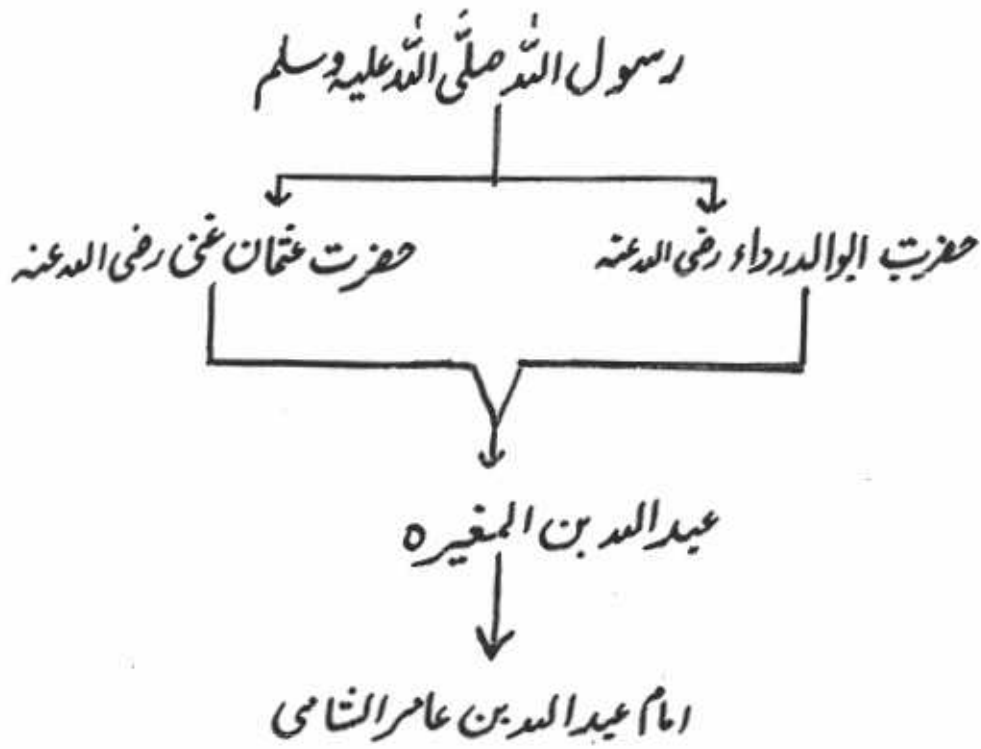
اس طرح صرف دو واسطوں سے آپ کا سلسلہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے

اگرچہ ائمہ سبعہ میں ترتیب کے لحاظ سے آپ چوتھے نمبر پر ہیں تاہم بلحاظ زمانہ و شیوخ آپ متقدم ہیں ۔

---

(1) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۴۴

امام ابن عامر الشامی کے دو مشہور راوی یہ ہیں۔ ھشام۔ ابن ذکوان

ھشام :

آپ کا پورا نام ھشام بن عمار بن نصیر القاضی الدمشقی ہے۔ آپ کی کنیت ابوعمرو ہے[1] آپ کی پیدائش ۱۵۳ھ ہوئی[2] آپ دمشق کے شیخ القراء ہونے کے علاوہ وہاں کے مفتی اور محدث تھے۔ آپ نے عراک بن خالد سے علم قرات کی تحصیل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بیس برس تک بغیر کسی تیاری کے خطبہ دیا۔ بیشتر محدثین نے آپ سے حدیث کی روایت کی۔[3] ھشام کا انتقال ماہ محرم میں ۲۴۵ھ میں ہوا[4] اس طرح آپ کی عمر بانوے برس کی ہوئی۔

ابن ذکوان :

آپ کا پورا نام عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الدمشقی ہے۔ آپ کی کنیت ابا عمرو ہے[5]۔ آپ شام کے اجلہ قراء میں سے تھے اور جامع اموی کے امام تھے۔[6] ابوزرعہ دمشقی ان کے بارہ میں کہتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک عراق حجاز شام مصر و خراسان میں ابن ذکوان سے بہتر کوئی قاری نہ تھا[7] ابن ذکوان کی پیدائش اور وفات دونوں کے بارے میں اقوال مختلف ہیں صاحب نشر کے نزدیک ابن ذکوان کا انتقال شوال ۲۰۲ھ میں اور پیدائش عاشورا کے دن ۱۷۳ھ میں ہوئی[8] اس طرح ان کی عمر کل انتیس برس بنتی ہے جو درست معلوم نہیں دیتی۔ علامہ ذہبی کے نزدیک ان کی ولادت ۱۷۳ھ میں ہوئی جبکہ ان کی وفات شوال

(۱) محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن، ۴۳۸ (۲) ذھبی، شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۱۶۰ (۳) ایضاً

(۴) جزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۴۴ (۵) محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن، ۳۳۹

(۶) جزری، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۴۴ (۷) ذھبی، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۱۶۲ (۸) جزری، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۴۵

۲۷۲ھ کو ہوئی علامہ ذہبی رقمطراز ہیں ۔

"قال ابن ذکوان ولدت یوم عاشورا سنۃ ثلاث وسبعین" [1]

ابن ذکوان عاشورا کے دن ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے ۔

توفی ابن ذکوان یوم الاثنین للیلتین بقیتا من شوال سنۃ اثنتین واربعین ومائتین وغلط من قال سنۃ ثلاث ۔ [2]

ابن ذکوان سوموار کے دن جبکہ شوال میں دو راتیں باقی تھیں ۲۴۲ھ میں فوت ہوئے اس لحاظ سے ان کی عمر ایک سو انہتر برس ہوتی یہ بھی کچھ قرین صواب نہیں لگتا ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صاحب نشر سے تاریخ انتقال میں اور علامہ ذہبی کو تاریخ پیدائش میں غلطی لگی ہے ۔ عین ممکن ہے کہ یہ سہو کاتب ہی ہو ۔ اس سلسلے میں صاحب "فی رحاب القرآن" کی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے ۔ وہ المہذب کے حوالے سے لکھتے ہیں

"ولد ابن ذکوان سنہ ۱۷۳ھ ثلاث وسبعین ومائۃ وتوفی بدمشق سنہ ۲۴۲ھ اثنین واربعین ومائۃ" [3]

ابن ذکوان ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور دمشق میں ۲۴۲ھ کو انتقال کر گئے ۔ واللہ اعلم

---

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۶۴

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۱۶۵

(۳) محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن، ص ۳۰۰

امام عاصم الکوفی

قرأت کے پانچویں امام عاصم الکوفی ہیں۔ آپ کا پورا نام عاصم بن بھدلہ ابی النجود الاسدی ہے کنیت ابابکر ہے۔ آپ شمار تابعین میں ہوتا ہے۔(۱) آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی اس بارے میں تمام ثقہ منابع خاموش ہیں البتہ آپ کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا(۲) ذہبی نے ایک اور قول بھی نقل کیا ہے جس کے مطابق آپ کا سن وفات ۱۲۲ھ ہے(۳)
عاصم کوفہ میں قرأت کے امام مانے جاتے تھے۔ اپنے استاد ابی عبدالرحمن السلمی کے بعد ان کے جانشین تھے۔ آپ کی آواز بہت عمدہ تھی۔ نماز خوب انہماک سے ادا کرتے۔ حالت قیام میں ایسا محسوس ہوتا گویا لکڑی زمین میں گڑی ہے۔ جمعہ کے روز نماز عصر تک مسجد ہی میں رہتے۔(۴)

صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ امام عاصم کیسے تھے تو انہوں نے جواب دیا رجل صالح ثقة۔ میں نے پوچھا سب سے بہتر قرات کس کی ہے توفرمایا قراءة اهل المدينة فان لم يكن فقراءة عاصم۔(۵)

امام عاصم کے شاگرد ابوبکر شعبہ بن عیاش کہتے ہیں کہ بوقت وفات میں امام عاصم کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بار بار اس آیت کی تلاوت کرتے تھے
ثم ردوا الى الله مولهم الحق الا له الحكم وهو اسرع الحاسبين(۶)

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۷۳ (۴) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء ۱/۷۷
(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۷۷ (۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

امام عاصم نے جن اکابر سے علم قرات میں کسب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں
ابی عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ السلمی ۔ ابی مریم زر بن حبیش الاسدی
ابی عمرو سعد بن الیاس الشیبانی ۔ ان تینوں حضرات نے علم قرات کی تحصیل
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کی جبکہ ابی عبدالرحمٰن السلمی اور زر بن حبیش دونوں
نے حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ سے بھی یہ علم حاصل کیا
نیز ابو عبدالرحمٰن نے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی علم قرات
سیکھا ۔ اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امام عاصم کی قرات حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل بالسند ہے ۔ (۱)
امام عاصم سے علم قرات حاصل کرنے والے شاگردوں کی تعداد لامحدود ہے ان میں سے چند نام یہ
ہیں ۔ شعبہ ابو بکر بن عیاش ۔ حفص ابو عمرو حفص بن سلیمان بن المغیرہ ۔
حماد بن سلمہ ۔ سلیمان بن مہران الاعمش ۔ نعیم ابن میسرہ ۔ (۲)
ڈاکٹر عبداللہ المحیسن نے ان کے علاوہ تین اور ناموں کا بھی ذکر کیا ہے ۔ جو یہ ہیں
ابان بن تغلب ۔ سہل بن شعیب ۔ شیبان بن معاویہ ۔ (۳)
لیکن یہ تینوں نام علامہ ذہبی کی کتاب معرفۃ القراء الکبار میں مذکور نہیں ہوئے ۔
اگرچہ انہوں نے معرفہ ہی کے حوالے سے ان حضرات کا ذکر کیا ہے ۔

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۵۵

(۲) ذھبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۷۳

۳ ۔ محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن ۳۱۲

اتصال سند کا جدول
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت ابی بن کعبؓ
حضرت عثمان بن عفانؓ
ابو عبدالرحمٰن السلمی
زر بن حبیش
امام عاصم
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علی بن ابی طالبؓ
حضرت زید بن ثابتؓ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
ابو عبدالرحمٰن السلمی
زر بن حبیش
ابی عمرو الشیبانی
امام عاصم

امام عاصمؒ کے دو راوی حسب ذیل ہیں

ابوبکر شعبہ اور حفص

ابوبکر شعبہ :

آپ کا پورا نام ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم ہے۔ آپ کی پیدائش ۹۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کا سن وفات ۱۹۳ھ ہے[1] اس طرح آپ کی عمر اٹھانوے برس ہوئی۔ آپ نے امام عاصم سے قرآن پڑھا اور تین مرتبہ سنایا۔ چالیس برس تک آپ نے اپنی کمر بستر پر نہیں لگائی تمام راتیں تلاوت کلام اللہ میں گذاریں۔ یحیٰی حمانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر سے سنا کہ وہ ایک رات زم زم پینے کیلئے آئے لیکن میں نے وہاں سے دودھ اور شہد پیا۔[2] بوقت وفات ان کی بہن رونے لگیں تو آپ نے گھر کونے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیوں روتی ہو میں نے اس کونے میں اٹھارہ ہزار قرآن مجید ختم کئے ہیں[3]

حفص :

آپ کا پورا نام ابوعمر حفص بن سلیمان بن المغیرہ الدوری ہے۔ آپ امام عاصم کے ربیب یعنی سوتیلے بیٹے تھے۔[4] آپ کی پیدائش ۹۰ھ میں اور وفات ۱۸۰ھ میں ہوئی[5] آپ قرات کے معاملہ میں بہت زیادہ قوی الحافظہ تھے۔ آپ کی روایت کو پورے عالم اسلام میں بہت زیادہ قبولیت حاصل ہے۔ ہزار حفاظ میں سے نوسو ننانوے کو یہی روایت یاد ہے۔ ایسا تو کوئی نہ ہوگا جسے یہ روایت تو یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہوں۔

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/۱۵۶ (۲) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء ۱/۱۱۲ (۳) ایضاً

(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۱۷

حمزہ الکوفی

آپ کا پورا نام حمزہ بن حبیب بن عمارہ الزیات ہے۔ ابا عمارہ کنیت ہے۔ آپ قرأت کے چھٹے امام ہیں۔ آپ کی پیدائش ۸۰ھ میں جبکہ وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی[1]۔ اس طرح آپ کی عمر چھیتر برس ہوتی ہے۔ آپ کے شیخ اعمش آپکو دیکھتے تو فرماتے ھذا حبر القرآن[2]۔ یہ قرآن کے بڑے ماہر ہیں۔ صاحب نشر کہتے ہیں امام عاصم اور اعمش کے بعد امام حمزہ کوفہ میں علم قرأت کے سب سے بڑے امام تھے۔ عالم باعمل اور بہترین مجود تھے علمی مشاغل کے ساتھ امپورٹ اور ایکسپورٹ کا کاروبار بھی کرتے۔ عراق سے تیل وغیرہ حلوان لاتے یہاں سے پنیر اور بادام وغیرہ کوفہ بھیجتے[3] امام حمزہ خود اپنے بارے میں فرمایا کرتے کہ میں نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی بغیر نقل کے نہیں پڑھا۔[4] امام اعظم ابوحنیفہؒ امام حمزہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ امام حمزہ دو باتوں میں ہم پر فائق اور غالب ہیں ایک علم قرأت اور دوسرے علم الفرائض۔ ان دونوں علوم میں ہم آپ کی برابری نہیں کر سکتے[5]

امام حمزہ نے جن اساتذہ سے علم قرأت کی تحصیل کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ابی حمزہ حمران بن اعین۔ ابی اسحٰق عمرو بن عبداللہ السبیعی۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ ابو محمد طلحہ بن مصرف الیامی۔ ابو عبداللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین

---

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۹۳ (۲) جزری، النشر فی القراءات العشر ۱/۱۶۶ (۳) ایضاً

(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۹۶ (۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۶۶

امام حمزہ کے استاد ابو محمد طلحہ بن مصرف نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں ابو یحییٰ بن وثاب بھی ہیں جنہوں نے ابو شبل علقمہ بن قیس ۔ الاسود بن یزید بن قیس ۔ زر بن حبیش ۔ زید بن وھب الکوفی ۔ عبیدہ بن عمرو السلمانی ۔ عبید بن فضلہ اور مسروق بن اجدع سے پڑھا ۔ عبید بن فضلہ کے استاد صحابی رسول حضرت علقمہ بن قیس بن مالک رض ہیں ۔ حمزہ بن حمران کے استاد محمد الباقر ہیں ۔ اسی طرح ابو اسحٰق عمرو بن عبداللہ السبیعی نے جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں

ابی عبدالرحمٰن السلمی ۔ زر بن حبیش بن ابی مریم ۔ (ان دونوں حضرات کی اتصال سند کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)۔ عاصم بن حمزہ ۔ الحارث بن عبداللہ الھمذانی ۔ ان دونوں مؤخر الذکر حضرات نے علم قرأت حضرت علی بن ابی طالب رض سے حاصل کیا ۔ علقمہ بن قیس رض الاسود بن یزید بن قیس اور عاصم بن حمزہ اور الحارث بن عبداللہ الھمذانی نے براہ راست حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے علم قرأت کی تحصیل کی ۔ جعفر صادق نے اپنے والد محمد الباقر سے اس علم کو حاصل کیا اور محمد الباقر نے اپنے والد زین العابدین سے پڑھا اور زین العابدین نے اپنے والد حضرت حسین رض سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی رض سے اس علم کو حاصل کیا ۔ جبکہ علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود رض نے براہ راست حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو حاصل کیا ۔ (۱)

اس پوری تفصیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امام حمزہ کی قرأت متواتر ہے صحیح ہے اور باعتبار سند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل ہے ۔

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۶۵

اتصالِ سند کا جدول
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علقمہ بن قیسؓ
حضرت علی بن ابی طالبؓ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
عبید بن فضلہ
یحیٰ بن وثاب
ابو محمد طلحہ
امام حمزہ
حسینؓ
زین العابدینؓ
محمد الباقر
جعفر الصادق
حمزہ بن حمران
امام حمزہ
علقمہ بن قیس
الاسود بن یزید
عاصم بن حمزہ
الحارث بن عبداللہ الھمذانی
ابو اسحق عمرو بن عبداللہ السبیعی
امام حمزہ

امام حمزہ کے دو مشہور راوی حسب ذیل ہیں

خلف - خلاد

خلف

آپ کا پورا نام خلف بن ہشام البزار ہے آپ کی کنیت ابا محمد ہے۔(۱)
آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۲۹ھ ماہ جمادی الاخر میں ہوئی (۲)
آپ بڑے ثقہ عالم زاہد اور متبع سنت عبادت گذار تھے۔ اکثر روزے سے رہتے۔ علمی انہاک بہت زیادہ تھا آپ کو نحو کے ایک مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آئی آپ نے اس مشکل کے حل کی خاطر اسی ہزار درہم خرچ کیے(۳) خلف امام حمزہ کے راوی ہونے کے ساتھ ساتھ قراءات عشرہ میں امام بھی ہیں۔

خلاد :

امام حمزہ کے دوسرے راوی خلاد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عیسٰی ہے۔
خلاد کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے حالات معتبر کتب میں بہت ہی مختصر ملتے ہیں۔ آپ کے سن پیدائش کا کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ آپکی وفات ۲۲۰ھ کو کوفہ میں ہوئی (۴)

---

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۱۷۱ (۴) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۱۷۳ و
(۲) " " " " " " " ۱/۱۷۲ محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن ۱/۳۴۴
(۳) " " " " " " " "

ابوالحسن علی الکسائی

قرات کے ساتویں امام ابوالحسن علی الکسائی ہیں۔ آپ کا پورا نام علی بن حمزہ النحوی ہے کنیت ابوالحسن ہے۔ الکسائی لقب ہے۔ آپ اس لقب سے کیوں ملقب ہوئے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے حج کیلئے کمبل کا احرام باندھا کسا کمبل کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کسائی کہلائے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے استاد امام حمزہ کی مجلس میں کمبل اوڑھے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ کسائی (کمبل اوڑھے ہوئے) سے کہو پڑھے۔ اس بنا پر آپ کا یہی نام مشہور ہو گیا۔[1] آپ کی پیدائش ۱۲۰ھ کے لگ بھگ ہوئی۔[2] جبکہ آپ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا۔[3]

امام کسائی کے اہم اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ حمزہ بن حبیب الزیات۔ آپ چھٹے امام ہیں ان کی اتصال سند کی توثیق کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی یہ بھی حمزہ کوفی کے اساتذہ میں سے ہیں۔ عیسیٰ بن عمر الھمذانی۔[4] یہ قرات کے پانچویں امام عاصم بن بھدلہ کے شاگرد ہیں۔ ان کے اتصال سند کا تذکرہ بھی پہلے ہو چکا۔ ڈاکٹر عبداللہ المحیسن نے فی رحاب القرآن میں طلحہ بن مصرف کو بھی امام کسائی کا استاد قرار دیا ہے۔ اور ابن الجزری کی النشر کے حوالہ سے استاد لکھا ہے۔[5]

---

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/۱۰۰ (۴) ذہبی، معرفۃ القراء الکبار ۱/۱۰۰

(۲) " " " " " " " " (۵) محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن ۳۱۹

(۳) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/۱۷۲

لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ النشر کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ طلحہ بن مصرف عیسیٰ بن عمر کے استاد ہیں نہ کہ امام کسائی کے النشر کی عبارت اس طرح ہے

وقرأ عیسیٰ بن عمر علی عاصم وطلحہ بن مصرف والاعمش (۱)

اس عبارت کا مطلب واضح ہے کہ عیسیٰ بن عمر نے عاصم اور طلحہ بن مصرف اور اعمش سے پڑھا
امام کسائی کے مناقب کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن الجزری فرماتے ہیں

"وکان امام الناس فی القرأۃ فی زمانہ واعلمھم بالقرأۃ"۔ (۲)

امام کسائی اپنے زمانہ میں قرات کے امام تھے اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ قرات کا علم جانتے تھے۔ ابن الجزریؒ نے ابن معین کے حوالے سے لکھا ہے

ما رأیت بعینی ھاتین اصدق لھجہ من الکسائی (۳)

میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے کسائی سے بڑھ کر اچھے لہجے والا کسی کو نہیں دیکھا
ابوبکر ابن الانباری کہتے ہیں کہ امام کسائی علم نحو کے سب سے بڑے عالم تھے اور قران میں اپنی مثال آپ تھے آپ لوگوں کے مجمع میں کرسی پر بیٹھ کر قران کی اول تا آخر تلاوت کرتے اور لوگ سن کر اسکو محفوظ کیا کرتے تھے۔ (۴)
امام کسائی کے نامور شاگرد یہ ہیں۔ ابوالحارث اللیث بن خالد۔ حفص الدوری۔ نصیر بن یوسف الرازی۔ قتیبہ بن مھران الاصبہانی۔ احمد بن شریح۔ ابوحمدون الطیب عیسیٰ بن سلیمان۔ ابوعبید القاسم بن سلام۔ اور محمد بن سفیان (۵)

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۷۲ (۴) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۰۲
(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۱۰۱

امام کسائیؒ کے دو راوی حسب ذیل ہیں

ابوالحارث

حفص الدوری

ابوالحارث :

آپ کا پورا نام ابوالحارث اللیث بن خالد البغدادی ہے۔ آپ قرأت کے ثقہ عالم تھے۔ آپ کے حالات کتب میں بہت کم ملتے ہیں۔ تاریخ پیدائش کا علم جستجو کے باوجود نہ ہو سکا۔ علامہ ابن الجزری آپ کا سن وفات سنہ ۲۴۰ھ[1] کو بتایا ہے ڈاکٹر عبداللہ المحیسن نے اپنی کتاب فی رحاب القرآن میں آپ کا سن وفات سنہ ۲۲۰ھ کو لکھا ہے[2] جو ہرگز درست نہیں ہے۔

حفص الدوری

امام کسائی کے دوسرے راوی حفص الدوری ہیں۔ آپ کا پورا نام ابوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز الدوری ہے۔ آپ قرات کے تیسرے امام ابوعمرو کے راوی بھی ہیں۔ آپ کے حالات کا تذکرہ وہاں گزر چکا ہے۔

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، ۱/ ۱۷۲۔ ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار، ۱/ ۱۷۳

(۲) محمد سالم المحیسن، فی رحاب القرآن ۱/ ۳۵۵

ابوجعفر مدنی

آپ کا پورا نام یزید بن قعقاع ہے[۱] ابوجعفر کنیت ہے آپ قراءات عشرہ میں آٹھویں اور قراءات ثلاثہ میں پہلے امام ہیں۔ آپ نے علم قراءت کی تحصیل حضرت ابن عباسؓ سے کی[۲] صغر سنی میں آپ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں لائے گئے انہوں نے آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا اور برکت کی دعا کی[۳]۔ اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں علم قرأت کے بڑے امام تھے۔ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ سن وفات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۱۲۷ھ بعض نے ۱۲۸ھ لکھا ہے[۴] امام نافع فرماتے ہیں کہ جب آپ کو غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کے سینہ اور دل کے درمیان قرآن مجید کے ورق کی مانند چیز دیکھی جس سے اندازہ لگایا گیا کہ یہ قرآن کا نور ہے[۵]
آپ نے جن اکابر سے علم قراءت حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ ابوھریرہؓ عبدالرحمن۔ ان تینوں حضرات نے یہ علم حضرت ابی بن کعبؓ سے حاصل کیا[۶] جبکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے براہ راست محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو حاصل کیا۔ ابوجعفر کے دو راوی ایک ابوالحارث عیسیٰ بن وردان ہیں ان کا انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا دوسرے ابوالربیع سلیمان بن مسلم بن جماز ہیں ان انتقال ۱۷۰ھ میں ہوا[۷] ابن الجزری کے مطابق مؤرخ الواقدی آپ کے شاگرد ہیں[۸]

(۱) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۵۸ (۲) ایضاً - (۳) ایضاً ۱/ ۵۹ (۴) ایضاً ۱/ ۶۲

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۶۲ (۶) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۷۸

(۷) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۷۹ (۸) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۹۲

یعقوب البصری

امام یعقوب کا پورا نام محمد یعقوب بن اسحاق بن زید الحضرمی ہے۔ ان کے سن پیدائش کا کہیں سے پتہ نہیں چلا البتہ ان کی وفات ۲۰۵ھ میں ہوئی[1] ابن الجزری لکھتے ہیں کہ بوقت وفات ان کی عمر اٹھاسی برس تھی[2] اس طرح آپ کا سن پیدائش ۱۱۷ھ بنتا ہے۔ علم قرات میں آپ کے اساتذہ یہ ہیں۔

ابی المنذر سلام بن سلیمان المزنی ۔ شہاب بن شریفہ ۔ ابی یحییٰ مہدی بن میمون المعولی ۔ ابی الاشہب جعفر بن حیان العطاردی[3]

ان حضرات کا سلسلہ سند اس طرح ہے ۔ ابی المنذر سلام بن سلیمان نے علم قرات کی تحصیل امام عاصم الکوفی اور امام ابی عمرو بن العلاء سے کی۔ ان دونوں آئمہ قرات کا سلسلہ اتصال سند پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ یعقوب بصری کے دوسرے استاد شہاب بن شریفہ نے اس علم کی تحصیل ابی عبداللہ ھارون بن موسیٰ اور المعلا بن عیسیٰ سے کی۔ ابو عبداللہ ہارون نے عاصم جحدری اور امام ابی عمرو بن العلاء سے پڑھا[4] آپ کے تیسرے استاد ابو یحییٰ مہدی بن میمون نے شعیب بن الحجاب البصری اور ابی العالیہ الریاحی سے پڑھا۔ آپ کے چوتھے استاد ابو الاشہب نے ابی رجا عمران بن ملحان العطاری سے پڑھا جبکہ ابو رجا عمران نے حضرت ابو موسیٰ اشعری[4]

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۸۶ و ذہبی معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۳۱

(۲) " " " " " " " " " " ۱/۱۸۶

(۳) " " " " " " " " " " ۱/۱۸۶

(۴) " " " " " " " " " " ۱/۱۸۶

سے علم قرات کی تحصیل کی ۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے براہ راست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو حاصل کیا۔[1] لہٰذا یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ قرات کے نویں امام یعقوب البصری کی قرات صحیح اور سند کے اعتبار سے متصل ہے ۔

امام یعقوب البصری کے دو راوی یہ ہیں ۱۔ رویس ۲۔ روح ۔

رویس :

آپ کا پورا نام ابو عبداللہ محمد المتوکل اللؤلؤی ہے[2]۔ آپ کا لقب رویس ہے ۔ آپ قرات کے امام ماہر اور ضابط مانے جاتے تھے ۔ دانی کہتے ہیں کہ آپ یعقوب کے انتہائی ذہین شاگرد تھے۔[3] آپ کا انتقال ۲۳۸ھ کو بصرہ میں ہوا[4]

روح :

امام یعقوب کے دوسرے راوی روح ہیں۔ آپ کا پورا نام روح بن قرۃ البصری ہے[5] آپ امام یعقوب کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں ۔ اور سب سے زیادہ ثقہ ہیں ۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ان سے احادیث کو روایت کیا ہے روح کا انتقال ۲۳۴ھ یا ۲۳۵ھ میں ہوا[6]

---

(۱) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/۱۸۶ (۲) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۷۷

(۳) " " " " " " " " " ۱/ ۱۸۷ (۴) " " " " " " " " ۱/ ۱۷۷

(۵) ذہبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۷۶ (۶) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر ۱/ ۱۸۷

خلف البزار

آپ کا پورا نام ابو محمد خلف بن ھشام بن ثعلب البزار ہے[۱]۔ آپ قرأت کے دسویں امام ہیں۔ یہ وہی خلف بن ہشام بزار ہیں جو قراۃ کے چھٹے امام حمزہ کے راوی بھی ہیں آپ علم قرات کے بڑے ماہر اور ثقہ عالم تھے۔ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی قراۃ میں خوب غور و فکر کیا تو تمام کلمات میں کوفیین بلکہ حمزہ اور کسائی کے موافق پایا۔ ماسوائے ایک کلمہ وحِرْمٌ کے کہ اس کو انہوں نے حفصؒ کی طرح حَرَامٌ پڑھا[۲]۔ آپ کے حالات سن پیدائش و وفات کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

خلف البزار کے دو راوی یہ ہیں۔ اسحٰق اور ادریس

اسحٰق :

آپ کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ ابن الجزری نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ قرات میں ثقہ ضابط اور ماہر تھے۔ صرف خلف کی قرات پڑھتے تھے۔ آپ کا انتقال ۲۸۶ھ میں ہوا[۳]

ادریس :

دوسرے راوی ابو الحسن ادریس الحداد ہیں آپ کے بارے دارقطنی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ثقہ بلکہ اس سے بھی ایک درجہ اوپر گویا بہت قابل اعتماد۔ آپ کا انتقال ۲۹۲ھ میں ہوا[۴]۔

---

(۱) ذھبی شمس الدین، معرفۃ القراء الکبار ۱/ ۱۷۱ (۲) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراوات العشر ۱/ ۱۹۱

(۳) جزری محمد بن محمد، النشر فی القراوات العشر ۱/ ۱۹۱ (۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۱۶۶

روایت حفص کی شہرت

آئمہ سبعہ قرأت میں ایک اہم شخصیت حضرت امام عاصمؒ کی ہے۔ آپ کے دو راوی ہیں جن میں سے ایک امام حفصؒ ہیں۔ جن کا طریق تلاوت روایت حفص کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ زیادہ تر یہی روایت عالم اسلام میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ دیگر روایتیں بالکل متروک ہو چکی ہیں۔ بلکہ بعض افریقی ممالک مثلاً سوڈان، نائیجیریا وسط افریقہ وغیرہ میں قرأت ابی عمرو "دوری" کی روایت میں پڑھنے کا رواج ہے[1]۔ لیکن شہرت روایت حفص ہی کی زیادہ ہے۔ روایت حفص کو یہ قبول عام کیوں کر حاصل ہوا اس بارے میں پرانے علمی منابع خاموش ہیں۔ اس کی قبولیت کی وجوہات و اسباب پر تمام امّ الکتب میں کچھ مذکور نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کتب لکھی گئیں اس وقت روایت حفص کا شاید یہ تداول نہ ہو جو بعد میں ہوا اور تمام قرأتوں کو یکساں اہمیت حاصل رہی ہو۔ اور تمام قرأتوں ہی میں قران کی تلاوت کرنا متداول رہا ہو۔ جس کی وجہ سے اکابر مصنفین علم قرأت کی توجہ اس جانب مبذول نہ ہو سکی ہو کہ روایت حفص کی قبولیت کے اسباب تلاش کریں۔

چوں کہ پرانی علمی کتب میں اس بارے میں کچھ نہیں کہا گیا لہٰذا ظن و تخمین ہی ہمارا واحد سہارا رہ جاتا ہے جس کے ذریعہ روایت حفص کی شہرت قبولیت اور تداول کے اسباب کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں انہی ممکنہ اسباب کی نشاندہی

---

(۱) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاوّل للقرآن ۹۱

منصوص ہے ۔ اس ضمن کوئی وزنی دلیل ہمیں کہیں نہیں ملی ۔ قاری محی الاسلام
پانی پتی نے اپنی کتاب "شرح سبعہ قرأت" میں صرف یہ لکھا ہے

" یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے مکاتب ومدارس میں صرف روایت
حفص پڑھائی جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریبًا
نوسو ننانوے آدمیوں کو صرف یہی روایت یاد ہے اور ایسا شاید کوئی ہو
جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو" (۱)

قاری محی الاسلام اپنے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے اجلّہ قراء میں سے ہیں لیکن اس عظمت کے باوجود آپ کا یہ فرمان روایت حفص کی شہرت کے اسباب کے ذیل میں کافی قرار نہیں دیا جاسکتا اور ساتھ ہی آپ کا یہ فرمانا بھی محل نظر ہے کہ روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریبًا نوسو ننانوے آدمیوں کو صرف یہی روایت یاد ہے اور ایسا شاید ہی کوئی ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو ۔ کیونکہ اس قول سے صرف شہرت کا علم ہوا اسباب معلوم نہ ہوئے جبکہ ہمیں اسباب کی تلاش ہے

۱ ۔ روایت حفص کے مشہور ومرغوب ہونے کا ایک فطری سبب یہ ہے کہ یہ روایت تلاوت کے اعتبار سے دوسری تمام قرأتوں کے مقابلے میں نسبتًا آسان ہے اسی صفت تسہیل کی وجہ سے اکثر حفاظ نے اسی طریق تلاوت کو معمول بنالیا ۔ لہذا حفاظ کے اس معمول نے عام لوگوں کی توجہ بھی اسی روایت کی جانب راغب کردی

۲ ۔ روایت حفص کی شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہے ۔ کہ یہ قرأت امام عاصم کی ہے جبکہ اس کے راوی امام حفص ہیں امام عاصم کا پورا نام عاصم بن ابی النجود کوفی ہے

---

(۱) محمد محی الاسلام، "شرح سبعہ قراءات" ۱/ ۹۰ - ۹۱

ظاہر ہے کہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور آپ کے راوی جن کا پورا نام حفص بن سلیمان بن المغیرہ الاسدی الکوفی ہے وہ بھی کوفہ ہی کے تھے۔ گویا استاد وشاگرد دونوں ہی کا تعلق کوفہ سے ہے۔ اور کوفہ اس وقت مسلمانوں کا دارالحکومت تھا۔ کسی بھی ملک کے دارالحکومت کے ثقافتی وتمدنی اثرات کا پورے ملک کے ہر خطہ پر پھیلنا طبعی امر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کوفہ میں ان حضرات کی قرأت کا پھیلنا اس بات کا سبب بن گیا کہ پورے بلاد اسلامیہ میں اسی قرأت کی شہرت ہو اور عام لوگ اسی قرأت کو غیر شعوری اور شعوری طور پر اپنانے لگ جائیں۔

سرکاری سرپرستی:

۳۔ روایت حفصؒ کی شہرت کا ایک قرینہ ممکن ہے یہ بھی ہو کہ کوفہ میں خلفاء اور عمائدین حکومت نے اس قرأت کو اخذ کیا۔ الناس علی دین ملوکھم کے تحت لوگوں نے بھی اپنے پیشوایان حکومت کی تقلید میں اس قرأت اور اس روایت کو شعوری طور پر اخذ کر لیا۔ اور اس طرح قرأت امام عاصم و روایت امام حفص کو شہرت حاصل ہوگئی

طباعت قرآن:

روایت حفص کی شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ عجم میں قران مجید کی اشاعت کا مدار نقل علی القرطاس تھا۔ جبکہ عرب میں اشاعت قران کا بیشتر مدار نقل من الصدر الی الصدر تھا۔ اور عربوں کو نقل قرطاس کی حاجت بھی کم ہی تھی۔ کیونکہ انہیں اتصال سند و اتصال استاد دونوں کی سہولتیں میسر تھیں۔ اور چونکہ قرطاس پر قران مجید کی طباعت اکثر روایت حفص ہی کے مطابق رہی ہے اس لئے یہی روایت زیادہ قبول عام حاصل

کر گئی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چند برس پیشتر حکومت سعودی عرب نے حجاج کرام کیلئے ایک معیاری نسخہ قران مجید طبع کیا وہ بھی امام عاصم کی قرأت میں روایت حفصؒ ہی کے مطابق ہے۔ اس قران مجید کے شروع ہی میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے حکومت سعودی عرب ہر سال یہ قران مجید مختلف بلاد و امصار سے آنے والے حجاج کو بطور ہدیہ دیتی ہے ظاہر ہے کہ پورے عالم اسلام میں اس قران مجید کی وجہ سے روایت حفصؒ ہی کا تداول زیادہ ہوگا۔

ترکی خلفاء کا رویہ :

ترکی خلافت کے زمانے میں حکومت کی طرف سے روایت حفصؒ کی سرپرستی کی گئی جس کی وجہ سے یہ روایت بہت عام ہوگئی حالانکہ اس سے پہلے روایت دوری بسوڈان نائجریا وسط افریقہ اور مصر کے علاقوں میں پڑھی جاتی تھی[1]۔ لیکن ترکی حکومت نے روایت حفصؒ کو ان علاقوں میں بھی عام کیا۔

حتیٰ جاء الحکم الترکی فنافستها فی الانتشار روایة حفص[2]

عمومی ترغیب :

روایت حفصؒ کی شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر عموماً اسی روایت کو پڑھنے اور پڑھانے کی ترغیب دی جاتی رہی۔ یہ ترغیب ارادی اور غیر ارادی دونوں طرح پر تھی۔ جس وقت مصر میں مصحف مرتل کی تسجیلات کا کام

(۱) لبیب السعید۔ الجمع الصوتی الاول للقران ۹۱

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۹۱

شروع ہوا اور روایت حفص ؒ کے علاوہ امام ابو عمرؒ کی قرأت میں روایت دوری کی تسجیل ہونے لگی تو شیخ الازہر محمود شلتوت مرحوم نے باقاعدہ حکم نامہ جاری کیا کہ سوائے روایت حفص ؒ کے بقیہ تمام روایتوں کی تسجیل صوتی کو روک دیا جائے۔[1] شیخ محمود شلتوت نے یہ حکم یقیناً بعض ناگزیر مصلحتوں کے تحت صادر کیا ہوگا لیکن اس حکم کے باعث روایت حفص ؒ کی شہرت و قبولیت کا پہلو تو ضرور نکلتا ہے

(۱) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاول للقرآن، ۹۱

پاکستان میں علمِ تجوید و قراءت

ماضی حال اور مستقبل

مقالہ برائے ـــــ پی ایچ ڈی

جلد دوم

مقالہ نگار:
قاری محمد طاہر

نگران مقالہ:
پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور پاکستان

۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہارم

تجوید و قراءت پاکستان میں

علم تجوید و قرأت پاکستان میں

قیام پاکستان سے قبل :

تقسیم ہند اگست ۱۹۴۷ء کو عمل میں آئی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ ملک معرض وجود میں آیا جو خالصتاً اسلامی نظام حیات کو بروئے عمل لانے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ قیام پاکستان سے قبل متحدہ ہندوستان میں علم تجوید و قرأت کے مشہور مراکز حسب ذیل تھے

۱۔ جون پور ۲۔ سہارن پور ۳۔ پانی پت ۔ ۴۔ لکھنؤ ۵۔ حیدر آباد دکن

انہی مراکز کے طفیل علم تجوید و قرأت پورے ہندوستان میں پھیلا۔ جہاں جہاں بھی قراء کرام گئے وہ کسی نہ کسی واسطے سے انہی مذکورہ مراکز کے فیض یافتہ تھے۔ ذیل میں انہی مراکز کا مختصر تذکرہ ہے۔

جون پور :

جون پور بھارت کے صوبہ اتر پردیش کا مشہور شہر ہے۔ جو الہ آباد کے شمال مشرق اور لکھنؤ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ لکھنؤ سے اس کا فاصلہ تقریباً ایک سو پچاس میل جبکہ الہ آباد سے ساٹھ میل کے قریب ہے۔ (۱)

جون پور میں علم تجوید و قرأت کا احیاء شیخ القراء مولانا کرامت علی جون پوری کی مساعی کا رہین منت ہے۔ مولانا موصوف کی ولادت ۱۸ محرم ۱۲۱۵ھ کو جون پور میں ہوئی۔ (۲) آپ کے والد

(۱) Times Atlas 29

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۱۰

کا نام ابو ابراہیم شیخ امام بخش تھا[1] جو خود بڑے عالم تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب پینتیس واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچا ہے۔ مولانا کرامت علی نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد ہی سے کی۔ معقولات کا علم مولانا احمد علی چریا کوٹی سے حاصل کیا۔ علم تجوید و قرأت میں آپ کے پہلے استاد شیخ احمد اللہ بن دلیل اللہؒ تھے۔ ان کے علاوہ آپ نے شیخ عمر بن عبدالرسول اور قاری ابراہیم مدنی سے بھی کسب فیض کیا۔ عرب کے قاری سید محمد اسکندرانی سے ڈھائی برس علم تجوید کا درس لیا۔ موصوف خود اپنے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ خاکسار بھی اس غلط خوانی اور تحریف کلمات قرآنی کی بلا میں اگرچہ قصداً نہ تھی گرفتار تھا حروف کی تجوید اور قرآن کی تحسین نہیں جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں جانتا ہوں بارے الحمد اللہ کہ ازل کی توفیق کے سبب سے اپنی غلط خوانی پر مطلع ہوا اور اپنی ناواقفی پر شرمندہ و پشیمان ہوا۔ تجوید کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو واجب جانا تب ایک مدت دراز تک اس کے سیکھنے اور تحقیق کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ دن رات کی محنت کو اپنے اوپر برداشت کیا۔ عرب کے قاریوں کی صحبت اختیار کی خصوصاً مجود قرآن سید محمد اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں داخل ہوکر دو ڈھائی سال ان سے قرأت سیکھتا رہا"[1]

مولانا کرامت علیؒ کے زمانے میں لوگوں کی دینی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی حتیٰ کہ جون پور کی جامع مسجد میں نماز تک موقوف ہو چکی تھی مسجد عبادت کی بجائے کھیل تماشے کیلئے بطور کلب استعمال کی جاتی تھی۔ صحن میں مویشی باندھے جاتے تھے[2] مولانا نے منشی امام بخش رئیس جون پور سے بات کی ان کی مدد سے مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ جس کے اخراجات

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۲ (۲) ایضاً

کے لئے منشی امام بخش نے اپنی کافی جائداد وقف کردی۔ مولانا کرامت علی نے اس مدرسے میں قرأت و تجوید کے لئے بڑا کام کیا۔ خود چونکہ بڑے خوش الحان تھے۔ پرسوز آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے۔ جس کی وجہ سے سننے والے متاثر ہوتے اور اس علم کی تحصیل کی طرف راغب ہوتے تھے۔ "تجلی نور" کے مصنف مولانا کے بارے میں لکھتے ہیں

" از علمائے نامورانِ دیار و از مشاہیر واعظ ہندوستان بود۔ ذات با برکاتش سرمایہ ناز جونپور بود۔ قاری ہفت قرات بود ے۔ کلام مجید را بہ آواز خوش و بہ لحن پر درد خواندے"[1]

مولانا کرامت علی نے علم قرات پر کتب بھی تحریر کیں۔ سب سے پہلے آپ نے عربی زبان کے ایک رسالے کا اردو میں ترجمہ کیا اور اسے اپنے استاد سید محمد اسکندرانی کے فرزند سید ابراہیم کو دکھایا انہوں نے اس کا نام زینت القاری تجویز کیا۔ مولانا نے اس رسالے کے ساتھ کچھ اور مضامین بھی شریک کئے، اور اس کا نام" رسالہ معروف بہ مخارج الحروف" رکھا۔ پھر آپ نے شرح جزری ہندی لکھی۔ جو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔[2] مولانا کرامت علی نے شاطبی کی شرح بھی لکھی۔ مولانا کی مساعی سے علم قرأت و تجوید کا احیا پورے علاقہ اودھ۔ بہار۔ اڑیسہ بنگال اور آسام میں خوب ہوا[3] مولانا کرامت علی کے بھائی رجب علی بھی علم قرأت کے بڑے عالم تھے

مولانا کرامت علی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔تاہم ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں۔

قاری محمد جاوید سلہٹ۔ قاری غلام سرور تبریزی۔ قاری محمد احمد تبریزی۔ قاری عبدالرحمن ڈھاکہ قاری محمد حاتم کلکتہ۔ قاری آغا سجاعت علی وغیرہ۔ مولانا کی اولاد میں۔مولانا حامد علی۔ محمد عمر علی مولانا عبدالاول۔ حافظ احمد علی۔ حافظ محمود علی کے علاوہ چھ لڑکیاں تھیں جن میں اکثر قاری و حافظ تھے[4]

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۳ (۲) ایضاً وماہنامہ معارف جولائی ۱۹۸۹ء
(۳) تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۰ (۴) تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۴

سہارن پور :

سہارنپور بھارت کے صوبہ اترپردیش کا مشہور شہر ہے۔ ضلعی صدر مقام بھی ہے دہلی کے شمال اور دہرہ دون کے جنوب مغرب میں دریائے جمنا اور دریائے گنگا کے درمیان واقع ہے دہلی سے اس کا فاصلہ تقریباً ایک سو دس میل ہے۔[1] دینی علوم کی دو بڑی درسگاہیں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارن پور ہی میں واقع ہیں۔ ان دونوں درسگاہوں کے علاوہ سہارن پور میں علم قرأت کا بڑا مرکز مدرسہ تجوید القرآن تھا جو شہر کی جامع مسجد میں واقع تھا

مدرسہ تجوید القرآن :

یہ مدرسہ ۱۳۲۱ھ میں قائم ہوا۔[2] یہاں برصغیر پاک وہند کے معروف و مشہور قراء کرام قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک علم تجوید وقرأت کی تدریس پر مامور تھے۔ یہ دونوں بھائی تھے ان دونوں بھائیوں نے علم قرأت کی تحصیل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے کی تھی۔ ان کے مفصل حالات کا تذکرہ مناسب مقام پر آئیگا۔ یہاں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ پاکستان کے بیشتر اکابر اساتذہ انہی دونوں بھائیوں میں سے کسی ایک کے شاگرد ہیں۔ قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک حجازی اور مصری لہجوں میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور آنے سے پہلے یہ دونوں حضرات علی گڑھ میں ایک محلہ میں بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب جو انبہٹہ (سہارن پور کا معروف قصبہ) کے رہنے والے تھے ایک مرتبہ اتفاقاً سہارنپور سے گزرے تو مدرسہ تجوید القرآن کی انتظامیہ سے دونوں بھائیوں کا ذکر کیا۔ اراکین انتظامیہ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں دونوں بھائیوں کو شرکت کی دعوت دی۔ اس

---

(۱) The Times Atlas

(۲) اظہار احمد تھانوی تیسیر التجوید - ۶۱

جلسہ میں دونوں بھائیوں کی تلاوت سے مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا۔ کیوں کہ انہوں نے حجازی لہجہ میں تلاوت کی جس سے اس وقت لوگوں کے کان ناآشنا تھے۔ انتظامیہ نے دونوں بھائیوں کو مدرسی کی پیشکش کی۔ اور ۱۳۲۳ھ میں یہ دونوں حضرات مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں بطور مدرس تشریف لے آئے۔[۱] اس مدرسہ سے بڑے بڑے حفاظ و قراء پیدا ہوئے۔ تشکیل پاکستان کے بعد قاری عبدالمالکؒ تو پاکستان چلے آئے لیکن قاری عبدالخالق مدرسہ تجوید القرآن میں اس علم کے فروغ اور خدمت میں لگے رہے یہ مدرسہ سہارنپور میں اب بھی موجود ہے اور علم قرأت کی آبیاری میں کوشاں ہے

مظاہر علوم :

مظاہر علوم سہارنپور کا قدیم دارالعلوم ہے جو دینی علوم تفسیر حدیث فقہ۔ منطق وغیرہ کے علاوہ علم قرات کا بڑا مرکز تھا۔ اس کی تاسیس یکم رجب ۱۲۸۳ھ کو عمل میں آئی[۲]۔ مولانا سعادت علی نے اس درس گاہ کی بناء ڈالی مولانا محمد مظہر پہلے صدر مدرس بھی تھے اور ناظم و سرپرست بھی[۳]۔

مظاہر علوم کی ابتدا محلہ قاضی کی ایک مسجد سے ہوئی جب طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی تو اساتذہ دوسری مساجد میں درس دینے لگے ۱۲۹۱ھ میں ایک مستقل مکان بنانے کی تجویز ہوئی۔ اسی سال اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ۱۲۹۳ھ میں عمارت مکمل ہو گئی اور طلبہ محلہ قاضی سے مدرسہ کی اپنی عمارت میں آ گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔

مدرسہ کی عمارت کیلئے زمین کا زیادہ حصہ فضل حق رئیس سہارنپور کا تھا۔ سن تعمیر کے لحاظ سے مدرسہ کا نام مظہر علوم اور تکمیل تعمیر کا لحاظ کرتے ہوئے مظاہر علوم قرار پایا۔ یہی اس کا مادہ تاریخ بھی ہے۔ مظہر علوم مولانا محمد مظہر کے نام کی نسبت تھی۔ جو پہلے صدر مدرس تھے۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، تیسیر التجوید۔ ۶۱ (۲) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱/ ۵

(۳) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱/ ۱۲۹ (۴) تاریخ مظاہر ۲/ ۱۹۱

مظاہرعلوم میں شعبہ تجوید وقرأت ۱۳۳۰ھ میں شروع کیا گیا۔ یعنی مدرسہ کی تاسیس کے سینتالیس برس بعد۔ اس تاخیر کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ باوجود کوشش کے اس شعبہ کیلئے موزوں قاری استاد دستیاب نہ ہوسکے۔ علم قرأت کے پہلے استاد قاری محمد قاسم مقرئ جو قاری ضیاء الدینؒ کے شاگرد تھے۔[1] شعبہ تجوید قرأت نے بہت جلد ترقی کی منازل طے کیں۔ پہلے برس جن طلباء نے اس شعبہ میں داخلہ لیا ان میں مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا ظہورالحسن سہارنپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مظاہرعلوم میں جن قاری اساتذہ نے بطور مدرس خدمات سرانجام دیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زمانہ خدمت بھی مندرج ہے

قاری محمد قاسم لکھنوی	از ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۳۲ھ	تقریباً اڑھائی برس
مولانا قاری عنایت اللہ	از ۱۳۳۲ھ تا ۱۳۳۵ھ	تقریباً ساڑھے تین برس
قاری عبدالعزیز کاکوروی	از ۱۳۳۵ھ تا ۱۳۳۸ھ	تقریباً ساڑھے تین برس
قاری محمود حسن	از ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۳۹ھ	تقریباً ایک برس
مولانا قاری سعید احمد	از ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۵۱ھ	
قاری محمد سلیمان دیوبندی	از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۸۵ھ	تقریباً چونتیس برس[2]

قاری محمود حسن صاحب کا زمانہ ۱۳۳۹ھ تک ہے جبکہ ان کے بعد قاری سعید احمد کا زمانہ ۱۹۲۳ء سے شروع ہوتا ہے درمیانی مدت میں یعنی ۱۳۳۹ھ تا ۱۳۴۳ھ کون مدرس تھے اس کا تاریخ مظاہر میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ البتہ امکانی حد تک یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قاری محمود حسن کے بعد قاری سعید احمد جو اس وقت مدرس دوم

(۱) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱/۱۴۷ (۲) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۲/۲۰۷

سے کام چلاتے رہے ہوں تا آنکہ قاری محمد سلیمان دیوبندی بطور مدرس اوّل ۱۳۵۱ھ میں آئے ہوں۔ اس دوران مدرس اوّل کی نشست خالی رہی ہو۔ واللہ اعلم

مظاہر علوم سے جن مشاہیر علماء نے علم قرأت کی تحصیل کی ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا محمد یوسف کاندھلوی۔ مولانا محمد انعام الحسن۔ مولانا بدر عالم مہاجر مدنی۔ مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی۔ مولانا قاری امیر حسن۔ مولانا اکبر علی۔ مولانا سعید احمد خاں امیر جماعت تبلیغی سعودی عرب۔ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی۔ مولانا ظفر احمد عثمانی۔ مولانا ابرار الحق۔ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی[۱]۔ مذکورہ اکابرین سے ہر ایک صاحب تصنیف ہے۔ علم قرأت کے موضوع پر قاری سعید احمد کی فیض العزیز بڑی اہم کتاب ہے جو تجوید و قرأت کے اہم اور مشکل مباحث پر مشتمل ہے۔ القلائد الجوہریہ عربی زبان میں مقدمہ جزریہ کی شرح ہے۔ شرح الشاطبیہ عربی زبان میں شاطبیہ کی شرح ہے۔ اسی طرح مولانا عاشق الٰہی کی التحفۃ المرضیہ شرح مقدمہ جزریہ اہم اور مفید کتاب ہے۔ پاکستان میں طبع ہو چکی ہے

(۱) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۲۸۵

دارالعلوم دیوبند:

دیوبند سہارن پور کا بہت پرانا قصبہ ہے۔ جو شمالی ہندوستان میں ۲۹ درجے ۵۸ دقیقے عرض بلد اور ۷۷ درجے ۳۵ دقیقے طول بلد پر واقع ہے یہاں ایک قلعے کے آثار بھی موجود ہیں۔ اس کی قدامت کے بارے میں امپیریل گزٹ میں یہ تحریر درج ہے

"Deoband is a place of great antiquity and is said to have been the residence of the Pandavas during their first exile, while the Musalmans assert that it was one of the first towns captured by Syed Salar Masood"(1)

دیوبند بڑا تاریخی علاقہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ پانڈوؤں نے ملک بدر ہونے کی پہلی مدت اسی مقام پر گزاری تھی جبکہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہاں کا علاقہ سالار مسعود نے سب سے پہلے فتح کیا

دیوبند کا علاقہ کتنا بھی قدیم ہو تاہم یہ بات مسلم ہے کہ اس کا تعارف یہاں پر موجود دارالعلوم ہی کے حوالے سے ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے نام سے موسوم ہے۔ لہٰذا دیوبند دو

(1) Imperial Gazettier of India, Oxford 1908, 11/242

الفاظ کا مرکب ہے۔ دیوی اور بن۔ پہلے دیوی بن بولا جاتا تھا پھر کثرت استعمال سے دیبن ہوگیا اور آہستہ آہستہ کلامی تصرف کی بناء پر دیوبند کہلانے لگا۔[1]

دارالعلوم دیوبند کا آغاز دیوبند کی ایک قدیم مسجد سے ہوا اس مسجد کا نام مسجد چھتہ تھا دیوبند میں یہ مسجد اکثر مشائخ کی جائے قیام رہ چکی ہے۔ اگرچہ مسجد کی نئی عمارت بن چکی ہے تاہم مسجد چھتہ کی تاریخی حیثیت کے پیش نظر پرانی مسجد کو باقی رکھا گیا ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کا قیام اکثر اسی مسجد میں ہوا کرتا تھا"[2] دارالعلوم دیوبند کے قیام اور انتظام میں چھ اکابر شروع سے شریک عمل رہے۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا محمد یعقوب نانوتوی حاجی سید محمد عابد۔ مولانا رفیع الدین۔ مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمٰن عثمانی[3] دارالعلوم کا آغاز ایک ابتدائی مدرسہ کی حیثیت سے ہوا جس کا نام مدرسہ عربی وفارسی و ریاضی قصبہ دیوبند تھا۔ اس کا آغاز وافتتاح ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء بروز جمعرات مسجد چھتہ سے ہوا۔ اور مولانا ملا محمود دیوبندی جو علم کے کوہ گراں تھے پہلا مدرس مقرر کیا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں پڑھاتے تھے۔[4]

علم تجوید وقرأت کے حوالے سے یہاں اس امر کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ ہندوستان علم قرأت سے اگرچہ کبھی خالی نہیں رہا اور تقریباً ہر دور میں اعلیٰ سے اعلیٰ پائے کے قراء اس علم کی خدمت کرتے رہے تاہم انگریزی استعمار کے تسلط کی وجہ سے جہاں مسلمانان ہند کی تہذیب وثقافت کو دھچکا لگا وہاں علم قرأت بھی اس مغربی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سب سے زیادہ نقصان اس یلغار کی وجہ سے علم قرأت ہی کو پہنچا۔ کیونکہ اس مغربی یلغار کی یورش نے مسلمانوں کو

(۱) محبوب رضوی سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱/ ۱۲۹ (۲) ایضاً ۱/ ۱۴۸

(۳) ایضاً ۱/ ۱۲۳۔ (۴) ایضاً ۱/ ۱۵۵

اپنے اسلامی تشخص کا دفاع کرنے پر مجبور کردیا چنانچہ مسلمانوں نے قرآن حدیث فقہ خصوصاً مسائل کی طرف تو توجہ مرکوز رکھی لیکن علم قرأت کو اضافی خیال کرکے اس سے صرف نظر کرلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ یہ علم ناپید ہونے لگا۔ خود دارالعلوم دیوبند کا آغاز بھی عربی فارسی وریاضی کے علوم کی درس گاہ کی حیثیت ہی سے ہوا جیساکہ اس کے ابتدائی نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس انحطاطی کیفیت کے پیش نظر سب سے پہلے مولانا اشرف علی تھانوی نے علماء کی توجہ مبذول کرائی۔ آپ کے بعض مواعظ اس بات پر دال ہیں۔ آپ نے مدارس دینیہ کے نصاب میں علم تجوید وقرأت کو شامل کرنے پر زور دیا[1]۔ آپ کی اس تحریک کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۱ھ میں شعبہ تجوید کا اجرا ہوا[2]۔ اس شعبہ کے بارے سید محبوب لکھتے ہیں۔

"۱۳۲۰ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری کو مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا۔ دارالعلوم میں عرصے سے تجوید وقرأت کی تعلیم جاری کرنے کی تجویز تھی اور متعدد مرتبہ اس کیلئے سعی کی جاچکی تھی مگر خاص اس مد میں آمدنی نہ ہونے کے باعث شعبۂ تجوید کے اجراء میں کامیابی نہ ہوسکی تھی۔ اس سال (۱۳۲۱ھ) میں ادھر تو مجلس شوریٰ نے توکلاً علی اللہ اس شعبے کو جاری کردینے کی تجویز منظور کی اور ادھر غیب سے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کردیا کہ قاضی علیم الدین صاحب رئیس شاملی نے اپنی جائیداد دارالعلوم کے لئے وقف کردی جس کی آمدنی پچاس روپے ماہانہ تھی۔ واقف نے اس آمدنی کو تجوید وقرأت کی تعلیم کے لئے مخصوص قرار دیا قاری عبدالوحید الہ آبادی کو جو قاری عبدالرحمن مکی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے دارالعلوم میں قرأت کی تعلیم پر مامور کیا گیا"[3] اس شعبہ کے پہلے طالب علم مولانا قاری محمد

---

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۶۔ (۲) فیضان رحمت، ۵۶

۳۔ محبوب رضوی سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۲۰۸-۲۰۷

طیب صاحب تھے جو مدت العمر دارالعلوم کے مہتمم رہے۔

دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تجوید اگرچہ ۱۳۲۱ھ میں قائم ہو چکا تھا تاہم علم تجوید و قرأت کی حیثیت اختیاری تھی کوئی طالب علم چاہے تو پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ لزوم کی صورت نہ تھی۔ لیکن علم تجوید کی اہمیت کے پیش نظر ۱۳۵۱ھ میں تجوید کی مشق ہر طالب علم کے لئے لازمی کر دی گئی اور ضابطہ بنایا گیا کہ جب تک طالب علم کم از کم پارہ عم کی مشق نہ کر لے اسے سند فراغت نہ دی جائے۔[1] دارالعلوم کی انتظامیہ کا یہ اقدام علم تجوید کی ترویج و اشاعت میں بہت معین ثابت ہوا۔ اور دارالعلوم سے سند فراغ حاصل کرنے والے ہزاروں نہیں لاکھوں فضلاء کو علم تجوید سے موانست اور رغبت پیدا ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند کے نصاب درجہ تجوید میں مشق کے ساتھ ساتھ جو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں وہ یہ ہیں۔ جمال القرآن۔ معرفۃ الوقوف۔ فوائد مکیہ۔ شاطبیہ رائیہ۔ طیبہ۔ یہ نصاب دو سال کا تھا اور ہر طالب کے لئے لازم تھا[2]

دارالعلوم میں شعبہ کے پہلے استاذ قاری عبدالوحید الہ آبادی تھے انہوں نے تقریباً پینتیس سال بطور صدر مدرس خدمات سرانجام دیں ۱۳۶۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[3] ان کے بعد قاری حفظ الرحمٰن اس شعبہ کے صدر ہوئے انہوں نے تقریباً چالیس برس علم تجوید کی خدمت کی۔ ان کا انتقال ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء ہوا۔[4] اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ۱۹۲۸ء میں بطور مدرس دارالعلوم تشریف لائے۔ قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے علم تجوید میں استفادہ کرنے والوں میں مولانا احتشام الحق تھانوی۔ قاری عبدالعزیز شوقی انبالوی اور قاری زاہر قاسمی اور ان کے ہم عصر حضرات شامل ہیں۔[5]

---

(۱) محبوب رضوی سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱/ ۲۸۲ (۲) ایضاً ۲/ ۲۷۵

(۳) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۳۴۸ (۴) محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم ۱/ ۳۹۵

(۵) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو :

لکھنؤ ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کا مشہور شہر ہے۔ کانپور سے شمال مشرق میں دریائے گھاگھرا اور دریائے گنگا کے درمیان واقع ہے۔ دہلی سے لکھنؤ کا فاصلہ دو سو پچاس میل کے قریب ہے[1] لکھنؤ علمی اور ادبی شہر ہونے کے ساتھ ساتھ علم تجوید و قرأت کا بڑا مرکز تھا۔ اس شہر میں موجود مدرسہ عالیہ فرقانیہ نے اس علم کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا قیام ۱۳۲۸ھ کو عمل میں آیا۔ اس کی بنیاد سید وزیر علی نے رکھی[2]۔ سید وزیر علی دیندار اور علم دوست شخص تھے۔ ان کے بیٹے کا نام قاری سید شاہ محمد مبین القضاۃ تھا جو سبعہ قرأت کے جید عالم و قاری تھے۔ انہوں نے دینی علوم کی تکمیل مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی سے کی۔ جبکہ علم قرأت تحصیل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے کی۔ مولانا مبین القضاۃ نے اپنے استاد عبدالحیٔ فرنگی محلی کی زندگی ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان کے والد سید وزیر علی کا انتقال ۱۳۳۱ھ میں ہوا[3] ان کے انتقال کے بعد مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا انتظام و انصرام مولانا مبین القضاۃ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور مدرسہ کو اپنی شبانہ روز محنت کے سبب بام عروج تک پہنچا دیا۔ وہ خود چونکہ قرأت سبعہ کے بڑے عالم تھے۔ اس لئے ان کی توجہ زیادہ تر اسی علم کے فروغ کی طرف مبذول رہی۔ قرأت سبعہ کا مکمل نصاب مرتب کر کے اپنے مدرسہ میں جاری کیا۔ ان کی کوششوں کا ثمر تھا کہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ پورے ہندوستان میں علم قرأت کی مثالی درسگاہ بن گئی۔ اس درسگاہ میں اگرچہ دوسرے علوم یعنی فارسی اردو علم الحساب وغیرہ بھی سکھائے جاتے تھے تاہم

---

(۱) Times Atlas of world ۲۹

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۲۸ (۳) ایضاً ۱/ ۲۲۸

اس کی شہرت کا سبب علم قرأت ہی تھا۔ مولانا عین القضاۃ کو چونکہ علم قرأت کے ساتھ ایک خاص شغف اور تعلق تھا۔ اس لئے وہ اچھے سے اچھے استاد کی تلاش میں رہتے اور اچھے سے اچھے استاد کی خدمات کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں ایک نہیں درجنوں اساتذہ تھے جو علم قرأت کی تعلیم میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ برصغیر کے استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ نے کم و بیش تیس سال تک مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں خدمات سرانجام دیں۔ ان کے علاوہ دیگر معروف و مشہور اساتذہ میں قاری نظر محمد قاری محمد صدیق۔ قاری عبدالمعبود اور قاری ضیاء الدین جیسے اکابر قراء کے نام شامل ہیں۔ یہ سب کے سب حضرات علم قرات کی یگانہ روزگار شخصیات تھیں (۱)

مدرسہ عالیہ فرقانیہ سے چھبیس برس میں پانچسو اکسٹھ طلباء علم قرأت سے آراستہ ہو کر نکلے جن میں سے ہر ایک اپنی مثل آپ تھا۔ یہاں سے کسب فیض کرنے والے چند ممتاز قراء کے نام یہ ہیں۔ شمس العلماء قاری عبدالمجید فرنگی محلی۔ قاری عبدالحمید فرنگی محلی۔ قاری محمد قیام الدین قاری عبدالباری قاری محمد عبدالباقی۔ قاری محمد عبدالہادی۔ محمد عظمت اللہ قاری حافظ احمد سہارنپوری قاری حکیم سید احمد حسن۔ قاری حافظ محمد ولی الحق۔ قاری محمد عبدالشکور (۲)

مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں۔

" فرقانیہ لکھنؤ میں خوش گلو حدر و ترتیل میں بے تکان خوبصورت آوازوں میں پڑھنے والے جس کثرت سے پیدا ہوئے پورے متحدہ ہندوستان کے لئے تاریخ کا سرمایہ فخر ہیں۔ نوجوان قاریوں کے ہجوم تھے ایک سے ایک بڑھ کر عمدہ پڑھنے والا۔ پڑھتے تو بارش نور برستی۔ سننے والوں کے

(۱) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۲ء (۲) بسم اللہ بیگ مرزا ، تذکرہ قاریان ہند ، ۱/ ۲۲۸ - ۲۲۹

ٹھٹ لگ جاتے۔ ہر سال بڑی تعداد قارئین و کاملین کی ہوتی۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ممتحن ہوتے تھے۔"[۱]

مدرسہ عالیہ فرقانیہ علم تجوید کا ہندوستان میں بہت بڑا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ مدرسہ کی عمارت کی مالیت ایک سے ڈیڑھ لاکھ روپے تک ہوگی ماہانہ خرچ اس دور میں پانچ ہزار روپے تھا۔[۲] مولانا سید عین القضاۃ مدرسہ کی کسی مد میں کسی سے چندہ وغیرہ یا اعانت وصول نہ کرتے۔ تمام اساتذہ کی تنخواہیں۔ طلباء کا کھانا اور موسم وغیرہ کے لحاظ سے کپڑوں وغیرہ کے خرچ کے پیسے سب اپنی گرہ سے ادا کرتے تھے۔ ربیع الاول کے مہینے میں مدرسہ میں محفل قرأت کا اہتمام کیا جاتا تھا مدرسہ کے اچھے اچھے طلباء اور ہندوستان کے چیدہ قراء شمولیت کرتے ہر سال ماہ صفر میں حفاظ وقراء کا ایک قافلہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر سرہند جاتا تھا جس کے اخراجات مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی طرف سے مولانا عین القضاۃ ادا کرتے تھے سرہند میں مدرسہ فرقانیہ کا یہ قافلہ خوب ذوق و شوق سے قرأت میں حصہ لیتا۔ ایک مرتبہ بیگم بھوپال نے گرانقدر رقم سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی اعانت کرنا چاہی مگر مولانا نے قبول نہ کی۔[۳] مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی علم قرأت میں یہ خدمات ہندوستان میں علم قرأت کی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ ان مساعی کی بنا پر ہندوستان میں موجود دیگر دینی مدارس میں علم تجوید وقرأت کی درس و تدریس کی تحریک ہوئی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کی بنیاد رکھی گئی ادھر ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں درجہ تجوید وقرأت کا آغاز ہوا۔

---

(۱) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۷ء

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۲۹ (۳) ایضاً ۱/ ۳۲۹

علم قرأت کے ان مذکورہ اہم مراکز کے تذکرے کے ساتھ ساتھ بعض ایسے مدارس کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو اپنی ذات میں بڑے مراکز تو نہ بن سکے تاہم علم قرأت کی ترویج واشاعت میں ان کا بڑا حصہ ہے جسکو کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ان مدارس میں اہم ترین مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد ہے۔

مدرسہ احیاء العلوم : الہ آباد

الہ آباد ہندوستان کا ایک اہم شہر ہے۔ الہ آباد کے ریلوے سٹیشن سے متصل ایک مسجد میں یہ مدرسہ قائم تھا۔ یہ مسجد۔ مسجد عبداللہ کے نام سے مشہور تھی۔ شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے اس مدرسہ میں علم قرأت کی تدریس شروع کی۔ آغاز میں طلباء کی تعداد بہت کم تھی اور آپ نے حجاز جانے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن بعد میں اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ (۱) اور مدرسہ احیاء العلوم میں اس مقدس علم کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے جب قاری صاحب کی شہرت ہوئی تو پورے ہندوستان سے لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے ہندوستان کے تمام بڑے مراکز کے اکابر قراء جو حجازی و مصری لہجہ میں پڑھتے ہیں سب آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں مصری و حجازی لہجوں کا آغاز قاری عبدالرحمٰن مکیؒ ہی کے رہین منت ہے۔ مدرسہ احیاء العلوم کا ذکر کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس قرأت قاری حفظ الرحمٰن نے فرمایا

"حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی کی درس گاہ بڑی پر برکات درس گاہ تھی اس درس گاہ

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا ، تذکرہ قاریان ہند ، ۱/ ۲۳۶

سے تعلق رکھنے والے سبھی قاری تھے حتی کہ دھوبی نائی ماشکی بھی قاری تھے۔ وہ بھی قرآن شریف پڑھنے کی مشق کرتے تھے"[1] مدرسہ احیاء العلوم سے فارغ ہونے والے اور قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے کسب فیض کرنے والے بعض معروف اکابر یہ ہیں۔

شیخ القراء قاری ضیاء الدین۔ شیخ القراء قاری عبدالوحید الہ آبادی جو دارالعلوم دیوبند کے درجہ تجوید کے پہلے صدر مدرس ہوئے۔ شیخ القراء حافظ عبدالخالقؒ جو مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور کے صدر مدرس تھے۔ شیخ القراء حافظ عبدالمالکؒ یہ قاری عبدالخالق کے چھوٹے بھائی تھے پاکستان کے تقریباً سبھی استاد قراء ان کے شاگرد ہیں۔ شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰنؒ۔ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے صدر مدرس قرأت[2]

مدرسہ احیاء العلوم کے مہتمم کا نام محمد مسیح الدین تھا۔[3] جبکہ مدرسہ کی مہر پر ۱۳۱۴ھ جو کندہ ہے یہ دونوں معلومات ایک پرانی سند سے حاصل ہوئیں جو کہ مولوی محمد بن شیخ نبی بخش جالندھری کو ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ کو مہتمم مدرسہ محمد مسیح الدین کے دستخطوں سے جاری ہوئی۔ سند کے ایک طرف قاری عبدالرحمٰنؒ کی مہر ثبت ہے۔ **سند کا عکس منسلک ہے**

یوں تو مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد اس لحاظ سے بہت اہم تھا کہ علم قرأت کے اکابر اساتذہ نے اسی مدرسہ میں قاری عبدالرحمٰن مکیؒ جیسی عظیم شخصیت سے درس قرأت لیا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ مدرسہ سنگ و خشت سے بنی عمارت کا نام نہیں ہوتا بلکہ مدرسہ میں مرکزی حیثیت ہمیشہ استاد ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ استاد کی ذات سے طلباء کا براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد بھی مسجد عبداللہ کا نام نہ تھا بلکہ اصل مدرسہ کی روح رواں

(۱) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ء

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۳۷ (۳) سند جاری شدہ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد

قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی شخصیت تھی ۔ وہ چونکہ آخری عمر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے گئے تھے ان کا انتقال بھی وہیں ہوا اس لئے مدرسہ احیاء العلوم کی وہ مرکزیت ختم ہوگئی قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا انتقال ۱۳۲۱ھ کو ہوا ۔ ان کا مدفن بھی لکھنؤ ہے[1] قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی وفات کے بارے میں تذکرہ قاریان ہند میں دو مختلف سنین کا ذکر ہے ۔ ۱۳۲۱ھ کے علاوہ ۱۳۴۹ھ بھی لکھا ہے[2] اس طرح یہ معاملہ تحقیق طلب ہوگیا ہے ۔ اس سلسلے کی مکمل بحث اور اصل حقیقت "اکابر اساتذہ کا اجمالی تعارف" کے ذیل میں کی جائیگی ۔

علی گڑھ یونیورسٹی :

علی گڑھ یونیورسٹی کا آغاز ۱۸۷۵ء میں محمدن سکول کے نام سے ہوا[3] اور بعد میں یہی کالج اور پھر یونیورسٹی کا درجہ اختیار کر گیا ۔ علی گڑھ یونیورسٹی اگرچہ ایک ایسا ادارہ تھا جہاں انگریزی زبان و ادب اور دیگر متداول علوم کی تعلیم دی جاتی تھی تاہم اسکے بانی سر سید احمد خان خود قاری تھے ۔ انہوں نے شاہ رفیع الدین کے فرزند شاہ مخصوص اللہ سے قرأت کی سند لی تھی[4] علم قرأت کے ساتھ اسی رغبت کی وجہ سے انہوں نے علی گڑھ میں قرآن کی تعلیم اور نماز کو لازمی کیا ۔ اس مقصد کے لئے ایک اچھے قاری استاد کا تقرر علی گڑھ میں کیا جاتا تھا ۔ چنانچہ علم قرأت کی تعلیم کے لئے ۱۹۲۱ء میں قاری ضیاء الدین احمد کا تقرر علی گڑھ میں ہوا ۔[5] سندھ یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے علی گڑھ میں تدریس کے

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا ، تذکرہ قاریان ہند ، ۱/ ۲۳۵ (۲) ایضاً ۲/ ۵۷

(۳) حالی الطاف حسین ، حیات جاوید ۲۰۵ ۔ (۴) بسم اللہ بیگ مرزا ، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۰۰

(۵) ابن ضیاء محب الدین ، تنویر المرادات لشرح ضیاء القراءات ۷

کے دوران قاری ضیاء الدین احمدؒ سے تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کی اور اجازۃ القرآن بروایت الحفص کی سند سے بہرہ ور ہوئے[1] اور پھر ۱۹۹۱ء میں شاطبی کی تکمیل بھی کی ۔ قاری ضیاء الدین کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے اعتصام الدین علم قرأت پڑھانے پر مامور ہوئے ۔[2] اس لحاظ سے علی گڑھ علم قرأت کا اگرچہ بہت بڑا مرکز تو نہ تھا تاہم علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو یہ سہولت ضرور مہیا کی گئی تھی کہ وہ اختیاری طور پر علم تجوید حاصل کر سکتے ہیں ۔

پانی پت :

پانی پت ہندوستان کا مشہور شہر ہے ۔ جو صوبہ ہریانہ میں واقع ہے ۔ دہلی سے اس کا فاصلہ ستر میل اور کرنال سے چالیس میل کے قریب ہے ۔ تاریخ میں اس شہر کی شہرت وجہ وہ جنگیں ہیں جو مختلف حملہ آوروں نے اس میدان میں لڑیں ۔ پانی پت مرکز علم تجوید وقرأت کے سبب بھی دینی وعلمی حلقوں میں معروف ومشہور ہے ۔ بارہویں صدی ہجری میں شیخ القراء مصلح الدین عباسیؒ مدینہ منورہ گئے اور قاری عبیداللہ مدنیؒ سے علم قرأت سیکھ کر پانی پت لوٹے ۔ ان کے حجاز مقدس جانے کا واقعہ بھی دلچسپ ہے ۔ شعبان کے مہینہ میں آتش بازی کا کھیل جانے مسلمانوں میں کب سے جاری ہوا ۔ شعبان ہی کا مہینہ تھا پانی پت میں بھی آتش بازی کا شغل جاری تھا نوجوان مصلح الدین بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شغل آتش بازی میں مصروف تھا کہ اچانک اس کے ہاتھوں ایک قیمتی جان تلف ہو گئی ۔ احتساب کے ڈر سے یہ نوجوان پانی پت سے روپوش ہو کر کسی نہ کسی طرح حجاز مقدس چلا گیا ۔ وہاں اس کی ملاقات اپنے ایک اور ہم وطن نسیم احمد رامپوری سے ہو گئی ۔ دونوں

---

(۱) ابن ضیاء محب الدین ، تنویر المرادات شرح ضیاء القرأت ۵ ۔ (۲) بسم اللہ بیگ مرزا ، تذکرہ قاریان ہند ۲/۳۰۰

نے مل کر فیصلہ کیا کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قرات سیکھ کر واپس جائیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں شیخ القراء الحرم عبید اللہ مدنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پندرہ برس کی طویل مدت میں علوم قرات و تجوید کی تحصیل کی۔ اور پھر ہندوستان واپس لوٹ کر قاری مصلح الدین نے پانی پت میں جبکہ قاری نسیم احمد نے رام پور میں اس علم کو زندہ کیا۔ یہ دونوں خاص خاص لوگوں کو علم قرأت سکھاتے تھے کیونکہ ہر کس و ناکس اس کا اہل نہ تھا۔(۱) اس واقعے کی تصدیق و تائید کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ اسے صاحب سوانح نتیجہ نے اور ڈاکٹر محمد الحسن عارف نے اپنے مضمون بعنوان "استاذ القراء قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی اور ان کی خدمات" میں نقل کیا ہے(۲)

قاری مصلح الدین نے اپنے بیٹی مسماۃ نفل النساء عرف بی بی صاحبہ اور اپنے فرزند جبیب اللہ عرف قاری لاڈ کو یہ علم سکھایا۔ قاری لاڈ کے سینکڑوں شاگرد ہوئے جن میں قاری قادر بخش بہت مشہور ہوئے ان کے بعد اس علم کو آگے بڑھانے جن حضرات نے شہرت حاصل کی ان میں قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کا نام سر فہرست ہے۔ آپ سے بڑے بڑے علماء نے کسب فیض کیا جن میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی مولانا محمد حبیب الرحمٰن سندھی مولانا فضل احمد افغانی۔ قاری عبدالهادی۔ پیر سید جماعت علی شاہ خواجہ الطاف حسین حالی۔ مولانا مشتاق احمد انبیہٹوی قاری عبدالسلام انصاری قاری عبدالرحمٰن امی شامل ہیں۔(۳)

تشکیل پاکستان سے متقابل کے زمانہ کو قاری محی الاسلام کا زمانہ کہا جا سکتا ہے ان کے انتہائی نامور شاگرد قاری شیخ محمد المکی تھے جو آخری عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہیں انتقال ہوا

---

(۱) محمد طاہر رحیمی قاری، سوانح فتحیہ ۴۲۔

(۲) ماہنامہ التجوید جولائی ۱۹۹۲ء (۳) محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رحمانیہ ۶۶۔ ۶۹

قاری فتح محمد کے شاگرد قاری رحیم بخش تھے۔ ان دونوں حضرات کے فیض یافتہ قراء پورے پاکستان میں ہیں پانی پت میں بے شمار مدارس تھے جہاں حفظ وقرأت کی تدریس کا بندوبست تھا تین سو ساٹھ مساجد تھیں جن میں سے ہر مسجد ہی حفظ قرآن کا مرکز تھی۔ چند اہم ترین مدارس یہ ہیں۔ مدرسہ اشرفیہ محلہ افغاناں یہ مدرسہ قاری شبیر محمدؒ نے ۱۹۱۲ء میں قائم کیا۔[1] یہ مدرسہ قیام پاکستان تک چلتا رہا اس مدرسہ میں قاری فتح محمد پڑھاتے تھے۔ مدرسہ تعلیم القرآن محلہ قصاباں۔ مدرسہ رحمانیہ محلہ راجپوتاں واقع مسجد سرائے نواب روشن الدولہ۔ مدرسہ رحمانیہ فرقانیہ محلہ انصار۔ مدرسہ رحمانیہ جامع مسجد پانی پت۔ مدرسہ تعلیم القرآن متصل چوک قلندر۔ مدرسہ فیض القرآن چاہ چوڑا۔ مدرسہ تعلیم القرآن محلہ گجراں۔ مدرسہ تعلیم القرآن محلہ مخدوم زادگان۔ مدرسہ تعلیم القرآن مسجد گدیوں والی محلہ۔ مدرسہ عربیہ گنبداں۔[2] علم قرأت کی تدریس کا شوق صرف مردوں ہی میں نہ تھا بلکہ عورتیں بھی اس علم کو حاصل کرتی تھیں قاری مصلح الدینؒ نے اپنی بیٹی کو بھی اس علم سے آراستہ کیا تھا ان کے توسط سے یہ علم عورتوں میں بھی رائج ہوا۔ اس مقصد کے لئے زنانہ مدارس تجوید بھی قائم ہوئے چنانچہ عورتوں کی تعلیم کے لئے زنانہ مدرسہ رحمانیہ کی مختلف شاخیں شہر میں موجود تھیں[3] مسلمانوں کی ایک انجمن " انجمن انصار المسلمین پانی پت کے نام سے قائم تھی۔ اس انجمن کے رکن نواب صدیق احمد خان تھے ان کے بیان کے مطابق پانی پت میں چھوٹی بڑی مساجد کی تعداد پورے سات سو تھی جن کی باقاعدہ روئیداد انجمن انصار المسلمین نے شائع کی تھی ان میں سے بیشتر مساجد میں مدارس منقطع وقرأت قائم تھے[4]۔

اگرچہ سوانح نخیبہ کے مولف نے پانی پت میں مساجد کی تعداد تین سو ساٹھ لکھی ہے تاہم نواب صدیق احمد کے مطابق یہ تعداد پورے سات سو ہے۔ یہی بات زیادہ قرین صواب لگتی ہے۔ کیونکہ یہ تعداد اس

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نخیبہ ۷۴ (۳) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلہ میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۵۷ تا ۸۵

(۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح نخیبہ ۷۴ (۴) ایضاً (۳) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلہ میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۲۵

وہ ائیداد میں بیان کی گئی جو انجمن انصار المسلمین نے باقاعدہ شائع کی لہٰذا یہی زیادہ معتبر ہوگی۔

پانی پت میں رمضان المبارک کی راتوں میں شبینے پڑھنے کا رواج بھی بہت عام تھا راتِ بھر مختلف قراء باری باری نوافل میں قرآن سنایا کرتے تھے اور مختلف قرأتوں میں تلاوت کرتے۔ اس طریق سے علم قرأت کی تحصیل کا ذوق پیدا ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ " پانی پت میں ایسے شبینے بہت کم ہوتے تھے جہاں صرف ایک حافظ اکیلا سارا قرآن ختم کرتا۔ عموماً دس دس بیس بیس حافظ باری باری اپنا قرآن سنایا کرتے چونکہ حفاظ کی کثرت تھی گلی گلی اور گھر گھر حافظ موجود تھے جن کی ٹولیاں رات کے وقت پانی پت کے گلی کوچوں میں گشت کرتی پھرا کرتیں۔ ہر شبینے میں سینکڑوں حفاظ اور قراء موجود ہوتے تھے اور ایک دوسرے کی قرأت پر کھلم کھلا رائے زنی ہوتی تھی"[1]

پانی پت میں علم تجوید و قرأت پر علمی و تصنیفی کام بھی بہت ہوا۔ قاری عبدالرحمٰن محدث ؒ نے تحفہ نذریہ فارسی زبان میں لکھی۔ قاری محی الاسلام نے شرح سبعہ قراءات تحریر کی۔ قاری فتح محمد ؒ نے قصیدہ شاطبیہ کی شرح اردو زبان میں لکھی جو تین جلدوں میں ہے۔ عنایات رحمانی شرح حرز الامانی اس کی بھی تین جلدیں ہیں۔ عمدۃ المیانی تکملہ عنایات رحمانی۔ القراءۃ المرضیہ شرح قصیدۃ الدرۃ المضیئہ ترجمہ الوجوہ المفسرہ۔ ترجمہ مقدمہ جزریہ۔ تسہیل القواعد (تجوید) مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال۔ اسہل الموارد شرح قصیدہ رائیہ۔ سراج الغایات فی عدالایات۔ کاشف العسر شرح قصیدہ ناظمۃ الزہر۔ قاری عبدالسلام انصاری نے دو کتابیں لکھیں ترجمہ فیوض رحمانی اور شرح شاطبیہ یہ کتاب تشکیل پاکستان اور ہجرت کے سبب پانی پت ہی میں رہ گئی اور یہ علمی سرمایہ ضائع ہو گیا۔ قاری قادر بخش ؒ جو قاری مصلح الدین کے شاگرد تھے انہوں نے ۱۲۹۶ھ میں

---

(۱) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلے میں مسلمانان پانی پت کی خدمات، ۳۰

اردو زبان میں ایک رسالہ موسومہ مختصر التجوید لکھا یہ رسالہ نایاب ہے[1] قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے ایک رسالہ حرف ضاد کے تلفظ کے بارے میں بھی لکھا۔ جس کا نام "محوالفاد فی تلفظ الضاد" تھا[2] کیونکہ اس حرف کے مخرج کے بارے میں پورے ہندوستان میں تنازعی شکل پیدا ہوگئی تھی۔ دہلی کے علماء نے قاری عبدالرحمٰن محدث کو فیصل مانا چنانچہ آپ نے یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا اسکے آغاز میں آپ نے وجہ تصنیف یہ لکھی ہے

"چوں بہ دہلی رسیدم با طلبہ و اہل علم دہلی اتفاق مناظرہ افتاد و ہمہ کس براہ انصاف سلوک فرمودہ اتفاق بریں امر کردند کہ تلفظ لفظ ضاد از مخرجش کہ کنارۂ زبان و طواحن است باید کرد۔ و بجائے ضاد دال معجمہ ادا کردن غلط است۔ چنانچہ ظائے معجمہ ادا کردن ہم غلط است و تبدیل اسم ضاد باسم ظاد ہم غلط است کہ تمام مردم باسم ظاد گمراہ می شوند"[3]

صاحب تذکرہ رحمانیہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ تنازع کے سبب آپنے کتاب تحفہ نذریہ تحریر کی۔ لیکن یہ بات کچھ قرین صواب محسوس نہیں ہوتی کیونکہ تحفہ نذریہ میں تو مسائل تجوید بیان کیے گئے تھے۔ اس کا نام بھی تحفہ نذریہ اس لئے رکھا کہ یہ کتاب مرزا نذر محمد بیگ کی فرمائش پر تحریر کی تھی"[4]۔ جبکہ "محوالفاد فی تلفظ الضاد" کا عنوان ہی اس بات کا غماز ہے کہ اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد کیا ہے۔ لہذا مذکورہ وجہ تصنیف "محوالفاد فی تلفظ الضاد" ہی کی ہوسکتی ہے۔ تحفۂ نذریہ کے ساتھ اس عبارت کو منسوب کرنا درست نہیں۔ ویسے بھی مصنف تذکرہ رحمانیہ کے مطابق تحفہ نذریہ اڑتالیس صفحات پر مشتمل رسالہ تھا کیسے ممکن ہے کہ اڑتالیس صفحات میں جملہ قواعد تجوید بھی لکھے جائیں اور تلفظ ضاد کی پوری بحث بھی سما جائے۔

---

(۱) محمد طاہر رحیمی قاری، سوانح نحیبہ ۸۸ (۲) سوانح نحیبہ ۸۹

(۳) محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رحمانیہ ۲۳۳۔ ۲۳۴ (۴) ایضاً

حیدرآباد دکن :

حیدرآباد دکن ہندوستان کے صوبہ آندھراپردیش کا مرکزی شہر ہے پونا کے مشرق اور بنگلور سے شمال میں واقع ہے ۔ پونا سے اس کا فاصلہ دو سو تقریباً میل جبکہ بنگلور سے بھی تقریباً اتنا ہی ہے ۔[۱]

حیدرآباد دکن میں علم قرأت کا دور دورہ شیخ القرا سید محمد تونسی جو کہ سید احمد کے بیٹے تھے کی آمد سے ہوا آپ قرأت عشرہ کے قاری تھے ۔ مدینہ منورہ میں کئی برس قرات عشرہ کا درس دیتے رہے ۔ ۱۳۰۹ھ میں حیدرآباد دکن آئے ۔ نواب میر محبوب علی خاں نے ایک سو پچاس روپے ماہوار پر عہدہ منصب پر فائز کیا ۔ آپ چار برس حیدرآباد رہے اور ۱۳۱۳ھ میں واپس حجاز چلے گئے ۔[۲] اس دوران حیدرآباد دکن کے لاتعداد لوگوں نے آپ سے علم قرأت و تجوید حاصل کیا ۔ آپ کے شاگردوں میں سب سے اہم شخصیت محمد ابراہیم قمیصی کی تھی جو سرکاری ملازم تھے ۔ علم قرأت کی تحصیل کے لئے دفتری مصروفیات سے فارغ ہو کر سید محمد تونسی کی قیام گاہ سرور نگر جاتے تھے ۔ آپ کے دیگر اہم شاگردوں میں سید غلام غوث شطاری سید شاہ محمد علی شطاری ۔ قاری سید اسد اللہ مقری سید عمر ۔ سید زین العابدین ۔ حافظ فخرالدین شامل ہیں ۔ سید محمد تونسی کی عدم موجودگی میں آپ کے ان شاگردوں نے حیدرآباد میں علم قرأت کی خوب خدمت کی ۔ سید محمد تونسی ۱۳۱۷ھ میں دوبارہ حیدرآباد آئے اور ایک برس رہ کر پھر حجاز چلے گئے ۔ ۱۳۲۷ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے آپ کی مساعی سے حیدرآباد دکن کے لوگوں میں علم قرأت کا بہت ذوق بیدار ہوا ۔ تراویح کی نمازیں مختلف روایتوں میں تلاوت کرتے تھے ۔[۳]

---

(۱) The Times Atlas of the world ۲۹ (۲) بسم اللہ بیگ مرزا ۔ تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۷۳

۳ ۔ تذکرہ قاریان ہند ، ۱/ ۲۷۵

عشرہ کے دوسرے اہم قاری جن کی کوششوں سے حیدرآباد دکن میں علم قرأت کا احیا ہوا وہ شیخ سید عبدالحق مہاجر مکی تھے۔ موصوف بھی سید محمد بن احمد تونسی کے شاگرد تھے۔ اصلاً صوبہ اترپردیش کے شہر فیض آباد کے رہنے والے تھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے سبب جب حالات ناساعد ہوگئے تو ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے۔[۱] وہاں آپ نے مدرسہ فخریہ قائم کیا اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا ۱۳۳۵ھ میں حیدرآباد آئے۔ اورنگ آباد میں افسرالملک سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حیدرآباد میں قاری صاحب کو اپنی ہی رہائش گاہ پر ٹھہرایا۔ اور قریب مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کرایا۔ افسرالملک ہی کی سفارش پر نظام حیدرآباد نے آپ کے مدرسہ کیلئے تاحیات امداد جاری کرنے کا حکم دیا۔[۲] قاری عبدالحق ۱۳۳۶ھ میں پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ۱۳۳۹ھ میں آپ کا انتقال مکہ معظمہ ہی میں ہوا۔ آپ کی تدفین جنت المعلیٰ میں ہوئی۔[۳]

آپ کی کوششوں سے حیدرآباد دکن کے لوگوں میں علم قرأت وتجوید سیکھنے اور پڑھنے کا بہت زیادہ ذوق پیدا ہوا۔ آپ سے بے شمار شاگردوں نے علم قرأت کی تحصیل کی۔ قرأت عشرہ پڑھنے والوں میں آپ کے چار ممتاز شاگرد ہیں۔ جن کے توسط سے علم قرأت حیدرآباد اور اس کے گردونواح میں خوب پھیلا۔ وہ چار حضرات یہ ہیں۔ شیخ القراء میر روشن علی مقری منیر علی۔ قاری عبدالعزیز صدیقی اور مقری ڈاکٹر سید کلیم اللہ حسینی۔[۴] ان تمام شاگردوں میں سے میر روشن علی نے اس علم کو آگے بڑھانے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ کتاب "تذکرہ قاریان ہند" کے مؤلف مرزا بسم اللہ بیگ شیخ القراء میر روشن علی کے براہ راست شاگرد

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۷۵ (۲) ایضاً ۱/ ۲۷۶

(۳) ایضاً (۴) ایضاً

تھے اور عشرہ کے جید قاریوں میں شمار ہوتے تھے ۔ حیدرآباد دکن مسلمانوں کی تہذیبی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت سے معروف رہا ہے ۔ یہاں علم تجوید و قرأت پر بھی بہت کام ہوا ۔ تصنیفی اعتبار سے مرزا بسم اللہ بیگ کی کتاب " تذکرہ قاریان ہند " بہت معلوماتی ہے جسمیں ہندوستان کے تقریباً تمام قرا' کے حالات کو مفصل یا مجمل طور پر جمع کردیا گیا ہے ۔ حیدرآباد دکن میں ۱۹۷۹ء میں باقاعدہ ایک سوسائیٹی قائم کی گئی جس کا نام آندھرا پردیش قرأت سوسائیٹی ہے ۔ یہ سوسائیٹی علم تجوید و قرأت کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کررہی ہے ۔ اس سوسائیٹی کا الحاق قرأت فیڈریشن آف انڈیا سے کیا گیا ہے ۔ یہ فیڈریشن عالمی سطح پر علم قرات کے فروغ کیلئے کوشاں ہے ۔ اس فیڈریشن کے جنرل سکریٹری سید محمد جیلانی پیراک ہیں ۔ جو نہایت موثر اور فعال شخصیت کے مالک ہیں ۔ علم تجوید و قرأت کے فروغ کے لئے انھوں نے سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک کے سربراہوں سے ملاقاتیں کیں ۔ ان کی مساعی کے ضمن میں حیدرآباد دکن کا روزنامہ سیاست لکھتا ہے

" قرأت کے عالمی کپ مقابلے اور قرأت منشور کی ضرورت ۔ عالمی کپ کے لئے عرب ممالک کی تائید کے لئے مسٹر جیلانی پیراک کا دورہ ۔ مسٹر جیلانی پیراک نے بتایا کہ زیارت کعبہ و مدینہ منورہ کے بعد فن قرأت کی حد تک ان کے قومی مشن کی تکمیل ہوئی ۔ رب العزت کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ عالمی کپ کے انعقاد اور فن قرأت کے عالمی منشور کی تکمیل کرادے ۔ " (۱)

اسی سلسلے میں جیلانی پیراک نے انڈونیشیا کے صدر تنکو عبدالرحمٰن سے بھی ملاقات کی ۔ اس بارے میں انڈونیشی اخبار SUNDAYSTAR The Peoples PAPER نے لکھا

"A world cup Quran reading competition might

---

(۱) روزنامہ سیاست حیدرآباد دکن ۱۵ اپریل ۱۹۸۲ء

be held in ... in India if the Govt there approved the idea. The Secretary General Mr Jilani Pairak Said the proposed Competition would be held once in two years and would not clash with of parallel to any existing Quran reading Competition Mr Jeelani who is also the Convener of the world Qirat Council is here for the International Quran reading Contest. Earlier Mr Jeelani Called on President Tunku Abdul Rahman at his residence"[1]

اس ضمن جیلانی پیراک کی خط وکتابت حکومت عراق۔ حکومت ملائشیا اور حکومت پاکستان سے بھی ہوئی جس کے تحریری ثبوت منسلک ہیں

(1) SUNDAY STAR the peoples paper No. 4163
Sundy Auguest 3 1980 K D N 0077/80

EMBASSY OF THE
REPUBLIC OF IRAQ
NEW DELHI-110003.

سفارة الجمهورية العراقية

NO: 3/7/2008
[illegible] 13, 1976

Mr. [illegible]
Secretary-General,
Qirat Federation of India,
6-2-971 P.O. Khairatabad
Hyderabad - A.P.

Dear Sir,

With further [illegible] to our letter No.3/7/B-1636 dated [illegible] of July, 1976 we [illegible] to inform you that the authorities concerned [illegible] approve your objective for establishment of World Qirat Council.

Yours faithfully,

[illegible] Ibrahim Fadhli
[illegible]

Embassy of the
Republic of Iraq,
NEW DELHI - 110 003.

Syed Mohd. Jeelani Pairak,
Convenor, World Qiraat Council,
6-2-971, P.O. Khairatabad,
H Y D E R A B A D - A.P.

No.8/7/2886
October, 26, 1977.

Dear Sir,

With further reference to our letter No.8/7/2449 dated 24th of August, 1977, acknowledging yours No.WC-JIM-555/77of 20-8-77 we have been informed by Iraqi authorities concerned that a Three Member Committee comprising the following persons has been set up to study the possibility of holding World Cup Qiraat Competition in Iraq. As soon as the report of this committee is available the decission in the matter will be communicated to you.

1. Sheikh Jalal Al-Hanafi — Chairman
2. Mr. Allauddin Al-Kaisi — Member
3. Mr. Mohiuddin Al-Khatib — Member

Thanking you,

Yours faithfully,
Sd/- xx xx
Farouk H. Al-Samarrasi
Second Secretary.

// TRUE COPY //

RECITE THE QURAN IN SLOW MEASURED RYTHMIC TONES

المجلس العالمی للقراءة

WORLD QIRAAT COUNCIL

"Awan-e-Pairaky" Mallepalli, Hyderabad.1

CONVENER

JEELANI PAIRAK
STA., N BBA (Lond.)

PHONE: 33338 | 22968

HYDERABAD-500 004 IND

AP/PP/555/JP/89.

30/11/1989.

His Excellency,
Ambassador,
Pakistan in India,
NEW DELHI -1100021.

Dear Excellency,

The Photo copy of my letter addressed to your Excellency's President, Janab Ghulam Ishaq Khan, is enclosed for kind perusal. The Original has been sent for hand delivery at Islamabad.

Indeed, I shall be obliged, if your Excellency may kindly redirect the enclosed photo copy of my letter to the worthy President of Pakistan, at the earliest.

Hope your Excellency will bless.

Kindest regards,

Sincerely yours,

Jeelani Pairak

(JEELANI PAIRAK)
Convenor, WQC.
Secretary Gen.QFI

Enclosed (5)

RECITE THE QURAN IN SLOW MEASURED RYTHMIC TONES

ANDHRA PRADESH QIRAT SOCIETY

AFFILIATED TO

QIRAT FEDERATION OF INDIA

MERIT CERTIFICATE

We hereby certify that ....

.... Age ....

Representing ....

Identification mark ....

Has come .... in ....

During ....

Held at .... On ....

Hon Secretary **Org Secretary** **Chief Judge** **President**

New Straits Times MALAYSIA
SATURDAY, AUGUST 2, 1980
KDN 0072/80

Call for a world board of judges

KUALA LUMPUR, Fri. — An observer to the international Quran reading competition here, Mr Syed Mohd Jeelani Pairak said today there was a need for a world Quran recitation judges board.

He said such a board would ensure a standard method of judging any international Quran reading competition.

Mr Pairak, from India, added that Malaysia being an Islamic country and the pioneer of such competitions could initiate the set up of this board.

He considers Malaysia's efforts to hold the international Quran reading competition annually as a very significant move in promoting universal brotherhood [illegible] countries.

He suggested [illegible] international competition be held for those under 16 years to tap fresh talent in Quran recitation.

Mr Pairak, who is also the secretary general of the Qiraat Federation of India, said the federation had sent a memorandum requesting the Indian Government to hold its own international competition.

Memorandum

He said the competition could take shape as a "World Cup" which need not necessarily be held annually so as not to clash with similar contests.

Mr Pairak is also the Secretary-General of the Indo-Malaysia Friendship Association, formed in 1975 to promote friendly relations between India and Malaysia and to develop cultural, trade and economic relations between the two countries. — Bernama.

SUNDAY Star
the people's paper
No. 4163 Sunday, August 3, 1980 KDN 0077/80 35 CENTS

MOVE TO HOLD A WORLD CUP CONTEST IN INDIA

KUALA LUMPUR, Sat. — A world cup Quran reading competition might be held in India if the Government there approved the idea.

The secretary-general of the Indo-Malaysian Friendship Association, Mr Jeelani Pairak Syed Mohamed, said the proposed competition would be held once in two years and would not clash with or parallel to any existing Quran reading competitions.

Mr Jeelani, who is also the convener of the World Qiraat (Quran recitation) Council, is here for the International Quran reading contest.

Earlier, Mr Jeelani called on Perkim president Tunku Abudul Rahman at his residence here to present the Tunku with the Friendship Medal of India in recognition of the Tunku's dedication to the cause of Islam.

On the proposed world cup competition, the Tunku said the idea was good but it needed a lot of preparation and thinking.

He added India should approach The World Muslim Council (Rabitah) for support.

Later, the new Australian High Commissioner, Mr C.G. Woodard paid a courtesy call on the Tunku.

مدرسہ صولتیہ مکّہ مکرمہ

ہماری یہ بحث نامکمل رہے گی جب تک ہم ایک ایسے مدرسے کا ذکر نہ کریں جس کے فیض کمال سے برصغیر پاک و ہند میں علم قراءت کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ یہ مدرسہ اگرچہ قائم تو مکہ مکرمہ میں ہوا۔ تاہم اس کی جڑیں ہندوستان ہی میں تھیں۔ کیونکہ اس مدرسہ کا قیام مولانا رحمت اللہ کے ہاتھوں عمل میں آیا جو ہندوستان کے موضع کیرانہ کے رہنے والے تھے۔ وہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے نام سے معروف و مشہور ہوئے۔

اس مدرسہ کا نام مدرسہ صولتیہ ہے جو کلکتہ کی نیک دل اور مخیر خاتون صولت النساءبیگم کے نام سے منسوب ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو تلوار توپ اور گولی کے سہاروں سے دبا دینے کے بعد انگریزوں نے ان علمائے ربانی کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا جو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے نمائندہ خیال کیئے جاتے تھے۔ ہزاروں علماء تہ تیغ کردیے گئے باقی ماندہ پابند سلاسل ہوئے اور جیل کی کوٹھڑیوں نے ان کے وجود سے آبادی حاصل کرلی۔

ایسے عالم میں بعض علماء نے اپنی آزادی کی حفاظت کرنے کی غرض سے ہجرت کی سنت کو تازہ کیا۔ اور ہندوستان چھوڑکر سوئے حجاز رخت سفر باندھا۔ انہی علماء میں ضلع مظفر نگر کے مولانا رحمت اللہ کیرانوی بھی تھے۔ آپ نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اپنا وطن چھوڑ کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اسلامی علوم کی آبیاری کیلئے انہوں نے حرم کے اندر مدرسہ ہندیہ کے

نام سے ایک درسگاہ قائم کی جس کا باقاعدہ آغاز ماہ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ کو ہوا (۱)
پہلے یہ درسگاہ یعنی مدرسہ ہندیہ حرم کے اندر تھا لیکن کچھ عرصہ بعد حرم سے باہر کرائے
کی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ ۱۲۸۹ھ میں کلکتہ کی ایک متمول خاتون جن کا نام صولت النساء بیگم
تھا بغرض حج مکہ مکرمہ آئیں۔ یہ خاتون اپنے ہمراہ ایک خطیر رقم اس غرض سے لے کر آئیں
کہ مکہ مکرمہ میں حجاج کرام کے ٹھہرنے کیلئے ایک مسافرخانہ تعمیر کریں گی۔ لیکن وہ مولانا رحمت اللہ
کی شخصیت اور ان کے درس سے متاثر ہوئیں اور انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا۔ مسافرخانہ
کی بجائے مدرسہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کیلئے وہ ساری رقم مولانا رحمت اللہ کے
کے حوالے کردی۔ چنانچہ اس رقم سے مولانا نے جگہ خریدی اور مدرسہ قائم ہوا۔ مولانا رحمت اللہ
نے صولت النساء بیگم کے جذبہ کا اعتراف کرتے ہوئے مدرسہ کو اسی خاتون کے نام سے موسوم
کردیا۔ یوں مدرسہ ہندیہ مدرسہ صولتیہ بن گیا۔ ۱۲ شعبان ۱۲۹۰ھ بروز چہارشنبہ
تمام طلباء و مدرسین مدرسہ صولتیہ کی اپنی عمارت میں منتقل ہوگئے۔ مدرسہ کا افتتاح
بھی اسی تاریخ کو ہوا۔ اور قاری شیخ ابراھیم سعد مصری نے آغاز میں تلاوت کی۔ مولانا
رحمت اللہ کیرانوی نے درس بخاری دیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مثنوی شریف کا درس
دیا۔ اور آخر میں اجتماعی دعا ہوئی۔ اور طرح یہ بابرکت تقریب انتہا کو پہنچی۔

۱۳۵۷ھ میں مدرسہ صولتیہ کی ایک تعارفی رپورٹ ندائے ملت میں شائع ہوئی
اسمیں لکھا ہے۔

" مدرسہ صولتیہ کی عمارتیں جس جگہ واقع ہیں اس کا عہد جاہلیت سے قدیم نام

(۱) ماہنامہ "جریدہ الاشرف" جولائی اگست ۱۹۹۱ء ۶۳

"خندریسہ" ہے۔ اور عربی میں پرانی تند و تیز شراب کا نام خندریس ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہاں شراب کی بھٹیاں تھیں اعلیٰ قسم کی دو آتشہ وسہ آتشہ شراب کے متلاشی یہاں پہنچتے تھے میخانے آباد تھے اور جھومتے جھامتے مخموروں سے اس آبادی کی رونق تھی۔ لیکن اب الحمد للہ یہاں علوم نبویہ اور معارف الٰہیہ کی دو آتشہ وسہ آتشہ شراب حقیقت تشنگان علم کو پلائی جا رہی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مدرسہ کی چاروں عمارتیں مکہ معظمہ میں اسلام کی ان تاریخی یادگاروں کے درمیان واقع ہیں جن سے ایک طرف جبل کعبہ وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے پتھروں سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ دوسری طرف جبل عمر وہ پہاڑ ہے جس پر اسلام کے عظیم المرتبت خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے وحدہ لاشریک لہ کے نام کی آواز بلند کی اور اپنے اسلام لانے کا اعلان فرمایا۔ کوہستان عالم میں خدائے ذوالجلال کیلئے یہ پہلی آواز حق مکہ کے پہاڑوں میں گونجی تو کفار مکہ کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ مدرسہ کی تیسری عمارت بورڈنگ (دار الطلبہ) سے متصل وہ قطعہ زمین ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے روپیہ سے خرید کر مسلمانوں کیلئے ان کی آخری آرام گاہ قبرستان کیلئے وقف فرمایا تھا جب عہد اوّل میں کفار قریش نے اسلام کے ان سابقین اولین کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے روک دیا تھا "مقبرہ شبیکہ" کے نام سے یہ بابرکت قطعہ زمین اب تک موجود ہے سنہ ۱۳۱۰ھ تک اس میں تدفین جاری تھی اور ایک صدی قبل کے اکثر و بیشتر صلحاء و اتقیاء اور اہل مکہ اس قطعہ زمین میں اپنا مدفن ہونے کیلئے عہد اول کے ان نفوس قدسیہ کے قرب و پڑوس کیلئے متمنی رہتے تھے جو اسلام کے بالکل ابتدائی دور سے اس میں مدفون ہیں۔ آپکے

مدرسہ صولتیہ کی عمارتیں اسلام کی ان پرانوار یادگاروں کے قریب ہیں جن کو بصارت سے نہیں بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے'' (۱)

مدرسہ صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے سب سے زیادہ توجہ علم تجوید وقراءت کے فروغ کی جانب مبذول فرمائی اسکی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان عجمیت کی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت درست نہ کرتے تھے۔ اور اہل عرب اس معاملہ میں ان کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ اس بات کا علم اس خط سے ہوتا ہے جو حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکیؒ نے مولانا اشرف علیؒ کو لکھا تھا۔ یہ خط انہوں نے ۱۸ رجب ۱۳۱۰ھ کو تحریر کیا (۲)۔ آپ لکھتے ہیں

'' مدرسہ میں مولانا رحمت اللہ صاحب کی زیادہ توجہ تجوید وقراءت کی طرف ہے کیونکہ علم تجوید کا رواج بہت کم ہو گیا ہے خصوصاً ہندوستان میں بہت کم ہے۔ ماشاء اللہ مدرسہ صولتیہ کے مدارس سے فائدے عظیم ہوئے ہیں۔ ہندیوں کو اس فن میں عرب وغیرہ بہت حقیر سمجھتے تھے بلکہ بعض عرب ہندی علماء کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ ان مدارس کے ذریعے سے بہتیرے کامل قاری ہو کر نکلے ہیں۔ اور حرمین شریفین میں بعض ہندی قاری تعلیم یافتہ ان مدرسوں کے اب استاد ہیں۔ (۳)

۱۳۰۸ھ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی انتقال کر گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکیؒ کو مدرسہ صولتیہ کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ (۴)

---

(۱) ماہنامہ جریدہ الاشرف، جولائی اگست ۱۹۹۱ء/ ۷۰۔۷۱ (۲) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۵

(۳) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۲۔۵۵۔

(۴) ماہنامہ جریدہ الاشرف، جولائی اگست ۱۹۹۱/ ۷۲

مدرسہ صولتیہ میں علم تجوید و قراءت کے پہلے مدرس شیخ قاری ابراہیم سعد مصری تھے آپکو اللہ تعالےٰ نے اس قدر دلکش اور پرسوز آواز عطا فرمائی تھی کہ پڑھنے اور سننے والے بے خود ہو جاتے تھے۔ ان کے اہم ترین شاگردوں میں ہندوستان کے دو بھائیوں کا نام بھی ملتا ہے۔ ایک قاری عبداللہ دوسرے عبدالرحمٰن۔ یہ دونوں بھائی اپنے والد ماجد محمد بشیر کے ہمراہ ۱۸۵۷ء میں انگریزی جبر و استبداد سے بچنے کی غرض سے مکہ معظمہ آ گئے۔ دونوں نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی۔ قاری عبداللہ تو تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ صولتیہ ہی میں مدرس ہو گئے۔ جبکہ قاری عبدالرحمٰن کو مولانا رحمت اللہؒ نے ہندوستان روانہ کیا اور فرمایا کہ ہندوستان جاکر علم قراءت کی خدمت کرو۔ (۱)

قاری عبدالرحمٰن نے الہ آباد میں مدرسہ قائم کیا۔ آپ کے شاگردوں میں دارالعلوم دیوبند کے تجوید و قراءت کے مدرس اوّل قاری عبدالوحید۔ قاری عبدالخالق۔ قاری عبدالمالک۔ قاری ضیاءالدین جیسے اکابر حضرات شامل ہیں۔ پاکستان و ہند میں علم قراءت کی ترویج و اشاعت انہی اکابر کے توسط سے ہوئی۔ اس لحاظ سے مدرسہ صولتیہ کا فیض پورے برصغیر پاک و ہند میں جاری ہے۔ علم تجوید و قراءت میں مدرسہ صولتیہ کی خدمات کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ۱۳۱۹ھ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ حجاز مقدس آئے مدرسہ صولتیہ کا معائنہ کیا۔ تجوید و قراءت کی ترقی دیکھی اور قاری عبداللہ مکی کے مخلصانہ اثرات کے نتائج دیکھے تو مولانا اشرف علیؒ نے خود بھی قاری عبداللہ سے رشتۂ تلمذ استوار کیا۔ اور پھر طلباء کی سہولت کیلئے منظوم تجویدی کتاب بعنوان "تجوید القرآن مع تعلیم الوقف لکھی" (۲)

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت ۹۶

(۲) امداد صابری، فیضان رحمت ۵۵

جب یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی تو اس کتاب کے آغاز میں مدرسہ صولتیہ کے مہتم مولانا محمد سعید نے ایک اپیل شائع کی ۔ اس اپیل کا تفصیلی ذکر بیاں ضروری ہے ۔ کیونکہ اس اپیل کے ایک ایک لفظ سے علم تجوید کی طرف سے لوگوں کی بے اعتنائی کا اندازہ ہوتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں ۔

ارباب علم اور علم دوست حضرات پر یہ امر مخفی نہیں کہ اس وقت ہندوستان میں عموماً تمام اسلامی اور قومی مدارس میں اور مکتبوں میں فن تجوید کی طرف جو واقعی بہت بڑا مہتم بالشان امر ہے اور جس کی نسبت وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً کا حکم ہو چکا ہے ۔ بڑی بے اعتنائی ہو رہی ہے اور علماء امت کا اس وقت فرض ہے اس کمی کو پورا کرنے کا مدارس میں بہت جلد انتظام فرمائیں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں اس فن کی تکمیل دیکھنے سے خوشی ہوئی کہ مدرسہ کے تعلیم یافتہ طالب علموں کی قدر و منزلت ملک میں کماحقہ ہوئی ہے ۔ اور ہندوستان کے اکثر اسلامی مدارس نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے کہ اس فن کے ماہر استادوں کی خدمات ان کو دی جائیں یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے میرے واجب الاحترام دوست مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے قیام مکہ معظمہ دام اللہ شرفاً کے ایام میں مدرسہ صولتیہ کے طالب علموں کے واسطے نظم فرمایا تھا اس وقت مدرسہ کے نصاب میں داخل ہے عام فہم ہے اور اردو ہونے کی وجہ سے یہ کتاب مبتدی طلبہ اور کم عمر بچوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہے ۔ مجھے امید ہے کہ شائقین علم اس کتاب کی قدر کریں گے اور ہندوستان کے اس الزام کو دور کریں گے کہ ہندی قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں (۱)

(۱) امداد صابری ، فیضان رحمت ، ۵۶

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے دل میں علم تجوید و قراءت کی ضرورت اور اہمیت کا احساس اور مدارس میں اس علم کی طرف سے بے اعتنائی کا خیال مدرسہ صولتیہ میں قیام کے دوران ہی پیدا ہوا۔ آپ نے ذمہ داران مدارس کو علم تجوید و قراءت کے احیاء و اجرا کا احساس دلایا۔ اس حوالے سے امداد صابری لکھتے ہیں

"حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے عربی مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق ایک تقریر کی جس میں مولانا نے یہ شکایت کی تھی کہ عربی مدارس میں تجوید و قراءت نہیں سکھائی جاتی جس کی وجہ سے جو بھی عالم ہوتا ہے وہ تجوید و قراءت سے بے بہرہ ہوتا ہے اور قرآن مجید صحت سے نہیں پڑھ سکتا مولانا اشرف علی صاحب اور مہتمم مدرسہ صولتیہ کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۱ھ میں شعبہ تجوید کا اجراء ہوا" (۱)

سابقہ اوراق میں دارالعلوم دیوبند کے تذکرے میں بھی یہ بات آچکی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں درجہ تجوید و قراءت کا اجراء مولانا اشرف علی کی مساعی ہی کا نتیجہ تھا۔ اس لحاظ سے ہندوستان کے جملہ مدارس میں علم تجوید و قراءت کی ترویج و اشاعت کا سہرا مدرسہ صولتیہ کے سر ہے۔

مدرسہ صولتیہ میں بڑے بڑے اکابر علماء مختلف اوقات میں تشریف لاتے رہے۔ اس حوالے سے مدرسہ صولتیہ کے بارے میں ان سب کے تاثرات ایک مستقل کتاب کا عنوان ہیں اس جگہ ہم صرف دو اکابر علماء کی آراء پر اکتفا کر رہے ہیں جو مدرسہ صولتیہ کے بارے میں ہماری مذکورہ بالا تحقیق کی مؤید ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ صولتیہ کے بارے میں

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۶

لکھتے ہیں

" مجھے خود بھی اس جہت سے مدرسہ صولتیہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے کہ میرے علم تجوید وقراءت کے استاد حضرت مولانا قاری عبدالوحید صاحب مدرسہ صولتیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت قاری عبداللہؒ صاحب کے تلمیذ ہیں جو مدرسہ صولتیہ میں اس فن شریف کے استاذ تھے ۔ حضرت قاری عبدالوحید صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے شیخ القراء کی حیثیت سے اس فن کی خدمت کی ۔ بہر حال یہ دارالعلوم حرم صولتیہ اپنے موضوع اور اپنی نسبت سے ایک عظیم علمی یادگار ہے ۔" (۱)

مولانا شاہ غلام اللہ خان صاحب اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"ہندوستان اور پاکستان میں جس قدر قراء تجوید القرآن کا کام کر رہے ہیں وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ سب اسی مدرسہ صولتیہ سے فیض یاب ہوئے ہیں ۔ اس پر مدرسہ صولتیہ جس قدر ناز کرے اس میں وہ حق بجانب ہے" (۲)

اس پوری بحث سے یہ بات محقق ہو جاتی ہے کہ علم تجوید وقراءت کی ترویج واشاعت کے حوالے سے مدرسہ صولتیہ کی خدمات گراں قدر ہیں اور نتائج کے اعتبار سے برصغیر پاک وہند میں اس کے اثرات نہایت گہرے اور دور رس ہیں ۔

---

(۱) ماہنامہ "جریدہ الاشرف" ، جولائی اگست ۱۹۹۱/ ۱۰۲

(۲) " " " " " " ۱۹۹۱/ ۱۰۵

قیام پاکستان کے بعد

۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو مشرقی پنجاب اور دیگر علاقوں سے مسلمان ہجرت کرکے پاکستان آنے لگے۔ اس نقل مکانی میں اکابر قراء کو بھی ہندوستان چھوڑکر پاکستان آنا پڑا۔ دوسرے لوگوں کی طرح یہ حضرات بھی پاکستان کے مختلف علاقوں میں جا بسے۔ مولوی ظفر اقبال فرماتے ہیں " تشکیل پاکستان کے بعد ہندوستان سے بہت سے قاری پاکستان میں آکر آباد ہوئے ان کی آمد سے پاکستان میں اصول تجوید کے مطابق تلاوت قرآن کی مبارک تحریک شروع ہو گئی"(۱) چنانچہ کوئی بھی قاری صاحب اپنے ظروف اور حالات کے تحت جس علاقے میں آباد ہوئے انہوں نے کسی نہ کسی طور وہاں چھوٹے موٹے مدرسے کی بنا ڈالی مثلاً مدرسہ رحمانیہ پانی پت کے استاد قاری محمد مشتاق لاہور آئے۔ انہوں نے کرشن نگر لاہور میں مدرسہ قائم کیا جہاں طلباء کو قرآن کریم حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی تھی آپ اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ لاہور میں معلم دینیات بھی تھے(۲) اسی طرح پانی پت ہی کے قاری محمد اسماعیل جو قاری عبدالسلام انصاری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے وہ بھی ہجرت کے بعد لاہور آئے اور گنپت روڈ بیرا اخبار لاہور میں مدرسہ تجوید قائم کیا(۳) اسی طرح حافظ بشیر احمد جو پانی پت کے مشہور مدرسہ الشرقیہ کے پچیس سال تک مہتمم رہے تھے وہ حافظ آباد آکر آباد ہوئے۔ انہوں نے حافظ آباد ہی میں پانی پت کے مدرسہ الشرقیہ کی یاد کے طور پر اسی نام سے مدرسہ قائم کیا۔ اسی قسم کے مزید مدارس جھنگ سرگودہا چنیوٹ وغیرہ کے مضافات میں بھی قائم ہوئے۔ ان مدارس میں بیشتر مدارس قرآن مجید کی ناظرہ اور

(۱) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر اپریل ۱۹۷۰ء ۲/ ۷۵۴

(۲) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلے میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۶۸ - (۳) ایضاً ۶۶

حفظ تعلیم تک ہی محدود تھے۔ چند مدارس ایسے بھی قائم ہوئے جہاں علم قرأت کی تدریس کا بندوبست بھی کیا گیا۔ لیکن ایسے مدارس بہت ہی کم تھے۔ ایسے مدارس درحقیقت کسی جید قاری کی ذات اور علم قرأت کی تدریس کے ذوق کے حوالے ہی سے قائم ہوتے ہیں۔ کیونکہ مدرسہ و مکتب اینٹ بجری سے بنی عمارت کا نام تو ہوتا نہیں وہ تو صرف جائے تدریس ہے اصلاً مدرسہ تو اس شخصیت کا نام ہے جو بطور مدرس وہاں تدریسی فرائض سرانجام دیتی ہے۔ وہ شخصیت اگر وہاں نہ رہے تو نہ طالب علم موجود رہیں اور نہ ہی مجلس تدریس قائم ہو۔ پاکستان کی تشکیل کے بعد بعض ایسے اکابر قراء بھی پاکستان تشریف لے آئے جن کی پہچان ہی علم قرأت کے حوالے سے تھی۔ ان کی وجہ ہی سے پاکستان میں علم قرأت کی ترویج و اشاعت ہوئی اس وقت پاکستان میں موجود تمام قراء بالواسطہ یا بلاواسطہ انہی کے شاگرد ہیں اور انہی کے فیض یافتہ ہیں ان میں ایک اہم ترین شخصیت قاری عبدالمالکؒ ہیں جبکہ دوسرے قاری فتح محمد نابینا ہیں۔ تیسری شخصیت قاری محی الاسلام پانی پتی کی ہے۔ ان اکابر کے مفصل حالات کا تذکرہ تو آئندہ ابواب میں مناسب مقام پر آئیگا۔ ذیل میں ان حضرات کی نسبت سے قائم ہونے والے مراکز علم تجوید کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔

دارالعلوم ٹنڈوالہ یار :

قیام پاکستان کے بعد بڑے بڑے علماء بھی ہجرت کرکے پاکستان آگئے۔ ان میں مولانا سید سلیمان ندوی مولانا احتشام الحق تھانوی۔ مولانا بدرعالم مولانا ظفر احمد عثمانی مولانا مفتی محمد شفیع جیسے اکابر شامل تھے۔ ان حضرات نے پاکستان پہنچ کر ترویج علم دین کی غرض سے مدارس قائم کئے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کی کاوشوں سے اندرون سندھ کے علاقہ

ٹنڈو الہ یار میں دارالعلوم ٹنڈو الہ یار کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم ہوا۔ جس میں نامور اساتذہ کو مدرس مقرر کیا گیا۔ مولانا بدر عالم میرٹھی ایک عرصہ تک اس کے مہتمم رہے[1]۔ قاری عبدالمالکؒ ان دنوں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تھے۔ علم قرأت کیلئے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی نظر انتخاب قاری عبدالمالکؒ کی ذات پر ٹھہری۔ ان کی تحریک اور مساعی کے نتیجے میں قاری عبدالمالکؒ لکھنؤ چھوڑ کر دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ تشریف لے آئے[2]۔ بعض ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے دارالعلوم کا نظم و ضبط برقرار نہ رہ سکا۔ نامور اساتذہ ملازمت ترک کر کے جانے لگے۔ لاہور میں دارالعلوم اسلامیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ پرانی انارکلی چرچ روڈ پر واقع تھا جس کے مہتمم قاری سراجؒ تھے۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دارالعلوم اسلامیہ کو خالصتاً مخصوص بالقرات مدرسہ بنایا جائے اور قاری عبدالمالکؒ کو بطور صدر مدرس یہاں لایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے قاری صاحب سے اس معاملے میں رابطہ کیا اور ان کو لاہور آنے پر آمادہ کر لیا۔ اس ضمن قاری اظہار احمد تھانویؒ لکھتے ہیں

"قاری سراج احمد صاحب نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا کہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کو تجوید و قرأت کی مرکزی درسگاہ بنانا چاہیئے۔ اور اس کے لئے جس طرح بھی ہو حضرت الشیخ قبلہ قاری عبدالمالکؒ صاحب کی تدریسی خدمات حاصل کر لینی چاہئیں۔ بہت عجلت اور سرعت کے ساتھ انہوں نے حضرت الشیخ سے رابطہ قائم کیا۔ تمام آرام و آسائش فراہم کر ڈالنے کے وعدے کیے۔ احتیاطاً حضرت الشیخ نے لاہور تشریف لا کر غور و فکر کے بعد فیصلہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ ایک گرمی کی دوپہر کو قاری سراج احمد صاحب مجھے ہمراہ لے کر موچی دروازہ پہنچے۔ جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔ بڑے بڑے وعدوں میں لپٹے ہوئے پروگرام سجا کر پیش کرتے رہے۔ حضرت قاری صاحب نے لاہور میں

---

(۱) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر، ۲/ ۲۲۲ (۲) عزیز احمد، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء، ۹۴

تشریف فرما ہو جانے اور دارالعلوم اسلامیہ میں وابستگی کا وعدہ فرمالیا اور کچھ روز بعد مع متعلقین لاہور تشریف لے آئے۔ دارالعلوم اسلامیہ لاہور جو اب تک گوشۂ گمنامی میں تھا اچانک واردین و مستفیدین کی کثرت سے نہایت پررونق درس گاہ میں تبدیل ہو گیا۔ سامعین کے علاوہ مساجد کے ائمہ حفاظ عربی درسگاہوں کے اساتذہ و طلبہ سے حضرت الشیخ کی درسگاہ اس قدر تنگ داماں ثابت ہوئی کہ برابر والے تمام تعلیمی درجے بھی سامعین قرأت کے لئے خالی کرتے پڑے۔ جو جا رہا تھا وہ اگلے روز اپنے دو چار احباب کو ہمراہ لے کر پھر لوٹ رہا تھا۔ واردین میں مولانا مفتی حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ۔ شیخ القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری صاحب مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب قاری فضل کریم صاحب بانی مدرسہ تجوید القرآن۔ مولانا داؤد غزنوی۔ پروفیسر ظفر اقبال و غیرہم کے علاوہ ممتاز شہریان لاہور کا تانتا بندھا ہوا تھا۔"[1]

تین برس کے بعد دارالعلوم اسلامیہ کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا جس میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب تشریف لائے۔ قاری عبدالمالکؒ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اسلامیہ آئے

مرکزی دارالترتیل والقرآت:

قاری عبدالمالکؒ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم اسلامیہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس وقت قاری صاحب کے ایک شاگرد قاری غلام النبی جامعہ مسجد باغیچہ نواب بہاولپور لٹن روڈ لاہور میں امام و خطیب تھے وہ لکھتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت استاد نے "فرمایا کہ اپنی مسجد کے صدر ملک محمد نادر مرحوم کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ملک صاحب کو لے کر

(۱) عزیز احمد، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء، ۳۲۳ - ۳۲۲

سعدی پارک مکان پر حاضر ہوئے تو حضرت نے صدر مسجد سے فرمایا کہ مجھے صرف کام کرنے کی اجازت ہو (مسجد میں) ملک صاحب نے فرمایا کہ اس سے بڑھکر اور کیا خوش قسمتی ہمارے لئے ہوسکتی ہے کہ آپ ہماری مسجد تشریف لاویں لیکن آپ کو مدرسہ والے واپس مجبور کر کے لے جاویں گے فرمایا نہیں نہیں چنانچہ مسجد مذکور میں مرکزی دار الترتیل مدرسہ قائم فرمایا"(۱)

تھوڑے عرصہ کیلئے قاری عبدالمالک دار العلوم نانک واڑہ کراچی بھی تشریف لے گئے لیکن جلد ہی دوبارہ مرکزی دار الترتیل میں واپس آگئے اور آخر دم تک اسی سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد قاری عبدالمالک کی پاکستان میں آمد اس علاقے میں علم تجوید و قرأت کے فروغ کا انتہائی موثر ذریعہ ثابت ہوئی۔ آپ کے وجود کی برکت سے دار العلوم ٹنڈو الہ یار سندھ۔ دار العلوم اسلامیہ لاہور اور مرکزی دار الترتیل لاہور علم تجوید و قرأت کے بڑے مراکز بن گئے۔ پاکستان میں مصری حجازی لہجوں میں تلاوت کرنے والے تمام اکابر قراء انہی مراکز کے خوشہ چین ہیں۔ قاری عبدالمالک کی لاہور آمد پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا احمد علی لاہوری نے فرمایا

> "حضرت قاری صاحب کا وارد پاکستان ہونا عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور مسلمانان لاہور کے لئے خصوصاً رحمت خداوندی کا ابر محیط ہے جو پر جوش ہو کر برسے گا" (۲)

مذکور الصدر مدارس کے حوالے سے چند امور تحقیق طلب ہیں بلکہ تصحیح طلب ہیں سوانح قاری اظہار احمد تھانوی میں مضمون "ننھے اظہار سے استاد القراء تک" میں تحریر ہے کہ دار العلوم اسلامیہ چرچ روڈ پرانی انارکلی لاہور کے بانی قاری سراج احمد تھے (۳) فاضل مضمون نگار کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ دار العلوم اسلامیہ کی روائیداد سے اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ دار العلوم کی

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبدالمالک ۱۲۶

(۲) عزیر احمد، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء، ۳۲۳ - (۳) ایضاً ۴۹

روئیداد میں "دارالعلوم اسلامیہ کا تاریخی پس منظر" کے عنوان سے لکھا ہے

" ان مشکلات کے پیش نظر علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم کے حکم سے حافظ سخاوت علی مرحوم نے دارالعلوم کے نام سے پرانی انارکلی لاہور کی ایک عمارت کے چند کمروں میں جون ۱۹۴۸ء میں اس دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی " (۱)

گویا دارالعلوم اسلامیہ کے بانی قاری سراج نہیں بلکہ حافظ سخاوت علی تھے۔ اس بات کی تائید قاری اظہار احمد تھانویؒ کے مضمون سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں

" اس کے بانیوں میں حافظ سخاوت علی مرحوم یوپی سوڈا واٹر فیکٹری ان کے داماد قاری آل احمد دیوبند کے ایک عالم دین مولانا احمد مسلم وغیرہ تھے بعد میں ایک اور شخصیت قاری سراج احمد صاحب شامل انتظام تصور کئے گئے " (۲)

یہ دونوں شواہد فاضل مضمون نگار کے دعوے کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کے بانی قاری سراج نہیں بلکہ حافظ سخاوت علی مرحوم تھے

دوسری تحقیق طلب بات مرکزی دارالترتیل لٹن روڈ لاہور کے نام کے بارے میں ہے۔ کیونکہ ۷ شعبان ۱۳۷۸ھ کو مرحوم قاری عبدالمالکؒ جامع العلوم بہاولنگر بغرض امتحان طلبۂ مدرسہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے امتحانی رجسٹر پر اپنی رائے درج فرمائی اور آخر میں تحریر فرمایا

" کتبہ قاری عبدالمالک صدر مدرس مدرسہ مرکزی دارالتجوید لاہور مورخہ ۷ شعبان ۷۸ھ " (۳)

اس کا مطلب ہے کہ مرکزی دارالتجوید کے نام کا کوئی اور مدرسہ تھا جیس قاری عبدالمالک؟

---

(۱) روئیداد تعارف دارالعلوم اسلامیہ لاہور ، (۲) عزیز احمد ، تذکرہ منبع العلوم سوانح منبع القراء ، ۲۲۳

(۳) رجسٹر جامع العلوم بہاولنگر حال موجود قاری عبدالقادر بہاولپور

صدر مدرس تھے۔ لیکن لاہور کے مدارس تجوید میں اس وقت اس نام کے کسی مدرسے کا سراغ نہیں ملتا۔ نیز ان ماہ وسال میں آپ کا تعلق مرکزی دارالترتیل ہی سے تھا جس کے شواہد آپ کے بارے تمام سوانحی مضامین سے ملتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لکھتے وقت یا تو آپ سے تسامح ہوا یا دوسری صورت یہ کہ آپ کے ذہن میں مدرسہ کا نام مرکزی دارالتجوید ہی مجوزتھا جو بعد میں مرکزی دارالترتیل قرار پایا واللہ اعلم

قاری عبدالمالکؒ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ ایک مدرسہ خالصتاً علم تجوید و قراءت کیلئے ہو۔ جہاں سوائے علم تجوید و قراءت کے کسی دوسرے علم کی تدریس نہ ہوتی ہو۔ کیونکہ ایسے مدارس جہاں درجہ تجوید کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم بھی پڑھائے جاتے ہوں وہاں علم تجوید و قراءت کی حیثیت ثانوی ہوکر رہ جاتی ہے اور عموماً طلباء کی زیادہ توجہ درس نظامی کے اسباق کی طرف ہی زیادہ مبذول رہتی ہے۔ اور منتظمین مدرسہ کی ترجیحات میں بھی درس نظامی ہی غالب رہتا ہے۔ قاری عبدالمالکؒ کا دارالعلوم ٹنڈو الٰہ یار سے لاہور دارالعلوم اسلامیہ آنا بھی اسی غرض سے ہوا۔ کیونکہ قاری سراج احمدؒ نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ دارالعلوم اسلامیہ خالصتاً مدرسہ تجوید و قراءت ہوگا۔ بعض اختلافات کے سبب جب آپ دارالعلوم اسلامیہ سے علیحدہ ہوئے اور مرکزی دارالترتیل قائم کیا تو اس میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا۔ پھر آپ مفتی محمد شفیعؒ کے مدرسہ نانک واڑہ کراچی بھی کچھ عرصہ کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں جانے کا محرک بھی یہی داعیہ تھا۔ لیکن آپ نے احساس کر لیا کہ یہاں پر بھی دیگر علوم کی طرف توجہ زیادہ ہے۔ اس لئے آپ واپس مرکزی دارالترتیل تشریف لے آئے۔ اور آخر دم تک اسی سے وابستہ رہے۔

مکاتب

ہندو پاکستان میں قرأت قرآن کے حوالے سے دو گروپ ہیں۔ ان کو اصطلاحی زبان میں مکاتب بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مکاتب فکر کہنا درست نہیں کیونکہ فکر کا تعلق قیاس کے ساتھ ہے جبکہ علم قرأت کا مدار نقل پر ہے اور قیاس کو اس میں قطعاً دخل نہیں۔ یہ خالصتاً نقلی علم ہے جو کلام اور سماعت کے ذریعے ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا آیا ہے۔ قلم و قرطاس یعنی رسم کے ذریعے اس علم کو منتقل کرنا ممکن ہی نہیں۔ جبریل امین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر صحابہ صحابہ کرام سے تابعین و تبع تابعین حتی کہ ہمارے زمانہ تک تمام واسطوں میں نقل کی بنیاد سماعت ہی ہے

ڈاکٹر لبیب السعید نے قرآن مجید کی ان تمام آیات کا احصا کیا ہے جن میں سماعت پر استدلال موجود ہے (۱) وہ آیات یہ ہیں

۱. أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ (۲)

۲. وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ (۳)

۳. وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ (۴)

۴. وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا (۵)

۵. وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ (۶)

---

(۱) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاول للقرآن ۔ ۶۹

(۲) سورۃ البقرہ ۲/۷۵ (۳) سورۃ المائدہ ۵/۸۳ (۴) سورۃ الانعام ۶/۲۵

(۵) سورۃ الاعراف ۷/۲۰۴ (۶) سورۃ طٰہٰ ۲۰/۱۳

۶۔ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ [1]

۷۔ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ [2]

۸۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا [3]

۹۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ [4]

۱۰۔ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا [5]

۱۱۔ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ [6]

۱۲۔ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ [7]

۱۳۔ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا [8]

۱۴۔ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ [9]

۱۵۔ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا [10]

۱۶۔ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ [11]

پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں امام الحرمین جن کا نام صرف الجوینی لکھا گیا ہے نے فتوٰی دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام تمام مسلمانوں کے نزدیک مطلق طور پر مسموع ہے۔ انہوں نے اس کے لئے دلیل کے طور یہ آیت پیش کی۔ "وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ" [12]

(۱) سورۃ الانبیاء ۲/۲۱ ۔ (۲) سورۃ النمل ۸۱/۲۷ (۳) سورۃ لقمان ۷/۳۱

(۴) سورۃ فصلت ۲۶/۴۱ (۵) سورۃ الجاثیہ ۸/۴۵ (۶) سورۃ الاحقاف ۲۹/۴۶

(۷) سورۃ الاحقاف ۳۰/۴۶ (۸) سورۃ محمد ۱۶/۴۷ (۹) سورۃ القلم ۵۱/۶۸

(۱۰) سورۃ الجن ۱/۷۲ (۱۱) سورۃ الجن ۱۳/۷۲ (۱۲) سورۃ توبہ ۶/۹

انھوں نے کہا کہ اس جگہ لفظ سماع کا مطلب ادراک فہم ہے اور اس سے مراد کامل اطاعت اور مکمل پیروی ہے۔ کلام اللہ کے مسموع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مسموعہ مدرکہ آواز کے ساتھ حاصل کیا اور سمجھا جائے۔"[1]

علم قرات کے امام علامہ شاطبیؒ اپنے قصیدہ لامیہ میں لکھتے ہیں

وما لقیاس فی القراءۃ مدخل

فدونک ما فیہ الرضا متکفلا"[2]

قرات میں قیاس کو کوئی دخل نہیں (ناقلین سے جو کچھ پہنچا) اسی کے مطابق پڑھنا چاہیے اسی پر قائم رہنا چاہیے اسی میں رضائے الٰہی ہے۔

دور حاضر کے ایک مصری عالم قرأت عبدالحی زاہران اس بارے میں کہتے ہیں " اور یہ طریقہ اور کیفیت جس کے مطابق ہم پڑھتے ہیں یہ وہی طریقہ ہے جو انھوں (ہمارے اساتذہ) نے ہمیں سکھایا کیونکہ اتقان قرات میں حقیقی ضابطہ ہے۔ کہ استاد کے سامنے بیٹھ کر اس کے منہ سے سماعت کی جائے اور یہ کہ کوئی بھی روایت اس وقت تک درست نہیں مانی جاتی جب تک کہ صاحب سند شیخ اپنے شاگرد کو وہ لکھوا نہ دے اور شاگرد اس کے سامنے پڑھے اگر وہ درست پڑھے تو صحیح اور اگر وہ تلفظ میں غلطی کرے تو شیخ ایک بار یا بار بار اس کی درستی کراتا ہے تا آنکہ اس کی زبان اس صحیح تلفظ پر پوری قدرت حاصل کرلے اور وہ قرآن کریم کو بالکل اس طرح سے پڑھنے لگے جس طرح نازل ہوا۔ اور جس طرح اس کے شیخ نے اپنے شیوخ سے اسکو روایت کیا"[3]

---

(۱) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاوّل للقرآن ۷۰

(۲) الشاطبی ، قاسم بن فیرہ ، قصیدہ شاطبیہ لامیہ باب مذاھبھم فی القراءت (۳) ماہنامہ التجوید دسمبر ۱۹۹۱

قاری عبدالحی زاہران سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام طرق قرأت ادائیگی کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں اور کیفیت ادائیگی غیر منضبط چیز ہوتی ہے ایک غیر منضبط چیز کو متواتر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طرق جو کیفیت ادا کو ظاہر کرتے ہیں ان لوگوں کا یہ کہنا تواتر میں مانع نہیں کیونکہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصری لوگوں کو تمام عربوں میں یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ ان کا نطق بہت صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرأت کے طالبین اس علم کے حصول کی خاطر تمام دوسرے ممالک کو چھوڑ کر براہ راست قاہرہ کا قصد کرتے ہیں کیونکہ مصریوں کی قرأت تمام ممالک میں بہت مقبول ہے۔ مصری قراء سے پڑھا ہوا شخص اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس نے اس علم کو مصری قاریوں سے حاصل کیا ہے۔ کیونکہ مصریوں کا طریق ادا انتہائی واضح اور صاف ہے بالکل اسی طرح جس طرح آسمان میں سورج واضح ہے۔ جس کو تمام عرب و عجم والے سمجھتے ہیں اور کسی بھی زبان والے کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ دوسری زبانوں کی نسبت ان کی طریق ادائیگی کو زیادہ وضاحت سے سمجھ پاتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا پیدا کیا ہے جو اس علم کا حامل ہے اور اس گروہ میں مصر والوں کو خاص فوقیت اور ملکہ حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے لوگوں کے پڑھنے میں کوئی عیب یا نقص ہے ہر انسان کی اپنی طاقت اور استعداد ہے میرے علم کے مطابق یہ احوال ادائے طرق ہیں جن کا ہمیں احادیث کے ذریعے علم ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا "اقرؤا کما علمتم"[1] (پڑھو جس طرح تمکو سکھایا گیا) اسی کے ذیل میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہے کہ پڑھتے ہوئے خود بھی مسرور ہو اور سننے والوں کو بھی راحت کا احساس ہو سکے۔ اس لئے بہتر ہے کہ غیر مصریوں کی بجائے مصری قراء کی طرف

---

(۱) ماہنامہ التجوید، دسمبر ۱۹۹۱

رجوع کیا جائے کیونکہ تمام مسلمان مصریوں کی فصاحت نطق پر شاہد ہیں اور اس میدان میں ان کی فوقیت کو مانتے ہیں۔

اس پوری بحث سے یہ نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱۔ علم قرأت نقلی علم ہے قیاسی نہیں۔

۲۔ علم قرأت کی بنیاد سماعت پر ہے۔ قلم و قرطاس پر نہیں۔

۳۔ مصری قراء کو نطق کے اعتبار سے دنیا کے دوسرے لوگوں پر ایک گونہ فوقیت حاصل ہے۔

اس ساری بحث اور اس سے نکلنے والے نتائج کے تناظر میں اب ہم اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

پاکستان میں سماعت★ ہی کی بنیاد پر دو طبقات معرض وجود میں آئے ایک پانی پتی کہلایا دوسرا مصری۔ اگرچہ ان طبقات کا آغاز قیام پاکستان سے قبل غیر منقسم ہندوستان ہی میں عمل میں آچکا تھا۔ پانی پتی وہ لوگ کہلائے جن کا انداز تلاوت پانی پت کا مخصوص لہجہ ہے اور وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ پانی پت سے پڑھے ہوئے حضرات کے شاگرد ہیں۔ جبکہ مصری وہ جو قرآن مجید کی تلاوت اس انداز میں کرتے ہیں جو انداز اہل عرب خصوصاً مصری قراء کا ہے۔

انداز تلاوت کے اس فرق کا تعلق چونکہ خالصتاً سماعت کے ساتھ ہے۔ اور سامع اس فرق کو سن کر ہی محسوس کر سکتا ہے۔ چونکہ تحریر کے ذریعے اس کو سمجھانا ممکن نہیں اس کے لئے دونوں لہجوں کا اندازہ سن کر ہی ہو سکتا ہے۔ قلم و قرطاس اس کے ابلاغ سے قاصر ہیں

★ نوٹ۔ یہاں پر سماعت سے مراد وہ سماعت نہیں جو علم حدیث میں باقاعدہ ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس سماعت سے مراد آواز کی کیفیت یا لحن کا وہ اثر ہے جو کسی قاری کی قرأت سے سامع پر مرتب ہوتا ہے۔

پانی پتی اور مصری لہجات کے سرخیل دو بزرگ حضرات ہیں اور دونوں ہی کا نام عبدالرحمٰن ہے امتیاز کے لحاظ سے ایک عبدالرحمٰن مکی کہلاتے ہیں دوسرے عبدالرحمٰن پانی پتی۔ اتفاق کی بات ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہم نام ہونے کے ساتھ ساتھ ہم عصر بھی ہیں۔ مصری لہجہ میں پڑھنے والے تمام حضرات بالواسطہ یا بلاواسطہ قاری عبدالرحمٰن مکی کے شاگرد ہیں۔ جبکہ پانی پتی لہجہ میں پڑھنے والے تمام قراء بالواسطہ یا بلاواسطہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کے شاگرد ہیں۔ دونوں کے پڑھنے میں فرق ہے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی حسن لحن پر زور نہیں دیتے تھے۔ سیدھی اور صاف آواز میں ادائیگی مخارج وصفات حروف کا لحاظ رکھ کر تلاوت کرتے۔ جبکہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے حجاز میں تعلیم حاصل کی تھی اس لئے وہ مخارج وصفات حروف کے ساتھ ساتھ حجازی لہجہ جو ہندوپاکستان میں مصری لہجہ ہی کے نام سے معروف ہے پر زور دیتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بھی یہی چیز نمایاں ہے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں جو اکابر قراء تشریف لائے ان میں سر برآوردہ شخصیات تین تھیں جن کے احوال سابقہ سطور میں گذر چکے ہیں۔ ان میں قاری محی الاسلامؒ اور قاری فتح محمدؒ پانی پتی مکتب کے نمائندہ تھے جبکہ مصری مکتب کے سرخیل قاری عبدالمالکؒ تھے جو قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے براہ راست اور ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

نام ہی سے ظاہر ہے کہ پانی پتی لہجہ عجمی ہے۔ اس لہجہ میں نسوانیت کا انداز غالب ہے جس کا احساس سامع کو فوراً ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص جو کسی دیہات کا رہنے والا تھا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن سنانے کی درخواست کی قاری صاحب نے قرآن سنادیا تو وہ دیہاتی بولا تو جنانی (زنانی یعنی نسوانی) بولی میں پڑھے ہے"[1]

[1] محمد عبدالحلیم انصاری - تذکرہ رحمانیہ ۱۷۱

یہ بات تحقیق طلب ہے کہ پانی پت کے علاقہ کا ایک مخصوص لہجہ کس وجہ سے رواج پذیر ہوا
جبکہ پانی پت میں قرأت و تجوید کے علم کا آغاز کرنے والے قاری مصلح الدین تھے جنہوں نے حجاز میں
قاری عبیداللہ مدنی سے علم قرات کی تحصیل کی تھی۔ اس بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ
پانی پت کا یہ مخصوص انداز اس لئے وجود میں آگیا کہ قاری مصلح الدینؒ نے یہ علم اپنی بیٹی فضل النساء کو
سکھایا انہوں نے یہ فن نہ صرف عورتوں کو بلکہ مردوں کو بھی پردہ کے پیچھے بیٹھ کر سکھلایا۔ اسی
طرح اور بہت سی نامور قاریہ خواتین مثلاً حافظہ رحیم النساء دختر قاری قادر بخش حافظہ قاریہ ملانی
سعید النساء اور حافظہ قاریہ بشیر النساء دختر حافظ بدر الاسلام عثمانی اور دیگر خواتین قاریات
نے اس علم کو آگے منتقل کرنے میں نمایاں خدمات سر انجام دیں[1]۔ ظاہر ہے یہ خواتین عورت ہونے کی
وجہ سے حسن لحن پر زور نہ دیتیں البتہ مخارج وصفات الحروف کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک ایک
حرف اور ایک ایک حرکت کو خوب احتیاط کے ساتھ الگ الگ کر کے ادا کرایا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ
ایک مخصوص لہجہ جس میں نسوانیت کا انداز غالب تھا وجود میں آگیا۔ اور ان کے شاگردوں نے
اسی لہجہ کو شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنا لیا۔ رفتہ رفتہ یہی طریق مستقل لہجہ بن گیا جو اب
پانی پتی قراء کی پہچان ہے۔ پانی پتی انداز قرأت خالصتاً عجمی طریق ہے لہذا اس کے مقابلہ میں مصری
یا حجازی لہجہ خالصتاً عربی ہے اس لئے سماعت کے لحاظ سے زیادہ قابل قبول اور جاذبیت رکھتا
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سننے والے مصری لہجہ میں پڑھنے والوں کو زیادہ ذوق و رغبت سے سنتے ہیں
مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور جس کا ذکر پہلے گزر چکا علم قرات کا بڑا مرکز رہا ہے اور آج کل بھی ہے
اس مدرسہ میں سنہ ۱۳۲۳ھ سے پہلے قاری پانی پتی استاد ہوتے تھے۔

مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کا سالانہ جلسہ تھا اراکین مدرسہ کی طرف سے قاری عبدالخالقؒ اور قاری عبدالمالکؒ کو بھی دعوت دی گئی تھی اس جلسہ میں قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نابینا قاری عبدالسلام پانی پتی قاری ابراہیم صاحب کرنالی وغیرہ بھی موجود تھے دیگر قراء کے بعد قاری عبدالخالق اور آپ کے بھائی صاحب نے بھی تلاوت قرآن فرمائی تمام سامعین سکتہ کے عالم میں رہ گئے کیونکہ اس سے پہلے حجازی لہجہ سے سب کے کان ناآشنا تھے۔ جلسہ ختم ہو گیا دونوں بھائیوں کو مدرسی کی پیشکش کی گئی (۱)

ایسا ہی دلچسپ واقعہ قاری اظہار احمد تھانویؒ نے بھی تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں " ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند کا شاندار جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ یہ جلسہ ایک عظیم اجتماعی شکل میں تھا حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند کی سیادت و رہنمائی میں ہوا تھا پورے ہندوستان سے دینی شغف والے عامۃ المسلمین اور علماء کرام جوق در جوق شریک ہوئے تھے علماء کرام کی تقریروں سے پہلے حضرات قراء کی تلاوت ہوتی تھی اس جلسہ میں حضرت الشیخ (قاری عبدالمالکؒ) اور برادر بزرگ حضرت قاری عبدالخالق صاحب بھی مدعو تھے جلسہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے چوٹی کے علماء تو مدعو ہیں ہی بڑے بڑے قراء کرام بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دونوں برادران اپنی نوخاستگی کی وجہ سے کچھ گھبرائے ہوئے تھے کہ ہم بڑے بڑے قراء کے سامنے کیا پڑھ سکیں گے ترتیب یوں تھی کہ پہلے قراء اکابر سے پڑھوایا گیا انکی تلاوت سن کر دونوں بھائیوں کا خوف جاتا رہا۔ کیونکہ آوازوں کی تمکنت اور عربیت کا نکھار مفقود تھا۔ لب و لہجہ میں کوئی سوز اور کشش نہ تھی عربی جبہ و عقال میں ملبوس دونوں بھائی اب تو پڑھنے کیلئے اپنے اندر ایک نئی امنگ محسوس کرنے لگے۔ بعد میں ان نوجوان قراء سے پڑھنے کیلئے درخواست ہوئی سبحان اللہ ایسی پرسوز اور حجازی لہجوں کی پختہ گرفت کے ساتھ فن تجوید کے

(۱) اظہار احمد تھانوی ، تیسیر التجوید ۶۱

معمور تلاوت ہوئی کہ تمام مجمع حیرت و استعجاب سے آگے نکل کر درد و سوز میں ڈوب گیا اور آنسوؤں کی لڑیاں بندھ گئیں"[۱]

مدرسہ تجوید القران سہارنپور کی انتظامیہ کے اصرار پر وہاں آگئے تو وہاں پر پہلے سے موجود پانی پتی مدرسین کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی اور قاری عبدالخالق چونکہ مصری لہجہ میں پڑھتے تھے تو وہ اسی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ قاری عبدالخالقؒ کی سوانح میں مرقوم ہے

"یکم ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ میں دونوں بھائی مدرسہ تجوید القران میں بطور مدرس آگئے اس وقت تمام علاقہ پانی پتی تھا اسی لہجہ میں تعلیم ہوتی تھی آپ نے حجازی لہجہ میں تعلیم شروع کی تو تمام شہر میں دھوم مچ گئی۔ مہتمم مدرسہ کے پاس تمام شہر سے درخواستیں آنے لگیں کہ آج ہماری مسجد میں قاری صاحب سے نماز مغرب پڑھوا دیجئے"[۲] اس کے بعد مدارس کے سالانہ جلسوں اور دیگر تقریبات میں مصری لہجہ ہی میں تلاوت کرنے والے اساتذہ و طلبہ ہی کو ترجیح دی جانے لگی۔[۳]

اس ساری بحث اور واقعات کے تذکرے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصری لہجہ سماعت کے لحاظ سے زیادہ جاذبیت رکھتا ہے اور پانی پتی لہجہ میں وہ کشش اور چاشنی نہیں جو مصری لہجہ کے اندر موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات کا اشارہ بھی ملتا ہے کہ ہندوستان میں مصری لہجہ کو لانے والے قاری عبدالخالقؒ اور ان کے بھائی قاری عبدالمالکؒ تھے۔ شواہد کی رو سے یہ بات درست نہیں کیونکہ مصری لہجہ تو ان حضرات کی آمد سے پہلے بھی ہندوستان میں موجود تھا کیونکہ قاری عبدالرحمٰن مکی جو ان دونوں کے استاد تھے کہیں پہلے ہندوستان آئے انہوں نے الہ آباد کے مدرسہ احیاء العلوم میں

---

(۱) عزیز احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء، ص ۳۱

(۲) اظہار احمد تھانوی، تیسیر التجوید ۶۱ (۳) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱۲۸-۱۲۲

پڑھانا شروع کیا۔ ان دونوں بھائیوں نے قاری عبدالرحمن مکی سے کسب فیض کیا۔ قاری عبدالرحمن مکی سے پہلے قاری کرامت علی نے حجاز میں رہ کر مصر کے قاری سید محمد اسکندرانی سے علم قرأت حاصل کیا اور اچھا لہجہ یعنی مصری سیکھ کر ہندوستان آئے اور جون پور میں مدرسہ تجوید و قرأت کی بنیاد ڈالی یہ پوری تفصیل سابقہ باب میں گذر چکی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مصری لہجہ ہندوستان میں قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک کے آنے سے قبل موجود تھا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کی وجہ سے مصری لہجہ کو فروغ حاصل ہوا اور خوب پذیرائی ملی ۔

یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ ان دونوں حضرات سے پہلے مدارس میں پانی پتی طرز پر ہی تعلیم دی جاتی تھی کہ اساتذہ پانی پتی طرز ہی کو جانتے تھے۔ لیکن ان دونوں بھائیوں کی وجہ سے پانی پتی اساتذہ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی۔ اس بناء پر پانی پتی حضرات میں احساس محرومی پیدا ہوا جس کی وجہ سے پانی پتی حضرات اور مصری لہجہ میں پڑھنے والوں کے مابین چشمک بھی پیدا ہوئی جو ایک فطری امر تھا جس کا اظہار مختلف موقعوں پر ہوتا رہتا ہے ۔ پانی پتی اور مصری انداز میں تلاوت کرنے والے ایک دوسرے کے طریق تلاوت پر عیب چینی کرتے ہیں اور کہیں کہیں یہ عیب چینی طنز میں بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک مرتبہ قاری محمد طیبؒ "جو مصری لہجہ کے حامل تھے کے سامنے کسی قاری نے پانی پتی انداز میں قرأت کی تو قاری محمد طیبؒ" نے ازراہ تفنن فرمایا ماشاءاللہ پڑھا تو بہت اچھا ہے لیکن لہجہ میں پانی کچھ زیادہ ہی ہے"(۱)۔ پانی پتی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ مصری طریق پر پڑھنے والے حضرات آواز اور لحن کو قواعد و ضوابط قرأت پر فوقیت دیتے ہیں اس لحاظ سے انکی حیثیت گویوں سے بڑھ کر نہیں ہے(۲)

(۱) زبانی گفتگو یکے از شرکیک مجلس

(۲) زبانی گفتگو یکے از پانی پتی قاری

مصری مکتب کے قاری اظہار احمد تھانویؒ جو قاری عبدالمالکؒ کے شاگرد ہیں پانی پتی انداز تلاوت کو ہرگز درست خیال نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ انداز عجمی ہے اور اس ناتے ناقابل قبول ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"اللہ تعالے نے فرمایا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مبین۔ یعنی قرآن مجید خالص عربی لب ولہجہ میں اتارا گیا مطلب یہ کہ اس کو پڑھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عربی لب ولہجہ میں پڑھا جائے۔ پڑھنے کا ہر وہ انداز غلط ہے جس میں اس کی عربیت مجروح ہو جائے اور لحن عجمی پیدا ہو جائے زمخشری نے لحن کے یہی معنیٰ بیان کیۓ ہیں بولا جاتا ہے ھذا لیس من لحنی ولا من لحن قومی۔ نہ یہ میری لغت ہے اور نہ میری قوم کی۔ ابن الفارس نے کہا۔ لحن بسکون حا کے معنیٰ ہیں کلام عربی کو اس کی عربیت کی شان سے نکال کر غلط اور بھونڈے طریقہ پر ادا کرنا جو عربوں کی طبائع سلیمہ کے بالکل خلاف ہو۔ عن حذیفةؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحبّ ان یقرأ القران کما انزل۔ اللہ تعالےٰ کو پسند یہ ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح سے وہ نازل ہوا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام المحققین علامہ ابن الجزری اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

لانه به الاله انزلا   وهكذا منه الينا وصلا

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کو تجوید ہی کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور اس سے ہم تک تجوید ہی کے ساتھ پہنچا ہے۔ حضرت علامہ کی اس بات کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح قرآن اپنی عبارت میں متواتر ہے اسی طرح وہ اپنی طرز ادا اور طریقہ خواندگی میں

بھی متواتر چلا آتا ہے لہذا جس طرح قران کے کلمات و حروف میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی اسی طرح اسکو پڑھنے کے انداز میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہوگا ورنہ ڈر ہے کہ یحرفون الکلم کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ اور غلط پڑھنے والا اس آیت اور وعید کا مصداق نہ بن جائے۔ فبدل الذین ظلموا قولاً غیرالذی قیل لھم (ظالموں نے اس قول کو جوانہیں پڑھنے کو کہا گیا تھا دوسرے ہی کلام میں تبدیل کر ڈالا) ڈاکٹر عبدالصبور شاہین فرماتے ہیں کہ قرأت شاذہ جو نہایت عمدہ اور فصیح لغت عربیہ پر مشتمل ہیں۔ اس لئے ان کی تلاوت حرام ہے کہ وہ عرضۂ اخیرہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تلاوت جو آپ نے آخری رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دومرتبہ دور فرمانے میں پڑھی) کے مطابق نہیں تو لحن عجمی کے ساتھ پڑھی جانے والی قرأت کو کیسے جائز کہا جا سکتا ہے۔ جس سے کلام کی عربیت ہی جاتی رہتی ہے۔"(۱)

مصری اور پانی پتی لہجوں کے سلسلے میں یہ دو انتہائی نظریات ہیں جو دونوں مکاتب کے نمائندہ حضرات ایک دوسرے کے بارے میں رکھتے ہیں دونوں طرف افراط و تفریط کی جھلک نمایاں محسوس ہوتی ہے اس ضمن میں قاری عبدالحئی زاہران مصری کی رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے۔ ان سے سوال کیا گیا آج کل مصر میں بعض لوگ قواعد و ضوابط کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے بلکہ ان کا زیادہ زور حسن صوت اور لحن کی طرف ہوتا ہے کیا یہ درست ہے۔ انہوں نے کہا ایک عقلمند قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو اچھائیوں کو جمع کرنے کی کوشش کرے حسن تلفظ اور حسن لحن جس میں وہ پڑھتا ہے اگر وہ ماہر قاری ہے تو اسے چاہیے کہ اچھی آواز کے ساتھ پڑھے لیکن اس اچھی آواز کی وجہ سے حدود تجوید

---

(۱) قلمی مضمون از قاری اظہار احمد تھانوی جو راقم کے پاس محفوظ ہے

یعنی قواعد ۔ قرأت سے تجاوز نہ کرے اور سب سے پہلے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے اور دوسرے درجے میں اپنی ذات میں خوشی محسوس کرے اور تیسرے درجے میں سامعین کی خوشنودی کا خیال کرے۔"(۱)

صاحب سوانح مقریہ نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے جو اس چشمک کا آئینہ دار ہے جو پانی پتی اور مصری حضرات کے مابین پائی جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے

"ایک بار حضرت والا (قاری فتح محمد) جناب قاری عبدالمالک مرحوم کے ہاں تشریف لے گئے اور دوران گفتگو ان سے فرمایا کہ بہت سے حضرات لہجہ میں غلو کر کے اسی کو اصل مقصد بنا لیتے ہیں اور لہجہ و خوش آوازی کے شوق میں مدات و غنات کی مقدار میں اعتدال کی حدود سے باہر ہو جاتے ہیں۔ بہت سے قواعد کی بھی پرواہ تک نہیں کرتے بلکہ لہجہ کو مزیدار خوشگوار بنانے کے شوق میں مست ہو کر غنہ اور اخفاء اور اقلاب کو حد سے زیادہ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جگہ جگہ سکتہ کرتے ہیں۔ اور بلا وجہ اپنے اوپر مشقت ڈالتے ہیں اور ان کو چند حروف پڑھنے کے بعد جابجا سانس بھی لینا پڑتا ہے جس سے تلاوت کا حسن بالکل جاتا رہتا ہے چونکہ آپ اہل لحون کے سرخیل ہیں اس لئے آپ ان امور کی اصلاح کی جانب توجہ مبذول کریں ۔۔ اور پھر حضرت والا نے (مراد ہیں قاری فتح محمدؒ) از راہ انکساری و بے تکلفی جناب قاری صاحب ممدوحؒ سے فرمایا کہ میں آپ کے روبرو کچھ تلاوت کرتا ہوں آپ جہاں جہاں کچھ سقم ہو تنبیہ فرما دیں چنانچہ آپ نے تلاوت فرمائی تو انہوں نے ظلدان سے ہولڈر اٹھا کر جابجا آپ کے مبارک چہرۂ انور کے تاثرات سے پیدا شدہ تغیرات و کیفیات پر ہولڈر لگا کر ٹوکا اور کہتے گئے کہ یہاں یہ تغیر کیوں ہو رہا ہے؟ یہاں یہ کیوں؟ اور یہاں کیوں؛ وغیرہ وغیرہ مقصد یہ تھا کہ یہ تغیرات غلط ہیں۔ حضرت والا نے

(۱) ماہنامہ التجوید دسمبر ۱۹۹۱

وہاں سے واپس آکر جناب موصوفؒ کے پاس تشکر و امتنان کا ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں بزعم آں ممدوحؒ ان غلطیوں کی نشاندہی پر بہت زیادہ ممنونیت و تشکریہ کا اظہار فرمایا۔ جناب قاری صاحب مرحوم کو جب یہ والا نامہ موصول ہوا تو جا بجا اس گرامی نامہ کا ذکر فرمایا اور وہ والا نامہ دکھا دکھا کر اور یہ کہہ کہہ کر یہ ہیں پانی پت والوں کے بڑے جن کا یہ حال ہے ناظرین کو خوب متاثر و محظوظ فرماتے رہے حتی کہ جس مدرسہ سے بعض وجوہ کی بنا پر علیحدہ ہو گئے تھے اس کے ارباب حل و عقد سے بھی اس والا نامہ کے حوالے سے خوب شکوہ کیا کہ دیکھو میرا تو یہ مقام ہے اور آپ لوگوں نے ناقدری کا ثبوت دیا وغیرہ وغیرہ"[1]

اس واقعہ کا بیان اور انداز بیان دونوں ہی سے باہمی چشمک واضح ہوتی ہے۔ تاہم صاحب سوانح کا اس واقعہ پر تبصرہ اس کو مزید واضح کر دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"یہ ہے وہ واقعہ جسے شیخ القراء جناب قاری عبدالمالکؒ صاحب کے تلامذہ اور متعلقین خوب بڑھا چڑھا کر جا بجا بیان اور حضرت والاؒ کی شان میں تنقیص و تنک عزت تک کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ احقر کے ناقص خیال میں اس قصہ کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حضرت والا قاری عبدالمالکؒ کے تلمیذ تو تھے نہیں، وقت کے امام شاطبی و حجۃ المقرئین و سند القراء تھے تو انہیں ٹوکنے کا یہ انداز و طریق اور ہولڈر کا چہرہ پر لگانا ایک معنیٰ میں ضرب فی الوجہ ہے۔ جس کی حدیث شریف میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الضرب فی الوجہ شکوٰۃ المصابیح جلد دوم صفحہ ۲۵۷ (آپ نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر اگر بالفرض حضرت والاؒ جناب قاری صاحب موصوف کے تلمیذ بھی ہوتے تب

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نفحہ، ۱۵۳ - ۱۵۲

بھی غلطی پر ٹوکنے اور اسکی اصلاح کرنے کا یہ طریق و انداز سراسر خلاف فن ہے کیونکہ اصلاح خطا کی جو مہذب مثالیں اور مختلف و متعدد طرق و صورتیں کتب فن میں ملتی ہیں یہ طریق و انداز مذکوران کے قیاس و معیار کے سراسر برخلاف ہے" (۱)

اس تبصرہ کے بعد صاحب سوانح بعض کتب کے حوالہ جات دیتے ہیں جن سے اکابر اساتذہ کے طالب علم کو غلطی پر ٹوکنے اور متنبہ کرنے کے طریق پر استدلال مقصود ہے۔ اس طریق "استدلال" کا ذکر کرنے کے بعد پھر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"جب تلامذہ کے ساتھ غلطیوں پر ٹوکنے کا فن میں یہ بہترین انداز و طریق ہے تو اتنے بڑے شیخ وقت کے ساتھ ان کے زعم کے مطابق غلطی پر ٹوکنے کا کیا عمدہ ترین انداز ہونا چاہیئے؟ اس کا فیصلہ ناظرین خود کریں۔ اتنے بڑے امام فن کو دوران تلاوت ہی میں چہرہ مبارک اور رخسار منور پر بھولا در لگا نا ٹوکنا نہ کسی مہذب عرف و معاشرہ کے موافق ہے اور نہ ہی اصول فن کے قیاس و معیار سے یہ طرز و انداز کسی بھی طرح مطابقت رکھتا ہے۔ فیا للعجب و یا اسفاہ ثم یا للعجب و یا حسرتاہ" (۲)

یہ سارا مذکورہ واقعہ اور تجزیہ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی دلیل ہے کہ پانی پتی و مصری حضرات کے مابین لحن اور لہجہ کے حوالے سے ایک مغائرت موجود ہے تاہم مذکورہ واقعہ کا تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ بات تو پہلے آچکی کہ پاکستان میں پانی پتی لہجہ کے سرخیل قاری فتح محمدؒ تھے جبکہ قاری عبدالمالکؒ مصری لہجہ کے۔ قاری فتح محمدؒ کا قاری عبدالمالکؒ کی خدمت میں آنا اور اپنی اغلاط کی نشاندہی کے لئے "قاری عبدالمالکؒ کو کہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نتیجہ، ص ۱۵۴ ۔ (۲) ایضاً ۱۵۵

لہجہ کے اعتبار سے ان دونوں اکابرین کوئی بعد یا کھچاؤ تناؤ موجود نہ تھا بلکہ دونوں کا باہم تعلق برادرانہ تھا اور دونوں ایک دوسرے کے قدر شناس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری فتح محمدؒ نے اس ملاقات کے بعد قاری عبدالمالکؒ کو شکریہ کا خط تحریر کیا۔ دوسری دلیل جو اس بات کو زیادہ وزنی بناتی ہے یہ کہ قاری فتح محمدؒ کی کتاب "عنایات رحمانی" پر قاری عبدالمالکؒ تقریظ لکھی انہوں نے کتاب کی تحسین کرتے ہوئے لکھا۔

"قرآات سبعہ متواترہ میں جو مرتبہ عظیم کتاب شاطبیہ کا ہے وہ محتاج بیان نہیں منظوم ہونے کی وجہ سے اس کی توضیح اور تشریح کیلئے اب تک جتنی شروح مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں وہ سب عربی میں ہیں۔ جن سے عربی دان حضرات ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں سلیس اور آسان با محاورہ اردو زبان میں اسکی کوئی شرح نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ قاری فتح محمد صاحب نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ اور بڑی کاوش اور تحقیق کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں آسان اور سلیس اردو میں پوری کتاب کی شرح لکھ دی جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ مقدمۃ القصیدہ اور شرح کو میں نے متعدد جگہ سے دیکھا۔ مقدمہ میں اصطلاحات قصیدہ کی تشریح نہایت وضاحت کے ساتھ کی ہے۔ قرأ اور رواۃ کے نام اور ان کی رموز حرفی اور کلمی مفرد اور جمع کی عمدہ شرح کے علاوہ وہ ضروری فوائد اور مضامین متعلقہ اصطلاحات قصیدہ جن پر تمام کتاب کا سمجھنا موقوف تھا ایسے طرز سے بیان کئے ہیں جو آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین ہو سکتے ہیں اسی طرح بقیہ کتاب بھی کافی تحقیق کے ساتھ لکھی ہے۔ اس ایک شرح کا مطالعہ متعدد شرحوں کے قائم مقام ہو سکتا ہے میری دلی تمنا ہے کہ ایسی نافع شرح ضرور چھپ کر شائع ہو جائے اور

طلبائے قرأت مستفید ہوسکیں"(۱) قاری عبدالمالک نے یہ تقریظ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کو جبکہ آپ منڈوالہ یار کے دارالعلوم اسلامیہ میں صدر شعبہ تجوید تھے تحریر کی تھی(۲) جبکہ مذکورہ واقعہ ۱۹۵۵ - ۱۹۵۶ کا ہے(۳) سن ہجری ۱۳۷۶ بنتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں حضرات کے مابین ایک علمی قدر شناسی کا تعلق بہت پہلے سے قائم تھا۔

قاری عبدالمالک نے ہولڈر سے قاری فتح محمد کے چہرہ پر تشاندہی نہیں کی۔ کیونکہ اس کی نفی ایک عینی شاہد کے بیان سے ہوتی ہے۔ اس واقعہ کے عینی شاہد قاری محمد صدیق لکھنوی ہیں جبکہ صاحب سوانح فتحیہ اس واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ بعض واسطوں سے سنا اور نقل کیا جس میں رنگ آمیزی کا عنصر غالب آگیا قاری محمد صدیق لکھنوی فرماتے ہیں " یہ واقعہ راقم کا چشم دید ہے ..... کہ ایک مرتبہ حضرت قاری فتح محمد پانی پتی حضرت امام القراء سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور بعد از گفتگو فرمانے لگے کہ حضرت میں پڑھتا ہوں آپ میری اصلاح فرمادیں..... چنانچہ حضرت امام القراء نے آپ کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور فرمایا کہ آپ حروف مفخمہ کی ادائیگی کے وقت ہونٹ گول کرتے ہیں جب کہ ان کی ادائیگی میں ہونٹوں کو دخل نہیں .... حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور رخصت ہوتے سے قبل یہ عرض کیا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ سے مزید استفادہ کروں لیکن مصروفیات مانع ہیں"(۴)

ہولڈر سے تشاندہی کو ضرب فی الوجہ سے تعبیر کرنا غلط ہے کیونکہ قاری فتح محمد نابینا تھے ان کو سمجھانے کے لئے کسی چیز کا لمس ضروری تھا۔ اگر ہولڈر کے ذریعہ بھی ہوا تو اس کی غرض تفہیم تھی نہ کہ تعقیب و ترہیب۔ لہذا ہولڈر کے لمس کو ضرب فی الوجہ قرار دینا مناسب نہیں۔ ان دلائل کی بنیاد پر

---

(۱) فتح محمد قاری، عنایات رحمانی ۱ - (۲) ایضاً ۳

(۳) عزیز احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء ۱۱ - (۴) ایضاً ۹ - ۱۰

ہم آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ لحن کی بنیاد پر قاری فتح محمدؒ پانی پتی اور قاری عبدالمالکؒ میں قطعاً بُعد اور کھچاؤ نہ تھا یہ کیفیت ان کے بعد ان کے شاگردوں بلکہ شاگردوں کے شاگردوں میں پیدا ہوئی۔ اس لئے اس چیز کو غلو در عقیدت شیخ سے زیادہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا

روایتی فرق

اس سے پہلے یہ بات مذکور ہو چکی کہ پاکستان میں پانی پتی مکتب کے سرخیل قاری ابو محمد محی الاسلامؒ تھے جن کے شاگرد قاری فتح محمدؒ تھے۔ پانی پتی لہجہ میں تلاوت کرنے والے جملہ قراء حضرات انہی کے شاگرد در شاگرد ہیں۔ جبکہ مصری لہجہ میں پڑھنے والوں کے امام قاری عبدالمالکؒ ہیں روایت سند کی بحث میں انہی اکابر تک سلسلہ اتصال کو واضح کیا گیا ہے کیونکہ مقصود بھی یہی ہے

پانی پتی حضرات کا ایک سلسلۂ روایت بروایت حفص قاری عبیداللہ مدنی تک ملتا ہے۔ ان سے آگے اس سلسلہ کا اتصال مذکور نہیں۔ یہ سلسلہ حسب ذیل ہے۔

قاری فتح محمدؒ ــــ قاری ابو محمد محی الاسلامؒ ــــ قاری عبدالرحمٰن احمی بن عبدالصمد خاںؒ قاری نجیب اللہ بن شیخ سعد اللہ عثمانیؒ ــــ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ قاری قادر بخش بن خواجہ خدا بخش انصاریؒ ــــ قاری عبیداللہ عرف قاری لالا بن قاری مصلح الدینؒ ــــ قاری مصلح الدین بن شیخ محمد مقصودؒ ــــ قاری عبیداللہ مدنیؒ (۱)

پانی پتی حضرات کا دوسرا سلسلہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ذات والاصفات تک متصل ہے لیکن ہم یہاں سلسلہ اتصال کا ذکر صرف وہیں تک کریں گے جہاں دونوں سلاسل متحد الاتصال

---

(۱) محمد محی الاسلام، شجرہ سبعہ قراءات ۲-۱

ہو جاتے ہیں۔ وہ سلسلہ حسب ذیل ہے۔

قاری فتح محمدؒ ـــــ قاری ابو محمد محی الاسلام ـــــ قاری عبدالرحمٰن امی ـــــ

قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمٰن محدث ـــــ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ ـــــ

مولانا سید امام الدین امروہوی نقشبندی ـــــ قاری محمد عرف مولوی کرم الد دہلوی ـــــ

مولانا حاجی قاری شاہ عبدالمجید دہلوی ـــــ شیخ القراء حاجی قاری غلام مصطفیٰ بن شیخ

محمد اکبر تھانیسری ـــــ حافظ غلام محمد گجراتی ثم دہلوی ـــــ شیخ القراء قاری حافظ عبدالغفور

دہلوی ـــــ شیخ القراء قاری عبدالخالق منوفی

↓

شیخ القراء شمس الدین محمد بن اسماعیل ازہری مصری بقری شافعی ضریر

↓

☆ شیخ القراء مولانا عبدالرحمٰن بن شیخ شحاذہ شافعی یمنی مصری

↓

شیخ القراء شیخ شہاب الدین احمد بن عبدالحق سنباطی

↓

شیخ شحاذہ یمنی شافعی مصری

↓

شیخ القراء ابو النصر الطبلاوی

↓

شیخ القراء شیخ الاسلام زین الدین مولانا قاضی زکریا انصاری خزرجی سنیکی شافعی

از ہری قاہری مصری

↓

شیخ القراء مولانا برہان الدین ملیقلی . و ۔ شیخ القراء مولانا رضوان الدین ابو نعیم بن احمد عقبی

↓

شیخ المحدثین امام المجودین محقق عصر فرید دہر علامہ شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد جزری شافعیؒ [1]

مندرجہ بالا شجرۂ اسناد سے یہ بات واضح ہے کہ پانی پتی حضرات کی روایتی سند قاری فتح محمدؒ سے لے کر بیس واسطوں میں علامہ جزریؒ تک پہنچتی ہے ۔

مصری مکتب کا سلسلہ سند

مصری مکتب کا سلسلہ سند حسب ذیل ہے

قاری عبد المالک ←

↓

عبد الرحمن بن محمد بشیر خان و الشیخ عبد اللہ بن بشیر خاں ←

↓

الشیخ ابراہیم سعد بن علی ←

↓

الشیخ حسن بدیر ←

↓

الشیخ محمد المتمولی ←

↓

الشیخ سید احمد ←

↓

الشیخ احمد سلمونہ ←

↓

سید ابراہیم العبیدی ←

(۱) محمد محی الاسلام ۔ شجرہ سبعہ قراءات ۔ ۳۰ ، ص

الشیخ عبدالرحمٰن الاجھوری
↓
الشیخ احمد البقری
↓
☆ الشیخ عبدالرحمٰن الیمنی
↓
الشیخ شحاذہ
↓
الشیخ الناصر الطبلاوی
↓
شیخ الاسلام زکریا الانصاری
↓
الشیخ الرضوان العقبی
↓
الشیخ محمد النویری
↓
الشیخ محمد بن محمد الجزری [۱]

مذکورہ شجرہ اسناد سے یہ بات واضح ہے کہ مصری مکتب کی روایتی سند قاری عبدالمالک سے لیکر سترہ واسطوں سے علامہ جزری تک پہنچتی ہے

دونوں سلاسل یعنی پانی پتی اور مصری شیخ عبدالرحمٰن یمنی پر متحد و متصل ہو جاتے ہیں مصری سلسلہ میں شیخ عبدالرحمٰن کا واسطہ گیارہواں ہے جبکہ پانی پتی سلسلہ میں چودہواں ان دونوں سلاسل کا موازنہ کرنے سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ پانی پتی سلسلۂ روایت میں عجمی اساتذہ زیادہ ہیں جبکہ مصری سلسلۂ روایت میں قاری عبدالمالک اور شیخ عبدالدین بشیر خان کے علاوہ سب کے سب شیوخ عرب نژاد ہیں۔ پانی پتی لہجہ میں عجمی اثرات کا وجود امکانی حد تک اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

(۱) سند القراءت جو قاری عبدالمالک کے دستخطوں سے قاری اظہار احمد تھانوی کو جاری کی گئی بروایت حفص

یہ بات قابل ذکر ہے کہ پانی پتی مکتب کی سند بروایت حفص شیخ عبید اللہ مدنیؒ تک پہنچ کر مجہول ہو جاتی ہے کیونکہ قاری ابو محمد محی الاسلامؒ کے مرتب کردہ شجرۂ سبعہ قراآت میں شیخ عبید اللہ مدنیؒ سے آگے سند روایت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور تمام پانی پتی قراء حضرات اسی سند قراءت پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ روایت حفص کی سند اس طرح ہے

ابو محمد محی الاسلام ـــــ قاری عبد الرحمٰن اعمیٰ بن عبد الصمد خاں نقشبندی توکلی

ابو محمد محی الاسلام ـــــ حافظ محمد یعقوب بن حافظ شمس الاسلام عثمانی

ابو محمد محی الاسلام ـــــ قاری عبد الرحمٰن محدث انصاری قادری

↓

قاری نجیب اللہ بن شیخ سعد اللہ عثمانی

رسمی فرق :

رسم کا تعلق چونکہ کلمات قرانی کو لکھنے کے ساتھ ہے جبکہ مصری و پانی لہجے شفاہی اور سماعی ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ان دونوں کا تعلق کلام اور سماع کے ساتھ ہے۔ اس لئے ان دونوں میں رسمی فرق کی بحث غیر متعلق ہے۔ اور یوں بھی رسم کے اعتبار سے کوئی فرق ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رسم عثمانی اصل ہے اسی پر تمام قراءتوں کا مدار ہے۔ نیز دنیا بھر کے تمام مصاحف اسی پر بنیاد رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس حوالے سے فرق ممکن ہی نہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمد سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وسلم وبشرى لنا معشر الاسلام ان لنا ومن العناية تركنا غيرنا ونهم ومن تكريم رسول الله نصرته ثم ان تلقفنا الاسنا [illegible]
لكن اختصنا بحفظ القرآن وإلهم من تكفل بتحبيره وتجويده في كل زمان ما اشرقت في سماء السبعة البدور واضاءت بهم مشارق الارض ومغاربها في جميع الدهور والصلاة
على نبينا محمد الاسرار المنزل عليه بالاعجاز كلام الواحد القهار وعلى آله الكرام واصحابه نجوم الظلام ما تليت السبع المثاني وما درس حرز الاماني ووجه التهاني اما بعد فيقول العبد
عبد الرحمن بن محمد بشير خان ان المتقن المجود المولوي محمد ابراهيم الشيخ بخش الجالندهري الرامپوري لما قرأ طيبة النشر في القراءات العشر والدرة في القراءات
للامام الجزري والوجوه المفسرة في الثلاثة المتولي وعقيلة اتراب القصائد المشهورة بالرائية في الرسم العثماني للامام الشاطبي ومواضع من القرآن في القراءات العشر بجمع الجمع من طريق [illegible]
لي فاجزته بعدما رايته اهلا لذلك ان يروي عني جميع ما يجوز من رواية وقراءة من الطرق المذكورة كما اجازني العالم العلامة والحبر الفهامة الحاذق الامام القارئ الحافظ [illegible]
عن الشيخ محمد بن احمد المكي بحق اخذه عن مشائخ اجلاء منهم العالم العلامة النحرير المقرئ المدرس الولي الصوفي ابو عبد الله الشيخ الاستاذ السيد محمد بن علي [illegible]
... اعاد الله بلطفه كما اخذ عن شيخه الهمام الشيخ الامام مقرئ ابي العباس الشيخ احمد بن محمد المالكي الحنفي امده بلطفه الخفي كما اخذ عن شيخه الهمام العالم العلامة
[illegible] تونس ابي عبد الله محمد بن محمد السماري كما اخذ عن شيخه الفاضل البارع شيخ الاقراء بالمحروسة المذكورة ابي العباس سيدي احمد السنان امطر الله على تربته
[illegible] وجعل بنيانه في اعلى فراديس الجنان كما اخذ عن شيخه العالم الدراكة شيخ الاقراء بالمحروسة المذكورة وامام جامعها الاعظم ابي محمد سيدي حمودة [illegible]
الاخذ عن شيخه سيدي محمد الفاني البصير الصفاقسي نزيل تونس المذكورة وبها وفاته رحمه الله تعالى عام اربعة خمسين ومائة والف وهو اخذ عن شيخه [illegible]
محمد الافراني وهو اخذ عن الشيخ المقرئ للانس والجان الشيخ سيدي سلطان بن احمد المزاحي المصري وقرأ الشيخ سلطان المذكور على الشيخ الكبير والعالم الشهير [illegible]
[illegible] عن الشيخ شحاذة اليمني وهو اخذ عن الشيخ ولي الله تعالى سيدي ناصر الدين الطبلاوي وهو اخذ عن الشيخ الاسلام الشيخ زكريا الانصاري وقرأ الشيخ المذكور
رضوان العقبي وقرأ الشيخ العقبي المذكور محيي مهد العلم ابي الخير سيدي محمد ابن الحافظ المقرئ شمس الدين ابن الجزري وقرأ ابن الجزري على جماعة منهم الشيخ الصالح
عبد الرحمن بن احمد البغدادي الشافعي وهو عن شيخه الامام ابي عبد الله محمد بن احمد بن عبد الخالق الصائغ شيخ الاقراء بمصر وقرأ الصائغ على الشيخ
[illegible] الهاشمي الضرير وقرأ الهاشمي على الامام المحدث المحقق الشيخ ابي القاسم ابن فيرة بن خلف بن احمد الرعيني الشاطبي وقرأ الشاطبي على الشيخ الامام ابي الحسن
[illegible] بن هذيل البلنسي على الامام ابي داود سليمان بن نجاح الاندلسي وهو اخذ عن الامام الحافظ الكبير العلامة الشهير ابي عمرو سيدي عثمان بن سعيد بن عثمان الداني
قال الداني المذكور رحمه الله تعالى اما رواية قالون فقرأت بها القرآن كله على فارس بن احمد عن الحسن بن عبد الباقي عن الحسن المقرئ عن ابراهيم بن عمر المقرئ عن [illegible]
[illegible] بن بويان على ابي بكر بن الاشعث على ابن الشيط قال قرأت على قالون قال قرأت على نافع واما رواية ورش فقرأت بها القرآن كله على ابي القاسم [illegible]
[illegible] وهو على اسماعيل بن عبد الله النحاس وهو على ابي يعقوب يوسف بن يعقوب الازرق وهو على امام المدينة ومقرئها ابي رويم ويقال ابو الحسن نافع بن [illegible]
[illegible] نافع على سبعين من التابعين منهم ابو جعفر القارئ يزيد بن القعقاع وشيبة بن نصاح وعبد الرحمن بن هرمز وقرأ هؤلاء الثلاثة على ابي هريرة وعبد الله بن [illegible]
[illegible] على ابي بن كعب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وتلقاه من الامين جبريل عليه السلام وهو من رب العزة جل جلاله من اللوح المحفوظ واما رواية البزي فقرأ [illegible]

عکس سند جاری کردہ قاری عبدالرحمن مکی مدرس اعلیٰ مدرسہ [illegible] اللہ آباد ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ

عز وهو على اسماعيل ... النحاس وهو على ابي يعقوب يوسف بن يعقوب الازرق وهو على امام المدينة ومقريها ابي رويم ويقال ابو الحسن نافع بن عبد
قرأ نافع على سبعين من التابعين منهم ابو جعفر القارى يزيد بن القعقاع وشيبة بن نصاح وعبد الرحمن بن هرمز وقرأ هؤلاء الثلاثة على ابي هريرة وعبد الله بن
وعلى ابي بن كعب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وتلقاه من الامين جبرئيل عليه السلام وهو من رب العزة جل وعلا او من اللوح المحفوظ واما رواية البزي فقرأ
على ابي القاسم عبد العزيز بن جعفر الفارسي البغدادي وهو على محمد بن الحسين النقاش وهو على ابي ربيعة محمد بن اسحاق الربعي وهو على البزي واما رواية قنبل فقرأت بها القرآن
كله على فارس بن احمد وهو على عبد الله بن الحسين البغدادي وهو على ابن مجاهد وهو على قنبل وقرأ البزي وقنبل على ابي الحسن احمد بن محمد القواس وهو على وهب بن واضح المكي وهو
القسط وهو على شبل ... وامامها في القراءة عبد الله بن كثير وقرأ ابن كثير على عبد الله بن السائب المخزومي وهو على ابي بن كعب وزيد بن ثابت وهما على رسول الله صلى
جبرئيل عن رب العزة جل وعلا او من اللوح المحفوظ واما رواية ابن عمرو الدوري فقرأت بها القرآن كله على عبد العزيز بن جعفر الفارسي البغدادي وهو على عبد الواحد بن
بكر بن مجاهد وهو على ابي الزعراء عبد الرحمن بن عبدوس وهو على ابي عمرو الدوري وهو على يحيى اليزيدي وهو على ابي عمرو بن العلاء واما رواية السوسي فقرأت بها القرآن كله
على عبد الرحمن بن الحسين المقرى وهو على موسى بن جرير النحوي وهو على ابي شعيب صالح السوسي وهو على يحيى اليزيدي وهو على ابي عمرو بن العلاء على جماعة من التابعين منهم
ابن كثير وتقدم سندهما وعاصم بن ابي النجود وسيأتي سنده ومجاهد وسعيد بن جبير على ابن عباس على ابي بن كعب وقرأ ابو عمرو بن العلاء ايضا على ابي العالية و
وهو ابي بن كعب وزيد بن ثابت وابن عباس وقرأ ايضا على الحسن البصري وهو على حطان بن عبد الله الرقاشي وقرأ حطان على ابي موسى الاشعري وقرأ ابو العالية ايضا على
... وعلي رضي الله عنهما وقرأ عمر بن الخطاب وعثمان وعلي وزيد وابي بن كعب وابو موسى الاشعري رضي الله عنهم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على جبرئيل وهو على رب
... اللوح المحفوظ واما رواية هشام فقرأت بها القرآن كله على ابي الفتح فارس بن احمد وهو على عبد الله المقرى وهو على محمد بن عبدان وهو على الحلواني وهو على هشام واما رواية ابن
ذكوان كله على عبد العزيز بن جعفر الفارسي وهو على ابي بكر بن محمد بن الحسين النقاش وهو على هارون بن موسى الاخفش وهو على ابن ذكوان وقرأ هشام وابن ذكوان على ابي سليمان
دمشق وهو على يحيى بن الحارث وهو على امام اهل الشام عبد الله بن عامر وقرأ ابن عامر على المغيرة بن ابي شهاب المخزومي وهو على ابي الدرداء وقرأ المغيرة على عثمان بن عفان وقرأ عثمان
رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على جبرئيل وهو على رب العزة او من اللوح المحفوظ واما رواية ابي بكر شعبة فقرأت بها القرآن كله على فارس بن احمد المقرى وهو على
على ابراهيم بن عبد الرحمن البغدادي وهو على يوسف الواسطي وهو على شعيب بن ايوب وهو على يحيى بن ادم وهو على ابي بكر شعبة واما رواية حفص فقرأت القرآن
... على الهاشمي وهو على الاشناني وهو على عبيد بن حفص وقرأ شعبة وحفص على امام الكوفة ابي بكر عاصم بن ابي النجود وقرأ عاصم على ابي عبد الرحمن عبد الله بن حبيب
وعلى زر بن حبيش الاسدي وعلى سعد بن اياس الشيباني وقرأ هؤلاء الثلاثة على عبد الله بن مسعود وقرأ السلمي ايضا على عثمان بن عفان وعلى علي بن ابي طالب وقرأ السلمي ايضا على ابي
... وقرأ ابن مسعود وعثمان وعلي وابي بن كعب وزيد بن ثابت على رسول الله صلى الله عليه وسلم تلقاه عن الامين جبرئيل وهو عن رب العزة جل وعلا او من اللوح
واما رواية خلف فقرأت بها القرآن كله على ابي الحسن شيخنا وهو على ابي الحسن محمد بن يوسف الحراني وهو على ابن بويان وهو على ادريس بن عبد الكريم وهو على خلف
... واما رواية خلاد فقرأت بها القرآن كله على ابي الفتح وهو على عبد الله بن الحسين وهو على ابي شنبوذ وهو على ابي شاذان وهو على خلاد وهو على سليم وهو على
جعفر الصادق وهو على ابيه محمد الباقر وهو على ابيه زين العابدين وهو على ابيه الحسين وهو على ابيه علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنهم وقرأ حمزة ايضا على ابي محمد
الاسدي وهو على علقمة على ابن مسعود وقرأ حمزة ايضا على محمد بن ابي ليلى على ابي المنهال سعيد بن جبير على عبد الله بن عباس على ابي بن كعب وقرأ علي وابن مسعود وابي على رسول
الله صلى الله عليه وسلم على الامين جبرئيل عن رب العزة جل وعلا او من اللوح المحفوظ واما رواية ابي الحارث فقرأت القرآن كله على فارس بن احمد وهو على عبد الباقي وهو على زيد
بن ... وهو على محمد بن يحيى الكسائي الصغير وهو على ابي الحارث وهو وابو الحسن على الكسائي واما رواية دوري الكسائي فقرأت بها القرآن كله على ابي الفتح ...

زر بن حبيش الاسدي وعلى سعيد بن اياس الشيباني وقرأ هؤلاء الثلاثة على عبد الله بن مسعود وقرأ السلمي ايضا على عثمان ... وعلى علي بن ابي طالب وقرأ السلمي ايضا على
ابي وقرأ ابن مسعود وعثمان وعلي وأبي بن كعب وزيد بن ثابت على رسول الله صلى الله عليه وسلم تلقيه عن الامين جبريل وهو عن رب العزة جل وعلا ومن
اسعد المخلصين قلت امّا الطريق كلاهما على الحسن شيخنا وهو على ابي الحسن محمد بن يوسف الحاكي وهو على ابن بويان وهو على ادريس بن عبد الكريم وهو على خلف
على حمزة واما رواية خلاد فقرأت بها القرآن كله على ابي الفتح وهو على عبد الله بن الحسين وهو على ابي شنبوذ وهو على ابي شاذان وهو على خلاد وهو على سليم وهو
جعفر الصادق وهو على ابيه محمد الباقر وهو على ابيه زين العابدين وهو على ابيه الحسين وهو على ابيه علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنهم وقرأ حمزة ايضا على ابي محمد
ثابت الاسدي وهو على علقمة على ابن مسعود وقرأ حمزة ايضا على محمد بن ابي ليلى على ابي المنهال سعيد بن جبير على عبد الله بن عباس على أبي بن كعب وقرأ علي وابن مسعود وأبي
صلى الله عليه وسلم على الامين جبرئيل عن رب العزة جل وعلا ومن اللوح المحفوظ واما رواية ابي الحارث فقرأت القرآن كله على فارس بن احمد وهو على عبد الباقي وهو على زيد
بن الحسن وهو على محمد بن يحيى الكسائي الصغير وهو على ابي الحارث وهو على ابي الحسن علي الكسائي واما رواية دوري الكسائي فقرأت بها القرآن كله على ابي الفتح وهو على عبد الباقي وهو
على جعفر بن محمد وهو على ابي عمرو حفص الدوري وهو على الكسائي وقرأ الكسائي على حمزة وغيره من الائمة منهم عيسى بن عمر الهمداني ومحمد بن ابي ليلى واسماعيل بن جعفر

وعلى ابي بكر بن عياش صاحب عاصم وغيرهم من الاجلة غير ان اعتماده على حمزة وتقدم سنده متصلا على سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم على افضل الملائكة وامين الوحي
روح القدس جبرئيل عليه السلام وهو تلقاه من اللوح المحفوظ ومن رب العالمين عز وجل، وسند الثلاثة المتممة للعشرة قال المحقق ابو الخير محمد بن الجزري في تحبيره فاما
نافع قرأت بها القرآن كله على ابي عبد الله محمد بن عبد الرحمن بن علي النحوي واخبرني انه قرأ القرآن كله على الامام ابي عبد الله محمد بن احمد بن عبد الخالق المصري قال وقرأت بها القرآن كله
على احمد بن غارس التميمي قال وقرأت بها القرآن كله على ابي الكندي قال وقرأت به القرآن كله على الامام ابي منصور محمد بن عبد الملك بن الحسن بن خيرون البغدادي قال وقرأت بها على ابي القاسم
قرى قال وقرأت بها على ابي طاهر محمد بن ياسين الحلبي وهو على الصطوي وهو على ابي بكر بن هارون وهو على الفضل بن شاذان وهو على الحلواني وهو على قالون وهو على ابن وردان واما رواية ابن جماز
كله على محمد بن عبد الرحمن الحنفي وهو على محمد بن احمد الصائغ وهو على ابي اسحاق فارس وهو على ابي اليمن وهو على سبط الخياط وهو على الاستاذ طاهر بن سوار وهو على ابي
وهو على ابي بكر بن محمد الاصبهاني وهو على محمد بن الخرق وهو على محمد بن جعفر الاشناني وهو على محمد بن احمد التقفي على ابن شاكر على ابن سهل الخياط على الدراج على ابن زريق على ابي
جعفر على ابن جماز وقرأ ابن وردان وابن جماز على ابي جعفر يزيد بن القعقاع القاري وتقدم سنده في نافع وقيل ان ابا جعفر اخذ عن زيد بن ثابت نفسه والله اعلم قال المحقق واما
قرأت بها القرآن كله على ابي محمد عبد الرحمن وهو على محمد بن احمد المصري وهو على ابراهيم بن احمد الاسكندري وهو على زيد بن الحسن وهو على ابي عبد الله بن علي البغدادي
على ابن القلانسي وهو على ابي القاسم الواسطي على الحمامي على النخاس على التمار على رويس واما رواية روح فقرأت بها القرآن كله على ابي محمد بن محمد بن عمر القاهري وهو على ابي عبد الله الصائغ وهو
وهو على زيد بن الحسن وهو على محمد بن علي وهو على الاستاذ طاهر بن السوار وهو على ابي القاسم بن المازني الطيب البصري وهو على ابن هشام وهو على ابي العباس التميمي على ابي
قرأ رويس وروح على يعقوب الحضرمي القاري وقرأ يعقوب على ابي المنذر وسلام بن سليمان الطويل وعلى شهاب بن شرنفة وعلى مهدي بن ميمون وغيرهم وقيل انه
على ابي عمرو بن العلاء وقرأ سلام على ابي عمرو وعاصم وتقدم سندهما وقرأ شهاب على هارون بن موسى الاعور وهو على ابي عمرو وقرأ مهدي على شعيب بن الحباب وهو
على زيد وابي بن كعب وهما على رسول الله صلى الله عليه وسلم على جبرئيل وهو عن رب العزة جل وعلا ومن اللوح المحفوظ قال المحقق الجزري واما رواية
وراق فقرأت بها القرآن كله على كل من الشيخين ابي عبد الله الحنفي وابي عبد الله الشافعي المصري وقرأ كل منهما على ابي عبد الله محمد بن احمد
الوراق المصري على الكمال بن فارس وهو على زيد بن الحسن وهو على هبة الله بن احمد البغدادي وهو على ابي بكر محمد الخياط وهو على السيد ...

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي اورثنا كتابه، وحافظ علينا حروفه وحدوده وآدابه، وخصنا بالرواية والاسناد، من بين العباد، والصلوة والسلام على سيدنا محمد مهبط الوحي والتنزيل، مؤسس قواعد التجويد والترتيل، وعلى آله وصحبه الذين حملوا القرآن فرعوه وجاهدوا في حفظه وعلمه فرعوا **وبعد** فيقول الفقير الى الله الصمد عبده عبد المالك بن الشيخ جيون علي العليگڈهي كان الله لهما انّ الموفق من الله الحميد المولوي اظهار احمد بن الشيخ الحافظ اعجاز احمد التهانوي الفاضل لمظاهر علوم سهارنفور زاده الله حرصًا وشغفًا في كتابه المجيد، قد قرأ على القرآن كله حرفًا حرفًا، وسمع مني طرفًا طرفًا، وتعلم مني التجويد بالتكرير والتسديد، على رواية حفص عن عاصم الكوفي رحمهما الله بطريق الولي الشاطبي، جازاهما الله بفضله الوهبي، وحصل لديّ من كتب هذا العلم الشريف ومؤلفات هذا الفن المنيف مقدمة الجزري للشيخ محمد بن الجزري وذلك في المدرسة دار العلوم الاسلامية اقامها الله وادامها، الواقعة ببلدة لاهور من بلاد الباكستان زانها الله بما يليق بشانها، فطلب مني الاجازة والاسناد، ولعمري ان هذا لشئ يراد، فان الاسناد من الدين كما صرح به ائمة المسلمين، ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء، ولولا الاسناد لذهب ملهاه، فاجزته ان يقرأ ويقرئ بالشرط المعتبر، عند علماء هذا الاثر كما اجازني استاذ العرب والعجم سيدي واستاذي وقدوتي ومولاي الفاضل الكامل الجهبذ النحرير القارئ المقرئ الشيخ عبد الله بن بشير خان طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه زعيم قراء مكة بالمدرسة الصولتية لا زالت فيوضها بازغة، وقد اخبرني انه تلقى ذلك عن الشيخ ابراهيم سعد بن علي عن الشيخ حسن بديري عن الشيخ محمد المتولي عن الشيخ سيد احمد عن الشيخ احمد سلمونه عن سيد ابراهيم العبيدي عن مشائخ منهم الشيخ عبد الرحمن الاجهوري عن مشائخ منهم الشيخ احمد البقري عن الشيخ محمد البقري عن الشيخ عبد الرحمن اليمني عن والده الشيخ شحاذه عن مشائخ منهم الشيخ الناصر الطبلاوي عن شيخ الاسلام زكريا الانصاري عن الشيخ الرضوان العقبي عن الشيخ محمد النويري عن الشيخ محمد الجزري محرر الفن عن الشيخ الامام الازهر بن لبان عن الشيخ احمد صهر الشاطبي عن الشيخ ابي الحسن علي بن هذيل عن ابي داؤد سليمان بن نجاح عن عثمان ابي عمرو الداني عن الشيخ ابي الحسن طاهر بن غلبون المقرئ عن الشيخ ابي الحسن علي بن محمد بن صالح الهاشمي عن الشيخ ابي العباس احمد بن سهل الاشناني عن الشيخ ابي محمد عبيد الصباح عن الشيخ حفص صاحب الرواية عن الشيخ الامام عاصم بن ابي النجود وكنيته ابوبكر تابعي عن زر بن حبيش الاسدي عن سيدنا عثمان وعلي وابي بن كعب وابن مسعود وزيد رضي الله عنهم اجمعين عن النبي محمد صلى الله عليه وسلم عن جبرئيل عليه السلام عن اللوح المحفوظ عن رب العالمين **وها انا اوصيك** يا اخي ان تعرف قدر ما وصل اليك من هذه النعمة العلية، فقد قال عليه الصلوة والسلام والتحية، لا حسد الا في اثنتين، وجعل احدهما رجلًا آتاه الله القرآن فهو يتلوه آناء الليل ومن معرفة قدره ان لا تشتري به المتاع الذاهب، فان كان ولا بد فبما رحمت رقت المكاسب، ولا ترج الا من الله، ولا تخش احدًا سواه، ولا يرفع عندك الا من رفعه القرآن، ولا يتضع عندك الا من وضعه القرآن واخفض جناحك لمن اتاك طالبًا، وكن لهم ناصحًا وناصرًا حاضرًا وغائبًا، ولا يعز عندك منهم الا من اجتهد في الطلب، ولا تطردهم ولا تغضب عليهم لنفسك فتغضب، ولا ترد من نصيبك في هذا العمل الا وجه الله، أليس الله بكافٍ لمن توكل عليه وتولاه، واسألك ان لا تنساني بصالح الدعاء وعند الله في ذلك الجزاء وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين، وسلام على المرسلين.

خاتم المجيز

خاتم المدرسة

خاتم الممتحن

خاتم المدير

ناظم دارالعلوم الاسلاميه
پرانی انارکلی چرچ روڈ لاہور۔

عکس سند جاری کردہ قاری عبدالمالک

اکابر اساتذہ کا اجمالی تعارف اور ان کی خدمات کا جائزہ

اکابر اساتذہ کے تعارف میں ایسے حضرات کا انتخاب کیا گیا ہے جو اَب اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ ان کی ترتیب زمانی اعتبار سے رکھی گئی ہے

قاری محمد اسماعیل پانی پتی

آپ کا پورا نام ابوالحکیم محمد اسماعیل پانی پتی ہے[1]۔ آپکی پیدائش ۱۳۰۹ھ میں ہوئی[2]۔ آپ کے والد کا نام شیخ محمد رمضان ہے[3]۔ آپ پانی پت کے اجلہ قراء میں سے تھے پانی پت کے مختلف مدارس سے فارغ ہو کر حفاظ و قراء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تبرکاً آپکو قرآن مجید سناتے تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم کو ذریعہ معاش کے طور پر کبھی نہیں اپنایا حصول معاش کا ذریعہ کتابت تھا[4]۔ تشکیل پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے لاہور تشریف لے آئے اور گنپت روڈ پیسہ اخبار انارکلی لاہور میں مدرسہ عذار القرآن قائم کیا اور آخر تک اسی مدرسہ میں قرآن کی خدمت سرانجام دیتے رہے[5]۔ آپ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

آپ کی تصنیفی خدمات میں اہم ترین تصنیف عذار القرآن ہے۔ جسکو علم تجوید کی بلند پایہ کتاب مانا جاتا ہے۔ قاری عبدالحلیم نے اس کتاب کو اردو زبان میں تجوید کی پہلی کتاب قرار دیا ہے لیکن یہ بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں۔ قاری محمد اسماعیلؒ کی دیگر کتب یہ ہیں۔ مصباح القرآن۔ جواہر التجوید۔ صورت المخارج الحروف[6]

اردو زبان میں علم تجوید پر عذار القرآن سے بہت پہلے کتب لکھی گئیں جن کا تذکرہ اہم کتب کے حوالے سے حسب جگہ پر موجود ہے

---

(۱) محمد اسماعیل، عذار القرآن ۱۶۸
(۲) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلے میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۶۶
(۳) محمد طاہر رحیمی، سوانح نخبہ ۹۲۔
(۴) محمد اسماعیل، عذار القرآن ۱۶۸
(۵) محمد اسماعیل، عذار القرآن ۱۶۸
(۶) 〃 〃 〃 〃 ۱۷۰

قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی رح
(۱۲۹۵ھ — ۱۳۷۲ھ)

آپ کا پورا نام ابو محمد محی الاسلام عثمانی ہے آپ کے والد ماجد کا نام قاضی مفتاح الاسلام پانی پتی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔[1] آپ کا سلسلہ نسب پینتیس پشتوں کے واسطہ سے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین سے جا ملتا ہے۔ آپ پانی پت کے بڑے زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا گھر محلہ انصاریاں پانی پت میں تھا۔ آپ نے قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی کے شاگرد قاری عبدالرحمن اعمیٰ پانی پتی سے قرآن مجید حفظ کیا اور سبعہ قرات کا علم حاصل کیا پھر قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی کے صاحب زادے مولانا قاری عبدالسلام سے بھی سبعہ قرات پڑھیں۔[2] آپ کی سند قرات تینتیس واسطوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوتی ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ نے شجرہ سبعہ قرات کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں تمام واسطوں کا ذکر کیا جن واسطوں سے آپ نے سبعہ قرات کا علم حاصل کیا۔ یہ کتابچہ اردو زبان میں علم قرات کی سند کے حوالے سے اہم ترین دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے آپ اپنے زمانہ میں بڑے قاری صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے۔ علمی موضوعات پر آپ کی ان سے خط و کتابت رہتی تھی تفسیر مظہری مؤلفہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی تصحیح طباعت آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بذریعہ خط و کتابت بہت سے علمی مسائل میں مشورے کئے۔ حضرت تھانوی نے ان کے مفصل و مجمل جوابات تحریر کئے

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نخبہ ۱۸۶ (۲) ایضاً

یہ خط وکتابت بذات خود ایک بہت بڑا علمی سرمایہ ہے۔ آپ نے ستر برس سے زائد عرصہ پانی پت میں گذارا اور علم قرات کی خوب خدمت کی۔ آپ اگر بازار میں سودا سلف خریدنے جاتے تب بھی دائیں بائیں ایک ایک شاگرد قران سناتا ہوا چلتا اور آپ اغلاط پر ٹوکتے اور تصحیح کرتے جاتے تھے۔ آپ وجیہہ حسین الصوت تھے نہایت خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔ قران مجید کی برکت سے آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ کی حیثیت سے معروف تھے۔ اچھے واعظ تھے۔ ایک دفعہ آپ دہلی کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے بیان کے دوران جب بھی آپ قران مجید کی کوئی آیت تلاوت کرتے تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حوض کا پانی جوش مارتے ہوئے اوپر کی سطح پر آجاتا اور جب آپ تلاوت مکمل کر لیتے تو اس کے ساتھ ہی پانی بھی نیچے چلا جاتا۔[1]

جمعہ کی نماز کا خطبہ آپ پانی پت کی مسجد جالیوں والی میں دیا کرتے تھے۔ آپ کے مکان کی بیٹھک طلباء کیلئے مدرسہ تھی۔ جہاں آپ تقریباً ہمہ وقت علم قرات کے تشنگان کی پیاس بجھانے کا سامان کرتے تھے۔ چونکہ خاندانی رئیس و مالدار تھے اس لئے علوم قران کی خدمت لوجہ اللہ اور بلامعاوضہ کرتے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کسی مدرسہ سے بحیثیت مدرس وابستہ نہ ہوئے البتہ قاری شیر محمد جو آپ کے شاگرد ہیں انہوں نے پانی پت میں مدرسہ اشرفیہ قائم کیا تو اس مدرسہ کے ساتھ آپ کا تعلق سرپرستی کے طور پر مستقل قائم رہا۔ آپ اس مدرسہ کے سالانہ امتحانات کے لئے اکثر و بیشتر تشریف لے جایا کرتے تھے۔[2] قاری محی الاسلام کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے مدرسہ اشرفیہ کے

(۱) محمد طاہر رحیمی کا سوانح نعتیہ ۱۸۹ (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح نعتیہ ۱۸۸

سالانہ جلسہ میں ہندوستان کے چوٹی کے علماء حتیٰ کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ تک تشریف لاتے تھے کچھ عرصہ قاری صاحب حالی مسلم ہائی سکول میں تفسیر قران کا درس بھی دیتے رہے۔[1] آپ نے سبعہ قرات بھی اردو زبان میں نہایت معرکۃ الارا، کتاب لکھی جس کا نام شرح سبعہ قرات ہے۔

قاری فتح محمد فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۱ء تک اردو زبان میں صرف چار تصانیف وجود میں آئیں جو علم قرات پر تھیں اگرچہ علم تجوید پر تو چھوٹے بڑے رسائل موجود تھے علم قرات کی ان چار کتابوں میں ایک شرح سبعہ قرات بھی ہے۔[2] اس کتاب کی پہلی جلد قاری صاحب کی زندگی ہی میں ۱۳۲۷ھ میں طبع ہوئی۔ جبکہ دوسری جلد کا مسودہ قاری صاحب کے فرزند ایچ محمد علی عثمانی سابق پرنسپل ایچی سن ہائی سکول لاہور کے پاس ہے آٹھ سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے[3] قاری صاحب کی دوسری تصنیف شجرہ سبعہ قرات کے نام سے ہے۔ جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ شرح سبعہ قرات کی پہلی جلد پاکستان میں کراچی سے شائع جبکہ دوسری جلد ابھی زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی ★۔ اس کتاب میں قرات سبعہ کے اصول اور فروش کے مسائل نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

تصنیفی و تالیفی میدان میں قاری ابو محمد محی الاسلام کا ایک بڑا کارنامہ تفسیر مظہری کی تصحیح و طباعت ہے۔ تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تالیف ہے لیکن اس کی طباعت میں بہت سی اغلاط در آئی تھیں۔ حضرت قاری صاحب نے اس تفسیر کو درست کرکے چھپوانے کا ارادہ کیا اس ضمن انہوں مولانا اشرف علی تھانویؒ سے مکاتبت کی۔ اور بعض امور میں ان سے راہ نمائی حاصل کی۔ چنانچہ انہوں نے

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح فتحیہ، ۱۸۸ (۲) فتح محمد قاری، عنایات رحمانی ۱/۱

★ اب دونوں جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (۳) زبانی گفتگو ایچ محمد علی عثمانی

حضرت تھانوی کو لکھا" ایک سال سے زیادہ گزر گیا کہ تفسیر مظہری کی اشاعت کے خیال میں مبتلا ہوں۔ اصل نسخہ ایسا کرم خوردہ اور بوسیدہ ہو گیا ہے کہ اکثر مقامات بڑی دشواری سے پڑے جاتے ہیں۔ پہلی جلد مولوی رکن الدین صاحب مرحوم نے ۱۲۷۳ھ میں چھپوائی تھی لیکن اس میں ہزاروں غلطیاں ہیں[1] اسکے علاوہ آپنے "احوال قراء پانی پت" بھی مرتب کی مگر اس کا مسودہ تقسیم ہند کے ہنگامہ کی نذر ہو گیا"[2] تشکیل پاکستان کے بعد قاری صاحب ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ شروع میں آپ نے لاہور میں قیام کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ لاہور میں دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جو مختص بالقرات ہو۔ مسلم لیگی زعماء حضرت کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے۔ آپ نے اس ارادے کا اظہار بعض لیگی زعماء سے کیا۔ راجہ حسن اختر مرحوم نے تعاون کی یقین دہانی کرائی جبکہ نواب افتخار حسین ممدوٹ نے وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں پوری کوشش کریں گے اور باہم یہ بھی طے ہو گیا کہ مال روڈ لاہور پر واقع دینا ناتھ بلڈنگ کو اس مقصد کیلئے خالی کرایا جائیگا اور اس بلڈنگ میں دارالعلوم قائم ہو گا۔ بلڈنگ سے ملحقہ دوکانیں دارالعلوم ہی کی ملکیت ہونگی جن کے کرایہ جات سے دارالعلوم کے اخراجات پورے ہوتے رہیں گے قاری صاحب مطمئن تھے اور اسی امید پر کافی عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے۔ لیکن اسی دوران نواب افتخار حسین ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کے مابین اقتدار اور سیاست کی رسہ کشی شروع ہو گئی جس کی وجہ سے نواب ممدوٹ یہ وعدہ نبھانے کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ تخت کی رسہ کشی علوم اور اقوام کا تختہ کر دیا کرتی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر قاری ابو محمد محی الاسلام ان حضرات سے

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح منتخبہ ۱۹۰ (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح منتخبہ ۱۸۹

مایوس ہو گئے اور اوکاڑہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے جامعہ عثمانیہ کے نام سے علم قرات کا مدرسہ قائم کیا۔ آپ کے ذہن میں اس مدرسہ کے قیام کے سلسلے میں ایک بڑا منصوبہ تھا لیکن حیات مستعار نے مہلت نہ دی وقت اجل آن پہنچا اور اس اہم منصوبہ کی تکمیل نہ ہو سکی۔ اگر قاری صاحب کو کچھ مہلت اور مل جاتی تو یقیناً جامعہ عثمانیہ پاکستان میں قرات کا عظیم الشان مدرسہ ہوتا۔ اگرچہ اوکاڑہ میں یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے اور قاری صاحب کی یاد کو تازہ رکھنے کا ذریعہ ہے تاہم عام مدارس کی مانند ہے اور محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے وہاں بچے قران پڑھتے ہیں(۱) قاری صاحب نے تقریباً پانچ چھ برس اوکاڑہ میں گذارے اور آخر شعبان ۱۳۷۲ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۱۹۵۳ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بوقت انتقال آپ کی عمر اٹھتر ۷۸ برس تھی(۲)

یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ پاکستان میں پانی پتی مکتب قرات کے سرخیل قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنی ہیں۔ پاکستان میں جتنے قاری حضرات پانی پتی انداز میں تلاوت کرتے ہیں وہ سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ قاری فتح محمدؒ ہی کے شاگرد ہیں یا شاگرد در شاگرد ہیں اس طرح قاری فتح محمد پانی پتی مکتب کے استادالاساتذہ ہیں۔ اور قاری فتح محمد براہ راست قاری ابو محمد محی الاسلام کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ قاری محی الاسلام اس کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے رئیس و بانی جماعت تبلیغ مولانا الیاس دہلوی سے تذکرہ کرتے ہوئے کہا یہ نوجوان (قاری فتح محمد) میرے شاگرد ہیں انہوں نے پورا قران حرفاً حرفاً مجھ سے پڑھا ہے لیکن اب علم میں مجھ سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ گویا اس طرح پاکستان میں قاری محی الاسلام تمام پانی پتی حضرات حفاظ و قراء کے امام ہیں۔

(۱) زبانی گفتگو از محمد علی عثمانی (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح نخبہ ۱۸۸

قاری عبدالمالک صدیقی رحمہ
(۱۳۰۳ ـــ ۱۳۷۹)

قاری عبدالمالکؒ کے والد کا نام شیخ جیون علی ہے آپ ۱۳۰۳ھ کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے[1]
آپ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ تک متصل ہے[2] آپ کی پیدائش سے قبل ہی
آپ کے والد اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اس لئے آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپ
کی والدہ ماجدہ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبدالخالق نے بطریق احسن نبھائی۔ چار
برس کی عمر میں آپکو سرائے کلیم علی گڑھ بھیجا گیا جہاں حافظ محمد صدیق استاد تھے
انہوں نے آپ کو قرآن مجید کی ابتدائی ناظرہ تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ کی
والدہ دونوں بیٹوں کو لے کر حج کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے گئیں۔ محلہ جیاد میں
رہائش اختیار کی دونوں بیٹوں قاری عبدالخالق و قاری عبدالمالک کو مکہ مکرمہ کے مشہور
مدرسہ صولتیہ میں داخل کرادیا۔ یہاں استاد القراء حضرت عبداللہ مہاجر مکی سے آپنے
قرآن مجید حفظ کیا اور پھر روایت حفص کی تکمیل کی۔[3] حفظ قرآن اور تعلیم تجوید کے ساتھ ساتھ
تفسیر حدیث فقہ عربی ادب کی تعلیم بھی آپنے مدرسہ صولتیہ ہی سے حاصل کی۔ ۱۳۲۰ھ میں
قاری عبدالمالک واپس ہندوستان آگئے۔

قیام مکہ کے دوران قاری صاحب کا معمول تھا کہ اپنی تعلیمی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر روزانہ
حرم شریف میں تلاوت کرتے لوگ محظوظ ہوتے۔ ایک روز نواب فیاض احمد خاں شیروانی نے

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری کا سوانح امام القراء قاری عبدالمالکؒ ۱۱ - (۲) ایضاً

(۳) امداد صابری کا فیضان رحمت ۱۷۴

حرم پاک میں آپ کی تلاوت سنی تو آپ سے کہنے لگے کہ حرمین شریفین میں تو کلام اللہ کو بہترین طرز ادا سے پڑھنے والے بیشمار موجود ہیں جبکہ ہندوستان صحیح پڑھنے والوں سے خالی ہے لہذا ہندوستان اس بات کا بہت زیادہ حقدار ہے کہ آپ جیسے ماہرین فن حضرات اس علم کی آبیاری کیلئے ہندوستان آئیں۔ نواب صاحب کی اس بات نے گہرا اثر کیا اور آپ ان کے ہمراہ ہندوستان آگئے اور آگرہ کی شاہی مسجد میں اس علم کی خدمت پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مولانا عین القضاۃؒ بانی مدرسہ فرقانیہ لکھنو نے آپ کو اپنے مدرسہ میں بلالیا ۱۳۳۷ھ؁[1] میں آپ نے الہ آباد جاکر قاری عبدالرحمن مکیؒ سے قرات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی[2] دوبارہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ آکر صدر نشین ہوئے۔ نواب ابراہیم کی دعوت پر آپ ریاست ٹونک تشریف لے گئے۔ والئ ٹونک نے آپ کی خوب پذیرائی کی۔ ریاست ٹونک میں آپ کا قیام چار پانچ برس رہا۔ بہت سے شاگرد لکھنو چھوڑ کر ٹونک ہی میں آگئے۔ اس دوران مسلم یونیورسٹی علی گڑھ والوں نے آپکو یونیورسٹی لے جانے کی کوشش کی آپ آمادہ بھی ہوگئے۔ مولانا عین القضاۃ کو علم ہوا انہوں نے آپ کے استاد قاری عبدالرحمن مکی سے رابطہ کیا اور قاری صاحب کو فرقانیہ لانے کی کوشش کی استاد کے حکم کی تعمیل میں آپ دوبارہ فرقانیہ تشریف لے آئے۔ نواب ڈھاکہ خواجہ محمد اعظم نے چار پانچ مرتبہ آپکو رمضان میں قرآن سننے کی غرض سے اپنے مصارف پر ڈھاکہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ ۱۹۱۰ء؁ میں دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں بڑے بڑے اکابر علماء کی موجودگی میں پہلی مرتبہ آپکو اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبدالخالقؒ کو تلاوت کرنے کا موقع ملا۔ سامعین کے کان

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالکؒ ۱۲۔ (۲) ایضاً۔ امداد صابری، فیضان رحمت ۱۷۰

اس سے پہلے عربی لہجوں سے ناآشنا تھے۔ دونوں بھائیوں نے ایسی پرسوز اور حجازی لہجوں کی پختہ گرفت کے ساتھ فن تجوید سے معمور تلاوت کی کہ تمام مجمع حیرت واستعجاب سے آگے نکل کر دردوسوز میں ڈوب گیا اور آنسوؤں کی لڑیاں بندھ گئیں۔ اس مجمع میں مولانا اشرف علی تھانوی بھی تشریف فرما تھے تلاوت ختم ہوتے ہی آکر لپٹ گئے اور دیر تک سینہ سے لگائے رکھا اور قاری عبدالمالکؒ کو تدریس کیلئے امدادالعلوم تھانہ بھون لے گئے۔ تقریباً ایک برس قاری صاحب نے یہاں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔"[1] ایک مرتبہ آگرہ میں کانگریس کا جلسہ تھا۔ تلاوت قاری صاحب نے کی اور سورہ قصص کا رکوع وَلَمَّا تَوَجَّهَ۔ پڑھا۔ ہندو مسلم سب کی عجیب کیفیت ہوگئی سڑک پر ٹریفک رک گیا جو جہاں تک تھا دم بخود کھڑا رہ گیا لطف یہ کہ مقرر مولانا ابوالکلام آزاد اپنا اصل سیاسی موضوع بھول گئے اور تلاوت شدہ رکوع کے حوالے سے اسلامی معاشرت حیا اور پردہ کے عنوان سے بڑا بلیغ وعظ فرمایا[2] گویا قاری صاحب کی تلاوت کے سبب ایک سیاسی جلسہ تبلیغ و وعظ کی مجلس بن گئی قاری عبدالمالکؒ اقروا القرآن بلحون العرب واصواتها کی سچی اور عملی تفسیر تھے۔

ان کے بیٹے قاری عبدالماجد ذاکر لکھتے ہیں۔

تمام معروف عربی لہجے اور حجازی الحان گویا ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے جیسے حجازی۔ مصری۔ مایہ۔ حرب۔ محطہ۔ عشاق۔ دوکاسیکا۔ وغیرہ لہجوں پر پورا عبور ہی نہیں بلکہ ان لہجوں کی باریکیوں پر گہری استادانہ نظر تھی۔ عام طور پر قرات کی ابتداء حسینی لہجہ سے ہوتی۔ دھیمی آواز سے شروع کرنے کے بعد بتدریج لہجہ کے اتار چڑھاؤ اس کے مختلف

(۱) عزیز احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم وفنون سوانح شیخ القراء، ۳۱۴-۳۱۵ ۔ (۲) ایضاً ۳۱۷

مراتب کی بندشیں۔ آہستہ آہستہ آواز میں جوش و خروش پیدا ہو جاتا حتیٰ کہ آواز اپنے نقطہ عروج تک جا پہنچتی اسکے بعد اچانک حجازی لہجہ کو تلاوت میں اس ناقابل بیان خوبصورتی کے ساتھ پیوست کرتے کہ سننے والا وجد میں آجاتا اسکے فوراً بعد مرکزی لہجہ حسینی میں واپس آجاتے۔ پھر جو آواز بلند ہوتی تو مصری لہجہ کی مست کن اٹھان کانوں میں رس گھولتی۔ سیدھی دل پر مار کرتی کہ سننے والوں کی بے ساختہ چیخیں نکل جاتیں۔ اس عاجز ناکارہ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے سالانہ جلسوں میں متعدد سامعین کو حضرتؒ کی قرأت کے دوران وجد میں آتے اور اونچے چبوترہ سے وجدانی کیفیت میں نیچے گرتے دیکھا ہے۔"[1]

قاری عبدالمالکؒ کی تلاوت کا کمالی پہلو یہ تھا کہ سامع تلاوت کے اثر سے ہی معنی و مفہوم کا احساس کرتا تھا انداز تلاوت میں یہ تاثیر ہر کہ و مہ کو حاصل نہیں ہوتی یہی وہ خاص ملکہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو عطا فرمادیا تھا جس میں آج تک ان کا کوئی ثانی پیدا نہ ہوا۔ اس کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے قاری عبدالماجد ذاکر رقم طراز ہیں۔

"لہجوں پر ماہرانہ گرفت کے علاوہ جو چیز حضرت کو ان کے ہم عصروں سے ممتاز کرتی تھی وہ آیات قرآنیہ کے معانی و مفاہیم کے مطابق آواز کے اتار چڑھاؤ کا کمال تھا جس میں حضرت کا کوئی ثانی نہ تھا۔ نعمائے جنت والی آیات کی تلاوت کے دوران لہجہ و آواز سے اشتیاق و طلب کی کیفیات محسوس ہوتیں۔ عذاب و جہنم والی آیات سے اسی طرح عتاب و غضب والی آیات کی ادائیگی کا انداز عتاب و غضب کی کیفیات کا مظہر ہوتا۔ کفار و مشرکین و اعداء الدین سے جہاں خطاب ہوتا زجر و توبیخ والی کیفیات سامنے آجاتیں الغرض ان کی تلاوت کیا تھی عطر بیز پھولوں کا گلدستہ تھی"[2]

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک، ص ۹۶ (۲) ایضاً

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد قاری عبدالمالکؒ ۱۹۵۰ء میں لکھنو سے ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے۔[1] مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اصرار پر دارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ میں علم تجوید کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اور تقریباً ایک برس[2] یا دو برس[3] ٹنڈوالہ یار میں پڑھاتے رہے پھر قاری سراج احمد ناظم دارالعلوم اسلامیہ چرچ روڈ پرانی انارکلی لاہور کے بے حد اصرار پر لاہور تشریف لے آئے۔ اور دارالعلوم اسلامیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے پڑھانا شروع کیا۔ آپ کا لاہور تشریف لانا ایک بہار سے کم نہ تھا۔ قاری اظہار احمد تھانوی لکھتے ہیں " دارالعلوم اسلامیہ جواب تک گوشہ گمنامی میں تھا اچانک واردین و مستفیدین کی کثرت سے نہایت پر رونق درس گاہ میں تبدیل ہو گیا۔ سامعین کے علاوہ مساجد کے آئمہ حفاظ عربی درسگاہوں کے اساتذہ وطلبہ سے حضرت الشیخ کی درسگاہ اس قدر تنگ داماں ثابت ہوئی کہ برابر والے تمام تعلیمی درجے بھی سامعین قرأت کے لئے خالی کرنے پڑے "[4] آپ کی قرأت سننے کے شوق میں مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ۔ شیخ القرآن مولانا احمد علی۔ مولانا عبدالقادر رائے پوری مولانا ابوالحسن علی ندوی قاری فضل کریم بانی مدرسہ تجوید القرآن۔ مولانا داؤد غزنوی۔ پروفیسر علامہ اقبال جیسی نابغہ روزگار و باکمال شخصیات دارالعلوم اسلامیہ آتی تھیں[5]

قاری عبدالمالکؒ کے لاہور تشریف لانے پر مولانا احمد علیؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا " حضرت قاری صاحب کا وارد پاکستان ہونا عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور مسلمانان لاہور کے لئے خصوصاً رحمت خداوندی کا ابر محیط ہے۔ جو پر جوش ہو کر برسے گا"[6]

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۲ (۲) ایضاً ۳۹

(۳) ایضاً ۱۲ (۴) عزیر احمد تھانوی، تذکرہ متبحر علوم وفنون سوانح شیخ القراء ۳۲۳

۵- ایضاً - (۶) ایضاً

قاری عبدالمالک ؒ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اسلامیہ لاہور تشریف لائے اور ۱۹۵۸ء میں مستعفی ہو گئے۔ اپنے بعض تلامذہ اور مخلصین کے اصرار پر آپ نے ۱۹۵۸ء میں لٹن روڈ پر مرکزی دارالترتیل کی بنیاد ڈالی[1] قاری صاحب کا انتقال ۲۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو لاہور میں ہوا۔

قاری عبدالمالک ؒ نے اپنے استاد قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کی معروف کتاب فوائد مکیہ پر تعلیقات مالکیہ کے نام سے حاشیہ لکھا۔[2] اس کے علاوہ آپ نے الشاطبیہ پر بھی ایک عمدہ حاشیہ تحریر کیا تھا جو آپ کے نام کے بغیر لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ ان کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ نظام التجوید بھی ہے جو غیر مطبوعہ ہے جس کا فوٹو سٹیٹ قاری عبدالمالک نقشبندی ہزاروی کے پاس ہے

قاری صاحب کی کتاب تعلیقات مالکیہ پر ان کے ایک ہم عصر قاری ضیاء الدین ؒ نے محاکمہ کیا تھا جسے ان کے شاگرد قاری ابرار احمد نے اشعۃ الضیاء کے نام سے شائع کیا۔[3]

قاری عبدالمالک ؒ کا تحریری سرمایہ اگرچہ زیادہ نہیں ہے تاہم یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان میں علم تجوید کی اشاعت اور فروغ انہی کی ذات کی رہین منت ہے پاکستان کے تمام اجلہ قراء خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں سب بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید و مستفیض ہیں۔ حتیٰ کہ امام الفن حضرت قاری فتح محمد ؒ بھی کسب فیض کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بارے میں قاری محمد طاہر رحیمی لکھتے ہیں " ایک بار حضرت والا (یعنی حضرت قاری فتح محمد ؒ) جناب قاری عبدالمالک ؒ کے ہاں تشریف لے گئے ....

حضرت والا نے ازراہ انکساری و بے نفسی جناب قاری صاحب ممدوح سے فرمایا کہ

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالک ؒ ص ۵ - (۲) ایضاً ۱۹

(۳) قلمی خط ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان بنام قاری محمد طاہر

آپ کے روبرو کچھ تلاوت کرتا ہوں آپ جہاں جہاں سقم ہو نشاندہی فرمادیں[1]۔

یہ بات بھی بڑی واضح ہے کہ اگر قاری عبدالمالکؒ پاکستان تشریف نہ لاتے تو شاید پاکستان میں اس طرح کا عمدہ پڑھنے والے نہ ملتے جیسے موجود ہیں۔ آپ کے چند اہم تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

قاری حافظ محمد سابق شیخ التجوید مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ قاری حافظ حبیب اللہ ٹونکی قاری عشرہ قاری امیر احمد صوفی ٹونکی۔ قاری صبغۃ اللہ ٹونکی قاری محمد شرف الدین گیاوی قاری سبعہ۔ قاری محمد فخر الدین گیاوی۔ قاری حفظ الرحمٰن شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند۔ قاری عبدالخالق لکھنوی قاری عبدالعزیز اکبرآبادی۔ قاری عبدالوہاب مکی۔ قاری محمد علی میکش اکبرآبادی قاری سبعہ۔ قاری اسد خان بن مولانا قاری حیدر حسن شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو۔ قاری ناز خان کانپوری قاری محمد خان لکھنوی۔ قاری غلام نبی گیاوی۔ قاری محمد نعمان بلیاوی۔ قاری سعد اللہ بخاری قاری ریاست علی لکھنوی۔ قاری اظہار احمد تھانوی۔ قاری محمد شریف امرتسری ثم لاہوری بانی مرکزی دارالقراء لاہور قاری نیاز احمد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ قاری عمر دراز۔ ریڈیو پاکستان قاری غلام رسول۔ ریڈیو پاکستان۔ قاری علی حسین صدیقی ندوی۔ قاری حکیم سید قربان علی حیدرآباد۔ قاری عبدالکریم ترکستانی خلیفہ مولانا احمد علی۔ قاری غلام نبی ایرانی۔ قاری سید حسن شاہ بخاری۔ مولانا قاری حامد میاں بانی جامعہ مدنیہ لاہور۔ وغیرہ[2]۔ ان میں سے سوائے ایک دو کے باقی سب حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ فہرست اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستان میں مصری لہجوں میں تلاوت کے فروغ و اشاعت کی

---

(۱) محمد طاہر رحیمی کمسوانح مختصہ ۱۵۳

(۲) فیوض الرحمٰن قاری کمسوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۷

مرکزی شخصیت قاری عبدالمالکؒ ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پانی پتی انداز تلاوت کے سرخیل قاری فتح محمدؒ بالواسطہ قاری عبدالمالکؒ کے شاگرد ہیں کیونکہ قاری فتح محمدؒ کے استاد قاری حفظ الرحمٰن شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند قاری عبدالمالکؒ کے براہ راست شاگرد ہیں۔

قاری عبدالمالکؒ کے بارے میں یہ بات محل نظر ہے کہ آیا آپ قاری ضیاء الدین الہ آبادی کے شاگرد ہیں یا نہیں۔ امداد صابری لکھتے ہیں کہ قاری عبدالمالکؒ "نے سبعہ کی تکمیل قاری ضیاء الدین احمد سے کی"[1] قاری میرزا بسم اللہ بیگ نے بھی بعینہ یہی عبارت لکھی ہے اور قاری عبدالمالکؒ کو قاری ضیاء الدینؒ احمد کا شاگرد بتلایا ہے۔[2] اسی طرح تنویرالمرادات شرح ضیاء القرات کے دیباچے میں بھی قاری عبدالمالکؒ کو قاری ضیاء الدینؒ کا شاگرد بتایا گیا ہے[3] لیکن یہ بات درست معلوم نہیں دیتی۔ قاری بسم اللہ بیگ اور امداد صابری کے مطابق قاری عبدالمالک ۱۳۲۸ھ میں آگرہ چلے آئے اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ قرات سبعہ کی تکمیل قاری ضیاء الدینؒ سے کی۔ حالانکہ قاری ضیاء الدینؒ کا آگرہ رہنا ثابت نہیں۔ آپ تو مولانا امین القضاۃ کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ ہی میں مسند تدریس کو رونق بخشتے رہے۔ اس ضمن قاری عبدالقادر جو قاری عبدالمالک کے بیٹے ہیں کی بات زیادہ قرین انصاف لگتی ہے وہ لکھتے ہیں " چنانچہ حضرت مولانا امین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب کو سبعہ وعشرہ کی تکمیل کیلئے قاری عبدالرحمٰن مکی (برادر خورد قاری عبداللہ صاحب مکی) کے پاس الہ آباد بھیج دیا آپ نے شب و روز کی مسلسل محنت اور کوشش سے ایک سال کے اندر سبعہ وعشرہ کی تکمیل کرلی[4]

---

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت۔ ص ۱۷۔

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۲/۳ (۳) ابن ضیاء محب الدین، تنویرالمرادات ۸

(۴) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۲۹

اس بات کی تصدیق قاری محمد صدیق لکھنوی کے مضمون بعنوان التقدیم الثمین سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

" یہ قاری اظہر حسن صاحب عرف ابرار احمد امروہی جو کہ قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد ہیں نے اپنی اس کتاب میں بلا تحقیق سب اساتذہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کو حضرت قاری ضیاء الدین صاحبؒ کا شاگرد بنا ڈالا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ استاد الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحب نے حضرت مولانا قاری عین القضاۃ صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے مدرسہ کا صدر مدرس حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو بنالیں کیونکہ وہ صحت لفظی اور ادا کے لحاظ سے بہت فائق ہیں یہ بات حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ کے تلامذہ کو بہت محسوس ہوئی۔ کیونکہ وہ صدر مدرسی کے اس منصب کیلئے موصوف کو اہل جانتے تھے اسی موقع پر قاری اظہر حسن صاحب اور ان جیسے بعض حضرات نے یہ بات مشہور کر دی کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ تو حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے سبعہ ہمارے شیخ سے پڑھی ہے۔ یہ جھوٹ در جھوٹ کا لامتناہی سلسلہ خوب پھیلا " (۱)

اگرچہ یہ صراحت بڑی واضح اور اس سے اصل وجہ اور سبب کا علم بھی ہو جاتا ہے تاہم اس بات کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے سب سے اہم دلیل مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا ریکارڈ ہے جس سے اس بات کا حتمی علم ہو سکتا ہے کہ آیا قاری عبدالمالکؒ قاری ضیاء الدین کے شاگرد ہیں یا نہیں۔ اس کا علم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کے مہتمم محمد عظمت علی کے ایک خط

(۱) عزیز احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم رمضمون سوانح شیخ القراء، ۸

سے ہوتا ہے جو انہوں نے قاری اظہار احمد تھانویؒ کو ۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء کو تحریر کیا۔ اس خط میں انہوں نے لکھا

" جناب قاری عبدالمعبود صاحب الہ آبادی جو قاری ضیاءالدین صاحب الہ آبادی کے برادر خورد قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے شاگرد ہیں بروایت حفص و لقرائت عشرہ۔ اور حضرت قاری عبدالمالکؒ کے ہم عصر اور مدرسہ ھذا کے اساتذہ قراۃ میں سے ہیں۔ حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے قراآت عشرہ کی سند ۱۳۲۶ھ الہ آباد سے حاصل کی ہے قرات سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے انفرادی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن قاری عبدالمعبودؒ صاحب قرات سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے توسط سے دیا کرتے تھے۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے سبعہ کی سند انفرادی طور پر حاصل نہیں کی بلکہ سبعہ و عشرہ کی سبھی کتابیں پڑھ کر صرف عشرہ کی سند حاصل کرلی۔ بلعینہ اسی نہج پر حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کا حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے ۱۳۲۰ھ میں عشرہ کی سند الہ آباد سے ثابت ہے۔ اس طرح قاری عبدالمالک صاحبؒ کی سند قرات سبعہ بضمن عشرہ ثابت ہے۔ قاری عبدالمالکؒ صاحب کی سند کا ثبوت قاری ضیاءالدینؒ صاحب سے بالکل ثابت نہیں جو حضرات ایسا کہتے ہیں وہ محض قیاس آرائی اور غلط بیانی ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔"[1]

ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قاری عبدالمالکؒ قاری ضیاءالدینؒ کے شاگرد نہیں تھے۔ پھر یہ کہ قاری عبدالمالکؒ جو سند اپنے شاگردوں کو دیتے تھے وہ روایت حفص میں بشیخ عبداللہ اور قرآت سبعہ و عشرہ میں قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے توسط سے دیتے تھے

---

[1] قلمی خط محمد عظمت علی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بنام قاری اظہار احمد تھانویؒ

Madrsa Alia Furqania
LUCKNOW-226003

یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء شنبہ ....۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی و مکرمی جناب قاری اظہار احمد صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم الحروف حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بروایت حفص ادنی شاگرد ہے۔ فی الحال مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں اہتمام اور قراآت سبعہ وعشرہ کی تدریسی خدمت انجام دے رہا ہے۔ آپ کا ارسال کردہ خط بنام جناب قاری محمد اسماعیل صاحب مجھ تک پہنچا۔ قاری صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس کا جواب تحریر کردو۔

لہذا میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے رجسٹر فارغین قراءۃ سے نقل کرتا ہوں۔

جناب قاری عبدالمعبود صاحب الہ آبادی جو قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی کے برادر خورد، قاری عبدالرحمن کے شاگرد ہیں بروایت حفص و بقراآت عشرہ۔ اور حضرت قاری عبدالمالک کے ہم عصر اور مدرسہ ہذا کے اساتذہ قراءۃ میں سے ہیں۔

حضرت قاری عبدالمعبود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے قراآت عشرہ کی سند ۱۳۳۶ھ الہ آباد سے حاصل کی ہے۔ قراآت سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے انفرادی طور پر ثابت نہیں ہے۔ لیکن قاری عبدالمعبود صاحب قراآت سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمن مکی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے دیا کرتے تھے۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے حضرت قاری عبدالمعبود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سبعہ کی سند انفرادی طور پر حاصل نہیں کی بلکہ سبعہ وعشرہ کی سبھی کتابیں پڑھ کر صرف عشرہ کی سند حاصل کرلی۔

بعینہٖ اسی نہج پر حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۲۰ھ میں عشرہ کی سند الہ آباد سے ثابت ہے۔ اس طرح قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند قراآت سبعہ بضمن عشرہ ثابت ہے۔ قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند کا ثبوت قاری ضیاء الدین صاحب سے بالکل ثابت نہیں۔ جو حضرات ایسا کہتے ہیں وہ محض قیاس آرائی اور غلط بیانی ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

طالب دعا

محمد عظمت علی مہتمم

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

قاری عبدالعزیز شوقی

وفات ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۹۷۱ء

قاری عبدالعزیز شوقی کا شمار اکابر اساتذہ میں ہوتا ہے۔ پاکستان کے بیشتر معروف قاری حضرات آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ انبالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں ہوئی۔ پھر مظاہر العلوم سہارنپور سے وسطانی کتب پڑھیں[1]۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ علم قراءت میں آپ کے استاد قاری حفظ الرحمٰن تھے[2]۔ کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں امامت کی سعادت بھی حاصل کی۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہجرت کر کے راولپنڈی آگئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوگئے۔ قاری عبدالمالک[4] کے بعد دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں شیخ التجوید کی مسند پر متمکن ہوئے۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک علم تجوید وقراءت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم اسلامیہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے علم تجوید وقراءت کے حوالے سے کسب فیض کیا۔ دارالعلوم اسلامیہ میں آپنے تقریباً پندرہ برس علم تجوید کی خدمت کی اسی دوران آپکو گلے کے سرطان کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ اور آپ ۹ شعبان ۱۳۹۱ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات اپنے خالق حقیقی سے جاملے[3]۔ علم تجوید وقراءت کی خدمت کے علاوہ آپ نے صحافتی میدان میں بھی قدم رکھا اور سہ روزہ "دعوت" آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ آپ اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ کا کلام مختلف دینی جرائد میں شائع ہوتا رہا۔

---

(۱) ماہنامہ البلاغ کراچی، ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ (۲) فیوض الرحمٰن، سوانح امام القراء عبدالمالک، ص ۲۰

(۳) ایضاً (۴) ایضاً

قاری محمد شریف رح

(۱۳۴۱ھ — ۱۳۹۸ھ)

قاری محمد شریف ؒ کی ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی آپ کے والد کا نام مولا بخش ہے آپ کے آباؤ اجداد چونڈہ کے رہنے والے تھے وہاں سے نقل سکونت کرکے امرتسر جاکر آباد ہوگئے[1] آپ کا تعلق شیخ برادری سے تھا جو کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ ادائل عمری ہی میں چیچک کا عارضہ لاحق ہوگیا جس کی وجہ سے بینائی زائل ہوگئی۔ صرف ایک آنکھ میں کچھ نور باقی رہا جس سے دستخط کر لیتے اور جلی حروف کی عبارت پڑھ لیتے اور گھڑی میں وقت بھی دیکھ لیتے تھے۔[2] ابتدائی تعلیم قاری خدا بخش کانٹھوی مراد آبادی سے حاصل کی جو مسجد شیخ بڈھے امرتسر میں پڑھاتے تھے[3] قاری محمد تقی الاسلام نے مسجد کا نام مسجد کوتوال لکھا ہے[4] لاہور کے قاری فضل کریم ؒ سے آپ نے روایت حفص پڑھی۔ اس سلسلہ میں قاری صاحب خود تحریر فرماتے ہیں۔

" استاد محترم حضرت قاری فضل کریم صاحب ؒ کا اسم گرامی تو شاید پہلے ہی سن رکھا ہو کیونکہ میں نے امرتسر کے جس مدرسہ میں اور جن اساتذہ کی خدمت میں حفظ قرآن کیا تھا حضرت قاری صاحب بھی اسی مدرسہ اور انہی اساتذہ کے فیض یاب تھے مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سبب سے پہلا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میرے دل میں ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ طور پر تحصیل تجوید کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے میں حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت قاری صاحب نے نہایت فراخ

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک، ۱۷۹ (۲) محمد تقی الاسلام، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف، ۱۸

(۳) 〃 〃 〃 〃 ۱۷۹ (۴) 〃 〃 〃 〃 ۱۹

دلی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا۔۔۔ چند رکوع مشق کئے اور جناب قاری مقبول الٰہی کی معیت میں غالباً دو مرتبہ مقدمۃ الجزری اور ایک بار علامہ سلیمان جمزوری کا رسالہ تحفۃ الاطفال بھی پڑھا" [۱]

۱۹۲۵ء میں قاری محمد شریف نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے قراءت عشرہ کی تکمیل کی۔ یہاں آپ کے استاد قاری عبدالمعبود تھے۔ قاری محمد اسماعیل کے مطابق قاری محمد شریف نے عشرہ کی تکمیل بطریق درہ ان سے کی [۲] ان اساتذہ کے علاوہ آپ نے قاری عبدالمالک سے بھی سبعہ و عشرہ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی [۳]۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سند آپ نے تبرکاً حاصل کی ورنہ آپ سبعہ و عشرہ کی تکمیل تو پہلے کر ہی چکے تھے۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے شیرانوالہ دروازہ لاہور میں نابیناؤں کے سکول میں داخلہ لیا وہاں انگریزی بھی سیکھی اور انگلش بولنے میں کمال حاصل کیا۔ مدرسہ تجوید القرآن لاہور میں امریکی نو مسلم طلباء کو انگلش ہی میں درس تجوید دیا کرتے تھے [۴] نابیناؤں کے سکول میں آپ نے دستکاری اور کرسیاں بننے کی صنعت میں بھی کمال حاصل کیا [۵] قاری فضل کریم کی کوشش سے ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں آپ کا تقرر بحیثیت استاد تجوید مسجد چینیانوالی میں ہوا [۶]۔ یہاں آپ طلباء کو مشق کراتے تھے۔ آپ کے انداز مشق سے لوگ متاثر ہوئے اور آپکی شہرت لاہور اور بیرون لاہور ہونے لگی۔

سیٹھی محمد یوسف جو نہایت مخیر اور قرآن کی فروغ و اشاعت کا جذبہ رکھنے والے پرعزم

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح حضرت قاری فضل کریم ۱۰۹ (۲) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء ۱۸

(۳) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالک ۱۸۱ (۳) محمد تقی الاسلام، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف ۲۵

(۴) محمد تقی الاسلام، سوانح حضرت القاری محمد شریف ۲۵ ۔ (۵) فیوض الرحمٰن، سوانح امام القراء عبدالمالک ۱۷۹ (۶) ایضاً

تاجر نے آپکی تلاوت سے بہت متاثر ہوئے۔ وہ آپ کو بصد اصرار گڑھی شاہو لاہور لے آئے اور اپنے گھر کے پڑوس میں لکڑ والی مسجد میں مدرسہ قائم کیا قاری محمد شریف نے فروری ۱۹۴۶ء میں یہاں پڑھانا شروع کر دیا"[1] اپریل ۱۹۴۷ء میں آپ سیٹھ صاحب ہی کے ایماء پر مسجد اسٹریلیا نزد ریلوے سٹیشن تشریف لے اور یہاں علم تجوید کی خدمت کرنے لگے۔ سیٹھ محمد یوسف کی دلی خواہش تھی کہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کی طرز پر ایک عظیم الشان مدرسہ پاکستان میں قائم کیا جائے۔ سیٹھ صاحب اپنے اس مشن کی تکمیل میں آپکو اگست ۱۹۵۱ء میں کراچی لے گئے۔ لیکن وہاں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو قاری فضل کریم کے حکم پر آپ کراچی سے لاہور تشریف لے آئے۔ آپ ۲۰ جنوری ۱۹۵۲ء کو لاہور آئے"[2]۔ اس دوران قاری فضل کریم مسجد چینیانوالی سے علیحدہ ہو کر مسجد نور موتی بازار آ گئے تھے[3] چنانچہ اسی مسجد میں تجوید القرآن کے نام سے مدرسہ کا آغاز ہوا۔ مدرسہ کا افتتاح ۲۲ جنوری ۱۹۵۲ء کو قاری کریم بخش کی صدارت میں ہوا آپ یہاں صدر مدرس مقرر کئے گئے۔ آپ نے اس مدرسہ میں ۶ مارچ ۱۹۶۲ء تک خدمات سرانجام دیں"[4] شعبان ۱۳۸۱ھ میں آپ نے دار القراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری سانس تک اسی جگہ علم تجوید وقرات کی آبیاری کرتے رہے"[5] قاری محمد شریف کا انتقال ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ہوا"[6] اور میانی قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔ معلم التجوید للمتعلم المستفید۔ البیان فی ترتیل القرآن۔ زینت القرآن۔ سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد۔

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالک، ۱۸۱

(۲) ایضاً۔ (۳) محمد تقی الاسلام قاری، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف ۳۲

(۴) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالک، ۱۸۲ (۵) ایضاً"

التقدمۃ الشریفیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ ۔

المقدمۃ الجزریہ وتحفۃ الاطفال مع سلیس ترجمہ ۔

توضیحات مرضیہ شرح فوائد مکیہ

ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن

قواعد ہجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان ۔

اشرفی قرآنی قاعدہ ۔ یہ بچوں کی ابتدائی اور بنیادی تعلیم کے لئے ہے جبکہ مکمل قرآنی قاعدہ ۔ یہ معلمین کی راہ نمائی کیلئے ایک دستور العمل ہے ۔ اس طرح قاری محمد شریف مرحوم کی کتب تعداد گیارہ ہوتی ہے ۔

قاری صاحب سے کسب فیض کرنے والے طلباء کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے مدارس میں علم تجوید کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں ۔ قاری محمد شریف اکابر اساتذہ قرات کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے تجوید کی پختگی اور صحیح ادائیگی میں حضرت استادنا قاری عبدالمالک صاحبؒ امام ہیں ۔ علم قرات میں استاذنا حضرت قاری فتح محمد پانی پتی ثم مہاجر مدنیؒ امام ہیں ۔ لہجوں کے امام استادنا حضرت قاری احمد علی لکھنوی ہیں حسن صوت میں حضرت قاری محمد حسن صاحب امروہوی ثم قلاتی امام ہیں[1]

آپ کے سانحۂ ارتحال پر بعض معتقدین ومستفیدین نے تاریخ ہائے وفات نکالیں

۱۔ ھواھل التقویٰ واھل المغفرہ ۱۳۹۸ھ

۲۔ علم قرات کی دنیا میں ایک اور سانحہ ۱۳۹۸ھ

۳۔ آہ شیخ القراء والمجودین ۱۳۹۸ھ

---

(۱) محمد تقی الاسلام قاری ، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف ، ۲۲

قاری محمد اسماعیلؒ
(۱۹۰۸ — ۱۹۸۱)

قاری محمد اسماعیل کنڈہ ضلع صوابی صوبہ سرحد میں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔[1] ایک اور ذریعہ کے مطابق آپ کا سن ولادت ۱۹۱۰ء ہے[2] آپ کے والد کا نام محمد گل ہے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد منیر صاحب سے حاصل کی جو فارسی اور عربی کے جید عالم تھے۔ پھر آپ نے امرتسر میں ہال بازار چوک بجلی محلہ نیم والا میں قاری عبدالکریم کشمیری سے سورۂ نساء تک قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد مدرسہ تجوید القرآن مسجد کوتوال چوک فرید امرتسر میں داخلہ لیا اور قاری خدا بخش سے پہلے مکمل قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر روایت حفص پڑھی اور لبعدہٗ قراءت سبعہ کی تکمیل کی قراءات عشرہ آپ نے قاری عبداللہ مراد آبادی سے پڑھیں اور انہی سے سند حاصل کی۔ علم قراءت کے حصول کے بعد آپ درس نظامی کی تدریس کے لئے مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں داخل ہوئے۔ یہاں سے آپ نے درس نظامی اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث سے آپ ۱۹۲۷ء میں فارغ ہوئے آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمد حسن مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی شامل ہیں۔ آپ نے طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ تقریباً ڈیڑھ برس مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۵۹ء میں مسجد چینیانوالی میں شعبہ تجوید میں استاد مقرر ہوئے۔ بیرون شاہ عالم لاہور مرکزی دارالتجوید والقراءت کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ ۲۴ فروری ۱۹۸۱ء میں آپ کا انتقال ہوا۔[3] آپ کی تصانیف یہ ہیں قواعد التجوید (عربی) احسن الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال (عربی) الاقوال الامدادیہ علی المقدمۃ الجزریہ حروف القرآن (اردو) تفہیم التجوید۔ تفہیم الوقوف (اردو) قاعدۃ البنین۔ عربی۔ قاعدۃ الصبیان | عربی

(۱) محمد اسماعیل قاری، منھاج التجوید، ۳ (۲) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک، ۲۳۳
(۳) ایضاً، ، ، ، ۴

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۲۱ ــــــ ۱۴۰۲ ھ

قاری رحیم بخش رجب ۱۳۲۱ھ کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام چودھری فتح محمد بن حافظ رحم علی ہے۔ اپنے سفید رنگ اور خوبصورتی کی بناء پر آپ اپنے خاندان میں مولوی بھورے کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے دادا استاد قاری ابو محمد محی الاسلام آپ کو چاند کہکر پکارتے۔ تین برس کی عمر میں آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری والدہ صاحبہ کو نبھانا پڑیں۔ مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں قرآنی تعلیم کا آغاز کیا آپ کے استاد قاری فتح محمد تھے دس برس کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ فارسی عربی صرف و نحو نیز علم منطق و فلسفہ کی ابتدائی کتابیں بھی قاری فتح محمد اور مولانا عبدالرحیم پانی پتی سے پڑھیں دارالعلوم دیوبند سے آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اور شعبان ۱۳۶۲ھ کو فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ مفتی ریاض الدین مولانا قاری اصغر علی مولانا محمد سعید۔ مولانا سید اختر حسین۔ مولانا مفتی محمد شفیع مولانا محمد عبدالسمیع۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ مولانا محمد اعزاز علی۔ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی۔ مولانا فخرالحسن شامل ہیں۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد ۱۹۴۲ء میں یعنی تشکیل پاکستان سے تقریباً پانچ برس قبل آپ مولانا محمد علی جالندھری کی دعوت پر ملتان تشریف لے آئے۔ اور مسجد سراجاں حسین آگاہی میں تدریس قرآن کے فرائض سنبھالے۔ مسجد سراجاں میں ایک

مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن قائم تھا جو مولانا محمد علی جالندھری کی نگرانی میں چل رہا تھا۔ تقریباً
چار برس بعد ۱۳۶۶ھ کو آپ پانی پت تشریف لے گئے ملکی حالات میں ابتری کی وجہ
سے واپس آنا مشکل ہو گیا تو آپ نے پانی پت کے مدرسہ فیض القرآن میں پڑھانا
شروع کر دیا۔ یہاں چھ ماہ کام کرنے کے بعد جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو آپ
بھی ہجرت کر کے پھر ملتان آگئے اور مسجد سراجاں ہی میں قرآن کی خدمت شروع کی۔
شوال ۱۳۶۷ھ کو مسجد سراجاں اور مدرسہ محمدیہ کو خیرالمدارس کی فرع قرار دے
کر اس میں ضم کر دیا گیا تو قاری رحیم بخش "خیرالمدارس" کے صدر درجہ قرأت ہو گئے۔
اب آپ عصر تک خیرالمدارس میں پڑھاتے اور پھر مسجد سراجاں تشریف لے آتے اور
عشاء کی نماز تک طلباء کی خدمت کرتے۔ آپ کا یہ معمول زندگی کے آخری ایام تک جاری
رہا۔ چھ ذی الحجہ جمعہ کے روز آپ حسب معمول مسجد سراجاں میں مصروف تعلیم قرآن تھے
کہ نماز مغرب کے بعد کسی وجہ سے بے ہوش ہوئے۔ اسی حالت میں آپ کو نشتر
ہسپتال لے جایا گیا۔ مسلسل چھ روز تک یہی کیفیت رہی اور ۱۱۔ ۱۲ ذالحجہ کی درمیانی
شب ۲۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو انتقال کر گئے۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۱ء کو جامعہ خیرالمدارس
ملتان کے احاطہ میں مولانا خیر محمد بانی جامعہ اور مولانا محمد علی جالندھری کی قبروں کے
درمیان آسودہ خاک ہوئے۔
آپ کے چالیس برس پر پھیلے ہوئے زمانہ تدریس میں سینکڑوں قراء
اور ہزاروں حفاظ نے آپ سے استفادہ کیا۔ جو صرف پاکستان ہی میں
نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک مشرق وسطیٰ افریقہ۔ ہندوستان اور حرمین

سٹریلین میں بھی قران کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں ۔ ایک اندازے کے مطابق آپ سے سبعہ وعشرہ قرات کا علم حاصل کرنے والوں کی تعداد ایک سو سے زائد ہے جبکہ حفظ وضبط مکمل کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو کے لگ بھگ ہے ۔ قران ناظرہ پڑھنے والے یا کچھ حصہ یاد کرنے والوں کی تعداد کا شمار ممکن نہیں ۔ آپ کے شاگردوں میں بعض کو مسجد نبوی مدینہ منورہ میں تدریس قران کی سعادت حاصل ہے ۔

قاری رحیم بخشؒ نے دو شادیاں کیں ۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے دوسری بیوی سے تین بیٹے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں ۔ ایک بیٹے اور ایک داماد کے علاوہ آپ کے تمام بیٹے اور داماد قرارات عشرہ کے قاری ہیں ۔ اور سب کے سب آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں ۔

قاری رحیم بخشؒ نے علم قرأت اور دیگر علمی موضوعات پر گراں قدر علمی ورثہ چھوڑا ہے ۔ آپ کے قلم سے نکلی کتب حسب ذیل ہیں ۔

تنویر شرح تیسیر ۔ رسائل قراءت عشرہ ۔ یہ نو رسائل ہیں جن میں ہر ہر قرات اور روایات کو علیحدہ مرتب کیا گیا ہے ۔ تکمیل الاجر فی القراءات العشر ۔ تکثیر النفع فی القرآات السبع ۔ المهذبہ فی وجوہ الطیبہ ۔ المراۃ النیرہ فی حل قصیدہ الطیبہ ۔ العطایا الوھبیہ فی شرح المقدمہ الجزریہ ۔ اداب تلاوت معہ طریقہ حفظ قران ۔ تحفۃ الحفاظ المعروف بہ متشابہات القران ۔ غایۃ المهرہ فی الاربعۃ لبعد العشرہ ۔ الخط العثمانی ۔ ہدایات الرحیم ۔ ختم قران کا مستحب طریقہ تاج المصاحف ۔

قاری فتح محمدؒ

۱۳۲۲ھ — ۱۴۰۷ھ

آپ کا نام فتح محمد والد کا نام محمد اسمٰعیل جبکہ دادا کا نام اللہ دیا ابن نور محمد ہے۔ والدہ کا نام نعمت بی بی ہے۔ آپ ۱۱ یا ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء کو پانی پت کے محلہ ارائیاں میں پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ برس کی عمر میں چیچک کے باعث آنکھوں کی بینائی زائل ہوگئی۔ جب آپکی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کے والد محمد اسمٰعیل کا انتقال ہوگیا۔ اور نو برس کی عمر کو پہنچنے تک والدہ ماجدہ کے سایہ سے بھی محروم ہوگئے۔ آپ کے ایک قریبی بزرگ چوہدری محمد ابراہیم نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد موصوف قاری شیر محمد خانؒ کی دینی وتعلیمی تربیت وسرپرستی میں آگئے۔ ان کی زیر نگرانی آپ نے مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں قرآن حفظ کیا۔ یہ مدرسہ قاری شیر محمد ہی نے ۱۹۱۴ء میں قائم کیا تھا اور انہی کی سرپرستی میں چل رہا تھا۔ قاری فتح محمد صاحب نے اس مدرسہ میں گیارہ برس کی عمر میں حفظ کے ساتھ روایت حفص کی تکمیل کی پھر اسی مدرسہ میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ قاری شیر محمد ہی سے آپ نے سبعہ کی کچھ روایات پڑھ کر ان کی تکمیل قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانیؒ سے کی۔ فارسی وعربی کی ابتدائی کتب آپ نے مدرسہ گنبداں پانی پت میں پڑھیں۔ تفسیر جلالین آپ نے مولانا مفتی عبدالرحیم سے پڑھی۔ درس نظامی کی بڑی کتب آپ نے مولانا محمد اللہ عثمانی اور مشکوٰۃ مولانا سعید احمد سے پڑھی۔ یہ سب اساتذہ مدرسہ گنبداں پانی پت ہی میں پڑھاتے تھے۔ چوبیس برس کی عمر میں آپ نے قاری

ابو محمد محی الاسلام عثمانی سے قرات سبعہ کی سند اور اجازت حاصل کی اور بعد میں قاری حفظ الرحمٰن صدر شعبہ تجوید دار العلوم دیوبند سے قراءت عشرہ کی اجازتی سند حاصل کی۔
درس نظامی کی تکمیل کیلئے آپ نے دیوبند کا سفر اختیار کیا۔ یہاں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا محمد رسول خان سے صحیح مسلم مفتی محمد شفیع سے مؤطا امام مالک مولانا اصغر حسین سے ابوداؤد اور مولانا اعزاز علی سے شمائل ترمذی کا درس لے کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ اور واپس پانی پت آکر مدرسہ اشرفیہ محلہ افغاناں میں پڑھانا شروع کیا۔ اور مسلسل تیس برس اس مدرسہ میں قران اور علوم قرانی کی خدمت سرانجام دی۔
پاکستان قائم ہوا تو آپ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے کچھ عرصہ اچھرہ لاہور میں پڑھایا پھر پنڈ دادنخاں ضلع جہلم میں ایک سال قیام کیا۔ اس کے بعد شکار پور سندھ تشریف لے گئے وہاں آپ نے ۱۹۵۶ء تک قیام فرمایا۔ اور مدرسہ اشرفیہ فیض القران میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مفتی محمد شفیعؒ کی دعوت پر آپ دار العلوم نانکواڑہ کراچی چلے گئے۔ اور ۱۹۷۱ء تک اس مدرسہ میں بطور صدر مدرس خدمت قران کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے کراچی سے دیار رسول مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس کے بعد زندگی کے آخری سانس تک یہیں رہے۔ یہاں پر بھی اصلاح و ارشاد نیز تعلیم قران کا سلسلہ جاری رہا۔ اگرچہ آخری عمر میں فالج کی وجہ سے جسم کا دایاں حصہ بیکار ہو گیا تھا تاہم قاری سے قران سننے کا عمل

مسلسل جاری رہتا۔ زبان تو ساتھ نہ دیتی اگر پڑھنے والا کسی جگہ غلطی کرتا تو آپ اس کا ہاتھ مٹھی میں دباتے جس سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۸ شعبان ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۹۸۷ء بروز جمعرات تہجد کی اذان سے دس منٹ قبل یعنی سعودی عرب کے معیاری وقت تین بجکر پینتیس منٹ پر ہوا۔ اس طرح آپ کی عمر تراسی برس ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں امام شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی نے پڑھائی۔ آپ کو جنت البقیع میں امام نافعؒ کے قرب میں دفن کیا گیا۔

قاری فتح محمدؒ کی تصانیف کی تعداد سترہ ہے جو مجموعی طور پر تین ہزار تین سو چھیتر صفحات پر مشتمل ہیں۔ تصانیف کے نام یہ ہیں۔ عنایات رحمانی جلد اول دوم سوم۔ یہ قصیدہ شاطبیہ کی شرح ہے۔ عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی۔ القرۃ المرضیہ فی شرح الدرۃ المضیئہ۔ ترجمہ الوجوہ المسفرہ فی القرآت الثلاث المتممہ للعشرہ۔ اردو ترجمہ مقدمہ جزریہ۔ مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال۔ تسہیل القواعد۔ اسہل الموارد فی شرح عقیلہ اتراب القصائد۔ سراج الغایات فی عدالآیات۔ کاشف العسر فی شرح ناظمۃ الزہر۔ نورانی قاعدہ۔ شجرہ فتحیہ مشتمل بر سلاسل طیبہ اربعہ اذکار فتحیہ۔ فضائل واحکام رمضان۔ تعلیم الاسلام بترتیب جدید۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔ اختصار مضامین بیان القرآن یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔ وصیت نامہ فتحیہ

قاری اظہار احمد تھانویؒ

(۱۹۳۰ء ـــ ۱۹۹۱ء)

قاری اظہار احمد تھانویؒ ہندوستان کے معروف ضلع سہارنپور قصبہ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ تھانہ بھون خود مشاہیر کا مسکن ہونے کے سبب ایک اہم مقام خیال کیا جاتا ہے۔ قاری صاحب کی تاریخ پیدائش ۹ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حافظ محمد اعجاز احمد تھا۔ گیارہ برس کی عمر میں آپ نے حفظ قران کی سعادت حاصل کی۔ حفظ قران میں آپ کے استاد حافظ خلیفہ اعجاز احمد تھے جو تھانہ بھون کی مشہور درسگاہ خانقاہ امدادیہ میں مدرس قران تھے۔ مدرسہ کا نام امدادالعلوم تھا۔ ابتدائی تعلیم بھی اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ فارسی کی کتب مولانا محی الدین بنگالی جو بعد میں دارالعلوم ڈھاکہ کے مفتی ہوئے سے پڑھیں۔ تاریخ سیرت اور حساب آپ نے مولانا محمد شریف سے پڑھا۔ ابتدائی عربی ہدایۃ النحو تک مولانا امیر احمد میرٹھی سے پڑھی۔ ادب۔ منطق اور فقہ کی ابتدائی کتب میں آپ کے استاد مولانا محمد مدثر بنگالی تھے۔ جبکہ کافیہ۔ فصول اکبری۔ نفحۃ الیمن آپ نے مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ سے پڑھیں۔ اور شرح جامی۔ اصول الشاشی۔ قدوری کنزالدقائق۔ شرح تہذیب قطبی وغیرہ مولانا محمد شریف سے مکمل کیں۔

مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون سے مذکورہ ابتدائی کتب کی تکمیل کے بعد ۱۳۶۳ھ میں آپ نے مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور پہلے سال میں شرح وقایہ نورالانوار۔ تعلیم المتعلم مختصر المعانی اور سلم العلوم پڑھیں۔ دوسرے برس ملا حسن۔ ھدایہ اولین۔ مقامات حریری

میبذی ملا جلال میرزاہد اور سبعہ معلقہ پڑھیں۔ تیسرے برس ۱۳۶۵ھ میں جلالین شرح عقاید۔ مشکوٰۃ وغیرہ پڑھ کر ۱۳۶۶ھ میں دورہ حدیث مکمل کیا۔ دورہ حدیث میں آپ کے اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ۔ مولانا عبداللطیفؒ مولانا منظور احمد خانؒ۔ مولانا محمد اسعد اللہؒ۔ ان کے علاوہ جن دیگر اکابرین سے آپ نے کسب فیض کیا ان میں علامہ صدیق احمد کشمیری مولانا ظریف احمد۔ مولانا عبدالشکور کامل پوری اور مولانا سعید احمد اجراڑوی شامل ہیں۔

تشکیل پاکستان کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں آپ ہجرت کر کے لاہور آگئے اور مقدس مسجد دھوبی منڈی پرانی انارکلی میں امامت اور خطابت کے فرائض سنبھالے۔ اور ساتھ ہی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل کے امتحان پاس کئے۔

دارالعلوم اسلامیہ چرچ روڈ پرانی انارکلی لاہور میں قائم ہوا تو وہاں کی انتظامیہ نے آپکی خدمات بطور مدرس حاصل کرلیں آپ وہاں عربی کتب پڑھانے پر مامور ہوئے۔

تدریسی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے اسی مدرسہ میں قاری عبدالمالکؒ سے قرادات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ اور تجوید سال اول کی کتب پڑھاتے بھی رہے۔

۱۹۵۸ء میں آپ نے دارالعلوم اسلامیہ سے علیحدگی اختیار کرلی اور مولانا داؤد غزنویؒ کی دعوت پر مسجد چینیاں والی رنگ محل میں علم تجوید و قرأت کا مدرسہ قائم کیا۔ ۱۹۶۱ء میں آپ جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز لاہور میں خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ ۱۹۶۳ء میں قاری فضل کریمؒ کی دعوت پر آپ مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل

میں صدر شعبہ تجوید ہو گئے۔ سنہ ۱۹۸۱ء میں آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں صدر شعبہ قرأت منتخب ہوئے۔ اس منصب پر فائز آپ نے علم تجوید کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ سنہ ۱۹۶۹ء میں ملائیشیا اور سنہ ۱۹۸۴ء میں مکۃ المکرمہ میں منعقد ہونے والے سابقہ حسن قرأت میں آپ نے منصف کے فرائض انجام دیئے۔ سنہ ۱۹۸۸ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں تمغہ حسن اعلیٰ کارکردگی عطا کیا گیا۔

قاری صاحب کا انتقال ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔ حواشی جدیدہ۔ حواشی مفیدہ۔ مجموعہ نادرہ۔ ترجمہ المقدمۃ الجزریہ وتحفۃ الاطفال۔ ترجمہ الحواشی المفہمہ الجواہر النقیہ۔ امانیہ شرح شاطبیہ۔ توضیح المرام فی وقف حمزہ وہشام وغیرہ علم قرأت کی ان کتابوں کے علاوہ آپ نے اخلاق محمدی۔ علوم حدیث۔ پیغام رمضان بھی لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ شجرۃ الاساتذہ اور سبعۃ احرف کی تشریح بزبان عربی نامکمل ہیں۔

قاری سید حسن شاہ بخاری رح
(۱۹۲۷ء ـــ ۱۹۹۴)

قاری حسن شاہ بخاری موضع داتہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید عالم شاہ بخاری ہے۔ آپ یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء کو داتہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کا امتحان گاؤں کے سکول سے پاس کیا اور پھر بانڈی ڈھونڈاں سے مڈل کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء کے اواخر میں لاہور آگئے اور جامعہ فتحیہ مسجد جٹاں اچھرہ لاہور آئے اور حافظ مہر محمد سے اپنی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ بھین ضلع جہلم آگئے اور یہاں مولوی کرم دین کے پاس ترجمہ قران پڑھا۔ اسی دوران بھین کے قریبی گاؤں نومرہ میں مولانا محمد عابد سے کافیہ کا درس لیا۔ اس کے بعد دوبارہ جامعہ فتحیہ لاہور آگئے اور مولانا مہر محمد سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ان کے علاوہ آپ نے حافظ عبدالمجید اچھروی اور قاری محمد ایاز صاحب سے بھی کسب فیض کیا۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے حافظ مہر محمد سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے دوبارہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ مولانا مفتی محمد حسن مولانا محمد رسول خان اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی تھے۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے قرات سبعہ میں قاری عبدالمالک رح سے سند حاصل کی۔ اسی دوران آپ باقاعدہ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انار کلی لاہور میں طالب علم کی حیثیت سے قاری عبدالمالک رح سے درس تجوید لیتے رہے۔ آپ حسین الصوت تھے۔ اور نہایت عمدہ انداز میں تلاوت کرتے۔ اس حوالے سے آپکی شہرت بہت جلد

لاہور بیرون لاہور اور پھر پورے پاکستان میں پھیل گئی ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کے جلسہ تقسیم انعامات و دستار بندی میں تلاوت کیلئے آپکو منتخب کیا گیا۔ قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند اس جلسہ کے مہمان خصوصی تھے۔ انہوں نے تقریر میں قاری حسن شاہ کی تلاوت کی بہت تعریف کی"[1] آپ کی تلاوت سے متاثر ہو کر قاری فضل کریم آپ کو اپنے مدرسہ تجوید القرآن میں بطور مدرس قرات لے آئے۔ ۱۹۵۶ء سے آپ نے باقاعدہ اس مدرسہ میں تدریس کا آغاز کر دیا"[2] ۱۹۶۵ء میں آپ نے شیرانوالہ گیٹ میں ترتیل القرآن کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا۔ غالباً یہ مدرسہ کامیاب نہ ہوا۔ کچھ عرصہ آپ کنگراں والی مسجد مزنگ اڈہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۱ء میں آپکی خدمات جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد والوں نے حاصل کر لیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ دوبارہ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور آگئے۔ کیونکہ مدرسہ تجوید القرآن کے صدر شعبہ قرات قاری اظہار احمد تھانوی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد تشریف لے جا چکے تھے۔ ان کی مسند خالی تھی اس مسند پر آپ کی تقرری ہوئی۔ یہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور ۲۰ اپریل ۱۹۹۴ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور جنت البقیع کی آغوش میں آسودہ خاک ہوئے۔

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری۔ سوانح شیخ القراء قاری عبدالمالکؒ - ص ۱۴۷

(۲) قاری محمد عثمان۔ مضمون حالات قاری حسن شاہ بخاریؒ غیر مطبوعہ

علم قراءت پر تصنیفی و تحریری کام

پاکستان میں طبع ہونے والی اردو کتب تجوید و قراءت کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسی کتب جو قیام پاکستان سے قبل لکھی گئیں اور تقسیم سے قبل ہند میں طبع ہوئیں پھر قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں بھی شائع ہوئیں۔

۲۔ ایسی کتب جو تقسیم کے بعد پاکستان میں لکھی گئیں اور طبع ہوئیں۔

موضوع کے لحاظ سے ان کتب کی چار قسمیں ہیں۔

کتب کے تراجم و حواشی

کتب قراءت

کتب تجوید

سوانحات

اگلے اوراق میں اسی حوالے اور اسی ترتیب سے کتب تجوید و قراءت کا تذکرہ ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۴ء تک اردو زبان میں علم قراءت پر صرف چار معتبر کتابیں لکھی گئیں۔ اس ضمن میں شیخ القراء، قاری فتح محمدؒ فرماتے ہیں" اردو میں علمائے کرام نے تجوید پر تو چھوٹے بڑے کافی رسالے لکھے فجزاھم اللہ خیرالجزا، لیکن علم قراءت پر جہاں تک مجھے علم ہے صرف چار تصانیف وجود میں آئیں"[1]

---

(۱) فتح محمد قاری ؒ عنایات رحمانی ۱/۱

اسھل الموارد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد

یہ کتاب دراصل علامہ شاطبیؒ کی کتاب لعنوان" عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد" کی شرح ہے۔ عقیلہ اتراب منظوم ہے جو دوسو اٹھانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ ہر شعر حرف را (ر) پر ختم ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے قصیدہ رائیہ بھی کہا جاتا ہے۔ پورے قصیدے کا موضوع علم الرسم ہے۔ اشعار خاصے دقیق ہیں جن میں استعارات اور تشبیہات استعمال کی گئی ہیں۔ قاری فتح محمد پانی پتیؒ نے اسھل الموارد کے عنوان سے ان تمام اشعار کا اردو ترجمہ اور تشریح لکھ دی ہے۔

قاری فتح محمد اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "قصیدہ رائیہ علامہ شاطبیؒ کی تصنیف ہونے کے سبب نہایت معتبر ہے اور موصوف نے اس میں بھی اپنی عادت کے موافق استعارات اور تشبیہات کو استعمال فرما کر اس کو نہایت فصیح و بلیغ بنادیا ہے۔ اور اس میں حضرت نے علامہ دانیؒ کی مقنع کے مضامین کو نظم کیا ہے۔ اور چونکہ احقر کو اس فن کی نظموں سے بالخصوص علامہ شاطبیؒ کے قصیدوں سے طبعی طور پر بہت ہی محبت ہے اس لئے ایک زمانے سے اس کوشش اور فکر میں تھے کہ ان قصیدوں کی شروح اردو میں ہو جائیں" (۱) ان کے مطابق جن کتب سے مدد لی گئی وہ یہ ہیں افضل الدرر قاری عبدالرحمٰن مکی۔ المعانی الجلیلہ قاری عبداللہ مرادآبادی۔ اتحاف فضلاء البشر علامہ احمد البناء دمیاطی۔ اسھل الموارد کو قراءت اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔ بڑے سائز کے ایک سو چوراسی صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں قاری محب الدین کی کتاب ضیاء البرہان کا خلاصہ دیا گیا ہے

(۱) فتح محمد قاری، اسھل الموارد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد، ۶۔

التحفۃ المرضیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ
المعروف بہ شرح جزری اردو

یہ کتاب مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری کی لکھی ہوئی ہے۔ جسے کتب خانہ مظہری کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ علامہ جزری کی مشہور کتاب مقدمہ جزری کی اردو شرح ہے جو کتابی سائز کے تین سو تینتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں تین اکابر علماء وقراء حضرات کی تقاریظ شامل ہیں۔ ان میں حضرت مولانا المقری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ قاری بشیر احمد شیخ التجوید والقرأت مدینہ منورہ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ شامل ہیں اس شرح کے بارے میں قاری بشیر احمد لکھتے ہیں کہ "یہ شرح نہ بہت طویل ہے اور نہ بہت مختصر بلکہ خیر الامور اوسطھا کا مصداق ہے۔ طرز بیان شگفتہ اور دل آویز ہے" (۱)
تقریباً ایسے خیالات کا اظہار باقی دونوں حضرات نے بھی کیا ہے۔

علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری آٹھویں صدی ہجری کے عالم ہیں علم تجوید پر ان کی شخصیت مسلم ہے ان کی علم تجوید وقرأت پر دو کتابیں بہت زیادہ مشہور ہوئیں ایک النشر فی قرات العشر دوسرے مقدمۃ الجزری۔ دوسری کتاب منظوم ہے جو ایک سو سات اشعار پر مشتمل ہے۔

مؤلف مولانا عاشق الٰہی نے ان تمام اشعار کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ہر شعر کے ترجمہ کے

---

(۱) محمد عاشق الٰہی، شرح جزری، ۳۰

بعد سلیس اردو زبان میں اسکی تشریح لکھی ہے ۔ ہر شعر کی تشریح بڑی وضاحت سے کی گئی ہے ۔ اس وضاحت میں موصوف تجوید کے متعلقہ مسائل کو بھی عنوانات کے تحت بیان کرتے چلے جاتے ہیں مثلاً شعر نمبر ۲ کا ترجمہ یہ ہے

محرری التجوید والمواقف

وما الذی رسم فی المصاحف

ترجمہ ۔ اس حال میں کہ تجوید کو اچھی طرح ادا کرنے والے ہوں اور مواقع وقف کو اور اس (رسم خط) کو جو مصاحف (عثمانیہ) میں اختیار کیا گیا ہے پہچاننے والے ہوں ۔

اس شعر کی تشریح میں مولف نے جمع تدوین قران اور رسم عثمانی کی پوری وضاحت کی ہے ۔ یہی کیفیت تمام اشعار کی تشریح و توضیح میں شروع سے آخر تک موجود ہے ۔

اشعار کی شرح کے بعد آخر میں امام عاصم اور ان کے دونوں راوی حضرت ابوبکر شعبہ اور حضرت حفص رح کے احوال کو بھی قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ اور ساتھ ساتھ علامہ شاطبی اور علامہ شمس الدین جزری صاحب مقدمہ کا تعارف نامہ بھی لکھا ہے ۔ مولف نے علم قرات میں اپنی سند کو بھی بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تک اس کو متصل کیا ہے ۔ اور لکھا ہے کہ سند دین کا جزو ہے اگر سند بیان کرنے کی پابندی نہ ہو تو جس کا جو جی چاہے کہ دے ۔[1]

---

(۱) محمد عاشق الہی ، شرح جزری ، ۲۵۹

الجواهر النقیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریہ

یہ مقدمہ جزریہ کے اشعار کی شرح ہے۔ مقدمہ جزریہ جو کہ ایک سو نو اشعار پر مشتمل ہے قرات کی اہم کتاب مانی جاتی ہے۔ الجواہر النقیۃ بڑے کتابی سائز کے دو سو پچانوے صفحات پر پھیلی ہوئی شرح ہے جو قاری اظہار احمد تھانوی ؒ کے قلم سے ہے۔ شارح نے پہلے ہر شعر کا ترجمہ لکھا ہے پھر ایک ایک شعر کے اسرار و رموز کو پوری شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔ تاکہ قاری کو مسائل آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔ شارح نے ہر شعر کی وضاحت میں چار اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ متن ـــ اس سے مراد مقدمۃ الجزری کا شعر ہے۔
ت ـــ سے مراد اس کا اردو ترجمہ۔ ل ـــ سے مراد حل الفاظ اور ترکیب نحوی ہے
ح ـــ سے مراد اس شعر کی شرح ہے۔ گویا اس کتاب میں جزری کے اشعار کا مکمل متن پھر ترجمہ پھر مشکل اور ادق الفاظ کی لغوی بحث اور نحوی بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد مسائل کی تشریح لکھی گئی ہے۔ یہ تشریح اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ شارح نے اس کی تیاری میں علم قرأت کی کم و بیش چھیالیس انتہائی بلند پایہ کتب کے حوالے دیے ہیں۔ اسی لئے شارح نے بجا طور پر لکھا ہے کہ "

"فنی مسائل کے ذکر میں اگر کہیں دوسرے مؤلفین سے مخالف
بات دیکھیں تو میری تغلیط میں جلدی نہ کریں۔ میں نے ہر
مسئلہ پر کتابوں کا حوالہ دیا ہے"

الحواشی المفهمہ فی شرح المقدمہ
تالیف احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن علی بن الجزری
مع الترجمہ بالاردیہ

الحواشی المفھمہ مقدمہ جزریہ کے اشعار کی شرح ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ محولہ بالا کتاب الحواشی المفھمہ کا اردو ترجمہ ہے جو قاری اظہار احمد تھانوی کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے پوری کتاب ایک سو ترانوے صفحات پر مشتمل ہے شروع میں مترجم کے قلم سے بزبان عربی مختصر دیباچہ دیا گیا ہے۔ پھر صفحہ سات سے لیکر صفحہ پندرہ تک عبدالغفور محمود مصطفیٰ الیسوسی ایٹ پروفیسر جامعہ اسلامیہ آباد کی لکھی ہوئی تقریظ ہے جس میں علامہ احمد الجزری کے حالات وکوائف کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کے بعد شیخ عبدالحی زاہران مدرس قرات جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کی لکھی ہوئی مختصر تقریظ ہے۔ پھر الحواشی المفھمہ کا عربی متن دیا گیا ہے۔ عربی متن کے تقاریظ سمیت عربی متن کا اردو ترجمہ ہے جو صفحہ پچاسی سے لے کر صفحہ ایک سو ترانوے تک ممتد ہے ترجمہ نہایت سلیس عمدہ سادہ اور بامحاورہ انداز میں کیا گیا ہے۔ ترجمہ پڑھتے ہوئے اس بات کا ہرگز احساس نہیں ہوتا کہ کسی کتاب کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں بلکہ کسی مستقل ذاتی تصنیف کا گمان گزرتا ہے۔ عبدالغفور محمود مصطفیٰ نے مذکورہ شرح کو بہت مکمل اور مضبوط قرار دیا ہے۔ وہ مؤلف کی دقت نظر کی تعریف کرتے ہوئے حرف ض پر ان کی تحقیق کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسم ابن مسعود بالضاد تھا اور مصحف امام اور بقیہ کا رسم بالظاء تھا لیکن کوفی طرز تحریر میں ضاد کے شوشے کو اس طرح بلند کر کے لکھا جاتا ہے کہ وہ ظاء کے بھی مشابہ ہوجاتا ہے

الدراری شرح الدرہ
فی القراءات الثلاث المتممۃ للقراءات العشر

الدرہ شیخ ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری کی تصنیف لطیف ہے۔ جس پر شرح الدراری کے عنوان سے قاری اظہار احمد تھانوی نے شرح لکھی ہے۔ جو بڑے سائز کے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ قراءات سبعہ کی طرح قراءات ثلاثہ بھی علم تجوید میں اہم مقام رکھتی ہیں الدرہ کو علامہ جزری نے تکمیل عشرہ کے طور پر تحریر کیا۔ جس میں بزبان اشعار مسائل تجوید اور اختلاف قرات کو بیان کیا گیا ہے کل اشعار کی تعداد دو سو اکتالیس ہے۔ شارح کے مطابق "درہ میں وہ حلاوت تو خیر نہیں ہے جو شاطبیہ میں ہے اور مزید یہ کہ درہ میں بے حد اطلاقات اور لفظی استغناء ہیں اور اعتماد علی الشہرت کی بناء پر تعمیم یا تخصیص یا تقیید پر کوئی اشاریہ نہیں لاتے نہ رموز اور کلمہ قرانی میں کوئی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تاہم ناظم کا کمال یہ ہے کہ مسائل میں اشتباہ یا التباس پیدا نہیں ہونے دیا"(۱)

قاری اظہار احمد تھانوی نے ہر شعر کی تشریح پورے شرح و لبسط کے ساتھ لکھی ہے لیکن لفظی ترجمہ کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا بلکہ با محاورہ ترجمہ کے ساتھ مفہوم کو واضح کر دینے پر اکتفا کیا ہے کتاب کے شروع میں دو صفحات پر علامہ جزری کے حالات زندگی مندرج ہیں۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، الدراری شرح الدرہ، ۶۔

العطایا الوھبیہ یعنی مقدمہ جزریہ کی اردو شرح

چھوٹے کتابی سائز کی تین سو چھیتر صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش" پانی پتی کی تالیف ہے۔ ان کے بقول یہ کتاب انہوں نے ۱۳۷۷ھ کو ساڑھے پانچ ماہ میں مکمل کی[1]
شارح نے مقدمہ جزریہ کے اشعار کی تشریح و ترجمہ اس انداز سے کیا ہے کہ ہر شعر کی ترکیب نحوی کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ قوسین میں تشریح دی گئی ہے۔ کہیں کہیں تشریح کا علیحدہ عنوان قائم کر کے تفصیلی بحث ہے۔ مزید مضمون کو فائدہ کے عنوان سے واضح کیا گیا ہے۔ اس شرح میں شارح نے زیادہ تر انحصار ملا علی قاری کی کتاب المنح الفکریہ پر کیا ہے۔ ان کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قاری فتح محمدؒ کی بعض تالیفات سے بھی مدد لی ہے۔ اور ان کے مضامین کو بعینہ ان کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ شرح میں قرأت کے آئمہ کے ناموں کیلئے مختصر رموز استعمال کی گئی ہیں۔ مثلاً مدنی یا مدنیان برائے نافع و ابوجعفر یزید۔ حبر۔ مکی اور ابوعمرو مازنی کیلئے اسی طرح بصری۔ مازنی اور یعقوب حضرمی کیلئے۔ اگرچہ شارح نے یہ اصطلاحات طوالت سے بچنے کی غرض سے استعمال کی ہیں تاہم ان کی وجہ سے قاری کو کچھ زیادہ سہولت حاصل نہیں ہوتی
کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے عنوان سے تین مزید جزوں کو شامل کیا ہے۔ اشعار کے اوزان کی تقطیع پہلے بارہ اشعار کے ذریعے سمجھائی گئی ہے پھر شعر کے اوزان کو معلوم کرنے کا طریقہ آخری صفحہ پر قاری فتح محمدؒ کی تقریظ موجود ہے جو کتاب ترجمہ و تشریح کیلئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

---

(۱) رحیم بخش۔ العطایا الوھبیہ۔ ۳

الفوائد السلفیہ علی المقدمۃ الجزریہ
تالیف علامہ شمس الدین محمد جزری الشافعیؒ
تعلیق و ترجمہ قاری محمد ادریس عاصم

جیسا کہ نام اور سرورق سے ظاہر ہے کہ یہ کتابچہ مقدمہ جزری کے اشعار کا ترجمہ و تشریح ہے جو قاری محمد ادریس عاصم کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ پہلے تین صفحات پر علامہ جزریؒ کے حالات و کوائف لکھے گئے ہیں بعد سولہ صفحات پر مقدمہ جزری کے عربی اشعار کا متن ہے۔ اسکے بعد اڑسٹھ صفحات پر ان اشعار کا ترجمہ اور مختصر تشریح دی گئی ہے۔ مقدمہ جزریہ کے ساتھ آخر میں تحفۃ الاطفال کے اکسٹھ اشعار کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ کتاب کے سرورق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال ایک ہی مصنف کی کتابیں ہیں جن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس معاملہ میں یا تو مترجم سے سہو ہوا ہے یا مترجم کو اس بات کا علم نہیں کہ مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال دو الگ الگ منظوم کتابچے ہیں۔ ترجمہ اور تعلیق میں بھی کوئی ندرت نہیں بلکہ بیشتر باتیں، الفاظ و توضیحات مستعار ہیں۔

القرۃ المرضیۃ فی شرح الدرۃ المضیئۃ

بڑے کتابی سائز کے دوسو چھیبن صفحات پر مشتمل یہ کتاب شیخ القرا قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تالیف ہے۔ جو الدرہ کی شرح ہے۔ الدرہ المضیئہ علامہ ابوالخیر محمد بن محمد جزری کی کتاب ہے جو ساری منظوم ہے۔ شعروں کی تعداد دوسو چالیس ہے۔ ان اشعار میں علامہ نے سبعہ کے بعد والی تین قرائتوں کو جمع کیا ہے۔ قاری فتح محمدؒ نے ان تمام اشعار کا ترجمہ بھی کیا ہے اور ان کی مفصل تشریح بھی لکھی ہے۔ شارح چونکہ بصارت سے محروم تھے اس لئے اس کتاب کو انہوں نے پہلے قاری محمد اسماعیل پانی پتی سے املا کرایا۔ یہ کام ان کے بقول قیام پاکستان سے قبل ۱۹۳۹ء میں مکمل ہو چکا تھا لیکن طبع ہونے کی نوبت نہ آئی۔ پھر اکیس برس انہوں نے اس مسودہ کو از سر نو مرتب کیا اور زبان و بیان کی اصلاح بھی کی اس اصلاح کے بعد یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء میں کراچی سے طبع ہوئی۔ شارح نے اس بات کا اہتمام بھی کیا کہ شعر کی تشریح میں جہاں کسی فرد کا نام ذکر ہوا وہاں اس کے مختصر حالات بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ اس شخصیت کا تعارف بھی قاری کو حاصل ہو سکے آخر میں شارح نے لکھا ہے کہ یہ شرح نظر ثانی کے بعد ۲۲ اگست ۱۹۵۹ء کو مکمل ہوئی[1]

علامہ جزری نے یہ قصیدہ سفر حج کے دوران ایسے عالم میں لکھا تھا جبکہ راستہ میں ڈاکوؤں نے ان کا سارا سامان چھین لیا اور وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں تھے لیکن اللہ نے ان کی مدد کی مدینہ تک سواری کا انتظام بھی ہو گیا اور پھر وہ اپنے قبیلہ میں بھی پہنچ گئے۔

(۱) فتح محمد، القرۃ المرضیہ، ۲۵۰

المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ

بڑے کتابی سائز کے چھ سو بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش ؒ پانی پتی کی تالیف ہے۔ ماہرین علم قرات کے نزدیک قرات عشرہ میں قصیدہ طیبۃ النشر انتہائی ادق اور مشکل تصور کیا جاتا ہے۔ اس کتاب یا قصیدہ کے دس سو پندرہ اشعار ہیں جو لغت۔ تراکیب رموز و طرق کے لحاظ سے خاصے مشکل ہیں۔ قاری رحیم بخش ؒ نے اس مشکل قصیدے کے تمام اشعار کے ترجمہ و تشریح کو المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ کا نام دیا ہے۔ ترجمہ اور تشریح دونوں سادہ سلیس آسان اور عام فہم اردو زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں فائدہ کے عنوان سے کسی عقدہ کی مزید توضیح بھی دی گئی ہے۔ تاکہ فہم سہل ہو۔

بعض مقامات پر توضیحی نوٹ کئی کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے علم قرات کے بہت سے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ یہ کتاب علم قرات کے حوالے سے اردو زبان بہت اہم اضافہ ہے۔ کتاب کے آغاز میں قاری المقری فتح محمد ؒ پانی پتی مہاجر مدنی کی تقریظ ہے جو کتاب کی اہمیت کے سلسلے میں بہت بڑی سند ہے۔ منجملہ اور باتوں کے آپ لکھتے ہیں۔ "قاری صاحب موصوف نے اس خدمت کو انجام دے کر اس حقیر و ناچیز پر بھی بہت بڑا احسان فرمایا ہے" (۱)

(۱) رحیم بخش، المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ، ۱۔

المقدمۃ الجزریہ مع تحفۃ الاطفال
(قاری محمد شریف)

المقدمۃ الجزریہ اور تحفۃ الاطفال دو الگ الگ کتابیں ہیں۔ دونوں منظوم ہیں اور علم تجوید کی معتبر کتب شمار کی جاتی ہیں۔ مقدمۃ الجزریہ کے ناظم امام المجودین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف ہیں۔ آپ کا لقب شمس الدین اور کنیت ابو الخیر ہے امام جزری کے نام سے معروف ہیں۔ آپ نے چالیس کے قریب شیوخ سے علمی استفادہ کیا اور شیراز میں دارالقراء کے نام سے تجوید کا مدرسہ قائم کیا ۸۳۳ھ بروز جمعہ شیراز ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

مقدمہ جزریہ کے ایک سو گیارہ اشعار ہیں۔ تحفۃ الاطفال علامہ شیخ سلیمان بن حسین بن محمد کی کتاب ہے جس میں اکسٹھ اشعار ہیں۔ قاری محمد شریف المتوفی ۱۳۹۸ھ نے ان دونوں منظوم کتابوں کو یکجا کر کے اشعار کا اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ جو نہایت سلیس ہے اور ساتھ ہی تھوڑے تھوڑے تشریحی نوٹ بھی لکھے ہیں، جو ترجمہ کے ساتھ ہی قوسین میں مندرج ہیں۔ جن کی وجہ سے متعلقہ مباحث کی وضاحت اچھے انداز سے ہوتی ہے موصوف مترجم نے ان دونوں منظوم کتابوں کو یکجا کر کے ترجمہ کرنے کی غرض بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

"قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ مصر وغیرہ میں یہ نظم (تحفۃ الاطفال) بھی جزریہ ہی کی طرح بڑی پڑھائی جاتی ہے چنانچہ مصر سے قرأت کے جو متون سبعہ و متون عشرہ شائع ہو رہے ہیں ان میں شاطبیہ درہ رائیہ اور جزریہ وغیرہ کے ساتھ تحفۃ الاطفال بھی شائع

ہوتی ہے۔ اس لئے جی میں آیا کہ اگر جزریہ کے ساتھ تحفۃ الاطفال کا متن اور اس کا ترجمہ بھی شائع ہو جائے تو کتابچہ نور علیٰ نور کا مصداق بن جائے" (۱)

مترجم نے کتاب کے آغاز میں دونوں کتابوں میں بیان شدہ مضامین کی تبویب شائع کی ہے تاکہ قاری کو مطلوبہ مضمون یا حصہ تلاش کرنے میں سہولت ہو سکے تمام موضوعات کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔ مضامین مقدمۃ الجزریہ

تعارف ۔ حمد و صلوٰۃ رسالہ کا نام ۔ حرفوں کے مخارج ۔ صفات ۔ تجوید کی معرفت ۔ حرفوں کے ادا کرنے کے طریقے ۔ را کے پر اور باریک ہونے کے قاعدے ۔ استعلا اور اطباق کی تفخیم ۔ ادغام ۔ ضاد اور ظا میں فرق ۔ جن چیزوں سے قاری کو بچنا چاہئے ۔ نون و میم مشددتین اور میم ساکن کے احکام نون ساکن و تنوین کے احکام ۔ مدوں کی بحث ۔ وقف و ابتدا کی معرفت ۔ مقطوع و موصول اور تائے مجرورہ کی پہچان ۔ تانیث کی اس "ھا" کا بیان جو دراز "تا" کی صورت میں لکھی گئی ہے ۔ ہمزہ وصلی کی حرکت ۔ وقف کی کیفیت اور اس کے طریقے ۔ ناظم کے مختصر حالات ۔

تحفۃ الاطفال کے مضامین کی تبویب اس طرح ہے

تعارف حمد و صلوٰۃ رسالہ کا نام مضامین ۔ نون ساکن اور تنوین کے احکام ۔ تشدید والے میم اور نون کا حکم ۔ میم ساکن کے احکام ۔ لام تعریف اور لام فعل کا حکم ۔ مثلین ۔ متقاربین اور متجانسین کی تعریفات اور ان کے ادغام ۔ مد کی قسمیں ۔ مد کے احکام ۔ مد لازم کی قسمیں ۔ (۲)

---

(۱) محمد شریف ، المقدمۃ الجزریہ مع تحفۃ الاطفال ، ۵۸ ، ۵۹

(۲) ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ۲ ، ۳

امانیہ شرح شاطبیہ جلد اوّل

امانیہ شاطبیہ (حرز الامانی و وجیہ التھانی) کی شرح ہے۔ حرز الامانی علم قرات کی انتہائی اہم اور معتبر کتاب کے طور پر مسلم ہے عموماً شاطبیہ کے نام سے معروف ہے۔ اسکی اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں علمائے قرات نے اسکی طویل اور مختصر شرحیں لکھی ہیں۔ امانیہ بھی شاطبیہ ہی کی شرح ہے۔ جسے محقق استاد قاری اظہار احمد تھانوی نے تحریر کیا ہے شروع میں علامہ شاطبی کے حالات زندگی ہیں اور حرز الامانی کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اسکی مختلف ادوار میں لکھی جانے والی شروح کا ذکر ہے۔ امانیہ شرح شاطبیہ ایک سو ستاون صفحات پر مشتمل ہے جسمیں چار سو چوالیس اشعار کی تشریح کی گئی ہے۔ شارح نے ہر شعر کو جلی حروف میں لکھا ہے اور اسکے نیچے اردو زبان میں سلیس ترجمہ دیا ہے اور کہیں کہیں مشکل رموز کی تشریح کی ہے۔ جس سے اشعار کا فہم سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً شعر نمبر ۲۶ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وَقالون عیسیٰ ثم عثمان ورشھم ‏ ‏ ‏ ‏ بصحبتہ المجد الرّفیعَ تاثلاَ

قالون عیسیٰ اور عثمان ورش دونوں نے نافع کی صحبت میں بڑا اونچا شرف حاصل کیا۔ یعنی نافع کے پہلے راوی عیسیٰ بن مینا ہیں قالون کے لقب سے مشہور ہوئے (قالون رومی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں) پیدائش ۱۲۰ھ مدینہ میں وفات ۲۲۰ھ دوسرے راوی ابوسعید عثمان بن سعید مصری ورش کے لقب سے مشہور ہیں۔ نافع ان کو خوبصورت اور سپید رنگ ہونے کی وجہ سے ورش فرمایا کرتے تھے۔

امانیہ شرح شاطبیہ جلد دوم

یہ امانیہ کی دوسری جلد ہے جو بڑے سائز کے ایک سو اکتر صفحات پر مشتمل ہے۔
جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ امانیہ قاری اظہار احمد تھانوی کی تالیف ہے۔ امانیہ کی پہلی جلد میں انہوں نے شاطبیہ کے چار سو چوالیس اشعار کی شرح کی تھی جبکہ دوسری جلد میں بقیہ تمام اشعار کی تشریح کی گئی ہے۔ اس حصہ میں فرش کی بحث ہے۔ اور قرآن مجید کی تمام سورتوں کے علیحدہ علیحدہ عنوان قائم کر کے فرش کو واضح کیا گیا
تشریح و توضیح میں وہی طریق اختیار کیا ہے جو جلد اول کے اشعار میں اختیار کیا گیا تھا۔ یعنی ہر شعر جلی اور اس کے نیچے سادہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ اور مختصر تشریح۔

آخر میں قاری اظہار احمد تھانوی نے اپنے اساتذہ و مشائخ کی تقریر و تحریر سے استفادہ کئے ہوئے کچھ ضروری فوائد درج کئے ہیں۔ جس میں قراءت روایت اور طرق کے فرق کو واضح کیا ہے۔ نیز خلاف واجب۔ خلاف جائز۔ جمع قراءات اور اسی قبیل کی دیگر بحثیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مدلین مد بدل اور ذوات الیاء کے سلسلہ میں جائز و ناجائز وجوہ کو نقشوں اور جدول میں واضح کیا ہے۔ اس ضمن بارہ شکلیں الگ الگ بنائی گئی ہیں۔ اور اس طرح جائز و ناجائز وجوہ کی بحث کی تفہیم کو آسان کر دیا ہے

تنشیط الطبع فی اجراء السبع از
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح
تصحیح و تعلیق و اضافہ مزید فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانوی رح

مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ کتاب سبعہ قراءات کے طرق تلاوت (جمع الجمع) پر لکھی تھی۔ آپ کی یہ کتاب اساتذہ و طلباء میں بہت مقبول و متداول ہے سبعہ قراآت کو پڑھ لینے کے بعد اصل مسئلہ ان طرق کے انطباق اور اجراء کا ہے یعنی HOW TO APPLY - یہ خاصا مشکل اور ادق معاملہ ہے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے آسانی کی غرض سے طرق سبعہ کو جمع کیا ہے ۔ شروع میں سبعہ قرات کے آئمہ اور ان کے راویوں کا ذکر ہے پھر مزید تین آئمہ اور ان کے راویوں کا ذکر بھی کیا ہے ۔ اس کے بعد ان آئمہ کرام کی قرات اور ان کے رواۃ کے قواعد بیان کیے ہیں۔ اس طرح ان تمام رواۃ کے اختلافات تلاوت واضح ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ ایک صفحہ پر معلم کے آداب اور متعلم کے آداب کو بیان کیا گیا ہے ۔ کتاب کا آخری حصہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے ۔ اس حصہ میں مولانا اشرف علی تھانوی نے جدول کے ذریعے تمام راویوں کے اختلاف کو الگ الگ لیکن ایک جگہ جمع کر دیا ہے تاکہ پڑھنے والا تمام اختلافات کو ایک ہی جگہ دیکھ لے اور سمجھ کر پڑھ سکے ۔ اس کی صورت انہوں نے یہ قائم کی کہ پہلے خانہ میں نمبر شمار درج کیے گئے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سے یہ فائدہ ہے کہ آیت کے وجوہ کا عدد معلوم ہو جائیگا دوسرے خانہ میں قراء کی ترتیب کہ اول کس

کولیا اس کے لعد کس کو تیسرے خانہ میں اس کی روایت پھر جس کلمہ میں اختلاف ہے اس کے اوپر خط کھینچ کردہ اختلاف ضبط کے لفظوں میں لکھ دیے ہیں اور مزید احتیاط کے طور پر مدات کی مقدار کو واضح کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ توسط کو (ـــ) شکل میں اور طول کو (ـــــ) شکل میں ظاہر کیا گیا ہے ۔ اور اختلاف کرنے والوں کے نام اس کلمہ کے نیچے لکھ دیے ہیں اور چوتھے خانہ میں مندرجین کے نام ہیں ۔ مولانا اس تفصیل کے بعد لکھتے ہیں کہ

"اب یہ ایسی صورت ہے کہ مبتدی اس کو دیکھ کر بڑھتا چلا جاوے تو بے تکلف و بے تامل جمع الجمع ہو جاوے گا ۔ جب اس قدر ذہن نشین ہو جاوے گا تو آئندہ خود اس کا طریقہ نکال کر سمجھ سکتا ہے"(۱)

اس کتاب پر قاری اظہار احمد تھانوی نے حاشیے میں بہت مفید وضاحتیں درج کی ہیں ۔ مثلاً جہاں کسی امام قراءت کا نام آیا ہے وہاں حاشیہ پر انھوں نے مختصر حالات بھی لکھ دیے ہیں ۔ اسی طرح جہاں قواعد کی بحث میں مولانا اشرف علی نے اختصار سے کام لیا یا کوئی مسئلہ ادق بیان کیا تو قاری اظہار احمد تھانوی نے اس کی مزید توضیح و تشریح کر کے آسانی پیدا کر دی ہے ۔ جس کی وجہ سے "تنشیط الطبع فی اجراء السبع" کے افادی پہلو میں اضافہ ہو گیا ہے ۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی ، تنشیط الطبع فی اجراء السبع ، ۶۹

تنویر التیسیر مع توجیہ الوجوہ المسفرہ

بڑے کتابی سائز کے تین سو بانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب دراصل دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ایک کتاب التیسیر دوسرے الوجوہ المسفرہ۔ پہلی کتاب کا پورا نام کتاب التیسیر فی القراءات السبعہ ہے جو علامہ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی کی بہت معروف کتاب ہے۔ آپ چوتھی صدی ہجری کے مشہور آئمہ قراءت میں سے ہیں۔ اندلس کے رہنے والے تھے۔ روئے زمین پر قراءات سبعہ کی تمام اسناد آپ پر منتہی ہوتی ہیں تنویر التیسیر اصلاً اسی کتاب التیسیر کا اردو ترجمہ ہے۔ جو قاری رحیم بخش کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ قاری رحیم بخش لکھتے ہیں۔

"علامہ ابوعمرو عثمان نے کتاب التیسیر میں سات قرائتیں نہایت اختصار کے ساتھ اور جامعیت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ اور اس فن میں اس کتاب کا مرتبہ وہ ہے جو حدیث میں بخاری کا ہے۔ اس کے بعد جتنی بھی کتابیں تصنیف ہوئیں ہیں ان سب کی اصل اسی کو مانا گیا ہے۔" (۱)

دوسری کتاب الوجوہ المسفرہ شیخ القراء محمد بن احمد بن عبداللہ المعروف متولی کی ہے جو تقریباً صدی پہلے کے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۳۱۳ھ میں ہوا۔ انہوں نے سات کے بعد والی تین قراءتوں کو الوجوہ المسفرہ میں جمع کیا ہے۔ یہ کتاب بھی عربی زبان میں ہے جسکا ترجمہ استاد الاساتذہ قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنی نے کیا ہے۔ تنویر التیسیر

(۱) رحیم بخش قاری، تنویر التیسیر ۶

مع ترجمہ الوجوہ المسفرہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے دونوں کتابوں کا اردو ترجمہ ہے جسکو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے ۔ اس لحاظ سے یہ کتاب دس قراءات کے اصول وفروش کو جامع ہے ۔ ترجمہ میں نہایت آسان اردو زبان استعمال کی گئی ہے ۔ الوجوہ المسفرہ کے مترجم قاری فتح محمدؒ چونکہ بصارت سے محروم تھے ۔ خود تو نہ لکھ سکتے تھے اس لئے انہوں نے ترجمہ املا کرایا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں ۔

" چونکہ میں آنکھوں سے معذور بھی ہوں اور کم علم بھی .... اس لئے اولاً قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی مدرس دینیات نور محمد ہائی سکول حیدر آباد سندھ پھر عبدالوحید خاں شاہ جہان پوری کے قلم اور انکی قراءۃ کی مدد سے اس کا ترجمہ پورا کیا گیا ۔(۱)

کتاب کو قراءات اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے اگرچہ یہ کتاب اس سے قبل بھی پاکستان میں چھپ چکی ہے تاہم پیش نظر نسخہ نئے اضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے کتاب میں دونوں مؤلفین یعنی ابوعمرو الدانی اور محمد بن احمد متولی کے حالات زندگی بھی شامل کر دیئے گئے ہیں اور ساتھ ہی دونوں مترجمین یعنی قاری رحیم بخش پانی پتی اور قاری فتح محمدؒ پانی پتی کے احوال و آثار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ کتاب پر قاری ابو محمد محی الاسلام کی مختصر تقریظ بھی ہے جو اس ترجمہ کی سند صحت کیلئے قوی دلیل ہے

اس جگہ کتاب کا نام الوجوہ المسفرہ تحقیق طلب ہے ۔ یہ کتاب الوجوہ المسفرہ ہے یا الوجوہ المغسرہ ۔ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ جو مصری مکتب میں تمام قراء پاکستان وہند

(۱) رحیم بخش قاری ۔ تنویر التیسیر مع ترجمہ الوجوہ المسفرہ ص ۲۱۴

کے استاد ہیں ۔ آپ جو قراءت عشرہ کی سند اپنے شاگردوں کو عطا فرماتے تھے اس سند میں اس کتاب کا نام الوجوہ المغسرہ لکھا ہے[1]۔ جبکہ قاری فتح محمدؒ نے الوجوہ المسفرہ لکھا ہے ۔

اگر معنوی اعتبار کا لحاظ رکھا جائے تو الوجوہ المغسرہ ہی زیادہ صائب ہے یعنی وہ وجوہ جنکی وضاحت کی گئی۔ جبکہ الوجوہ المسفرہ کی ترکیب کا مطلب ہے روشن چہرے یہ عنوان کتاب کے موضوع کے اعتبار سے شاید زیادہ قریب نہیں ۔ البتہ یہ ترکیب قرآنی آیت سے مستعار ضرور ہے ۔ اس لحاظ سے الوجوہ المغسرہ زیادہ صحیح ہے یوں بھی قاری عبدالرحمٰن مکیؒ قاری فتح محمدؒ کے اساتذہ کے ہم عصر ہیں ۔ مرتبہ میں بلند ہیں ۔ لہذا ان کی رائے فائق ہے ۔ ایک غالب گمان یہ بھی ہے کہ قاری فتح محمدؒ نے یہ کتاب املاء کرائی کیونکہ آپ نابینا تھے ۔ ضروری نہیں املاء لکھنے والا علوم قراءت کا ماہر بھی ہو ۔ البتہ اس کا حافظ قرآن ہونا یدیہی امر ہے ۔ لہذا اس نے قرآنی حوالے سے اس کتاب کا نام الوجوہ المسفرہ لکھ دیا اور اسی طرح یہی نام متداول ہو گیا ۔

---

(۱) سند جاری کردہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ

تنویر المرات شرح ضیاء القرات

عام کتابی سائز کے ایک سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کو قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی نے شائع کیا ہے۔ ضیاء القراءات قاری ضیاء الدین کی کتاب ہے جس کی شرح تنویر المرات ہے جو قاری ضیاء الدین کے بیٹے قاری محب الدین کی قلمی کاوش ہے آغاز کے نو صفحات پر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد کے قلم سے قاری ضیاء الدین کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں۔ تنویر المرات لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے قاری محب الدین لکھتے ہیں

(ضیاء القراءات) "اگرچہ اردو زبان میں ہے اور بلحاظ اپنی عبارت کے تشریح کی محتاج نہ تھی لیکن معلوم ہوا کہ بہت سی باتیں اس کی مختصات ہیں۔ مثلاً اس میں باوجود اختصار جملہ ضروریات روایت حفص رسم قرآنی کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ جن امور کا علم رسم ہی سے ہو جاتا ہے ان کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔ مثلاً حرکت ہائے ضمیر اور اس کے صلہ و ترک صلہ کے کیونکہ اصل رسم عثمانی میں اگرچہ حرکات و سکنات مدات نقطے اور سکتے وغیرہ تھے لیکن موجودہ رسم قرآنی میں ہر ایک کی شکل مرسوم ہے۔ پس باوجود اس رسم کے اس میں مدات کو بوجہ تفریق مقدار اور سکتات کو بوجہ تفریق وجوب و جواز کے بیان کیا گیا اور جن مسائل کا علم رسم سے نہیں ہو سکتا وہ مرتب اور مسلسل بلا تفریق ابواب اور فصول کے مذکور ہیں تاکہ ترتیب اور سلسلہ کی وجہ سے مسائل محفوظ رہ

سکیں ۔ بعض احکام اختصاراً صرف مثالوں سے بیان کئے گئے تاکہ مثالوں سے قواعد سمجھ کر خوب ضبط ہو جاویں اور جو مسائل دوسرے رسائل میں خوب واضح ہیں وہ ضیاء القراءات میں بہت اختصار سے بیان ہوئے ہیں ۔ اس وجہ سے ان کی تشریح کی ضرورت ہوئی[1]
اس تحریر کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ مؤلف نے ضیاء القراءات مجمل مسائل قراءت کو مفصل انداز میں بیان کر دیا ہے ۔ وہ ہر مسئلہ سے پہلے جلی خط میں حرف م لکھتے ہیں جو لفظ مسئلہ کا مخفف ہے اور پھر اس کے نیچے جلی حرف ۔ش۔ لکھتے ہیں جو لفظ تشریح یا شرح کا مخفف ہے ۔
اپنی تشریح کے دوران مؤلف بعض مزید مسائل کو مسئلہ کے عنوان سے وضاحت کے طور پر بیان کرتے ہیں ۔ تنویر المراۃ کی زبان سادہ سلیس اور عام فہم ہے ۔ سمجھنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی ۔ اہم اور متعلق مسائل آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں ۔ البتہ ایک مقام پر مؤلف نے رسم عثمانی سے انحراف کیا ہے ۔
انہوں نے أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم[2] لکھا ہے جبکہ رسم عثمانی میں الشّیطٰن لکھا جاتا ہے ۔

---

(۱) ابن ضیاء محب الدین ، تنویر المراۃ ، ۱۰

(۲) ، ، ، ، ، ، ، ، ۱۶

تیسیر التجوید

تیسیر التجوید قاری عبدالخالق ؒ کی تصنیف ہے آپ قاری عبدالمالک ؒ کے بڑے بھائی تھے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں صدر استاد تھے۔ تیسیر التجوید پر حواشی مفیدہ کے عنوان سے قاری اظہار احمد تھانوی ؒ نے حواشی تحریر کئے ہیں تاکہ تفہیم میں آسانی پیدا ہو سکے۔ کتاب سادہ اور آسان اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ تجوید کے قواعد کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔
کتاب کے سات ابواب ہیں جن کی مزید فصلیں ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔
باب اوّل کا عنوان "وجوب تجوید اور آداب تلاوت و فضائل کے بیان میں" ہے۔ اس باب کی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں تجوید کی ضرورت دوسری میں آداب قران اور تیسری میں قران مجید کی تلاوت کے فضائل کا ذکر ہے۔ دوسرے باب کا عنوان "حرکات اور اعوذ باللہ و بسم اللہ کے بیان میں" ہے۔ اس کی بھی تین فصلیں ہیں جن میں حرکات کی تعریف۔ حرکات کے پڑھنے کا طریقہ اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے مسائل کا ذکر ہے۔ تیسرے باب کا عنوان "حروف کے مخارج کے بیان میں" ہے۔ اس باب کی دو فصلیں ہیں پہلی میں حرکات دوسری میں حروف کے صحیح مخرج کو معلوم کرنے کا قاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھے باب کا عنوان صفات لازمہ کے بیان میں" ہے۔ اس کی دو فصلیں ہیں، جن میں صفات متضادہ اور صفات غیر متضادہ کا ذکر ہے۔ باب پنجم کا عنوان ہے "صفات عارضہ کے بیان میں" اس باب کی پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں تفخیم و ترقیق دوسری میں اجتماع مثلین و متجانسین و متقاربین اور ان کے ادغام کا بیان ہے۔ جبکہ تیسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بارے

بارے میں ہے۔ چوتھی فصل میم ساکن کے بارے میں ہے۔ اور پانچویں فصل لام تعریف کے مسائل کا ذکر ہے۔ چھٹا باب مد کے بیان میں ہے جسکی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں مد کی تعریف اوراس کی اقسام جبکہ دوسری فصل میں اجتماع ساکنین بیان کی گئی ہیں۔ ساتواں باب وقف کے بارے میں ہے۔ اس کی بھی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں وقف کی تعریف اور اسکی صورتیں اور فصل میں وقف کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ ان سات ابواب کے بعد "تتمہ ہائے ضمیر کے بیان میں" عنوان کے تحت ضمائر کی بحث کی گئی ہے۔ جبکہ کتاب کے آخر میں فوائد متفرقہ کے عنوان سے مختلف قواعد نیز حدر وتدویر وغیرہ کے بارے میں مفید باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

کتاب کے ہر صفحہ پر حاشیہ نگار قاری اظہار احمد تھانویؒ نے بعض مغلق مسائل کی توضیح سادہ اور عام فہم انداز میں کی ہے، جس سے بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ کتاب کے آخری صفحات یعنی ستاون تا تریسٹھ پر قاری عبدالخالقؒ مؤلف تیسیر التجوید کے حالات زندگی، تعلیم و تدریس اولاد و احفاد استفادہ علمی نیز وفات وغیرہ کا ذکر ہے۔ قاری عبدالخالقؒ کی یہ سوانح کس نے تحریر کی اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا گمان غالب یہی ہے کہ یہ حالات حاشیہ نگار قاری اظہار احمد تھانویؒ ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہوں گے۔

جمال القرآن مع حاشیہ
ایضاح البیان

عام کتابی سائز کے چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ جمال القرآن مولانا اشرف علی تھانوی
کا بہت مقبول رسالہ تجوید ہے جو انہوں نے ۱۳۳۷ھ میں تالیف فرمایا جو بیشتر مدارس
میں پڑھایا جاتا ہے۔ ایضاح البیان کے نام سے قاری محمد شریف ؒ نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔
اوپر جمال القرآن کا متن ہے جبکہ نیچے حاشیہ میں جمال القرآن میں بیان شدہ مسائل کی توضیح
دی گئی ہے۔ حضرت تھانوی ؒ نے مسائل کے بیان میں لمعہ کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ قاری
محمد شریف ؒ نے بھی اسی طریق کا تتبع کیا ہے۔ اور ہر حواشی لمعہ کے عنوان سے مسائل
کی وضاحت کی ہے۔ حاشیہ کے تمام مضامین عام فہم اور سلیس اردو زبان میں لکھے
گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر مسئلہ کو سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔ چونکہ اس
کتاب میں اصلاً جمال القرآن کے مسائل کی وضاحت ہے۔ اس لیے اسی نسبت کی رعایت
رکھتے ہوئے اس کا نام ایضاح البیان رکھا گیا ہے۔ اس حاشیہ کی وجہ سے جمال القرآن
کی افادیت دوچند ہو گئی ہے

جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان

بڑے سائز کے دو سو بانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کی ہے جس میں انہوں نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی چند تصانیف کو جمع کیا ہے یعنی جمال القرآن تجوید القرآن۔ رسالہ تعلیم الوقف و یادگار حق القرآن۔ جمال القرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ کی انتہائی اہم تالیف ہے جو نثر میں ہے۔ دیگر مذکورہ رسائل منظوم ہیں۔ حضرت تھانویؒ ان منظوم رسائل کو جمال القرآن پڑھانے سے قبل یاد کرانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ قاری محمد طاہر رحیمی نے ان رسائل کو کمال الفرقان کے عنوان سے جمع کیا ہے اور ان رسائل میں بیان شدہ مسائل کی حاشیہ بندی کی ہے۔ قاری صاحب کے بقول اس مجموعہ کی تین امتیازی خصوصیات ہیں۔

۱۔ ہر ہر مضمون قاعدہ فائدہ تنبیہ پر حاشیہ کا نشان دے کر بقدر ضرورت اس کی پوری تفصیل دی گئی ہے۔

۲۔ بعض لمعات کے آخر میں ان کے مناسب بعض مضامین ضروریہ بعنوان تکملہ درج کئے گئے ہیں

۳۔ ہر لمعہ کے آخر میں مختصر لفظوں میں اس کا جامع خلاصہ لکھا گیا ہے (۱)

کتاب کے شروع میں حضرت تھانویؒ کے حالات کا مختصراً تذکرہ ہے۔ فہرست مضامین آخر میں دی گئی ہے۔

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان، ۲

سلک اللآلی والمرجان شرح نظم احکام الآن

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چوالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کے قلم کا شاہکار ہے جو نظم احکام الآن کی شرح ہے۔ نظم احکام الآن محمد بن احمد شمس الدین المتولی کا منظوم عربی قصیدہ ہے۔ جس میں قران مجید کے حرف ایک ہی کلمہ الان کے احکام اور مضامین اس کی صحیح وجوہ ان کے دلائل واسباب پر صرف روایت ورش ہی کے مطابق نہایت محققانہ تفصیلی کلام کیا ہے۔ اس قصیدہ کے سینتیس اشعار ہیں اور ہر شعر دال اور الف پر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً

وبعد فی الان سبعة اوجه — لورش علی القول الذی لن یُفنّدا

فما بدل لهمز الوصل مدًّا او اشبعا — وفی اللام ثلث فیهما اقصر لتُرشدا

قاری محمد طاہر رحیمی نے اردو زبان میں اس قصیدے کی شرح لکھی۔ یہ پہلی شرح ہے۔ اس سے پہلے کسی نے اس قصیدے کی شرح یا ترجمہ نہیں لکھا قاری فتح محمد اس بارے میں فرماتے ہیں

"میں نے اس نظم کو سینکڑوں بار بلکہ کئی سو بار پڑھا ہوگا لیکن جوں جوں پڑھتا رہا مجھے یہ نظم ایک چیستان ہی سی معلوم ہوتی رہی اور میرے خیال میں یہ ایک عقدہ لاینحل کا درجہ رکھتی تھی اور چوں کہ اس کی کوئی شرح بھی نہیں تھی اس لئے اس کے حل ہونے کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آرہی تھی" (۱)

اس قصیدہ میں ناظم نے کلمہ الان کی پانچ شکلیں بیان کی ہیں۔ جنکی تفصیل اس طرح

(۱) محمد طاہر رحیمی ، سلک اللآلی والمرجان ، ۱۳۰

ہے۔ حرف کلمہ الان کی وصلی (سات) وقفی (نو)۔ الان کو اَنتم اور اٰمنتم کے ساتھ ملاکر پڑھیں اور الان پر وقف نہ کریں اس صورت میں تیرہ۔ اسی کی وقف کے ساتھ ستائیں پانچویں شکل یہ کہ الان کو ویستنبئونک اور اٰیۃً کے ساتھ ملاکر پڑھیں اور ماقبل سے جدا کریں اس صورت میں تیرہ وجوہ ہیں۔ ان تمام وجوہ کے احکام ان کے دلائل اور ان پر وارد شدہ اشکالات اور ان کے جوابات نظم کئے ہیں۔ قاری رحیم بخش فرماتے ہیں کہ "اس نظم کے حل سے اکثر ملکوں کے علماء و قراء عاجز تھے اور اسی لئے ہمارے دیار میں اب تک یہ قصیدہ سبقاً نہیں پڑھایا گیا تھا" (۱)

قاری محمد طاہر رحیمی نے اس قصیدے کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کا نام سلک اللالی والمرجان رکھا ہے۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں "جہاں تک ہماری واقفیت کا تعلق ہے اس کی روسے اب تک کسی زبان میں بھی اس قصیدے کی کوئی شرح یا حاشیہ یا ترجمہ یا تکملہ نہیں لکھا گیا۔ جس کی بناء پر اسکی خوبیاں اور محاسن لؤلؤ مکنون کی مانند مخفی اور پوشیدہ تھیں۔ شائقین فن اس کے لذائذ و لطائف سے فیوض و فوائد اور معارف سے بے بہرہ (غیر محظوظ) تھے" (۲)

شارح نے ہر شعر کی تشریح بڑی وضاحت سے کی ہے اور حواشی میں بڑی مفصل بحث کی ہے۔ زبان، سادہ سلیس شستہ اور عام فہم ہے۔ علم قرات سے تھوڑا بہت ذوق رکھنے والا اس کے مطالعے سے بھرپور حظ حاصل کرتا ہے۔ آخر میں دو تقاریظ ہیں ایک قاری فتح محمدؒ کے بیان سے دوسری قاری رحیم بخشؒ کے قلم سے جس میں شارح کی اس کاوش پر عمدہ الفاظ میں تحسین ہے

(۱) محمد طاہر رحیمی، سلک اللالی والمرجان ۱۴۲ (۲) ایضاً ۷

فوائد مکیہ مع تعلیقات مالکیہ !

بڑے کتابی سائز کے اسی صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمن مکی ؒ کی بہت اہم کتاب ہے جو ہندو پاکستان میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ تقریباً تمام مدارس میں داخل نصاب رہی ہے۔ قاری عبدالمالک ؒ قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں جن کے طفیل پاکستان میں علم تجوید و قرأت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ قاری عبدالمالک ؒ نے فوائد مکیہ پر حاشیہ قلم بند کیا ہے جس کا نام انہوں نے تعلیقات مالکیہ رکھا۔ اس حاشیہ کی وجہ سے موضوعات و مباحث کی تفہیم انتہائی آسان ہوگئی ہے آخر میں ضمیمہ تعلیقات مالکیہ کے عنوان سے بعض ضروری مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس میں باب التکبیر الحال والمرتحل۔ تکرار سورہ اخلاص فی التراویح کے بارے میں مفید بحثیں ہیں۔
اس کے ساتھ ساتھ ھدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد کے عنوان کے تحت حرف ض کے نطق اور صحیح تلفظ کے بارے میں مفصل بحث ہے۔ کہ ایک زمانہ میں یہ موضوع پورے ہندوستان کے علمی حلقوں میں بہت اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ حتیٰ کہ باہم نزاعی کیفیت تک پیدا ہوگئی تھی۔ بعض علماء نے اس بارے میں علمائے حرمین سے رجوع اور استفتاء کیا۔ علمائے حرمین نے جو جوابات اس ضمن میں ارسال کئے ہیں ان فتاویٰ کو بھی آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ اسئلہ واجوبہ سب عربی زبان میں ہیں۔ جو اس مسئلہ کا شافی و کافی حل ہیں۔ ان میں ایک جواب شیخ القراء بالمدینہ حسن بن ابراہیم الشاعر اور ابوبکر بن احمد الحبشی مدرس مدرسۃ الفلاح کا ہے۔

کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر

بڑے کتابی سائز کے چار سو دس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تالیف ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ناظمۃ الزہر کی تشریح ہے جس کا نام شارح نے کاشف العسر رکھا ہے۔ ناظمۃ الزہر علامہ ابو القاسم شاطبی کا منظوم قصیدہ ہے جو دو سو ستانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدے میں علامہ شاطبی نے ایسی آیات کا بھی ذکر کیا ہے جن پر شمار آیات کے سلسلہ میں آئمہ مختلف الرائے ہوئے۔ آپ نے آیات کے ابتداء و انتہا کو پہچاننے کے قواعد بھی بیان کیے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ قصیدہ بنیادی طور پر علم العدد پر ہے۔ یہ قصیدہ اتحاف البررہ بالمتون العشرہ کے مجموعہ میں پہلی مرتبہ ۱۳۵۵ھ بمطابق اکیس مئی ۱۹۳۶ء کو طبع ہوا۔[1]

قاری فتح محمدؒ نے اس قصیدہ کی اردو شرح کیلئے بہت محنت سے کام لیا۔ انہوں نے اس قصیدہ کی شروح تلاش کرنے کیلئے مختلف اسلامی ممالک کی لائبریریوں سے بالواسطہ رابطہ کیا۔ انہیں اس کی ایک شرح عربی زبان میں بعنوان لوامع البدر مدینہ طیبہ سے ملی۔ ایک عربی شرح انہیں مصر کے کتب خانہ سے ملی جس کا نام بشیر الیسر تھا اسی طرح ایک مصری قاری سے انہیں ایک اور شرح بعنوان معالم الیسر ہاتھ لگی معالم الیسر بشیر الیسر سے بھی پہلے طبع ہوئی تھی۔[2]

(۱) فتح محمد، کاشف العسر، ص ۸ - (۲) ایضاً ص ۱۰

نوٹ کتاب کے آغاز میں صفحات کے حروف تہجی مندرج ہیں۔ لیکن پوری کتاب میں ایسا نہیں ہے۔

قاری فتح محمدؒ نے مذکورہ عربی شروح کی مدد سے کاشف العسر کے نام سے اردو زبان میں یہ شرح املاکرائی اس لحاظ سے ناظمۃ الزھر کی یہ پہلی شرح ہے جواردوزبان میں طبع ہوئی
شارح نے آغاز میں کچھ اصطلاحات وضع کی ہیں جو دس صفحات پر محیط ہیں مثلاً
جملہ معترضہ بین اجزاء الجملہ کیلئے ۔ مع ۔ جملہ امریہ کیلئے ام ۔ فاعل کیلئے فا
اسی طرح مفعول بہ کیلئے مف وغیرہ
اگرچہ یہ اصطلاحات طوالت سے بچنے کے لئے وضع کی گئی لیکن ان کی اپنی طوالت ایک مسئلہ بن گئی ہے ۔ کتاب میں ہر شعر جلی لکھا گیا ہے اور شعر کے الفاظ کے اوپر باریک حروف میں اصطلاحات کے ذریعہ مفہوم واضح کیا گیا ہے ۔ ترجمہ وشرح بہت سلیس اور سادہ ہیں بعض مقامات پر شرح خوب مفصل ہے اور ساتھ ہی نحوی تحلیل بھی کی گئی ہے ۔ کتاب کے آغاز میں ناظم نے فن کی مبادیات پر بحث کی ہے جبکہ ایک باب علم الفواصل والاصطلاحات فی الاسماء وغیرھا کے عنوان سے ہے ۔ پھر ایک طویل باب سورہ فاتحہ سے لے کر والناس تک ہے ۔ ہر سورۃ کا علیحدہ عنوان قائم کر کے اس کے تحت ان آیات کا ذکر ہے جو ائمہ کے مابین مختلف الرائے ہیں ۔ آخر میں ایک ضمیمہ قصیدہ کے اوزان کے عنوان سے ہے جس میں اشعار کے اوزان معلوم کرنے کا طریقہ اور بحر طویل کی تفصیل ہے اور ناظمۃ الزھر میں شروع کے بارہ اشعار میں ان اصولوں کا اجراء سمجھایا گیا ہے ۔
یہ ضمیمہ قاری فتح محمدؒ کا نہیں ہے بلکہ قاری محمد طاہر رحیمی کا تحریر کردہ ہے ۔

متن مقدمہ جزریہ مع ترجمہ

چھوٹے کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل کتابچہ قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جس میں علامہ جزری کے مقدمہ کے تمام اشعار کا عربی متن دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی سادہ اردو ترجمہ بھی لکھا گیا ہے البتہ کہیں کہیں مختصر تشریح بھی کی گئی ہے جس سے ترجمہ کے مشکل مقامات کی قدرے توضیح بھی ہو جاتی ہے۔ آخر میں دو صفحات پر تجوید کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں مفید تنبیہ کے عنوان سے علم قرات پر مختصر شذرہ بھی ہے

مفتاح الکمال

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چار صفحات پر مشتمل یہ کتاب بھی قاری فتح محمدؒ کی تالیف ہے علامہ سلیمان جمزوری کا انتہائی اہم منظوم قصیدہ تحفۃ الاطفال ہے جس کے اکسٹھ اشعار ہیں مفتاح الکمال اسی قصیدے کی شرح ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ اس شرح کے لکھنے کی غرض یہ ہے کہ درس نظامی کی تعلیم پانے والے حفاظ کی زبان عربی میں استعداد کے اندر اضافہ ہو اس لئے انہوں نے قصیدہ کا ترجمہ اس انداز سے کیا ہے جس سے ترکیب نحوی وغیرہ کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ شروع میں ناظم تحفۃ الاطفال کا بہت مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔ آخر میں حرف کلا پر وقف کے سلسلہ میں کسی غیر معروف شاعر کے نو اشعار بزبان عربی مندرج ہیں اردو ترجمہ بھی ساتھ ہے۔ لکھا ہے کہ حرف کلا قرآن مجید میں تینتیس ۳۳ جگہ آیا ہے۔ ہر جگہ پر وقف کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے" (۱)

---

۱ فتح محمد، مفتاح الکمال /۹۸

مقدمہ الجزریہ مع متن تحفۃ الاطفال

مقدمہ جزریہ علامہ شمس الدین محمد بن محمد الجزری کی تصنیف ہے جو منظوم ہے۔ تحفۃ
تحفۃ الاطفال علامہ الشیخ سلیمان بن حسین بن محمد الجمزوری الشافعیؒ کی تصنیف
ہے یہ بھی منظوم ہے۔ ان دونوں کا اردو ترجمہ قاری اظہار احمد تھانویؒ نے مذکور الصدر
کتاب میں کیا ہے شروع میں علامہ جزریؒ کے مختصر حالات زندگی تحریر کئے ہیں اس کے
بعد علامہ جزریؒ کے ایک سو نو اشعار کا متن ہے۔ پھر تحفۃ الاطفال کے اکسٹھ اشعار
کا متن ہے۔ پھر صفحہ ستائیس سے لے کر صفحہ چھیالیس تک مقدمہ جزریہ
اور تحفۃ الاطفال دونوں کے اشعار کا اردو زبان میں سلیس سادہ ترجمہ ہے۔
اگرچہ بہت سے قراء حضرات نے ان دونوں یعنی مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال کے تراجم کئے ہیں
تاہم اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں شعر کے اندر کوئی قرآنی لفظ استعمال ہوا ہے وہاں
ترجمہ میں قوسین کے مابین قرآن مجید میں موجود اس مقام کی نشاندہی کردی گئی ہے
جس سے مثال کی تفہیم و تخریج دونوں میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو شعر ۸۱

وَتعبدوا الیٰسین ثانی ھود لا   یشرکن تشرک یدخلن تعلوا علیٰ۔

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے۔ اور لا تعبدوا کے ساتھ یٰسٓ (ع ۴) میں (۴) اور دوسرے
لا تعبدوا کے ساتھ سورۂ ہود (ع ۳) میں (۵) اور لا یشرکن (ممتحنہ ع ۲) کے ساتھ (۶)
اور لا تشرک (حج ع ۴) کے ساتھ (۷) اور لا یدخلنہا (ن ع ۱) کے ساتھ (۸) اور لا تعلوا علی
دخان ع ۱) کے ساتھ[1] اس لحاظ سے یہ ترجمہ دوسرے تراجم سے منفرد و ممتاز ہے۔

(۱) اظہار احمد تھانوی، مقدمۃ الجزریہ مع متن تحفۃ الاطفال، ۳۶

منھاج التجوید ترجمہ و تشریح
قواعد التجوید

عام کتابی سائز کی یہ کتاب دو سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ منھاج التجوید قواعد التجوید کا اردو ترجمہ ہے۔ قواعد التجوید کے مولف قاری محمد اسمٰعیل ہیں۔ ان کے فرزند قاری فداء اللہ نے اپنے والد کی تالیف کو عربی زبان سے اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کا نام انہوں نے منھاج التجوید رکھا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات پر تشریحی نوٹ بھی دیے ہیں۔ آغاز میں قرآنی قاعدہ کے طور پر حروف تہجی حرکات وغیرہ کی شناخت کے اسباق ہیں پھر تجوید کے قواعد مثلاً" اجتماع ساکنین ادغام اشمام روم وغیرہ کے عنوانات ہیں اور ساتھ عملی مشق اسباق کے انداز میں ہے۔ ہر سبق کے بعد سوالات بھی دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قواعد تجوید کے ساتھ ساتھ عملی مشق کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ لیکن عام طلباء کی ذہنی استعداد سے کچھ بالا ہے۔

فوائد مرضیہ شرح اردو مقدمۃ الجزریہ

بڑے سائز کے ایک سو اٹھارہ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دو کتابوں کا مجموعہ ہے یعنی مقدمہ جزریہ دوسرے تحفۃ الاطفال۔ مقدمہ جزریہ کی شرح قاری سید محمد سلیمان دیوبندی کے قلم سے ہے جو نہایت شستہ اور رواں اردو زبان میں ہے۔ تحفۃ الاطفال کے اشعار کا ترجمہ عمدۃ الاقوال کے نام سے حافظ محمد عتیق دیوبندی کا لکھا ہوا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ حاشیہ میں اچھی تشریح بھی دی گئی ہے۔

ھندی شرح جزری مع فوائد مکیہ معرفۃ الرسوم

بڑے کتابی سائز کے ایک سو چھتیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے جو حقیقت میں چار کتابوں کا مجموعہ ہے۔ جسے عزیز الرحمٰن پانیزئی نے اپنے اہتمام سے شائع کیا ہے جو کتابیں اس مجموعے میں شامل ہیں وہ یہ ہیں۔ شرح جزری ہندی تحفۃ الاطفال۔ فوائد مکیہ۔ معرفۃ الرسوم۔

شرح جزری ہندی جون پور کے قاری کرامت علیؒ کی تالیف ہے جس میں انہوں نے علامہ جزری کے قصیدہ کی تشریح اردو زبان میں لکھی ہے۔ قاری کرامت علی کے حالات باب سوم کے آغاز میں "علم تجوید و قرأت قبل از قیام پاکستان" کے عنوان کے ذیل میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اردو زبان میں جزریؒ کے قصیدہ کی پہلی شرح ہے یہ نام یعنی شرح جزری ہندی بھی انہوں نے اپنے استاد سید محمد اسکندرانی کے حکم پر رکھا۔[1] دوسرے تحفۃ الاطفال کے اشعار کا ترجمہ اردو زبان میں کیا گیا ہے۔ لیکن ان دونوں تراجم کی زبان وہی پرانی ہے جو اس دور میں مروج تھی ایک شعر کا ترجمہ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔

"ابیات اس کے اکسٹھ ہیں واسطے دانا کے تاریخ اس کی بشریٰ ہے واسطے یاد رکھنے والے کے"[2]

---

(۱) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند۔ ۱/ ۲۱۲ (۲) عزیز الرحمٰن پانیزئی، ھندی شرح جزری، ۸۶

فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی تصنیف ہے ۔ جس کے حواشی قاری ابن ضیاءالدین محب الدین مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد نے لکھے ہیں ۔ حواشی کا نام حواشی مرضیہ رکھا ہے ۔ چوتھی کتاب معرفۃ الرسوم کے نام سے موسوم ہے ۔ جو قاری ابن ضیاء محب الدین الہ آبادی کی ہے ۔ اس کتاب میں رسم عثمانی کے سلسلے میں مفید بحثیں شامل ہیں ۔ کیونکہ رسم عثمانی کا تطابق علم قرات میں صحت قرأت کا لازمہ ہے ۔
اس کتاب میں چودہ فصلیں ہیں ۔ علم الرسم سے متعلق یہ کتاب اردو زبان میں بڑی اہم ہے آخر میں تقریظات کے عنوان سے قاری ضیاءالدینؒ کی تقریظ موجود ہے جو انہوں نے کتاب معرفۃ الرسوم کے حوالے سے تحریر کی ہے ۔ یہ تقریظ موصوف نے یوم یکشنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ کو تحریر کی ۔ جس سے اس کتاب کی قدامت کا اندازہ بھی ہوتا ہے ۔ قاری ضیاء الدینؒ لکھتے ہیں

"فن رسم خط میں کتب عربیہ مقنع ورائیہ وغیرہ بہت ہیں ۔
مگر زبان اردو رائج میں کوئی کتاب اس فن شریف کی
باوجود حاجت شدیدہ نظر سے نہیں گذری" (۱)

قاری ضیاء الدینؒ کی اس تحریر سے بخوبی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ معرفۃ الرسوم اردو زبان میں رسم پر پہلی کتاب ہے ۔

---

(۱) عزیز الرحمٰن پانیپتی ، ھدیٰ شرح جزری ، ۱۳۶

ابلاغ النفع فی القراءات السبع

عام کتابی سائز کے چار سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب الشیخ المقری محمد ادریس عاصم کی ہے جو مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں اور لاہور کے ایک معروف مدرسہ میں صدر مسند تجوید وقرات ہیں۔ فاضل مؤلف نے کتاب کے آغاز میں اختلاف قراءات کے جواز پر ترمذی کی ایک حدیث کے حوالہ سے سبعہ احرف کا مطلب اور مقصد واضح کیا ہے۔ اس کے بعد سات آئمہ قرات اور ان کے رواۃ کا تعارف کرایا ہے پھر مبادی علم قراءت کے عنوان سے اس علم کی تعریف فوائد اور بعض اصطلاحات کی تشریح مختصر انداز سے دی ہے۔ یہاں فاضل مؤلف لفظ "واضع" کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "علم قراءت کے واضع آئمہ قراءات ہیں" یہ بات صائب نہیں کیونکہ یہ علم تو شروع ہی سے موضوع تھا آئمہ کرام نے تو صرف اس علم کے قواعد وضوابط کو منضبط کیا ہے۔ یوں بھی اگر آئمہ قراءت کو اس علم کے واضع مان لیا جائے تو اس علم کا منزل من اللہ ہونا باقی نہیں رہتا۔ جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ تمام قراءات قرآن مجید کی طرح منزل من اللہ ہیں۔

فاضل مؤلف نے استعاذہ بسملہ احکام میم الجمع ادغام کبیر ادغام مثلین۔ ان کی تعلیل۔ ادغام متقاربین و متجانسین۔ موانع ادغام۔ مد اور اس کی اقسام اور دیگر مسائل پر عمدہ بحثیں لکھی ہیں۔ اور ان بحثوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے مثالیں تلاش کر کے بحث کو مزید مزین کر دیا ہے جس سے قاری کو کسی بھی بحث کو سمجھنے میں آسانی پیدا

(۱) محمد ادریس عاصم، ابلاغ النفع فی القراءات السبع، ۲۷

ہوتی ہے۔ یہ ساری بحثیں کتاب کے ایک سو چھتیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں
فاضل مولف نے مذکورہ تمام مباحث میں آئمہ قراءت اور ان کے تمام رواۃ کے حوالے
سے اختلاف کو یکجا بیان کرنے کی عمدہ کاوش کی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ایک سو
بیالیس سے لے کر آخر تک فرش الحروف کا تذکرہ ہے۔ جس میں ان تمام فروش
کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک پائے
جاتے ہیں۔ اس حصہ میں صاحب کتاب کی کوشش کچھ زیادہ بار آور دکھائی نہیں دیتی
کیوں کہ بیشتر فروش تذکرہ سے عاری رہ گئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی ایک سو چودہ
سورتوں میں سے ہر سورۃ کا علیحدہ عنوان قائم کر کے اس میں پائے جانے والے فروشی
اختلافات کو ترتیب سے بیان کیا گیا ہے تاہم مذکورہ تشنگی برابر محسوس ہوتی چلی
جاتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ذخیرہ کتب قراءت بزبان اردو میں ایک گراں قدر اضافہ
ہے۔

آسان قرأت المختصر فی روایۃ حفص رح

بڑے کتابی سائز کے تینتیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ محمد نور الاسلام غازی مونگیری سند یافتہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کا لکھا ہوا ہے۔ جسے جمع الشبان المسلمین العالمی پاکستان نے شائع کیا ہے۔ سن تالیف ۱۹۸۰ء مندرج ہے۔ بسرورق پر لکھا ہے "سنی اہلحدیث شیعہ تمام مکاتب فکر کیلئے آسان قرات"۔ کتاب کے آغاز میں پانچ صفحات پر مشتمل محمد عبد القادر آزاد رئیس جمع الشبان المسلمین العالمی خطیب شاہی مسجد لاہور کی تقریظ ہے۔ جس میں قران مجید کے نزول حفاظت قران اور اہمیت علم تجوید کا ذکر ہے۔ مؤلف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس کتابچہ پر ہر مکتب فکر کے عالم و قاری سے رائے لی جائے تاکہ سب مکاتب فکر کیلئے اس کتابچہ پر اتفاق رائے کو ظاہر کیا جائے۔ لیکن یہ عمل کچھ خاص وزن کا حامل نہیں کیونکہ قواعد تجوید قران مجید ہی کی طرح متفق و معتمد علیہ ہیں۔ ان قواعد و ضوابط پر پاکستان میں موجود کسی بھی مکتب فکر کے حضرات کو اختلاف نہیں ہے۔ اور یوں بھی بریلوی اور اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے جملہ قراء دیوبندی مکتب فکر کے قراء کرام ہی کے شاگرد ہیں۔ کتابچہ پر جن حضرات نے اپنے تاثرات لکھے ہیں ان میں قاری اظہار احمد تھانوی، قاری نثار احمد عثمانی ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور مولانا محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور قاری محمد علی رضوان ممبر قومی قرأت بورڈ ریڈیو پاکستان۔ حافظ عبد الرشید مدرس دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور۔ مولانا محمد بخش مسلم خطیب مسلم مسجد لاہور۔ قاری سید محمد ظریف قاری ریڈیو پاکستان عبد الحئی قریشی انچارج دینی پروگرام ریڈیو پاکستان لاہور

حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج لاہور شامل ہیں۔ ان سب حضرات نے مختصر انداز میں کتابچہ کی تحسین کی ہے لیکن کوئی غیر معمولی بات تحریر نہیں کی۔

پورا کتابچہ سوالاً جواباً ہے۔ اور اٹھارہ اسباق پر مشتمل ہے شروع میں علم تجوید کے اصطلاحی الفاظ کے معانی دیئے گئے ہیں۔ اٹھارہ اسباق میں جن عنوانات سے بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں۔ قرآن مجید کے بارے میں بنیادی معلومات۔ علم تجوید اور لحن۔ تعوذ و تسمیہ۔ مخارج الحروف۔ صفات الحروف۔ نون ساکن اور تنوین کے قواعد اخفاء اظہار ادغام۔ ضمائر۔ حروف کی ترقیق و تفخیم کے قواعد اور ضابطے۔ ادغام اور اس کی اقسام۔ اجتماع ساکنین اور اس کی مختلف صورتیں۔ مدات اور مقادیر مدات وغیرہ۔ غنہ ابدال تسہیل اور امالہ۔

سبق نمبر ستر ہ میں عام کتب تجوید سے زائد سکتہ۔ روم اور اشمام کی بحثیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سبق عام کتب تجوید کی نسبت زائد بھی ہے اور اہم بھی۔ اگرچہ مولف نے تحریر کے ذریعے ان اصطلاحات کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ان کا فہم بغیر استاد کے ممکن نہیں۔ ان اٹھارہ اسباق کے بعد متفرق اہم مسائل برائے قاری کے عنوان سے بعض باتیں واضح کی گئی ہیں۔ آخر میں وقف کرنے اور نہ کرنے کی علامتیں دی گئی ہیں۔ بعض ایسی علامات بھی مندرج ہیں جو عموماً اکثر قرآنی نسخوں میں لکھی نہیں جاتیں۔

الخط العثمانی فی الرسم القرآنی

چھوٹے کتابی سائز کی یہ کتاب ایک سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جو قاری رحیم بخش کی تالیف ہے۔ علم قرأت کی صحت کا مدار تین باتوں پر ہے۔ اتصال سند۔ عربی قواعد نحو کے ساتھ مطابقت اور رسم عثمانی کے ساتھ مطابقت
مذکورہ کتاب کا موضوع رسم ہے۔ کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع کے اعتبار سے جامع ہے۔ جس میں حسب ذیل عنوانات سے بحث کی گئی ہے۔
خط۔ رسم الخط کے معنی دونوں کا فرق۔ اس فن کا موضوع غرض وغایت۔ ماخذ خط کی بارہ قسیں۔ علم رسم الخط کی تعریف اور مختصر تاریخ۔ جمع وتدوین قران۔ مصاحف عثمانیہ کی تاریخ قران کے اعراب ونقاط۔ خموس واعشار۔ منازل ورکوعات۔ رسم الخط کے مکمل فروش اور اصول نیز رسم عثمانی کے دوسرے رسوم الخط سے علیحدہ ہونے کی حکمتیں اور مصالح مولف نے تاریخ رسم الخط میں علامہ ابن خلدون کے ایک قول کی بڑی سخت گرفت کی ہے جس میں علامہ نے کہا کہ صحابہ کرام نے قران مجید کو خاص رسم میں لکھا جو اکثر موقعوں پر کتابت کے مروجہ اصولوں کے خلاف تھا بعد کے لوگ عقیدت مندی ہی کی وجہ سے اسی طرح لکھتے رہے اور اس سے انحراف کو گستاخی خیال کیا۔ مؤلف نے اس قول کو دس قوی دلائل کے ذریعہ غلط قرار دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت اہم ہے یوں بھی اردو زبان میں اس موضوع پر تحریری سرمایہ کم ہی ہے

المهذبہ فی وجوہ الطیبہ

چھوٹے کتابی سائز کے بہتر صفحات پر مشتمل مختصر کتابچہ قاری رحیم بخشؒ کی علمی کاوش ہے مختصر ہونے کے باوجود بہت اہم ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے اردو زبان میں بالکل منفرد بھی کیونکہ دیگر موضوعات پر مختلف علمائے قرات نے خامہ فرسائی کی ہے لیکن اس موضوع پر کام اردو زبان میں غالباً سوائے قاری رحیم بخش کے کسی اور نے نہیں کیا۔ دس آئمہ قرأت کے دو دو راوی ہیں۔ ان دو دو راویوں میں سے ہر ایک کے پھر آگے چار طرق ہیں اس طرح ان تمام طرق کی تعداد اسی ہو جاتی ہے۔ جبکہ آئمہ قرات اور ان کے رواۃ ان میں شامل نہیں ہیں اگر ان آئمہ اور رواۃ کو بھی شامل کیا جائے تو یہ تعداد ایک سو دس تک پہنچ جاتی ہے۔ قاری رحیم بخشؒ نے اس کتاب میں دس آئمہ قرأت کی ان وجوہ کو بیان کیا ہے جو شاطبیہ۔ تیسیر اور درہ میں نہیں ہیں۔ البتہ علامہ جزری کی طیبہ اور نشر میں موجود ہیں۔ یہ وجوہ بھی اسی طرح صحیح ہیں جس طرح نظم و تیسیر کی بیان کردہ وجوہ درست ہیں۔

اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ کتاب انہوں نے اپنے استاد قاری فتح محمدؒ کے ایک خط کے پیش نظر لکھی ہے جس میں انہوں نے ان وجوہ کو لکھنے کی ترغیب و تحریص دلائی۔ انہوں نے اس خط کو شروع کتاب میں شامل بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ سبعہ وعشرہ کی ان وجوہ کے شائع و ذائع کرنے کی

توفیق حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپکو عطا فرمائی ہے جو شاطبیہ اور درہ میں درج ہیں اور ماشاءاللہ ان وجوہ کی اشاعت آپکی کوشش سے کافی اور وافی مقدار میں ہوگئی ہے اسی طرح ان وجوہ کی اشاعت بھی آپ ہی کی کوشش سے ہو جاتی جو طرف طیبہ میں درج ہیں اور شاطبیہ اور درہ میں نہیں ہیں۔ مثلاً قالون کی حلوانی کے طریق سے اور ورش کی ازرق کے طریق کی وہ وجوہ جو طرف طیبہ میں ہیں اور نیز ورش کی وہ وجوہ جو اصبہانی کے طریق سے ہیں وہ بھی طیبہ میں درج ہیں اسی طرح ابن ذکوان حفص اور خلف کے راوی ادریس ان تینوں کا سکتہ کہ وہ بھی طیبہ میں درج ہے ــــ خلاصہ یہ کہ اللہ کرے آپ کو ان وجوہ کے شائع کرنے کا شوق بھی نصیب ہو جائے" (۱)

شروع میں مقدمہ کے عنوان سے دس قراتوں کے بیس رواۃ کے طرق کا نقشہ دیا گیا ہے جس سے تمام رواۃ اور ان کے طرق کے نام سامنے آجاتے ہیں۔ اس کے اصول بیان کئے گئے ہیں پھر فرش الحروف کے عنوان سے قران مجید کی سورتوں میں ان فروش کو واضح کیا گیا ہے۔ مولف نے استدعا کے عنوان سے بڑی ہی اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ لکھتے ہیں

"چونکہ اس زمانہ میں طیبہ کی ان مخصوص وجوہ کو صرف بعض حضرات ہی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں عام قرا اس کی طرف التفات کم کرتے ہیں اور اس سے ہجران قران لازم آتا ہے وتیز شدید خطرہ ہے کہ رفتہ رفتہ کہیں یہ بالکل نسیا منسیا ہی نہ ہو جائیں اس لئے ان کو بھی عام کرنے کی اشد ضرورت ہے" (۲)

کتاب کے آخر میں قاری فتح محمد کی تقریظ ہے جو کتاب کی صحت واہمیت کے سلسلے میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔

رحیم بخش، المهذبہ فی وجوہ الطیبہ، ۲، ۳ - (۲) ایضاً ۶۳

تکمیل الاجر فی القراءت العشر

چھوٹے کتابی سائز کے دو سو اٹھاسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے جس میں انہوں نے دس کی دس قراتوں کے اصول و فروش مختصر مگر جامع انداز میں بیان کئے ہیں اور آخر میں ایک ضمیمہ شامل کیا ہے جس میں دسوں قراتوں کا اجرا یعنی جمع الجمع کے طور کیا گیا ہے یہ اجرا صرف پہلے پارہ تک ہے۔ مؤلف کے بقول اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں دس کی دس قرات کے اصول و فروش جمع کئے گئے ہیں۔[1] اسی بارے میں قاری رحیم بخش لکھتے ہیں

"جہاں تک احقر کو علم ہے قرات عشرہ میں اب تک کوئی مجموعہ ہماری اردو زبان میں منصہ شہود پر نہیں آیا اصحاب عام طلباء کو ان کا یاد کرنا دشوار ہے"

مولف نے آغاز میں کچھ رموز کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے مختلف قراء کے ناموں کیلئے اختصار کی غرض سے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً مکی مازنی حضرمی کیلئے حق۔ نافع شامی یزید کیلئے عم۔ اور شامی کے ساتھ چاروں کوفی کیلئے کنز اسی طرح حمزہ کسائی اور خلف کیلئے شفا وغیرہ۔ لیکن ان رموز کی اختراع کیلئے بنیاد کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ ان رموز کا یاد کرنا اور ذہن میں رکھنا بجائے خود ایک مشکل مسئلہ ہے۔ کتاب کے صفحہ اکانوے تک تمام قواعد کا ذکر ہے اسکے بعد آخر تک ان کے اجراء کو واضح کیا گیا ہے۔ ضمیمہ کے عنوان سے افراد

1۔ رحیم بخش، تکمیل الاجر فی القراءات العشر، ۲

اور جمع قراءات کے سلسلہ میں کچھ اہم تنبیہات ہیں جن میں جمع الجمع پڑھنے کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ اس ضمن میں تین مذاہب کا تذکرہ ہے پھر پہلے پارہ میں جمع الجمع کا اجراء ہے۔

تکثیر النفع فی القراءات السبع واجرائها بطریق الجمع الجمع

چھوٹے کتابی سائز کے دو سو چوالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش'' کی تالیف ہے جس میں سبع قراءات کے اصول واجراء کی بحث ہے۔ یہ کتاب مولف کی پہلی مذکورہ کتاب یعنی تکمیل الاجرہی کی طرح ہے بلکہ تکثیر النفع تکمیل الاجرہی کا ایک حصہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ تکمیل الاجر میں دس قراءتوں کو جمع کیا گیا ہے جبکہ تکثیر النفع کا دائرہ صرف سات قراءتوں تک محدود ہے۔ باقی ساری بحثیں تکمیل الاجرہی کی ہیں۔
آخر میں پورے قرآن مجید کی سورتوں میں قراءات سبع کا اجراء جمع الجمع کے طور پر کیا گیا ہے۔ بیشتر عبارات دونوں کتب کی یکساں ہیں۔ کچھ فرق نہیں دونوں کتب کو ایک دوسرے کا تضمنہ یا تکملہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

توضیح المرام فی وقف حمزہ وہشام

درمیانے سائز کے اکتالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری اظہار احمد تھانویؒ کی تالیف ہے۔ جس میں حروف تہجی میں حرف ہمزہ کے مخرج اور تخفیف کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ امام حمزہ اور ہشام کلمۂ مہموز پر وقف کرنے میں ایک خاص اسلوب اپناتے ہیں جس میں بے شمار متنوع قسم کی باریکیاں ہیں اسی لئے وقف حمزہ وہشام کو قرات میں اصعب الابواب بھی کہا جاتا ہے۔ اور اکابر قدماء و متاخرین نے اس موضوع پر وضاحت کی غرض سے بہت سے رسائل بھی تصنیف کئے۔ علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب النشر فی قرات العشر میں بھی اس مسئلہ کی تحلیل وتشریح فرمائی ہے توضیح المرام میں قاری اظہار احمد تھانویؒ نے بھی اسی موضوع پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں قاری محب الدین کے رسالہ کاشف الابہام فی الوقف علی الهمز لحمزہ و ہشام سے استفادہ کیا اور وقف رسمی کی بحثوں میں شیخ ضباع سے مدد لی ہے اور آخر میں ہمزہ کے رسمی اصول وقواعد کا جدول پیش کیا ہے۔ آغاز میں انہوں نے ملا علی قاری کی شرح شاطبیہ کے ایک ورق کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس سے حرف ہمزہ کی تخفیف اور ادائیگی کے سلسلے میں باریکیوں کا احساس ہوتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں

" نطق کے لحاظ سے سب سے زیادہ ثقیل اور مخرج میں تمام حرفوں کے مخارج

ے دور واقع ہونے کے باعث اہل عرب نے ہمزہ کی تخفیف میں مختلف تبدیلیوں کو اختیار کیا یعنی کبھی تسہیل کبھی ابدال کبھی حذف اور کبھی ادغام۔ تخفیف کا باب ان تمام اقسام کو شامل ہے ان انواع کو آسانی سے ضبط میں نہیں لایا جاسکتا بہت سی شکلیں طلباء پر مشکل ہوتی ہیں شیخ کے سامنے پڑھتے ہوئے وہ چند قواعد پر قابو پالیتے ہیں لیکن پھر بھی بہت اشیاء ان کے ذہن کی رسائی سے دور ہوتی ہیں۔ یہ صورتیں جب بعض طلاب کو پیش آتی ہیں یا ان سے پوچھی جاتی ہیں تو وہ حیرانی سے منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ تمام جزئیات کو ان کی نظائر کے ساتھ شامل کرنے پر قادر نہیں ہوپاتے۔

لہذا شیخ کے لئے ضروری ہے کہ ہمزہ والے کلمات پر گزرتے ہوئے طلباء کو تخفیف کی انواع سے باخبر کرنے میں پوری محنت سے کام لے تاکہ قرات و روایت کی پوری حفاظت ہوسکے اور شعور پوری طرح بیدار ہو۔ اس باب کے دقیق و غامض ہونے کے باعث مشائخ کی ایک جماعت نے وقف ہمزہ و ھشام پر مستقل رسائل مرتب کئے ہیں۔ مثلاً ابن مہران ابوالحسن بن غلبون دانی۔ ابن حیان۔ اور جعبری وغیرہ کے رسائل بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تخفیفات کی اکثر انواع کے موجد قریش اور اہل حجاز ہیں اور کوئی بھی امام قرأت ہوں کم و بیش ہر ایک کے یہاں ہمزہ کی کوئی نہ کوئی تخفیف کی قسم ضرور پائی جاتی ہے۔ خواہ بطور وجوب ہو یا بطریق جواز" (۱)

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، توضیح المرام فی وقف حمزہ وھشام، ۸

شرح سبعہ قرآات

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو شیخ المشائخ امام القراء پانی پت ابو محمد محی الاسلام عثمانیؒ کی معرکتہ الارا تصنیف ہے۔ آپ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہجرت کر کے لاہور آگئے پھر اوکاڑہ تشریف لے گئے۔ آپ کا انتقال اوکاڑہ ہی میں ہوا۔ شرح سبعہ قرآات کی پہلی جلد تقسیم ہند سے قبل دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری جلد کا قلمی مسودہ موصوف ہجرت کے وقت پاکستان لے آئے۔ لیکن ان کی زندگی میں اسکی طباعت واشاعت کی صورت پیدا نہ ہوسکی۔ پھر ایک عرصہ تک یہ مسودہ بے اعتنائی کی کیفیت میں پڑا رہا۔ تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد قاری محی الاسلام کے بیٹے قاری محمد علی عثمانیؒ نے اس مسودے کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۹۹۵ء میں ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے اہتمام سے شرح سبعہ قرآات شائع ہوئی۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد کے شروع میں شجرۂ قرآات سبعہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ شجرہ قرآات سبعہ بھی قاری ابو محمد محی الاسلام ہی کی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے سبعہ قرآات کی سند کو اپنی ذات سے لے کر رسول اللہ صلیٰ اللہُ علیہ وسلم تک متصل کیا ہے۔ چھتیس صفحات پر مشتمل یہ شجرہ بھی مرحوم کی زندگی ہی میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ اس کا سن طباعت ۱۳۴۷ھ ہے [1] جبکہ دوسری مرتبہ یہ شجرہ شرح سبعہ قرآات کے ساتھ پاکستان میں شائع ہوا۔

---

(۱) محمد محی الاسلام، شرح سبعہ قرآات، ۱/ ۶۶

اس طرح گویا شرح سبعہ قرآات کی پہلی جلد اور شجرۂ سبعہ قرآات تو مرحوم کی زندگی ہی میں شائع ہو چکے تھے۔ البتہ شرح سبعہ قرآات کی دوسری جلد ۱۹۹۵ء میں پہلی مرتبہ ہی شائع ہوئی۔ قاری محی الاسلام تحریر فرماتے ہیں۔

" اردو میں اس وقت تک کوئی کتاب قابل ذکر نہیں لکھی گئی۔ شاید یہ وجہ ہو کہ کچھ عرصہ قبل تک اردو علمی زبان نہ تھی۔ اور قرآات حاصل کرنے والے عموماً اردو سے بے نیاز علماء ہوتے تھے لیکن اب کیا کیا جائے جبکہ علماء نے الا ما شاء اللہ کے سوا اس فن کو خیر باد کہ دیا اور اس کے سیکھنے والے وہ لوگ رہ گئے جو عربی نہیں جانتے یا ان کو اتنی عربی نہیں آتی کہ مسائل فن کی تحقیق کر سکیں بقول غالب مرحوم

رموز دین نشناسم درست معذورم   کہ کیش من عربی و نژاد من عجمی ست

بیچاروں کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو کتب متداولہ کو (جو بسا اوقات آخری قسم کی ہوتی ہیں) کسی عالم سے پڑھوا کر اس پیچیدگی کو حل کرتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ وہ خود عربی نہیں جانتے اور وہ عالم صاحب قرآات سے ناواقف ہوتے ہیں لہذا تاریکی پر اور تاریکی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ---------

عرصہ دراز سے ضرورت تھی کہ قرآات پر اردو میں معتبر اور محققانہ حیثیت کی کوئی کتاب موجود ہو۔ مگر کوئی بزرگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اور جب میں نے دیکھا کہ معاصرین اس پر قلم نہیں اٹھاتے تو منجانب اللہ میرے دل میں خیال آیا۔ جسکو میرے شیخ فخر المجوّدین قاری حافظ عبدالرحمٰنؒ ضریر کے حکم نے اور قوی کر دیا اور اس امید سے کہ اہل علم اور ماہران فن غلطیوں کی اصلاح

فرمایں گے میں نے اس پر جسارت کی

کثرت مشاغل کی وجہ سے رفتار تحریر بے حد سست تھی مگر سعدی ہند شمس العلماء

مولانا حافظ قاری خواجہ حالی؟ حکیم الامت مولانا حافظ قاری اشرف علی تھانوی مدظلہ

اور میرے محترم استاد بھائی حافظ قاری محمد قیام الدین ہاشمی عم فیضہ کے ارشادات

تازیانہ کا کام کرتے رہتے تھے۔ جس سے ۱۳۳۲ھ میں کتاب تو مکمل ہو گئی

مگر اس کے مسودات اوراق پریشان کی صورت میں رکھے رہے"(۱)

مؤلف کے اس طویل اقتباس سے شرح سبعہ قراآت کو علم قرارت کے عنوان سے اردو زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب قرار دیا جا سکتا ہے۔ طباعت کے حوالے سے بات کریں تو شرح سبعہ قراآت کی پہلی جلد بلاشبہ اردو زبان کی پہلی مطبوعہ کتاب ہے البتہ نصف صدی تاخیر سے چھپنے کے سبب شرح سبعہ قراآت کی دوسری جلد کو یہ اعزاز حاصل نہیں رہا۔
اس کتاب کی پہلی جلد اکیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک سو چونسٹھ صفحات پر ممتند مقدمہ ان ابواب کے علاوہ ہے۔ جس میں آئمہ سبعہ قراآت روایات اور طرق نیز قراآت ثلثہ وغیرہ کا تعارف اور قراءات کی مشہور کتب کا تذکرہ ہے۔ شرح سبعہ قراآت کی دوسری جلد تمام تر فرش الحروف پر مشتمل ہے جس کے تیس ابواب ہیں۔ ہر باب میں قرآن مجید کے ایک ایک پارے کے فروش کی وضاحت ہے آخر میں دعا ختم قرآن اس کا طریق اس ضمن اکابر کے معمولات کا ذکر ہے۔ قاری محی الاسلام؟ نے یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں مکمل کی جبکہ اس کے قلمی مسودہ کی اصلاح اور نظر ثانی کی تکمیل قاری محمد طاہر کے قلم سے ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کو مدینہ منورہ میں کی(۲) اور طباعت ۱۹۹۵ء میں ممکن ہوئی

(۱) محمد محی الاسلام، شرح سبعہ قراآت، ۱/۶۱-۶۲ (۲) شرح سبعہ قراآت، ۲/ ۸۰

علم قرأت اور قراء سبعہ

اس کتاب کے مصنف قاری ابوالحسن اعظمی ہیں جو دارالعلوم دیو بند کے شعبہ تجوید کے مدرس ہیں۔ اس کتاب کو پاکستان میں ادارہ اسلامیات لاہور نے ۱۴۱۰ھ بمطابق دسمبر ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ شروع میں قاری محمد طیب مولانا انظر شاہ کاشمیری قاری ابن ضیاء محب الدین کی تقاریظ شامل ہیں جبکہ قاری عبداللہ سلیم صدر القرا دارالعلوم دیو بند نے انتہائی علمی مقدمہ لکھا ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں قرأت کے ضوابط۔ علم قرات کی تاریخ۔ قرات سبعہ۔ اختلاف قرأت کی نوعیت و حقیقت کے علاوہ قراء سبعہ اور ان کے چودہ راویوں کے حالات کو مستند حوالوں کے ساتھ جمع کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تیسری صدی سے لے کر چودھویں صدی کے دوران لکھی جانے والی بعض کتب قرأت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور آخر میں اپنے سلسلۂ سند کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کیا ہے۔

اس لحاظ سے یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں علم تجوید کے اصول و ضوابط کے ساتھ علم قرات کی تاریخ پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ لیکن کتاب کے مصنف نے تاریخی معلومات دیتے ہوئے مستند یا غیر مستند حوالہ جات کا ذکر نہیں کیا۔ اس سقم نے کتاب کی افادیت کے باوجود اسکی علمی حیثیت کو متاثر ضرور کیا ہے۔

قراءات ثلاثہ

چھوٹے سائز کی یہ کتاب قاری رحیم بخش ؒ پانی پتی کی تالیف ہے اور ایک سو اسی صفحات پر مشتمل ہے۔ سبعہ قراءات کے بعد قراءات ثلاثہ یعنی قراءت امام ابو جعفر مدنی۔ قراءت امام یعقوب بصری ؒ اور قراءت امام خلف کوفی ؒ کا درجہ ہے اس طرح یہ کل ملاکر دس قرائتیں ہو جاتی ہیں۔ قراءات ثلاثہ مرتبہ کے اعتبار سے قراءات سبعہ کے ہم پلہ تو نہیں ہیں تاہم ان کو دوسرے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ قاری رحیم بخش ؒ نے ان تینوں قرائتوں کو مذکورہ کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ شروع میں امام ابوجعفر کے حالات اور ان کے شیوخ کا ذکر ہے اور پھر ان کی قراءت کے اصول بیان کئے گئے ہیں اصولوں کے اس تذکرہ کے بعد فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد قرآن مجید میں ان اصول و فروش کے اجرا کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح صفحہ جونسٹھ سے لے کر جوراسی تک قراءۃ سیدنا امام یعقوب ؒ کے حوالے سے شروع ہیں حالات زندگی، تذکرہ شیوخ، اصول فروش، کلیہ مکررہ کا ذکر ہے اور صفحہ جوراسی سے لے کر ایک سو چوبیس تک پورے قرآن میں اجرا واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ایک سو چوبیس سے لے کر کتاب کے آخر تک قراءۃ سیدنا امام خلف کے حوالے سے ان کے حالات زندگی اصول فروش مکررہ اور پھر پورے قرآن مجید میں ان کا اجرا بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں قاری فتح محمد ؒ پانی پتی کی تقریظ ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے "یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ عزیز موصوف کے یہ قراءات کے رسالے جو تعداد میں نو ہیں طلبہ اور قراءات کے شائقین کیلئے بیش بہا نعمت اور انمول موتی ہیں"

رحیم بخش، قراءات ثلاثہ، ۱۷۹

قراۃ حضرت امام ابن عامر شامیؒ
بروایتین سیدنا امام ہشام وسیدنا امام ذکوانؒ

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چار صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش سابق صدر شعبہ تجوید وقراءات جامعہ خیر المدارس ملتان کی تالیف ہے۔ امام ابن عامر آئمہ سبعہ میں سے ہیں۔ مولف نے کتاب کے آغاز میں امام ابن عامر اور ان کے راوی امام ھشام کے حالات زندگی کا مختصر تذکرہ کیا ہے لیکن ماخذات بیان نہیں کیے۔ صفحہ پانچ سے لے کر صفحہ سولہ تک سیدنا ھشام کے اصول قرات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امام ابن ذکوان کے حالات اور اصول روایت کا ذکر ہے پھر دونوں راویوں کے فرش کلیہ مکررہ کا تذکرہ ہے۔ صفحہ چھبیس سے صفحہ اسی تک پورے قرآن مجید میں ان دونوں روایتوں کا اجرا واضح کیا گیا ہے۔ ہر پارہ کا عنوان الگ قائم کر کے پوری تفصیل سے روایتوں کا تذکرہ ہے۔ آخری حصہ میں امام ابن عامر شامی کی قرات کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو ان کے لیے صرف طیبہ میں ہیں اور حرز میں نہیں ہیں۔ البتہ حرز و طیبہ دونوں میں موجود وجوہ کو انہوں نے قوس میں لکھا ہے۔ اسی طرح حلوانی اور داجونی کی وجوہ کیلئے بھی نشانیاں مقرر کی ہیں بہتر ہوتا کہ مؤلف ان سب کو علیحدہ علیحدہ ہی لکھتے تاکہ خلط مبحث کا امکان باقی نہ رہتا۔ صفحہ چورانوے پر ابن ذکوان کی وہ وجوہ ذکر کی گئی ہیں جو ان کے لیے طیبہ سے آئی ہیں آخری صفحہ پر سند کے طور پر قاری فتح محمدؒ کی طرف سے تقریظ موجود ہے۔

قرأۃ حضرت امام ابن کثیر مکی رحمۃ اللہ علیہ
بروایتین سیدنا بزی و قنبل رحمۃ اللہ علیہما

چھوٹے کتابی سائز کے بانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کی تالیف ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ امام عبداللہ ابن کثیرؒ کی قرات پر ہے اور ان کے دو مشہور راویوں یعنی احمد ابوالحسن بزی اور محمد ابوعمرو قنبل کی روایتوں پر مبنی ہے۔ شروع کے پانچ صفحات پر ان تینوں شخصیات کے مختصر مگر جامع حالات مندرج ہیں لیکن ماخذ معلومات کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ کتاب کے صفحہ پانچ سے لے کر صفحہ بائیس تک دونوں روایتوں کے اصولِ مختصرہ اور فروش کلیہ کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ تیئیس سے لے کر اکاسی تک پورے قران مجید میں ان تمام اصولوں کا اجراء سمجھایا گیا ہے۔ پھر صفحہ بیاسی سے لے کر اکانوے تک پہلی فصل میں بزی کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو حرف طیبہ میں ہیں۔ دوسری فصل میں سیدنا قنبل کی ان وجوہ کو بیان کیا گیا ہے جو حرف طیبہ میں مذکور ہوئیں۔ ان کے فروش الحروف کا تذکرہ بھی ہے۔ کتاب کے آخر میں قاری فتح محمد پانی پتیؒ کی تقریظ ہے جس میں انہوں نے کتاب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا "احقر نے رسالہ قراءۃ ابن کثیر کو اول سے لے کر آخر تک حرفاً حرفاً سنا۔ سو بحمدہ تعالیٰ نہایت جامع اور مکمل پایا حق تعالیٰ شانہٗ اسکی نفع کو عام و تام فرماوے"۔

قراءت حضرت امام ابوعمرو بصری رح
بروایتین سیدنا سوسی و سیدنا دوری رح

چھوٹے کتابی سائز کی ایک سو اٹھاون صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے۔ حضرت امام ابوعمرو بصری آئمہ سبعہ قرات میں سے ہیں۔ کتاب کے شروع میں ان کے حالات زندگی مندرج ہیں لیکن ان حالات میں ماخذ معلومات کی نشاندہی نہیں ہے البتہ مولف نے کہیں کہیں صاحب نشر کا حوالہ ضرور دیا ہے لیکن یہ حوالہ محض ذکر کتاب کی حد تک ہے۔ منصل حوالہ کسی جگہ بھی مذکور نہیں ہے۔ امام ابوعمرو کے حالات کے ساتھ ان کے دو مشہور راویوں ابوعمر حفص دوری ازدی اور ابوشعیب صالح بن زیاد سوسی کے حالات کا تذکرہ ہے۔ پھر ان کے اصول ذکر کئے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں ادغام کبیر ادغام مثلین ادغام متقاربین۔ مد متصل و منفصل ابدال ادغام صغیر۔ فتح اور امالہ محضہ اور امالہ بین بین۔ یائے اضافت اور یاآت زوائد۔ ان اصولوں کے بعد فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد کتاب کے آخر تک ان اصول و فروش کا پورے قران مجید میں اجرا بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ دونوں راویوں کی روایتوں فرق بہت ہی خفیف ہے اس لئے دونوں کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ معمولی اختلاف جہاں موجود ہوا۔ اس مقام کو خط کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

قرأت حضرت امام حمزہ کوفیؒ بروایتین سیدنا امام خلف و سیدنا امام خلادؒ

چھوٹے کتابی سائز کی یہ کتاب تین سو چھہتر صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے قاری رحیم بخش پانی پتی نے تحریر کیا ہے۔ امام حمزہؒ کی قرات سے متعلق یہ خالص فنی نوعیت کی کتاب ہے۔ امام حمزہؒ ائمہ سبعہ میں چھٹے امام ہیں۔ آپ کو علم قرأۃ اور علم فرائض میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ آپ کے بے شمار شاگردوں میں امام خلف اور امام خلاد بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ جو اصطلاح میں آپ کے راوی کہلاتے ہیں۔ مصنف نے کتاب کے آغاز میں ان دونوں راویوں کی قرات کے اصولوں کو بیان کیا ہے اور دونوں راویوں کے کسی لفظ کی ادائیگی کے اختلاف کو بھی واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ سات بنیادی اصولوں کا ذکر کرتے ہیں۔ مہموزہ والے کلمہ پر وقف کرنے کے قواعد بیان کیئے ہیں۔ اور تمام ہمزات کی اصولی طور پر تین قسمیں تبلائی ہیں۔ جو یہ ہیں ۱۔ ساکنہ جیسے يُؤْمِنُونَ ۔ اِقْرَأْ ۔ نَبِّئْ وغیرہ

۲۔ متحرکہ یعنی جسکا پہلا حرف ساکن ہو۔ جیسے يَسْئَلُوْنَ ۔

۳۔ متحرکہ ماقبل متحرک۔ یعنی ایسا متحرک جس کے پہلے حرف پر بھی حرکت ہو۔ جیسے سَأَلْتُمْ ۔ تَطَؤُهَا ۔ مُنْشِئُوْنَ وغیرہ ۔ پھر پہلی قسم کی مزید چھ فروعی قسمیں ہیں۔ جبکہ دوسری قسم کی بارہ اور تیسری قسم کی نو فروعات ہیں اس طرح یہ کل مل کر ستائیس ہو جاتی ہیں۔ موصوف نے ان ستائیس فروعات کو الگ الگ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ان کے علیحدہ علیحدہ نام بھی اصطلاحی طور پر بیان کئے ہیں

علمائے قرات کے نزدیک ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور یہ مشکل ترین ابواب میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی لئے قاری رحیم بخشؒ نے پوری شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع پر کلام کیا ہے پھر اظہار اور ادغام صغیر کی بحث ہے اس ضمن میں انہوں نے امام خلف اور امام خلاد کے حوالے سے آٹھ قاعدے بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد فتح اور امالہ کی بحث ہے۔ اور فتح اور امالہ کی تعریف سے صرف نظر کرتے ہوئے مختصراً احکام ذکر کر دیئے ہیں۔ پھر یاآت اضافت اور یاآت زوائد کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ ساری بحث شروع کے چوالیس صفحات پر ممتد ہے۔ اس بحث کے بعد صفحہ چھیالیس سے لے کر آخر کتاب تک پورے قرآن مجید کی تمام سورتوں میں خلف و خلاد کے اختلاف یا فرق کو ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ساری بحث اطلاقی پہلو کو محیط ہے۔ بعض کلمات کے نیچے خلاد باریک خط میں مرسوم ہے جس سے مراد روایت خلاد ہے۔ بعض کلمات کے نیچے خلف لکھا گیا ہے یہ علامت روایت خلف کی ہے۔ بعض کلمات دونوں ناموں سے معرا ہیں جس کا مطلب ہے ایسے کلمات کو خلف و خلاد یکساں ادا کرتے ہیں۔ بعض کلمات پر س کی علامت ہے جو سکتہ کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً بالآخرة۔

اس کتاب کو سامنے رکھ کر امام خلف اور امام خلاد کی روایتوں کے مطابق تلاوت کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ چیز عام حضرات کیلئے نہیں ہے۔ اس سے صرف وہ لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو علم قرات سے واقف ہوں۔ کتاب کے آخر میں قاری فتح محمدؒ کی مختصر تقریظ ہے جس میں انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ کتاب انہوں نے اول تا آخر سنی ہے اور اس کو نہایت جامع پایا ہے۔ یہ تقریظ اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب فنی لحاظ سے درست اور دونوں روایتوں کے اطلاقات صحیح ہیں۔

قرأت حضرت امام عاصم بروایت ابوبکر شعبہ بن عیاش رحمہ

چھوٹے کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے۔ امام عاصم ائمہ سبعہ میں سے ہیں۔ اور ابوبکر شعبہ بن عیاش ان کے ایک راوی ہیں۔ آغاز میں ہر دو حضرات کے حالات زندگی کا تذکرہ ہے۔ یہاں بھی ماخذ معلومات کا ذکر نہیں ہے۔ پھر صفحہ پانچ سے لے کر صفحہ آٹھ تک فروشِ کلیہ کا ذکر ہے۔ ان فروش کی تعداد سترہ ہے۔ کتاب کے صفحہ اکتیس تک پورے قرآن میں ان کے اجرا کو واضح کیا گیا ہے صفحہ بتیس پر روایت ابوبکر کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو شاطبیہ اور تیسیر میں موجود نہیں ہیں لیکن علامہ جزری نے طیبہ اور نشر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ بارہ وجوہ یا اصول ہیں۔ اس کے بعد کتاب کے آخری حصہ میں حفص کی ان وجوہ کو ذکر کیا گیا ہے جو ان کیلئے حرف طیبہ کے طریق سے ہیں۔ آخر میں قاری فتح محمد کی تقریظ ہے جو کتاب کے مندرجات کی ثقاہت پر سند ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام عاصم کے مشہور راوی دو ہیں ایک حفص دوسرے ابوبکر بن شعبہ۔ لیکن مؤلف نے صرف ابوبکر شعبہ کی روایت ہی کو کتاب میں درج کیا ہے۔ حفص کی روایت کو نہیں لکھا۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ امام حفص کی روایت اتنی عام ہے کہ ایک ہزار حفاظ میں سے نو سو ننانوے کو یہی روایت یاد ہے۔ اور ایسا کوئی نہ نکلے گا جسے یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہوں۔ اسی لئے اس رسالہ میں صرف ابوبکر کی روایت بیان کی جاتی ہے۔

قراۃ سیّدنا امام عاصم کوفی بروایت سیدنا ابوبکر شعبہ بن عیاش بطریق شاطبیہ وطیبہ

مع ضمیمہ وجوہ طیبہ روایت سیّدنا حفص رحمۃ اللہ اجمعین

چھوٹے کتابی سائز کے بتیس صفحات پرمشتمل یہ کتابچہ محمد طاہر رحیمی کا تالیف کردہ ہے شروع میں امام عاصم کے راوی ابوبکر شعبہ کے اصول مختصر بطریق شاطبیہ بیان ہوئے ہیں پھر اصول مختصر بطریق طیبہ ہیں پھر قران مجید میں ان کا اجراء واضح کیا گیا ہے اس کے بعد قرأت عاصم کی روایت حفصؒ کے اصول مختصرہ بطریق شاطبیہ اور بطریق طیبہ مذکور ہوئے ہیں۔ اور ساتھ ہی روایت حفصؒ کے فروش کا تذکرہ ہے۔ آخر میں تکملہ کے عنوان سے امام عاصم اور ان کے راوی ابوبکر شعبہ بن عیاش کے حالات قاری رحیم بخش کی کتاب سے منقول ہیں

رسالہ روایت سیّدنا ورش بطریق سیدنا محمد اصبہانی

یہ رسالہ قاری محمد طاہر رحیمی کی تالیف ہے صفحات چالیس ہیں۔ امام ورش کے دو طرق مشہور ہیں ایک ابویعقوب ازرق دوسرے ابوبکر اصبہانی۔ مذکورہ کتاب میں امام نافع کی قرأت انکے راوی ورش کی روایت میں طریق اصبہانی پر لکھی گئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ صرف امام جزری کی نشر اور طیبہ میں مذکور ہوئی ہے۔ شاطبیہ اور تیسیر میں اس طریق کا ذکر نہیں ہے۔ کتاب کے آغاز میں امام نافع ورش اور اصبہانی کے حالات کا ذکر ہے۔ پھر طریق اصبہانی کے اصول مختصرہ دیئے گئے ہیں اور فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے اس کے بعد پورے قران مجید میں ان کا اجراء واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں تکمیل کتاب کا ۱۹۸۷ء درج ہے

قراءۃ امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ
بروایتین سیدنا ابوالحارث وسیدنا دوری رحمۃ اللہ علیہما

چھوٹے کتابی سائز کے اٹھانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے امام کسائی آئمہ قرات سبعہ میں ساتویں امام ہیں کتاب کے آغاز میں مؤلف نے ان کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں لیکن کسی جگہ ماخذ معلومات کا ذکر نہیں کیا۔ ساتھ ہی ان کے دونوں مشہور راویوں میں سے ایک کے حالات کا بہت ہی مختصر تذکرہ کیا ہے۔ دوسرے راوی یعنی دوری کا ذکر نہیں کیا۔ مؤلف کے بقول دوری ابوعمرو بصری کے بھی راوی ہیں لہذا ان کا ذکر انھوں نے امام ابوعمرو کے بارے میں لکھی گئی کتاب میں کر دیا ہے۔ اس کے بعد امام کسائی کے اصول قرات کا ذکر ہے اور ساتھ ہی فرش مکررہ بھی وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔ پھر صفحہ بیس سے لے کر آخر کتاب تک پورے قران مجید میں اس روایت کے اجرا کو واضح کیا گیا ہے اور ہر پارے کا علیحدہ علیحدہ عنوان لکھا گیا ہے۔ اور اس میں موجود تمام ایسے کلمات کی الگ الگ وضاحت ہے جہاں اس روایت کے اصول و فرش جاری ہوتے ہیں۔ آخر میں حسب معمول صحت مباحث و درستی مسائل مبینہ کی سند کے طور پر قاری فتح محمد پانی پتی کی تقریظ دی گئی ہے۔

قراءت حضرت امام نافع رحہ
بروایت سیدنا قالون

چھوٹے کتابی سائز کے چھیتر صفحات پر مشتمل کتابچہ قاری رحیم بخش پانی پتی رحہ کی تالیف ہے امام نافع رحہ قراءت کے پہلے امام ہیں اور قالون ان کے ایک مشہور راوی ہیں۔ آغاز کتاب میں امام نافع مدنی کے حالات زندگی بدون ماخذ معلومات مندرج ہیں اور پھر سیدنا عیسیٰ بن مینا قالون کے حالات وکوائف مختصر طور لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد اُن اصطلاحات کا ذکر ہے جو عموماً کسی مسئلہ قراءت کو سمجھانے کی غرض سے استعمال کی جاتی ہیں۔ پھر روایت قالون کے مختصر اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جنکی تعداد آٹھ ہے۔ پھر مزید ان کی فروعات ہیں۔ ان اصولوں کے بعد فروش مکررہ کا تذکرہ ہے۔ اس تفصیل کے بعد صفحہ اٹھارہ سے لیکر چھیاسٹھ تک پورے قرآن مجید میں ان قواعد کے اجرا کو مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے

کتاب کے آخری حصہ میں روایت قالون کی وجوہ کا ذکر ہے جو علامہ جزری رحہ کی طیبہ اور نشر فی قراءت العشر میں تو موجود ہیں لیکن شاطبیہ اور تیسیر میں نہیں ہیں

کتاب کے آخری صفحہ پر قاری فتح محمد پانی پتی رحہ کی تقریظ ہے جس سے کتاب کی اہمیت اور بیان شدہ مباحث ومسائل کی صحت اور درستی کی سند حاصل ہوتی ہے۔

قراۃ حضرت امام نافع رحؒ
بہ روایت سیدنا ورش رحؒ

یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کی تالیف ہے۔ جو عام کتابی سائز کے تین سواڑسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آغاز میں پیش لفظ کے عنوان سے سیدنا ورش کے حالات زندگی دیئے گئے ہیں۔ آپ کا پورا نام عثمان ابو سعید ہے اور ورش کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ امام نافع مدنی کے دوسرے مشہور راوی ہیں۔ ان کے تذکرہ حالات کے بعد اس روایت کے اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ بعد میں فروش کلیہ مکررہ کا تذکرہ ہے جو کتاب کے صفحہ انتالیس سے لے کر صفحہ تین سو سینتالیس تک ہے۔ پورے قرآن مجید میں ان اصول و قواعد کا اجرا بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کتاب کے آخر میں خاتمہ کے عنوان سے دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں ورش کے لئے ان وجوہ کا ذکر ہے جو ازرق کے طریق سے صرف طیبہ میں ہیں اور شاطبیہ اور تیسیر میں موجود نہیں ہیں۔ دوسری فصل میں ان وجوہ کا تذکرہ ہے جو صرف اصبہانی کے طریق سے ہیں آخر میں قاری فتح محمد پانی پتیؒ کی تقریظ ہے جو کتاب کی صحت اور اس میں بیان کردہ مسائل قرأت بروایت ورش کی درستی کی سند کے طور پر بیان کی گئی ہے۔

قراۃ مکی باضافہ طریق طیبہ

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کی تالیف ہے عبداللہ ابن کثیر مکی قرات کے دوسرے امام ہیں جنکے دو راوی احمد بزی اور محمد قنبل مشہور ہیں مؤلف نے ان دونوں کی روایتوں کو بطریق شاطبیہ اور بطریق طیبہ اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ شروع میں ابن کثیر کی قرات کے اصول مختصرہ بطریق شاطبیہ مندرج ہیں پھر فروش کلیہ مکررہ پھر اصول مختصر بطریق طیبہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ان تمام اصول و فروش کا قران میں اجراء واضح کیا گیا ہے۔ آخر میں ابن کثیر۔ بزی اور قنبل کے حالات اور ان کی اسناد کا ذکر ہے۔

تاریخ علم تجوید و تاریخ علم قرات

چھوٹے کتابی سائز کا یہ رسالہ اسی صفحات پر مشتمل ہے جو دو رسائل کا مجموعہ ہے دونوں قاری محمد طاہر رحیمی کے قلم سے ہیں۔ تاریخ علم تجوید میں انہوں نے تجوید کی ضرورت و اہمیت۔ تجوید کے فوائد بشرعی حکم ارکان تجوید۔ پانی پت میں علم تجوید اور شیوخ نیز جمع و تدوین قران وغیرہ عنوانات سے بحث کی ہے جبکہ تاریخ علم قرات میں آئمہ قرات کا ذکر ہے۔ نیز اختلاف قرات۔ سبعہ احرف کا معنی اور مفہوم اور اختلاف قرات کے فوائد بیان کیے ہیں۔ نیز آئمہ قراءت سبعہ و عشرہ اور ان کے جملہ رواۃ کے حالات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ اگرچہ دونوں رسائل میں اختصار کا پہلو غالب ہے تاہم معلوماتی اعتبار سے دونوں رسائل مختصر ہونے کے باوجود جامع ہیں۔

وضوح الفجر فی القرآت الثلث المتمۃ للعشر

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چونسٹھ صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کی تالیف ہے
سبعہ قرات کے بعد تین مزید قرائتیں مل کر عشرہ قرات ہوتی ہیں۔ بعد والی تین قرائتوں پر
دو کتب بڑی اہم ہیں ایک درّہ دوسرے وجوہ المسفرہ ۔ ان کتب میں عموماً ان اختلافات
کو بیان کیا گیا ہے جو ابو جعفر نافع سے۔ یعقوب ابو عمرو سے اور خلف حمزہ سے کرتے ہیں
لیکن جن کلمات میں ان حضرات کی باہم موافقت ہے ان کو بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن
وضوح الفجر میں مؤلف نے ان تینوں قرائتوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ جس سے
تینوں قرات کی تفہیم میں مزید سہولت پیدا ہوئی ہے۔ مؤلف نے طریق کار یہ اختیار کیا
ہے کہ تینوں آئمہ قرات کیلئے روایت حفص کو اصل ٹھہرا کر جن کلمات میں اختلاف ہے
ان کو بیان کر دیا ہے۔ اور جن میں روایت حفص کے ساتھ ان کا اختلاف نہیں ہے ان کو
چھوڑ دیا ہے۔ کتاب کے شروع میں تینوں قرات کے اصول بیان کئے ہیں۔ جو تیرہ
ابواب پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا عنوان الگ ہے۔ پھر فرش الحروف کے
عنوان سے پورے قرآن مجید میں ان کا اجرا کیا گیا ہے۔ آخر میں تتمہ کے عنوان سے آخری
تین قراتوں کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو درہ اور وجوہ المسفرہ میں نہیں ہیں۔ پھر ان کا اجراء
واضح کیا گیا ہے۔ کتاب پر قاری فتح محمد پانی پتی اور قاری رحیم بخش پانی پتی کی تقاریظ
صحت مضامین پر دال ہیں اور کتاب کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

هدایات الرحیم فی آیات الکتٰب الحکیم

چھوٹے کتابی سائز کے چونسٹھ صفحات پر مشتمل قاری رحیم بخش" کا یہ مختصر رسالہ ہے۔ جس میں قرانی آیات کی تعداد اور ان سے متعلقہ دیگر مباحث شامل ہیں۔ ترتیب قران کی طرح آیات قرانی بھی توقیفی ہیں جس کے دلائل ظاہر و باہر ہیں۔ جس طرح قرات مختلف ہیں اسی طرح شمار آیات بھی مختلف ہیں۔ قرات سبعہ عشرہ کی طرح شمار آیات کے مذاہب یا مکاتب بھی مختلف ہیں جن کی تعداد سات ہے۔ هدایات الرحیم انہی موضوعات سے متعلق ہے۔ مؤلف نے اس حوالے سے اس فن کی دو اہم کتب اتحاف فضلاء البشر اور ناظمۃ الزھر کو بنیاد بنایا ہے لیکن ناظمۃ الزھر کو ترجیح دی ہے۔ کہ ان کے نزدیک اتحاف میں سہو کتابت زیادہ ہے[1]۔ مولف نے اپنے رسالہ کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب کی چار فصلیں ہیں جن میں پہلی فصل شمار آیات کے فن کی تعریف موضوع مبادی اور فوائد کے بارے میں ہے دوسری فصل کا عنوان قران مجید کی آیات کے شمار میں ہے۔ اس میں سات شمار مذکور ہیں۔ مدنی اول۔ مدنی اخر۔ مکی کوفی۔ بصری۔ دمشقی اور حمصی۔ تیسری فصل اعداد و شمار کے متعلقات پر ہے۔ چوتھی فصل میں کچھ اصطلاحات مذکور ہیں۔ دوسرے باب میں مکی مدنی سورتوں کی وضاحت ہر سورۃ کی آیات کا اعداد و شمار ان آیات کی تفصیل دی گئی ہے۔ آخر میں پانچ صفحات پر مشتمل ایک ضمیمہ دیا گیا ہے۔ جس کا عنوان عدد آیات کے متعلق مفید معلومات ہے۔ یہ ضمیمہ مولف کا نہیں بلکہ محمد طاہر رحیمی کا لکھا ہوا ہے۔ آخری صفحہ پر قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تقریظ ہے۔

---

[1] رحیم بخش، هدایات الرحیم، ۶

التجوید

بائیس صفحات پر مشتمل یہ ایک مختصر کتابچہ ہے جسے مولانا قاری محمد الدین نعیمی مدرس دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد نے لکھا ہے۔ ناشر کی حیثیت سے دو اداروں کے نام تحریر ہیں ایک مذکورہ مدرسہ دوسرے مکتبہ نوریہ گنج بخش روڈ لاہور۔ سن اشاعت اکتوبر ۱۹۸۱ء ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مندرج ہے۔ اس کتابچے میں علم تجوید سے متعلق حسب ذیل اٹھارہ عنوانات سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ احکام تجوید ۲۔ تعوذ و تسمیہ ۳۔ مخارج ۴۔ صفات حروف کا بیان ۵۔ میم ساکن کا بیان ۶۔ نون ساکن و نون تنوین کا بیان ۷۔ غنہ کا بیان ۸۔ اصطلاحات ۹۔ مد کا بیان ۱۰۔ مقدار مدات ۱۱۔ تفخیم و ترقیق کا بیان ۱۲۔ ادغام کا بیان ۱۳۔ لام تعریف کا بیان ۱۴۔ ھا ضمیر کا بیان ۱۵۔ اجتماع ساکنین کا بیان ۱۶۔ ہمزہ کا بیان ۱۷۔ وقف کا بیان ۱۸۔ سکتہ کا بیان

یہ کتابچہ محض تحصیل حاصل ہے۔ کل بائیس صفحات اور اٹھارہ انتہائی اہم موضوعات جو علم تجوید کی اصل ہیں۔ ان بائیس صفحات میں بھی ٹائیٹل فہرست اور پیش لفظ اور آخر میں دی گئی تقریظ کے صفحات کو اگر نکال دیا جائے تو مذکورہ موضوعات کی تشریح و توضیح کیلئے صرف سترہ صفحات بچتے ہیں۔ لکھنے کا انداز بھی پرانا اور دقیانوسی ہے حتیٰ کہ عنوانات کا انداز بھی مستعار۔ عبارت کے پورے کے جملے لفظات کا شاہکار ہیں۔

احکام التجوید

یہ کتاب قاری سید بزرگ شاہ الازہری کی ہے۔ جسے پاکستان قرأت اکیڈمی راولپنڈی نے شائع کیا ہے۔ پوری کتاب بیاسی صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے عام تجویدی کتب سے مختلف انداز اختیار کیا ہے اور عنوانات کے ابواب کی بجائے درس کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اور تیس دروس لکھے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ درس نمبر ۱ کا عنوان حروف و حرکات ہے۔ اس درس میں حروف کی ساخت اور حرکات کی تعریف کی گئی ہے تمام حروف ہجا کو ساخت کے اعتبار سے تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی چار حرفی سہ حرفی دو حرفی۔ لیکن اس تقسیم سے بات کی تفہیم میں خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی یہ بحث مبتدی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح حرکات کو سمجھانے کیلئے بھی مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں لیکن بات واضح ہونے کی بجائے مزید الجھی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً مولف کسرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"منہ کو قدرے بند کر کے یعنی نا تمام بند کر کے جو باریک سی آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو کسرہ کہتے ہیں" (۱)

اسی طرح ضمہ کے ذیل میں تحریر ہے۔

"ہونٹوں کو گول کر کے کچھ آگے بڑھا کر جو باریک سی آواز نکالی جاتی ہے اسے تجوید کی اصطلاح میں آواز ضمہ کہتے ہیں" (۲)

---

(۱) بزرگ شاہ ۷، احکام التجوید، ۱۰ (۲) ایضاً

درس نمبر ۲ کا عنوان دانت اور دائرہ قائم کیا گیا ہے۔ اس درس میں دانتوں کا نقشہ اور دانتوں
کے اصطلاحی ناموں کا ذکر ہے۔ لیکن اسی درس میں حروف کی مشق کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور حرف
ص تک بحث کی گئی ہے۔ اوّل تو حروف کی یہ بحث عنوان درس سے مطابقت نہیں رکھتی دوسرے
یہ کہ حروف کے مخارج کی بحث بھی نامکمل ہے۔ البتہ درس نمبر ۳ جس کا عنوان حروف بجا کی
مشق (گذشتہ سے پیوستہ) ہے میں حرف ض سے لے کر ی تک کے حروف کے مخارج کو واضح
کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مفخم و مرقق۔ حروف مستعلیہ جیسی ثقیل
اصطلاحات استعمال کر کے مزید مشکل پیدا ہو گئی ہے حالانکہ تفخیم و ترقیق وغیرہ کی تعریف و
توضیح پہلے کسی جگہ بھی سمجھائی نہیں گئی۔ درس نمبر ۴ کا عنوان ہے ہمزہ اور الف کا فرق۔ اس
ضمن میں بھی بحث بڑی مغلق ہے مثلاً

" ہمزہ کبھی محذوف ہوتا ہے۔ ہمزہ کی محذوف شکل یہ ہے (ء)
ہمزہ کبھی مرسوم ہوتا ہے یعنی پڑھا بھی جاتا ہے اور لکھا بھی جاتا ہے
ہمزہ کی مرسوم شکلیں تین ہیں۔ ۱۔ الف۔ ۲۔ واؤ۔ ۳۔ یا "(۱)

ایسی ہی مشکل بحث پورے سبق میں موجود ہے۔ جس سے الف اور ہمزہ کا فرق واضح
ہونے کی بجائے مزید الجھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ درس نمبر ۵ کا عنوان ہے را کے احکام۔ اس
درس میں مؤلف نے کوشش کی ہے کہ حرف را کی ادائیگی کا طریق سمجھایا جائے کہ را کس
مقام پر باریک پڑھی جاتی ہے اور کہاں پُر۔ سمجھانے کی غرض سے مؤلف لکھتے ہیں
" رَ فِیعٌ۔ رَ حْمَۃً۔ رَ جُلٌ۔ ثَمَرَۃٍ۔ قِرَدَۃً۔ قَدَّرَ۔ صَوَّرَ۔ دَمَّرَ

(۱) بزرگ شاہ، احکام التجوید، ۲۱

یہ الفاظ تین حصوں میں تقسیم ہیں۔ ہر حصہ تین تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ ہر لفظ میں را مفتوح ہے۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے تین الفاظ میں را لفظ کے شروع میں واقع ہے۔ دوسرے تین الفاظ میں را لفظ کے درمیان میں واقع ہے جبکہ آخری تین الفاظ میں را لفظ کے آخر میں واقع ہے تینوں حصوں کے راؤں کا اصطلاحی نام بالترتیب را مفتوحہ ابتدائیہ را مفتوحہ متوسطہ اور را مفتوحہ متطرفہ ہیں۔ یہ تمام رائیں پر پڑھی جائینگی" (۱)

اس عبارت کو پڑھ کر مبتدی کیلئے را کے مبحث کو سمجھنا آسان نہیں رہا۔ بلکہ مشکل ہی ہوگیا ہے۔ دیئے گئے الفاظ کی تعداد بھی آٹھ ہے جبکہ مؤلف نے لکھا ہے کہ الفاظ تین حصوں میں تقسیم ہیں ہر حصہ تین تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ اسی طرح مؤلف کی حسب ذیل عبارت دیکھئے

"قاعدہ نمبر ۸ را ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو تو ایسی را سے پہلے تیسرے نمبر والے حرف کی حرکت کے مطابق ساکن را پر یا باریک پڑھی جائیگی۔ القدر۔ البحر" (۲)

درس نمبر ۶ میں استعاذہ اور بسملہ کے عنوان کے تحت جائز اور ناجائز طریقوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بحث بڑی حد تک واضح ہے اسی طرح درس نمبر ۹ اور ۱۰ کی بحثیں بھی عمدہ اور سلیس ہیں البتہ دسویں باب کے آخر میں نون ساکن اور تنوین کے احکام کا خلاصہ تین نکات میں ہے نون مشدد کے قواعد بھی قابل فہم ہیں لیکن مثالیں صرف تین دی گئی ہیں اگر چند مثالیں اور لکھ دی جاتیں تو مزید بہتر تھا۔ درس نمبر ۷ کا عنوان سورۃ الفاتحہ (مشق قواعد تجوید کا اجرا اور خط نسخ میں لکھائی) ہے اس کے تحت سورہ فاتحہ تحریر ہے اور لکھنے کی مشق کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہی صورت درس نمبر ۸ میں ہے

(۱) بزرگ شاہ، احکام التجوید، ۲۲۔ ۲۳ ۔ (۲) ایضاً ۲۶

اور سورۃ لبقرہ کی پانچ آیات کی مشق لکھائی کا مطالبہ ہے ۔ درس نمبر ۱۱ - ۱۲ - ۱۴ اور ۱۵
میں سورۃ الناس - الفلق الاخلاص ۔ الماعون ۔ الکوثر الکافرون ۔ القریش ۔ الفیل
کی مشق اور احکام تجوید کے اجرا کے ساتھ ساتھ لکھائی کی مشق کا مطالبہ ہے ۔ درس نمبر ۱۶
کا عنوان میم ساکن اور میم مشدد ہے ۔ اس درس میں میم ساکن کے تین احکام یعنی اخفا
ادغام اور اظہار مذکور ہوئے ہیں ۔ اور ایک جدول کے ذریعہ سے وضاحت کے ساتھ ساتھ
سورۃ المعارج کی آیات انیس تا تیس میں ان قواعد کا اجرا بھی سمجھایا گیا ہے ۔
درس نمبر ۱۷ کا عنوان عارض لین لازم لین اور مقدار مدود لکھا گیا ہے ۔ اس درس کی
ساری زبان ادق ہے ۔ حتی کہ عنوان بھی ۔ اس درس کے آخر میں ذیلی عنوان ہے
اقسام مد اور مقدار مد کا خاکہ لیکن خاکہ کی بجائے سابقہ بحث ہی کو مکرر بیانیہ انداز میں لکھ
دیا گیا ہے ۔ درس نمبر پچیس کا عنوان اجتماع مثلین اجتماع متقاربین اجتماع متجانسین
اجتماع متباعدین ہے ۔ ان اصطلاحات کے حوالے سے بحثیں بہتر ہیں ۔ درس نمبر ۲۷ کا
عنوان مراتب تلاوت ہے اور چار مراتب ذکر کئے گئے ہیں ۔ تحقیق ۔ ترتیل ۔ تدویر ۔ حدر ۔
اکابر قراء نے تلاوت کے تین مراتب یعنی ترتیل ۔ تدویر اور حدر ہی بیان کئے ہیں ۔ چوتھا مرتبہ
تحقیق مؤلف کے اپنے ذہن کی اختراع ہے اسکو تلاوت کا طریقہ نہیں کہا جاسکتا ۔ یہ تو تقاضائے
تلاوت ہے ۔ درس نمبر اٹھائیس میں مخارج حروف کا خاکہ دیا گیا ہے ۔ یہ خاکہ زیادہ بہتر تھا کہ
سبق نمبر ۱ اور ۲ کے ساتھ ہی دیا جاتا کیونکہ اس خاکے کا اصل محل وہی تھا ۔ چھبیس
دروس کے بعد اس خاکے کو بیان کرنا کچھ غیر مناسب سی بات ہے ۔ اس طرح مجموعی
طور پر احکام التجوید بہتر کتابچہ ہونے کے باوجود سقائم سے پاک نہیں ۔

اسھل التجوید فی القرآن المجید

عام کتابی سائز کی یہ کتاب چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو قاری فقیر محمد مکی رسول نگری کی لکھی ہوئی ہے۔ موصوف دارالقراء جامعہ عزیزیہ ساہیوال کے ناظم ہیں۔ اس کتاب کو المطبعۃ العربیۃ ۳۰ لیک روڈ پرانی انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے۔ پیش نظر نسخہ مئی ۱۹۹۱ء میں طبع ہوا۔ جس پر طبع چہارم لکھا ہوا ہے۔

اسھل التجوید روایت حفص کے قواعد پر مشتمل ہے۔ کتاب کو اٹھارہ اسباق پر تقسیم کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

پہلا سبق۔ علم تجوید۔ اس میں تجوید کی تعریف۔ موضوع۔ غرض وغایت اور فضیلت کا تذکرہ ہے دوسرا سبق۔ لحن کی تعریف اسکی قسمیں۔ اسمیں لحن خفی اور لحن جلی کی وضاحت ہے۔ اس سبق کے تحت امام ابن تیمیہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص کثرت سے لحن خفی کا ارتکاب کرے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ تیسرے سبق کا عنوان "اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا بیان ہے چوتھا سبق مخارج الحروف پر ہے۔ پانچویں سبق کا عنوان۔ صفات کا بیان ہے۔ اس میں صفات عارضہ ولازمہ کی تفصیل ہے۔ چھٹا سبق صفات عارضہ محسنہ پر ہے۔ ساتویں کا عنوان تفخیم وترقیق اور آٹھویں کا عنوان لام کا بیان ہے۔ نواں سبق راء کے احکام پر ہے۔ اس میں راء کی ادائیگی کی مختلف صورتیں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ دسویں سبق کا عنوان غنہ کا بیان ہے۔ گیارہواں سبق میم ساکن۔ بارہواں نون ساکن اور نون تنوین پر ہے۔ تیرھویں سبق کا عنوان مد کا بیان ہے۔ یہ درس بڑا مفصل ہے

اس سبق میں مؤلف نے مد کی اقسام کو الگ الگ عنوانات کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی ہے ۔ چودھویں سبق کا عنوان همزہ وصلی کا بیان ہے ۔ پندرھویں سبق کا عنوان وقف کے احکام ہے ۔ سولھواں سبق اثبات اور حذف الف کا بیان ہے ۔ سترھواں سبق سکتہ کا بیان اور اٹھارہویں کا عنوان بعض ضروری مسائل ہے ۔ ان باقاعدہ اسباق کے بعد قرآن مجید کے فضائل ۔ قراء کی فضیلت میں چند احادیث کا تذکرہ ہے ۔
ان بحثوں کے بعد آخری حصہ میں چند بزرگ قراء کی کتاب کے بارے میں مختصر آراء مندرج ہیں جن میں کتاب کا تعارف اور تحسین ہے ۔ ان بزرگ قراء میں حافظ ثناء اللہ مدنی ۔ قاری عبدالخالق رحمانی ۔ قاری محمد حبیب اللہ ۔ قاری اظہار احمد تھانوی ۔ قاری نذیر احمد اور حافظ محمد یحیٰی عزیز میر محمدی شامل ہیں ۔
اس پوری کتاب کا انداز حتی کہ عنوان تک پرانی طرز کے ہیں کوئی جدت ان میں نہیں ۔ آغاز میں فہرست مشمولات تک بھی موجود نہیں اس لحاظ سے یہ کتاب مطبوعہ کتب تجوید میں اضافہ تو ہے لیکن اس اضافے کو گراں قدر اضافہ شاید نہ کہا جا سکے ۔

اصول التجوید

اصول التجوید قاری جمشید علی کی تلمی کاوشش کا نتیجہ ہے۔ موصوف ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس تجوید وقرات ہیں۔ آپ شیخ القراء قاری حفظ الرحمن کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے قاری محمد عبداللہ سلیم کی رائے مندرج ہے جس میں انہوں نے کتاب میں موجود مباحث کی تعریف لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ " اصول التجوید میرے نزدیک نہایت مفید اور جامع رسالہ ہے۔ دراصل اس میں خصوصیت کے ساتھ ضروری قواعد کو حضرت استاد کے جامع اور مختصر الفاظ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ رسالہ مفید بھی ہے اور مبارک بھی"

موصوف کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کی عبارت میں استاد کے ساتھ عقیدت مندی کا رنگ غالب ہے۔ علاوہ ازیں ہماری دانست میں اگرچہ رسالہ کے اندر علم تجوید کے مباحث کو مختلف عنوانات کے تحت مختصر مگر جامع انداز سے جمع کیا گیا ہے تاہم عبارت کا انداز قدیم اور مغلق ہے جس کی وجہ سے قاری عدم دلچسپی کا شکار ہو جاتا ہے

کتابچہ کے آخر میں ضروری ہدایت کے عنوان سے قراءت کے دوران بعض باتوں کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں بعض مفید باتیں لکھی گئیں ہیں جن کا علم قاری کیلئے بہت ضروری ہے تاہم ان مباحث میں فاضل مؤلف کی ایک بات محل نظر ہے آپ لکھتے ہیں

" یہ بات بھی ذہن میں آجانی چاہیئے کہ قرآن پاک میں کوئی وقف ایسا لازم اور

ضروری نہیں ہے کہ اس کے نہ کرنے سے گناہ لازم آئے اور نہ کسی جگہ وقف کرنا حرام ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہوتا ہو۔ البتہ اگر قران پڑھنے والا معنی کو سمجھتا ہو تو ایسی جگہ جان بوجھ کر ملا کر پڑھنا حرام ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ وہاں وقف کرنے سے معنی کے بگڑنے کا وہم ہوتا ہو تو ایسی جگہ جان بوجھ کر وقف کرنا حرام ہے۔" (۱)

فاضل مؤلف کی یہ عبارت از خود تعارض معنوی کا شکار ہے۔ کہ شروع میں فرمایا نہ کسی جگہ وقف کرنا حرام ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہوتا ہو اور آخر میں فرمایا ایسی جگہ جان بوجھ کر وقف کرنا حرام ہے۔ اگرچہ اس بات کو فاضل مؤلف نے معنی سمجھنے کی شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے تاہم ان کا یہ کہنا تو کسی طور درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ قران پاک میں کوئی وقف لازم اور ضروری نہیں ہے۔ کہ اس کے نہ کرنے سے گناہ لازم آئے اور نہ کسی جگہ وقف کرنا حرام ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہوتا ہو۔ اگر ان کی اس ہدایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو قران مجید کی نسبت سے علم الاوقاف (جو ایک مستقل اور مہتم بالشان علم ہے) کی ساری بحثیں بیکار ہو جاتی ہیں ۔

آسان تجوید

بیس صفحات پر مشتمل یہ مختصر کتابچہ قاری بشیر احمد جامعی نے تحریر کیا ہے ۔ موصوف دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا کے رہنے والے ہیں۔ پاکستان میں اس کتابچہ کو عمران اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے ۔ اس کتابچہ میں علم تجوید کی مختلف بحثوں کو دس اسباق میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ شروع میں اصطلاحات کے عنوان سے تجوید کی ابتدائی معلومات مندرج ہیں تمام اسباق سوالاً جواباً لکھے گئے ہیں ۔

پہلا اور دوسرا سبق قرآن حکیم کی فضیلت اور علم تجوید کی اہمیت کے بارے میں ہے۔ تیسرے سبق میں تجوید کی تعریف اور غرض وغایت کا ذکر ہے۔ چوتھا سبق دانتوں کے ناموں کے بارے میں ہے پانچویں سبق میں مخارج بحث ہے۔ چھٹے میں استعاذہ اور بسملہ کے مسائل ہیں۔ ساتواں سبق علم الاوقاف پر ہے۔ آٹھویں سبق میں وصل اور اس کے طریقے بیان کئے گئے ہیں نیز حروف قمری وشمسی کی شناخت بھی کرائی گئی ہے ۔ نواں سبق اظہار ادغام اقلاب اخفاء اور غنہ کے قواعد پر مشتمل ہے ۔ جبکہ دسویں سبق میں مد اور اس سے متعلقہ مباحث بیان کئے گئے ہیں۔
آسان تجوید کی زبان سادہ اور عام فہم ہے تاہم زیادہ اختصار کی وجہ سے مسائل کی تلخیص اس درجہ ہو گئی ہے کہ تفہیم ناممکن ہو گئی ہے ۔

آیئے قرآن شریف پڑھیں

چار حصوں پر مشتمل یہ چھوٹے چھوٹے پمفلٹس ہیں جن میں سے ہر ایک کا عنوان " آئیے قرآن شریف پڑھیں" ہے - یہ پمفلٹس بزم ندائے مسلم پاکستان کی طرف سے شائع کیۓ گئے ہیں۔ ان چاروں حصوں میں قرآن مجید کی تلاوت کیلئے قواعد تجوید کو جمع کیا گیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے

پہلا پمفلٹ - یہ پمفلٹ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں پانچ اسباق ہیں۔ پہلا سبق حروف تہجاء سے متعلق ہے۔ تمام حروف کو لکھ کر ہر حرف کے نیچے اس کو پڑھنے کا طریقہ یعنی ادائیگی کا انداز اردو زبان میں دیا گیا ہے۔ دوسرے سبق میں رسم کے اعتبار سے حروف کی مختلف شکلیں واضح کی گئی ہیں۔ تیسرے سبق میں مخارج الحروف کا تذکرہ ہے اور منہ کے مختلف اعضاء کی تصاویر دی گئی ہیں اور ان تصویروں کی مدد سے مخارج کی شناخت کرائی گئی ہے۔
چوتھا سبق اعراب و حرکات سے متعلق ہے۔ پانچواں سبق علامت جزم کے بارے میں ہے۔ اور جزم والے حرف پر آواز کی کیفیت کو سمجھایا گیا ہے

دوسرا پمفلٹ

اس میں چھ اسباق ہیں۔ پہلے سبق میں کھڑا زبر کھڑی زیر اور الٹا پیش کی پہچان بتائی گئی ہے۔ دوسرے سبق میں ایسے حروف کا تذکرہ ہے جو لکھنے میں تو آتے ہیں لیکن پڑھنے میں نہیں آتے۔ تیسرا سبق حرف یا (ی) سے متعلق ہے۔ جس

میں اس حرف کی مختلف شکلیں سمجھائی گئی ہیں۔ چوتھے سبق میں واو (و) سے متعلق بحث ہے۔ اور واو کے صوتی انداز بتائے ہیں۔ پانچواں سبق تشدید کے بارے میں ہے جبکہ چھٹے سبق میں مد کی بحث ہے۔ اور مد متصل اور منفصل کے فرق کو سمجھایا گیا ہے۔

تیسرا پمفلٹ

اس میں بھی چھ اسباق ہیں۔ جن میں تنوین جزم تشدید نون اور واو کے قواعد تشدید اور ی کا قاعدہ نیز نون (ن) اور میم (م) کی آوازوں کے بارے میں سمجھایا گیا ہے۔

چوتھا پمفلٹ

اس میں تین اسباق ہیں۔ پہلا سبق "الف کا ایک اور قاعدہ" کے عنوان سے ہے۔ اور ایسے الف کا ذکر ہے جو لکھنے میں تو آتا ہے لیکن پڑھنے میں نہیں آتا یہ سبق دوسرے پمفلٹ میں مذکور قواعد ہی کا حصّہ ہے۔ چوتھے پمفلٹ کا دوسرا سبق حروف مقطعات اور ان کی ادائیگی کے بارے میں ہے۔ تیسرے سبق میں رموز اوقاف سمجھائے گئے ہیں اور آخر میں قرآن کے اندر ایسے مقامات کا ذکر ہے جہاں زیر زبر کی غلطی سے کفریہ معنی ہو جاتے ہیں۔ ان سے بطور خاص بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

یہ اسباق قرآن مجید کو درست پڑھنے کی ایک تدبیر ہیں۔

تحبیر التجوید

کتابی سائز کے اسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد ادریس عاصم نے لکھی ہے جس میں تجوید کے قواعد آسان اور عام فہم انداز سے بیان کئے گئے ہیں شروع میں علم تجوید کی بعض ضروری اصطلات کی وضاحت دی گئی ہے ۔ اسی ذیل میں حرکات ثلاثہ زبر زیر پیش ساکن مشدد وغیرہ کی تشریحات شامل ہیں لیکن حقیقت میں یہ علم تجوید کی اصطلاحات نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق علم الضبط کے ساتھ ہے ۔ لیکن مؤلف نے انہیں علم تجوید کی اصطلاحات کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے ۔ اس کے بعد استعاذہ اور بسملہ کے احکام حروف کے مخارج ۔ صفات حروف لازمہ متضادہ غیر متضادہ عارضہ ۔ تفخیم و ترقیق ۔ میم ساکن و مشدد نون ساکن و مشدد کے قواعد مسائل ادغام ہمزہ کے قواعد ۔ مد کے مسائل ۔ اجتماع ساکنین ھائے ضمیر ۔ اصول صلہ اوقاف وغیرہ کے عنوانات پر مختصر مگر مفید بحثیں شامل کی گئی ہیں

بعد کے ایک صفحہ پر حضرت ابوعمرو حفص سلیمان کوفی کی سند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کیا گیا ہے ۔ آخر عیوب تلاوت کے عنوان سے بعض ایسی قباحتوں کا ذکر ہے جن سے قاری کو تلاوت کے دوران بچنا چاہیے ۔

تسہیل التجوید

تالیف مولانا قاری محمد صدیق احمد صاحب

درمیانہ سائز کے چون صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ علم تجوید کے بنیادی موضوعات پر لکھا گیا ہے اس کے مؤلف مولانا قاری صاحب ہیں۔ جو ہندوستان کے معروف عالم دین ہیں پاکستان اس کتابچہ کو مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی نے طبع کیا ہے۔ تسہیل التجوید کا آغاز تجوید کی تعریف موضوع غرض اور فائدہ سے کیا گیا ہے۔ اس کے تحت ارکان تجوید۔ مراتب تجوید لحن جلی اور لحن خفی کی بحثیں مختصر انداز سے بیان کی گئی ہیں اس کے بعد استعاذہ اور بسملہ کی تعریف اور تفصیلی احکامات علیحدہ سے لکھے گئے ہیں۔ جس کے ذیل میں وصل کل۔ فصل کل وغیرہ مسائل کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر مخارج کے عنوان سے دانتوں اور مخارج کے دیگر اعضاء کا ذکر ہے اور سترہ مخارج واضح کئے گئے ہیں۔ اس القاب حروف کے عنوان سے تمام حروف کے اصطلاحی ناموں کا ذکر ہے اور ان حروف کی تفصیل دی گئی ہے۔ پھر صفات حروف اور ان کے ذیل میں گیارہ صفات متضادہ اور سات صفات غیر متضادہ کا مفصل ذکر ہے اسی ذیل میں صفات عارضہ کا تذکرہ ہے پھر حرف لام اور راکو مفخم یا مرقق پڑھنے کے قواعد مذکور ہوئے ہیں اس کے بعد میم مشدد اور نون مشدد کے قواعد کا ذکر ہے اس کے تحت بحث کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور قرآنی الفاظ سے کافی مثالیں دی گئی ہیں جس کی وجہ سے فہم میں بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہمزہ۔ الف اور واو کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں اور اسی ذیل میں مدات کی بحث بھی ہے۔ جسمیں مدات کی

تمام اقسام کا واضح ذکر ہے پھر ادغام اسکی قسمیں اور اسی کے ذیل میں موانع ادغام کا تذکرہ بھی ہے ۔ اس کے بعد صفات حروف صفات لازمہ متضادہ غیر متضادہ وغیرہ کو ایک تفصیلی جدول کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے ۔ اچھا ہوتا اگر جہ جدول صفات حروف کی بحث کے موقعہ پر ہی دیا جاتا تاکہ بحث کا تلازم برقرار رہتا ۔ اس صفحاتی بعد کی وجہ سے خلط مبحث کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے ۔ اس جدول کے بعد وقف کی اقسام محل وقف کیفیت وقف باعتبار ادا کے عنوانات کے تحت عمدہ بحث ہے ۔ اور وقف کی تمام اقسام مثلاً وقف بالاسکان وقف بالابدال وغیرہ کا ذکر ہے ۔ اسکی بعد علامات وقف اور وصل کے عنوان سے پاک و ہند میں مروج علامات وقف کی وضاحت کی گئی ہے ۔ اس بحث میں مؤلف نے "ہ" کی علامت کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت کے مختلف فیہ ہونے کی علامت ہے ۔ اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کر سکتے ہیں ۔ شاید مولف کا ذہن اس طرف مبذول نہیں ہوا کہ یہ علامت ایک عرصہ سے برصغیر میں متروک ہے بہتر تھا کہ اس علامت کا ذکر نہ کیا جاتا کہ اس سے قاری کا ذہن الجھن کا شکار ہو سکتا ہے ۔ اسکے بعد سکتہ اور قواعد سکتہ کے تحت قران مجید میں موجود آٹھ مقامات سکتہ کی نشاندہی کی گئی ہے ۔ اسکے بعد ہائے ضمیر کا بیان ہے اور اسکے قاعدے الگ الگ واضح کئے گئے ہیں ۔ سب سے آخر میں قران مجید میں موجود ایسے اٹھارہ مقامات کی نشاندہی ہے جہاں الف لکھا تو جاتا ہے ۔ لیکن پڑھا نہیں جاتا ۔ یہ کتاب مجموعی طور پر عمدہ ہے عام تجوید کی کتب سے انداز بھی منفرد ہے اور بعض بحثیں زیادہ تفصیل اور عام فہم طریق سے واضح کی گئی ہیں ۔ کتاب کے شروع میں فہرست عنوانات موجود نہیں ہے ۔ اس لحاظ سے مؤلف کا انداز پرانے لکھنے والوں کا سا ہے جس کی وجہ سے کسی بھی قاری کو اپنی مطلوبہ بحث یا موضوع تلاش کرنے میں قدرے دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

تسہیل القواعد

عام کتابی سائز کے اٹھاسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تصنیف ہے جس کا حاشیہ اور ضمیمہ قاری محمد طاہر رحیمی نے لکھا ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے سنہ ۱۴۰۴ھ میں طبع ہوئی دوسری مرتبہ سنہ ۱۴۰۶ھ میں پھر تیسری مرتبہ سنہ ۱۴۰۹ھ میں چھپی اس مختصر کتاب میں علم تجوید و قرأت کے آسان قواعد کو اس طور پر جمع کر دیا گیا ہے جن سے طلباء میں غلط اور صحیح کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کی

صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حروف ہجا۔ حرکات۔ ہجا کے طریقے وغیرہ سے لیکر مخارج۔ ادغام۔ وقف سکتہ۔ وقفی وجوہ۔ اجتماع ساکنین وغیرہ جملہ قواعد بیان کیے گئے ہیں۔

آخر میں استاد القراء قاری عبد الوحیدؒ کی کتاب ہدیۃ الوحید سے بعض ضروری فوائد مقتبس کر کے ذکر کیے گئے ہیں۔ ضمیمہ حواشی کے عنوان سے حروف ہجا کی مختلف غیر مشہور قسموں کی بحث ہے۔ لیکن یہ بحث خاص متعلق ہے جس سے مبتدی کو شاید کچھ فائدہ حاصل نہ ہو۔

جامع التجوید

بڑے کتابی سائز کے چھیتر صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری تاج محمدؒ کی تالیف ہے موصوف بصارت سے محروم تھے لیکن قرات سبعہ وعشرہ کے حافظ تھے کتاب کے کاغذ کی بوسیدگی اس کی قدامت کا پتہ دیتی ہے۔ شروع میں ایک صفحہ کا دیباچہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کی ایک اور کتاب سفینۃ النجاۃ فی نحو القرات بھی ہے۔ جامع التجوید سفینۃ النجاۃ ہی سے مقتبس ہے۔ باوجود تلاش کے ہمیں مولف کی دوسری کتاب کا سراغ نہ مل سکا۔ جامع التجوید کے شروع میں اصلاحات تجوید کے عنوان سے بیشتر اصطلاحات کی توضیح کردی گئی ہے۔ مثلاً تجوید۔ حروف ہجا۔ حرکت عارضی۔ اظہار ادغام اخفا۔ ترقیق تغلیظ اشمام۔ استیناف تسہیل وغیرہ۔ یہ حصہ بڑا اہم ہے بیشتر بحثیں اسی جگہ سمجھ میں آجاتی ہیں۔ ساتھ ہی حاشیہ پر مزید وضاحتیں دی گئی ہیں۔ پھر ابواب کے تحت مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ابواب کے عنوانات اس طرح ہیں مخارج حروف۔ ترقیقات واستعلاوالصاق وظاءات وتجدیرات۔ اظہار وادغام۔ راءات۔ لامات کنایہ ضمیر۔ مدوقصر وقوف استعارہ بسملہ وغیرہ باب بسملہ بڑا مفصل ہے۔ اور نقشوں کی مدد سے وضاحتیں دی گئی ہیں جو قرات کی دوسری کتابوں میں دیکھنے میں نہیں آئیں پھر آخر میں جمع تدوین قران پر ہے۔ نیز سجدہ تلاوت پر بھی مختصر وضاحتیں موجود ہیں۔ کتاب کے آخر میں چھتیس اشعار پر مشتمل اردو میں ایک نظم ہے۔ جس میں قواعد تجوید منظوم بیان کیا گیا ہے۔

یہ نظم محمد عبدالمجید منشی فاضل المتخلص ظریف کا نتیجہ فکر ہے۔

جمال القرآن کامل

برصغیر پاک و ہند میں علم تجوید کے ساتھ معمولی لگاؤ رکھنے والا کوئی بھی شخص جمال القرآن سے ناواقف نہیں ہوسکتا۔ جمال القرآن برصغیر کے نامور عالم اور فقیہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ جو ہند و پاکستان کے تقریباً تمام ہی مدارس میں علم تجوید کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے۔ جمال القرآن کامل کے نام سے یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوئی تھی کتابت نہایت عمدہ اور دیدہ زیب تھی"(۱)

قاری اظہار احمد تھانوی نے بعض احباب کی فرمائش پر جمال القرآن کے حاشیے تحریر کئے ہیں۔ جن میں ایسے مسائل تجوید جنکو جمال القرآن میں اختصار سے بیان کیا گیا ہے کو مزید وضاحت کے ساتھ مفصل تحریر کیا ہے۔ تاکہ فہم میں آسانی پیدا ہوسکے۔ ابتدا میں مولانا اشرف علی تھانوی کے حالات زندگی بھی مختصراً قلم بند کئے گئے ہیں۔ تجوید کے جو مسائل طویل عبارات کی شکل میں تھے ان کا مختصر خلاصہ بھی حواشی میں دیا گیا ہے۔ تاکہ زبانی یاد کرانے میں آسانی پیدا ہو کتاب کے آخر میں حفص بن سلیمان جو امام عاصم کی قرات کے راوی ہیں اور ان کے شیوخ زر بن حبیش اور ابن حبیب سلمی کے حالات و سوانح بھی لکھے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قواعد تجوید کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر علمی فوائد کا مرقع بن گئی ہے۔

(۱) اظہار احمد تھانوی، جمال القرآن کامل ۱،

خلاصۃ التجوید

باسٹھ صفحات پر مشتمل یہ بڑا مفید کتابچہ ہے جسے قاری اظہار احمد تھانوی نے لکھا ہے۔ اس میں اصول تجوید و قرات کو انتہائی آسان انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مولف کے مطابق خلاصۃ التجوید میں دو امر پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت سلیس اور آسان ہو دوسرے یہ کہ اصطلاحات کی تعریف مختصر لفظوں میں جامع و مانع ہو۔ کتاب کی عبارت سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف ان دونوں مقاصد میں کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ پورا کتابچہ سوالاً جواباً تحریر کیا گیا ہے۔ جس سے مسائل کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ علم تجوید کسی استاد کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں تاہم خلاصۃ التجوید استاد کی صحبت کے ساتھ ساتھ ایک بہتر کا معاون کا درجہ ضرور رکھتی ہے۔ مؤلف نے تمام مباحث کو چالیس اسباق پر تقسیم کیا ہے۔ ہر سبق کا مخصوص عنوان ہے۔ جس کا انداز عام کتب تجوید سے یکسر مختلف ہے۔ مثلاً عام کتب تجوید میں عنوان دیا جاتا ہے تعوذ اور بسملہ یا تعوذ و بسملہ کے احکام لیکن مؤلف نے اس بحث کا عنوان "تلاوت کس طرح شروع ہوتی ہے" قائم کیا ہے۔ اوّل الذکر عنوان میں یقیناً ثقالت کا پہلو موجود ہے جبکہ مؤخر الذکر عنوان اگرچہ نسبتاً طویل ہے تاہم فہم کے قریب ہے۔ یہی صورت حال دیگر عنوانات میں بھی موجود ہے۔

کتاب کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے بجا طور پر لکھا ہے "جائے استاد خالیت کے مطابق اصطلاحات کی تشریح کرنا اور عبارت کا مفہوم طلبہ کے ذہنوں کے قریب لانا استاد کی یہ ذمہ داری بہر حال اس کتاب کو پڑھاتے ہوئے بھی اپنی جگہ باقی رہیگی البتہ مختصر ہونے کی وجہ سے طلبہ کو اس کا یاد کر لینا آسان ہوگا" ان شاء اللہ

رہنمائے تجوید

چھوٹے کتابی سائز کے چھتیس صفحات پر مشتمل مختصر سا کتابچہ ہے جسے قاری محمد سلیمانؒ نے تحریر کیا ہے۔ موصوف ہندوستان کی معروف درسگاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں درجہ تجوید کے مدرس تھے۔ پاکستان میں اس کتابچہ کو ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ سن اشاعت درج نہیں ہے۔ یہ کتابچہ درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔ علم تجوید۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ۔ مخارج۔ صفات الحروف۔ صفات متضادہ۔ غیر متضادہ صفات عارضہ۔ نون ساکن و تنوین۔ میم ساکن۔ ادغام۔ مد۔ وقف وغیرہ

تمام مختیس سوالاً جواباً لکھی گئی ہیں۔ اور بعینہ وہی انداز اختیار کیا گیا ہے جو تعلیم الاسلام کے مصنف مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نے اختیار فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے یہ انداز تحریر مستعار ہے۔ ویسے بھی یہ رسالہ عام اور مبتدی طلباء کیلئے ہی ہے۔ البتہ ایک اہم پہلو اس کتابچہ کا یہ ہے کہ مصنف نے اس کے آخر میں اپنی سند لکھ دی ہے۔ جس کے مطابق بتیس واسطوں سے ان کا شجرہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تک پہنچتا ہے۔ زبان سہل اور عام فہم ہے

سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد

عام کتابی سائز کے ایک سو بیاسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد شریف بانی مدرسہ دار القرا
لاہور پاکستان کی تصنیف ہے۔ اسکی پہلی اشاعت رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ بمطابق ستمبر ۱۹۶۸ء
میں اور دوسری اشاعت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ بمطابق اگست ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔ اس کتاب
کا اصل موضوع حرف ضاد کے صحیح تلفظ کو واضح کرنا ہے۔ حرف ضاد کی ادائیگی مختلف فیہ رہی ہے
ایک زمانے میں دہلی کے اندر اس موضوع کے حوالے سے نزاعی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس
کی وجہ سے قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے اپنی کتاب محو الفساد فی تلفظ الضاد تحریر کی تھی
اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتب اس موضوع پر لکھی گئیں۔ جن میں سے چند مشہور
کتب یہ ہیں۔ ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد از قاری عبدالمالک۔ الاقتصاد فی الضاد
از مولانا رحیم اللہ بجنوری۔ التحقیق اللطیف فی الضاد الضعیف۔ مفید العباد فی صوت الضاد
یہ دونوں کتب مولانا شیر محمد کی لکھی ہوئی ہیں۔ ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد از قاری محب الدین
رفع التضاد عن احکام الضاد از مفتی محمد شفیع۔ الحسام الصارم از محمد عبدالخالق۔ ہدایت المقال
فی قرأت الضاد بالدال از قاری مختار احمد۔ اشتباہ صوت الضاد بالظاء از قاری محمد کامل
مصنف نے ان تمام کتب اور دیگر مضامین سے استفادہ کر کے تمام دلائل کو ایک جگہ
جمع کیا ہے اور پھر بحث کا اصل نتیجہ مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ دقت نظر کا احساس
اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے پیش نظر موضوع کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا

جس کی غمازی کتاب میں پھیلے ہوئے عنوانات سے بخوبی ہوجاتی ہے۔ اسلاف سے اخلاف تک سب اکابر کی آراء کے احصاء کے ساتھ ساتھ حرمین الشریفین کے علماء کے فتاویٰ سے بھی راہ نمائی لی گئی ہے۔

مصنف اس کتاب کے سبب تالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مدرسہ عربیہ قاسم پور ضلع سلہٹ سے مولانا عبدالغنی نے اس موضوع سے متعلق چند سوالات پر مشتمل ایک استفتا ان کے پاس بھوایا جس کے جواب میں یہ ایک مستقل کتاب تیار ہوگئی۔ جو استفتاء موصوف کو موصول ہوا اس کا ذکر ضروری ہے جس کے ذریعے اصل مسئلہ کے جملہ پہلو سامنے آتے ہیں

استفتاء در بارہ حرف ضاد۔ آمدہ از قاسم پورہ ضلع سلہٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وقرائے مجودین اس مسئلہ میں کہ حرف ضاد کا صحیح مخرج اور اور صفات ذاتیہ کیا ہیں؟ (ب) اگر حرف ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صفات ذاتیہ کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں حرف ظا کی آواز کے ساتھ متشابہ ہوگی یا حرف دال کی آواز کے ساتھ (ج) ہمارے یہاں کے علمائے کرام کے اس مسئلہ میں دو فریق ہیں ایک فریق ظاء معجمہ کی آواز کے متشابہ پڑھتا ہے اور دوسرا فریق دال مہملہ کی آواز کے متشابہ۔ ان دونوں میں سے کس فریق کا تلفظ صحیح اور حق ہے؛ اور حضرات آئمہ قرأت آئمہ فقہ محدثین ومفسرین کی تحقیق وعمل کیا ہے؟ نیز اس مسئلہ میں علمائے مکہ ومدینہ کا تعامل کس پر ہے؟

(د) اس حرف کے تلفظ کے بارے میں اس اختلافی جھگڑے کی ابتداء کس زمانہ سے اور کن لوگوں سے ہوئی۔ بینوا بالدلائل توجروا بالاجر الجزیل

(۱) محمد شریف، سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد، ۱۹

ضیاء القرآۃ مع سراج القرآۃ و تحفۃ المبتدی

چھوٹی کتابی سائز کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی کی تصنیف ہے جس میں سراج القرات اور تحفۃ المبتدی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قاری صاحب موصوف الہ آباد کے رہنے والے تھے ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۷۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ قاری عبدالرحمن مکی کے شاگرد تھے۔ امروہہ سہارنپور جون پور اور پھر لکھنو کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں علم قرات کی تدریس پر مامور رہے۔ آپ کی خدمات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ والوں نے بھی حاصل کیں۔ آپ روزانہ بعد از نماز مغرب یونیورسٹی میں ایک گھنٹہ علم تجوید پڑھاتے تھے۔ مرتب ضیاء القرأت ڈاکٹر قاری غلام مصطفےٰ صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی اسی دور کے آپ کے شاگرد ہیں موصوف نے قاری ضیاء الدین احمد سے عشرہ قرات کی سند حاصل کی۔ مذکورہ کتابچہ ضیاء القرات کو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اس کے آغاز میں قاری ضیاء الدینؒ لکھتے ہیں

"بعد حمد و صلوٰۃ کے احقر ضیاء الدین احمد کان اللہ لہ ولوالدیہ ساکن احمد آباد عرف نارا ضلع الہ آباد کہتا ہے کہ مجھ سے اکثر احباب اور بزرگوں نے قواعد ضروریہ تجوید اردو زبان میں لکھنے کو فرمایا بالاصرار اراکین مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کے فرمانے سے مختصر رسالہ لکھا۔ مگر وہ ناتمام چھپا اور اصل نسخہ بھی گم ہو گیا۔ پھر اس کو پورا کرنے کو اکثر

قدردانوں نے بالخصوص حجی مولوی وصی الرحمٰن صاحب سلمہ ربہ نے فرمایا۔ ان کے فرمانے کے موافق اس کی تصحیح کر کے پورا کرتا ہوں اور اس کا نام ضیاء القرات رکھتا ہوں۔ (۱)

اس تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے یہ رسالہ اس زمانے میں لکھا جب آپ مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں استاد تھے۔ **ضیاء القرات ۱۹۰۸ء میں لکھی گئی** (۲)

ضیاء القرات میں تجوید کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں مخارج الحروف صفات الحروف لازمہ متضادہ غیر متضادہ اظہار اخفا۔ ادغام وغیرہ کی بحثیں شامل ہیں۔ یہ رسالہ مبتدیوں کے لئے ہے۔ صفحہ بیس اکیس پر تمام صفات حروف اور حروف کی اقسام کو عربی اشعار میں نظم کیا گیا ہے۔ اور جدول کے ذریعے قصر بالاسکان قصر توسط اور طول قصر بالروم وغیرہ کو سمجھایا گیا ہے۔ باب دوم کا عنوان دربیان قواعد مختلفہ ہے اس کی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں وقف کی مختلف شکلوں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری فصل میں ایسے کلمات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں لکھے اور طرح ہیں اور پڑھتے ہیں اور طرح ہیں۔ تیسری فصل میں روایت حفص کے اس اختلاف کا ذکر ہے جو جزری شاطبی سے کرتے ہیں۔

تحفۃ المبتدی:

ضیاء القراٰت کا دوسرا تضمنہ تحفۃ المبتدی ہے۔ یہ رسالہ قاری ضیاء الدین احمدؒ کے بیٹے قاری محب الدین کا تحریر کردہ ہے۔ وجہ تحریر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں " احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ساکن قصبہ نارا ضلع الہ آباد کہتا ہے کہ حضرت والد صاحب قبلہ نے جو کچھ اپنے رسالہ ضیاء القرات

(۱) ضیاء الدین احمد، ضیاء القرات ص۲ (۲) ابن ضیاء محب الدین، تنویر المرادات ص۱۲

میں تحریر فرمایا ہے بعض احباب کے اصرار کی وجہ سے اس کا انتخاب مبتدی کے ضبط کے لئے مختصر بیان کر کے میں نے اس کا نام تحفۃ المبتدی رکھا۔"(۱)

یہ رسالہ تیرہ اسباق پر مشتمل ہے۔ پہلا سبق اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بیان میں ہے دوسرے سبق میں ترتیل کی تعریف اور اس کے اجزاء کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا سبق وقف کے بیان میں ہے۔ چوتھے سبق میں مخارج حروف کا ذکر ہے جبکہ پانچویں میں صفات لازمہ کا بیان ہے۔ چھٹا سبق حروف کے باریک اور پر پڑھنے کے بارے میں ہے۔ ساتویں سبق میں مد کی تعریف اور تقسیم کا بیان ہے آٹھویں سبق میں مد کی مقداروں کا ذکر ہے۔ نویں سبق میں اظہار کے قاعدے واضح کئے گئے ہیں۔ دسواں سبق ادغام کے قواعد کے بارے میں ہے گیارہویں سبق میں اخفاء کے قواعد ہیں جبکہ بارہواں سبق غنّہ کے بارے میں ہے۔ آخری سبق کا عنوان قرأت کے بیان میں ہے اس میں تلاوت کی تین اقسام کا ذکر ہے۔ یعنی حدر۔ تدویر ترتیل۔ آخر میں موصوف نے لکھا ہے "قرآن پاک نہایت لطافت سے بے تکلف پڑھنا چاہیے چہرہ بنانا یا بگاڑنا کر دیکھ کر لغزت ہو ٹھیک نہیں۔ جب کلام پڑھے تو یہ خیال رہے کہ میں دو جہان کے بادشاہ سے ہم کلام ہوں۔"(۲)

سراج القرّاۃ :

ضیاء القرأت کا تتمہ سراج القرأت ہے جو قاری ضیاء الدین احمد کے شاگرد قاری عبداللہ تھانوی کی تصنیف ہے۔ سراج القرأت انہوں نے اپنے استاد یعنی

---

(۱) ضیاء الدین احمد، ضیاء القراءات، ص ۴۳ (۲) ایضاً ص ۴۷

قاری ضیاء الدین احمدؒ کے حکم پر تحریر کی۔ جس میں انہوں نے وجوہ جائزہ کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ قاری ضیاء الدین احمدؒ بعض وجوہ کی بنا پر اپنی کتاب ضیاء القرات میں اس حصہ کو لکھ نہیں پائے تھے۔ اس کا تذکرہ قاری عبداللہ تھانوی نے سراج القرات کے آغاز میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"کہتا ہے مسکین عبداللہ تھانوی کہ استاذی حضرت مولانا القاری ضیاء الدین احمدؒ صاحب الہ آباد مدظلہم نے اس خادم سے فرمایا کہ رسالہ ضیاء القرات میں وجوہ جائزہ نہیں ہیں اور میں عدیم الفرصت ہوں۔ اس لئے تم وجوہ جائزہ بطور ضمیمہ لکھ دو۔"(۱)

سراج القرات کے دو ابواب ہیں۔ باب اول کا عنوان در بیان وجوہ جائزہ ہے اس میں کلام اللہ کے تین ارکان کے علاوہ وقف وغیرہ کی بحثیں شامل ہیں۔ ضیاء القرات سن طباعت کا ذکر نہیں ہے البتہ مطبع کا نام جاوید پریس کراچی آخر میں لکھا ہوا ہے۔ قاری ضیاء الدینؒ نے آخر میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔

"آج یوم دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۳۲۳ھ کو میں نے رسالہ تحفۃ المبتدی کو اول سے آخر تک دیکھا جو واقعی مبتدی فن تجوید کیلئے تحفہ ہے۔"(۲)

---

(۱) ضیاء الدین احمد، ضیاء القرات، ۲۲ (۲) ایضاً ۷۸

عنزار القرآن معہ اضافہ جدیدہ

یہ کتاب ابوالحکیم محمد اسماعیل پانی پتی کی تصنیف ہے۔ جو قاری محمد یونس پانی پتی اور حافظ محمد بشیر مہتمم مدرسہ تجوید القرآن دروازہ شیخوپورہ گوجرانوالہ کے اہتمام سے ۱۹۶۹ء میں پاکستان میں شائع ہوئی۔ جبکہ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۳ء میں ہندوستان میں چھپی تھی۔ سرورق پر یہ شعر بھی مطبوع ہے۔

طبع شد ایں رسالۂ تجوید ۔ ہمچو عنقا نظر او پنہاں
مغنی ہر مسائل تجوید اوستاد طریق مشق زبان ۔

شروع میں قاری عبدالحلیم پانی پتی مرحوم کے قلم سے مختصر تقریظ ہے۔ پوری کتاب نو ابواب پر منقسم ہے پہلا باب فضائل قرآن پر ہے۔ جسکی سات فصلیں ہیں۔ جن میں قرآن مجید کے فضائل اور اعجاز کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا باب معنی تجوید و حکم آں کے عنوان سے ہے۔ جبکہ تیسرا باب در احکام تعوذ اور چوتھا در احکام بسملہ کے عنوان سے ہے پانچویں باب کی چھ فصلیں ہیں جن مخارج الحروف کی بحثیں ہیں۔ چھٹا باب صفات لازمہ پر ہے اس کی بھی سات فصلیں ہیں۔ جن میں مختلف عنوانات سے حروف کی صفات کا ذکر ہے۔ ساتویں باب کا عنوان صفات عارضہ ہے جسکی چودہ فصلیں ہیں جن میں ان صفات کو الگ الگ واضح کیا گیا ہے۔ آٹھواں باب مد و قصر کے بارے میں ہے اسکی دو فصلیں ہیں۔ پہلی کیفیت مد و قصر اور دوسری مد لازم و اقسام آں کے عنوان سے ہے۔

نواں باب چھ فصول پر مشتمل ہے۔ باب کا عنوان وقف الوصل ہے۔ جن کے منفصل عنوانات یہ ہیں۔ اصطلاحات اوقاف۔ قواعد وقف کردن بر آخر کلمات۔ قواعد وصل کلمہ بالکلمہ علامات وقوف واحکام آں مسلک آئمہ قراءات۔ ہائے کنایہ۔ حال طریقہ ادائے مراتب قراۃ مذکورہ نوابواب کے بعد خاتمہ در امور متفرقات کے عنوان سے نو فصلیں لکھی گئی ہیں۔ جو یہ ہیں محاسن تلاوت قرآن مجید۔ معائب تلاوت قرآن مجید۔ لہجہ ونغمہ۔ فوائد متفرقہ۔ ماہیت سجود تلاوت قرآن مجید شمار مقامات سجود۔ طریقہ ختم قرآن مجید وفضیلت الحال والمرتحل۔ طریقہ ختم قرآن مجید در تراویح۔ آداب معلم ومتعلم۔ نتائج ترک آداب اساتذہ۔ کتاب کے آخر میں اللہ رب العزت تک قرآن مجید کی سند کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یعنی سلسلہ اساتذہ قراء کاملین۔ کتاب کے شروع میں حسب ذیل اکابر قراء کرام کی تقاریظ شامل کی گئی ہیں
۱۔ قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی۔ قاری صاحب نے شروع میں یہ لکھا ہے کہ "میں نے برادرم محترم حافظ محمد اسماعیل صاحب سلمہٗ کے رسالہ تجوید موسومہ عذار القرآن کو اول سے آخر تک لفظاً لفظاً دیکھا ہے" (۱) یہ جملہ اس کا ثبوت ہے کہ قاری محمد اسمٰعیل قاری ابو محمد محی الاسلام کے ہم عصر تھے۔ یہ تقریظ انہوں نے ۲ محرم ۱۳۵۷ھ کو تحریر کی۔
۲۔ قاری فتح محمد صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ پانی پت۔ یہ تقریظ انہوں نے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کو بقلم عظمت اللہ پانی پتی املاء کرائی۔ ۳۔ قاری محمد عبد الحلیم انصاری پانی پتی۔ یہ تقریظ انہوں نے انتیس جنوری ۱۹۴۱ء کو تحریر کی۔ ۴۔ قاری عبد الرحیم مدرس مدرسہ عربیہ گنبداں پانی پت یہ تقریظ انہوں نے ۱۴ صفر ۱۳۵۷ھ کو لکھی۔ ۵۔ قاری عبد الحمید خان شروانی ہیڈ قاضی پانی

(۱) محمد اسماعیل، عذار القرآن، ۳

پت وناظم مدرسہ عربیہ گنبداں پانی پت ۔ تاریخ تحریر ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ
۶ ۔ قاری حفیظ الدین احمد مدرس مدرسہ حفظ القرآن پانی پت تاریخ تقریظ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ
۷ ۔ قاری محمد عبدالقیوم پانی پتی ۔ تاریخ تحریر ۶ ۔ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ
۸ ۔ قاری مشتاق احمد خان پانی پتی تاریخ تحریر یکم محرم ۱۳۶۰ھ ۔
۹ ۔ قاری نذیر احمد خاں پانی پتی تاریخ تحریر یکم محرم ۱۳۶۰ھ
۱۰ ۔ قاری حکیم اللہ صاحب مدرس مدرسہ تعلیم القرآن چوک قلندر پانی پت ۱۳۶۰ھ
۱۱ ۔ پیرزجی محمد بقاء اللہ بقاء نعمانی پانی پتی ۔ انھوں نے منظوم تقریظ تحریر کی ہے جس کے چند اشعار ہیں ۔

ان گیارہ حضرات کی تقاریظ کے علاوہ آٹھ خطوط بھی شامل ہیں ۔ جن میں کتاب کی تعریف اور خصوصیات کا ذکر ہے ۔ خطوط لکھنے والوں میں قاری حفیظ الدین قاری عبدالمالک قاری مولوی سعید احمد ۔ قاری مولوی محب الدین ۔ قاری محمد طیب ۔ قاری مولوی ضیاء الدین شامل ہیں ۔ ایک منظوم سے خط مولانا اختر شاہ میرٹھ کا ہے جس کے سات شعر ہیں ۔ آخری شعر میں کتاب کے سن تصنیف کے اعداد نکالے گئے ہیں شعر یہ ہے

سال تصنیف اب لکھو اختر بحر جاوید حسن ہے یہ عذار (۱۳۵۳ھ)[1]

علم تجوید پر اردو زبان میں لکھی گئی کتابوں میں سے مذکورہ کتاب عذار القرآن بہت اہمیت کی حامل ہے ۔ اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱ ۔ کتاب نثر و نظم دونوں صورتوں میں لکھی گئی ۔ اس طرح قدیم وجدید دونوں انداز

(۱) محمد اسماعیل ، عذار القرآن ، ۱۰

کو یک جا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر فصل کے مسائل کو پہلے نثر میں مفصل بیان کیا گیا ہے پھر ان سب کو منظوم کیا گیا ہے تاکہ یاد کرنے میں سہولت ہو۔

۲۔ عموماً مصنفین تجوید وقرات کی ایسی دقیق اصطلاحات استعمال کرتے ہیں کہ پڑھنے والا موضوع کے ساتھ دلچسپی رکھنے کے باوجود پریشانی محسوس کرتا ہے۔ مذکورہ کتاب اس سقم سے خاصی حد تک پاک ہے۔ تشریح طلب الفاظ اور جملوں کی وضاحت متن اور حاشیہ میں تفصیل کے ساتھ دی گئی ہے۔ موضوع کے اختتام پر سوالات بھی دیے گئے ہیں جس سے قواعد کے اجرا میں مدد ملتی ہے اور مفہوم ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ مصنف کے بقول "پانی پت کے بزرگان سلف کی یادگار سے فن تجوید میں صرف دو رسالے ہیں۔ مختصر التجوید بزبان اردو جو حضرت مولانا قاری خدابخش انصاری نے ۱۲۴۶ھ میں تالیف فرمایا دوسرا تحفہ نذریہ بزبان فارسی از قاری عبدالرحمٰن محدث ۱۲۸۲ھ۔ اول الذکر نایاب ثانی کمیاب ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵۳ھ میں یہ رسالہ عذار القران لکھا گیا۔"[1] گویا ۱۲۸۲ھ اور ۱۳۵۳ھ کے دوران کوئی تحریری کام نہیں ہوا۔ قاری عبدالحلیم کے قول کے مطابق عذار القران فن تجوید پر اردو زبان میں پہلی کتاب ہے۔"[2] مصنف اور قاری عبدالحکیم دونوں کے دعاوی محل نظر ہیں کیونکہ قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی کی تصنیف فوائد مکیہ بزبان اردو اس سے پہلے تحریر ہو چکی تھی کیونکہ عبدالرحمٰن مکی کا انتقال ۱۳۱۴ھ میں ہوا۔[3] ظاہر ہے کہ وہ فوائد مکیہ اپنی زندگی ہی میں لکھ گئے۔ جبکہ عذار القران ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئی۔ اسی طرح مصنف کا یہ قول "پانی پت کی امت اکثر سال تک تحفہ نذریہ کی تحقیق پر قناعت کئے سوتی رہی کہ اب عذار القران میں لکھی"[2] ایک تعلی سے کم نہیں ہے۔

---

(۱) محمد اسماعیل، عذار القرآن، ۱۶ (۲) ایضاً ۱۶۸ ۔ (۳) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۲۵-۱۴) عذار القران ۱۹

قاعدہ تعلیم القرآن :

یہ قاعدہ چھوٹے کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے جسے جمعیتہ تعلیم القران کراچی نے شائع کیا ہے۔ ٹائٹل پر یہ عبارت مندرج ہے " بلیک بورڈ کی مدد سے بچوں کو اجتماعی طور سے جدید طریقہ پر قران مجید پڑھانے کا قاعدہ تعلیم القران" جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ سکولوں کے طلبہ کو کلاس میں اجتماعی طور پر تلاوت قران سے روشناس کرایا جائے

قاعدے میں ہر سبق کو تختی کے عنوان سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کل اٹھارہ تختیاں ہیں جنکی تفصیل یہ ہے تختی نمبر ۱ حروف ھجاء اس میں حروف ہجا، کو علیحدہ علیحدہ لکھا گیا ہے دوسری تختی میں ہر حرف کو دوسرے حرف سے ملاکر لکھنے کی مختلف شکلیں بتلائی گئی ہیں۔ لیکن سہوًا اس سبق کے شروع تختی نمبر ۲ نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح تختی نمبر ۳ سے تختی نمبر ۸ تک حرکات اور تنوین وغیرہ کی بحثیں ہیں تختی نمبر ۹ میں حروف قلقلہ کی شناخت طریق ادا سمجھایا گیا ہے۔ آخر میں ان حروف کی مشق کا مطالبہ ہے۔ تختی نمبر ۱۰ سے ۱۳ تک کھڑا زبر الٹا پیش وغیرہ کی بحث ہے تختی نمبر ۱۴-۱۵ میں " مدّ" کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ تختی نمبر ۱۶ حروف لین کے بارے میں ہے۔ ان تختیوں کے بعد علم تجوید سے متعلق اہم عموی قواعد دیئے گئے ہیں۔ جن میں ل۔ ر۔ کی تفخیم و ترقیق۔ نون ساکن اور تنوین میں غنّہ کرنے کا قاعدہ۔ اسی طرح تشدید والی۔ ی۔ تشدید والی۔ و۔ تشدید والے۔ م۔ اور تشدید والے۔ ن۔ میں غنّہ کرنے کے قواعد شامل ہیں۔ آخری حصہ میں وقف کے اصول و ضوابط بھی مختصر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح اس کا نام اگرچہ قاعدہ تعلیم القرآن ہے تاہم اسے تجوید کی بنیادی کتاب کہا جا سکتا ہے۔

قواعد ہجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان
(قاری محمد شریف)

عام کتابی سائز کی یہ کتاب دو سو اتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے مصنف قاری محمد شریفؒ بانی مدرسہ دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں۔ قرآن مجید کی ناظرہ تدریس کے سلسلے میں ہجاء کا بڑا دخل ہے۔ اسی لئے عجم میں بچوں کو تلاوت قرآن سکھانے کے لئے سب سے پہلے حروف کے مخارج اور مرکب الفاظ کے ہجاء سکھانے کا رواج ہے۔ اسی کے ذریعے آئندہ قواعد تجوید کے مطابق تلاوت کی بنیاد بنتی ہے۔ ہندو پاکستان میں اس سلسلہ میں بے شمار قاعدہ ہائے قرآنی تحریر کیے گئے۔ مذکورہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چند متداول قرآنی قاعدے جن کو سامنے رکھ کر موصوف نے اس کتاب کو مرتب کیا یہ ہیں۔ بغدادی قاعدہ۔ نورانی قاعدہ۔ جیبی قاعدہ۔ انجمن حمایت اسلام کا قرآنی قاعدہ۔ قاعدہ مصباح القرآن محکمہ تعلیم کا قرآنی قاعدہ تعلیم القرآن ٹرسٹ کا رہنما قرآنی قاعدہ۔ مدنی قاعدہ۔ قاعدہ یسرنا القرآن قاعدہ مفتاح القرآن قاعدہ تیسیر القرآن قاعدہ البنین۔ قاعدۃ الصبیان۔ قاری محمد شریفؒ نے یہ کتاب طلبہ کیلئے نہیں بلکہ بنیادی طور پر اساتذہ کیلئے تحریر کی ہے۔ موصوف کے مخاطب بھی اساتذہ ہی ہیں۔ مصنف کے مطابق " زیر نظر کتابچہ کی تالیف کے دوران یہ بات خصوصیت کے ساتھ مؤلف کے پیش نظر رہی ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے قرآن کے صحیح تلفظ سے آشنا کرایا جائے " (۱)

مذکورہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے پہلا حصہ پینتیس اسباق پر مشتمل ہے۔ ہر سبق

کو تختی کا نام دیا گیا ہے۔ ہر تختی میں مختلف تجویدی قواعد کو سہل اور عام فہم انداز میں واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اساتذہ کو بھی ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ مذکورہ تختی بچوں کو کس طرح ذہن نشین کرائیں۔ یہ ہدایات بہت مفید ہیں ان ہدایات کے مطابق کی گئی تدریس بچوں کے لئے فہم میں آسانی کا ذریعہ ہے۔ مولف نے بچوں کی نفسیات اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو سامنے رکھ کر اساتذہ کیلئے ہدایات تیار کرنے میں خاصی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اس میں ان کے وسیع تجربے کا عکس واضح طور پر جھلکتا نظر آتا ہے۔ شروع ہی میں وہ اساتذہ کو شاگردوں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنے کا مشورہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات پر زور بھی دیتے ہیں کہ ہر استاد خواہ وہ کتنا ہی تجربہ کار اور ماہر کیوں نہ ہو اسے سبق پڑھانے سے پہلے مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔ صحیح تلفظ سکھانے کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں کہ بچہ کو شروع سے ہی صحت الفاظ کی مشق کرانی ضروری ہے اس کام کو کسی طور مؤخر کرنا مناسب نہیں۔ پھر اسکولی طلباء اور ہمہ وقتی مدرسہ کے طلباء کے لئے الگ الگ طرق تدریس کا ذکر ہے۔ اسی قسم کی دیگر بحثوں کی وجہ سے کتاب کا ایک منفرد مقام ہے۔ جو اساتذہ تجوید کیلئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے کا نام طریقۂ تعلیم الصبیان ہے اس میں بیان کردہ موضوعات بھی بہت اہم اور نادر ہیں۔ اس میں پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانے کا طریقہ۔ اساتذہ حفظ کے لئے ہدایات اور مشورے۔ سبق پڑھانے اور سننے کے اوقات۔ حفظ سنانے والے طالب علم کو غلطی بتانے کے اداب۔ اگر منزل کچی ہو تو کیا کیا جائے۔ منزل اور پارہ کتنا اور کیسے سنا جائے اور اسی قبیل کی دوسری اہم بحثیں شامل ہیں۔ اساتذہ تجوید و اساتذہ حفظ و ناظرہ کیلئے کتاب میں مذکور ہدایات و مشورے ایک نعمت سے کم نہیں۔

مجموعہ نادرہ

کتابی سائز کے بہتر صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ مختلف رسائل کا مجموعہ ہے جسے قاری اظہار احمد تھانویؒ نے جمع بھی کیا ہے اور مباحث پر تشریحی نوٹ بھی رقم کئے ہیں۔ اس کتابچہ میں تین رسائل کو جمع کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تجوید القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

۲۔ یادگار حق القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ

۳۔ تعلیم الوقوف مع رسالہ آداب معلم و متعلم از شیخ القراء قاری محمد عبداللہ مہاجر مکیؒ

مجموعہ نادرہ کے شروع میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سوانح اور تصانیف کا مختصراً تعارف دیا گیا ہے۔ جس میں ان کے مشہور تلامذہ کے اسماء بھی مذکور ہوئے ہیں تجوید القرآن اور یادگار حق القرآن دونوں منظوم ہیں زبان اردو ہے۔ جن میں تجوید کے اہم قواعد کو بیان کیا گیا ہے۔ تجوید القرآن کے ابواب کی تفصیل اس طرح ہے۔ شروع میں حمد و ثنا درود اور علم تجوید کا تعارف۔ پہلا باب مخارج حروف میں دوسرا صفات حروف میں تیسرا احکام نون ساکن و تنوین کے ضمن میں ہے جس کی پانچ فصلیں ہیں۔ یعنی اظہار ادغام۔ اقلاب اخفا حروف غنہ۔ چوتھا باب بیان احکام میم ساکن وغیرہ میں ہے اس میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اوّل احکام میم میں ہے جبکہ دوسری فصل لام اَل یعنی لام تعریفی اور لام فعل کے سلسلے میں ہے۔ پانچواں باب اقسام مد کے بارے میں چار فصلوں پر مشتمل ہے یعنی مد اصلی و فرعی۔ احکام مد متصل و منفصل۔ بدل اور لازم۔ اقسام مد لازم اور

مقدار مدات ۔ چھٹا باب حروف کی ترقیق وتفخیم ساتواں کیفیت استعمال حروف وقرأت اس حسب ذیل چھ فصلیں ہیں ۔ پہلی فصل ۔ بیان کیفیت دوسری سکتہ وغیرہ ۔تیسری فصل بیان مثلین ومتقاربین ومتجانسین ۔ چوتھی فصل ذال ودال وتائے تانیث ولام ساکن پانچویں فصل روم واشمام میں چھٹی متفرقات میں ہے ۔ کتابچہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

حمد کے لائق ہے اوّل ذوالجلال ملک جس کا رہیگا دائم بے زوال

آخری شعر یہ ہے

لفظ قرآنی اگر ہوئے محل خوف ہے آوے نمازوں میں خلل
پیشوا کو سخت مشکل ہے حساب فہم کرو اللہ اعلم بالصواب

دوسرا کتابچہ یادگار حق القرآن بھی منظوم بزبان اردو ہے ۔ اس کے ابواب کی تفصیل اسطرح ہے شروع میں حمد وثنا اور درود بر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اشعار ۔ اگلے عنوانات اس طرح ہیں مخارج حروف پندرہ شعر ۔ بیان اظہار نون دو شعر ۔ ادغام نون چار شعر ۔ اقلاب نون ایک شعر ۔ اخفاء نون دو شعر ۔ نون قطنی ایک شعر ابدال تنوین بالف ایک شعر احکام میم چار شعر ۔ حروف غنہ ایک شعر ۔ حروف قلقلہ ایک شعر ۔ تفخیم وترقیق گیارہ شعر ۔ مدتین شعر روم واشمام پانچ شعر آخر میں متفرق ضروریات کے عنوان سے پانچ شعر ہیں ۔ تیسرا کتابچہ تعلیم الوقف مع آداب معلم ومتعلم ہے جو امام القراء الشیخ المقری عبداللہ مکی مدرس تجوید وقرات مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا ہے ۔ آپ علم قرأت میں مولانا اشرف علیؒ کے استاد ہیں ۔ یہ نثر میں ہے اور مسلسل ہے ابواب کی حد بندی نہیں کی گئی ۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ نے ان تینوں رسائل منظوم ومنثور کے مشکل مقامات کو حواشی میں واضح کیا ہے ۔ اس وضاحت نے تفہیم میں آسانی پیدا کردی ہے

معلم الاداء فی الوقف والابتداء

عام کتابی سائز کے چار سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو محمد تقی الاسلام کی تالیف ہے جو نہایت اہم ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے اردو زبان میں شاید یہ پہلی مستقل کتاب ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ تلاوت قران میں دوران تلاوت کس جگہ وقف کیا جائے اور کس جگہ سے دوبارہ ابتدا ہو۔ یہ ایک مستقل علم ہے۔ کیونکہ بے محل وقف اور غلط ابتدا قران کی معنوی تبدیلی کا سبب بن جاتا ہے۔ جسکی بے شمار مثالیں آسانی سے تلاش کی جاسکتی ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اردو زبان میں کہا جائے مارو ــــ مت چھوڑو۔ اگر اسی جملے کا وقف یوں کیا جائے۔ مارو مت ــــ چھوڑو۔ تو وقف وابتدا کی تبدیلی سے معنوی فرق خوب سمجھ میں آسکتا ہے۔ یہی کیفیت قران مجید کی آیات میں بھی ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے زمانے میں اس مسئلہ پر بڑی نزاعی بحثیں سامنے آئی تھیں۔ اکابرین میں سے امام ابو یوسفؒ نے معنوی اعتبار سے وقف کی قسموں اور آئمہ فن کی طرف سے وضع کردہ اصطلاحات کو بدعت قرار دیا تھا۔ لیکن علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب التمہید فی علم التجوید میں امام ابو یوسفؒ کے قول کی تردید کی۔ علم الوقوف پر یہ کتاب علم تجوید کی کتابوں میں گرانقدر اضافہ ہے۔ مؤلف نے اس موضوع کے حوالے سے آئمہ کرام کی اہم تصانیف کا تعارف کرایا ہے جن کی تعداد اکہتر ہے۔ جو خاص اس موضوع پر مختلف زبانوں میں لکھی گئیں۔ مؤلف نے مقدمہ کے عنوان سے علم الوقف کی اہمیت کو دلائل شرعیہ سے واضح کیا ہے۔ پھر قران مجید کی تقریبًا تمام سورتوں میں ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں پر غلط وقف کرنے سے معنوی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

معین التجوید

عام کتابی سائز کا یہ مختصر کتابچہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے اس کے مولف مولانا قاری قاری سید رضا حسن ؒ ہیں آپ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ موصوف نے یہ کتابچہ اپنے شاگرد سید محمد حسین دہلوی کو املاء کرایا تھا وہ اپنی زندگی میں اس کو طبع نہ کرا سکے۔ ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں اس کتابچہ کو ان کے شاگرد سید محمد حسین دہلوی نے شائع کرانے کا اہتمام کیا اور کچھ مفید اضافے بھی کئے۔ کتابچہ کے آغاز میں قاری سید احمد اجراڑوی مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا قاری سید حامد حسن جانشین حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف سے مختصر تعارفی کلمات بھی مندرج ہیں۔ جو اس کتابچہ کی اہمیت کا موجب ہیں۔ مفتی صاحب مذکور نے اس کتابچہ کے بارے میں لکھا ہے

"میں نے بھی اس رسالہ کو دیکھا ماشاء اللہ مولف نے ضروری مسائل خاص ترتیب سے جمع کئے ہیں۔ عبارت بھی آسان اور بچوں کیلئے مناسب ہے۔"[1]

کتابچہ میں مذکور مباحث کے عنوانات حسب ذیل ہیں۔ فضائل تعلیم قران شریف۔ آداب تلاوت تجوید۔ قاعدہ تلاوت۔ مخارج کا بیان۔ مخارج کا آسان نقشہ۔ صفات لازمہ۔ صفات محسنہ کا بیان۔ مد کا بیان۔ الف کا بیان۔ لام تعریف کا بیان۔ وقف کا بیان سکتہ کا بیان۔ مقامات احتیاط اور رموز و اوقاف۔ مقامات احتیاط کے تحت ایسے الفاظ کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں معمولی سی بے احتیاطی معانی کی تبدیلی کا سبب بن جاتی ہے۔

رضا حسن سید، معین التجوید، ۲

مفتاح التجوید للمتعلم المستفید معہ فوائد ضروریہ

عام کتابی سائز کے چونسٹھ صفحات پر مشتمل مختصر کتابچہ ہے جو مدرسۃ الفلاح مکہ مکرمہ کے سابق استاد المقری عبد اللہ بن ابراہیم محمد والسناری کی تالیف ہے۔ کتابچہ کے آغاز میں شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ

"یہ رسالہ المقدمۃ الجزریہ اور کتاب تحفۃ احکام التجوید سے ملخص کر کے لکھا گیا ہے" [۱]

تمام مباحث سوالاً جواباً لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے صفحہ چار اور پانچ پر دانتوں کا بیان عنوان ہے اور اعضاء صوت با قاعدہ انسانی دہن کا نقشہ بنا کر سمجھائے گئے ہیں جو قاری اظہار احمد تھانوی کی تالیف خلاصۃ التجوید سے ماخوذ ہیں۔ بقیہ عنوانات کی تفصیل یہ ہے۔ باب مخارج الحروف۔ القاب حروف (اس باب میں حروف کے اصطلاحی ناموں کا ذکر ہے) یعنی حروف حلقیہ لہویہ شجریہ۔ ذلقیہ۔ نطعیہ۔ اسلیہ۔ لثویہ۔ شفویہ۔ باب صفات الحروف۔ باب مخارج صفات کے ساتھ باب تفخیم و ترقیق۔ باب احکام نون ساکنہ و تنوین باب لام ال کا حکم باب لام الفعل ولام ھل و بل کا حکم باب مثلین متقاربین اور متجانسین (یہ حصہ قاری محمد ادریس عاصم کی کتاب تجوید التجوید سے ماخوذ ہے۔ باب المد باب الوقف۔ صفحہ چالیس پر تتمہ قاری کے لئے مقطوع اور موصول کے ضروری نکات کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ پھر فوائد متفرقہ کے عنوان سے تعوذ و بسملہ کے مسائل، جمع و تدوین قرآن رسم القرآن اور قراءات پر مختصر مگر مفید معلومات دی گئی ہیں جو گیارہ فصلوں میں ہیں۔ آخر میں ضروری ہدایت کے عنوان سے حرف ضاد کی ادائیگی کے بارے میں بحث ہے۔ اور اکابر کی مختلف کتب کے حوالوں سے اس بحث کو مزین کیا گیا ہے۔

---

(۱) عبد اللہ بن ابراہیم، مفتاح التجوید للمتعلم المستفید، ۲

ھدیۃ الوحید فی علم التجوید

عام کتابی سائز کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل کتابچہ استاد الاساتذہ قاری عبدالوحید الہ آبادی کے قلم کا شاہکار ہے۔ جو مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع ہے۔ قاری عبدالوحید دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تجوید کے اجراء کے وقت سب سے پہلے استاد قرأت تعینات ہوئے۔ قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم اور دیگر اکابر حضرات سب علم تجوید میں انہی کے شاگرد ہیں۔ ہدیۃ الوحید ۱۹۳۷ء میں لکھی گئی۔[۱] اس کتابچہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے جمال القرآن لکھتے ہوئے ہدیۃ الوحید ہی کو بنیاد بنایا۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں" محبی و مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے خصوصاً رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اول درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند سے ملتقط کر کے بہت آسان عبارت میں جسکو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا

---

(۱) عبدالوحید، ھدیۃ الوحید، ا

عکسی و تجویدی قرآن مجید

عکسی و تجویدی قرآن مجید بڑے سائز کے ایک ہزار آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے ۔ جسے پیکجز لمیٹڈ لاہور پاکستان نے شائع کیا ہے ۔ مذکورہ قرآن مجید کا طبع اوّل رجب المرجب ۱۳۹۱ھ کو منظر عام پر آیا ۔ طبع دوم ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ کو پھر تقریباً چھ برس بعد رجب ۱۴۰۳ھ میں اسکی تیسری مرتبہ اشاعت ہوئی ۔ اس قرآن مجید میں شروع کے چھبیس صفحات میں قرآن مجید کی تلاوت سے متعلق ضروری تجویدی قواعد لکھے گئے ہیں ۔ یہ قواعد پاکستان کے معروف استاد ظفر اقبال کے تحریر کردہ ہیں ۔ ان تمام تجویدی قواعد کو قاری فتح محمدؒ نے پڑھوا کر سنا اور ان کی ہدایات کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے اس لحاظ سے ان تمام بیان کردہ تجویدی قواعد کو قاری فتح محمدؒ کی سمعی تائید حاصل ہے ۔ جس کا ذکر ظفر اقبال نے پیش لفظ میں کیا ہے (۱)

ظفر اقبال نے قرآنی حروف کے حرکات و سکنات صوتیاتی اصول کے مطابق تجویز کئے ہیں ۔ یعنی ہر آواز کیلئے مخصوص علامت استعمال کی گئی ہے ۔ ان علامات کی تشریح اور وضاحت بھی علیحدہ علیحدہ لکھی گئی ہیں ۔ تاکہ قاری ان توضیحات کو سمجھ کر قرآن مجید کی تلاوت کو تجویدی قواعد کے مطابق کرنے پر قادر ہو سکے ۔ موصوف نے ل اور ر کی تفخیم و ترقیق کیلئے علیحدہ علیحدہ لکھنے کا طریق اختیار کیا ہے ۔ مثلاً اللہ کے لام میں تفخیم کی علامت (۴) اختیار

(۱) ظفر اقبال ، عکسی و تجویدی قرآن ، ۵

کی گئی ہے۔ جبکہ علامت ترقیق کو (ا) سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح راء مفخم کا طرز تحریر ر ہے۔ اور راء مرقق کو ہر جگہ ر کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ اعضائے صوت کی تفہیم کیلئے منہ کے اندرونی حصوں کو تصاویر کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ تاکہ مخارج کا صحیح شعور پیدا ہو اسی حوالے سے دانتوں کے ناموں کا تذکرہ ہے یعنی ثنایا۔ رباعیات انیاب وغیرہ۔ اس ابتدائی تعریف کے بعد مخارج حروف کا ذکر ہے اور ان حروف کے اصطلاحی ناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ حروف ھجاء کی بحث میں مفرد و مرکب حروف کے لکھنے کے طریق کی وضاحت کی گئی ہے۔ حرکات و سکنات و علامات ضبط کے عنوان سے حروف کی ادائیگی کے طریق کو بڑے سہل اور دلنشین انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ اس حوالے سے فتحہ۔ کسرہ۔ ضمہ۔ حروف قلقلہ۔ الف مدہ۔ واؤ مدہ۔ یاء مدہ۔ واو لینہ یاء لینہ کے علاوہ ساکن نون کا اظہار۔ اخفاء۔ تنوین۔ اظہار تنوین۔ اخفائے تنوین۔ مد متصل۔ مد منفصل تشدید۔ ادغام۔ ادغام تام ادغام ناقص۔ مد لازم۔ اقلاب نون۔ اتصال تنوین و حرف ساکن تفخیم و ترقیق راء کے عنوانات قائم کر کے قواعد تجوید کو مختصراً بڑے سہل انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ آخری دو صفحات میں رسم الخط قرآنی کے عنوان سے صٓ۔ صٓ۔ امالہ تسہیل اشمام وغیرہ کی بحثیں ہیں۔

ان تمام مذکورہ عنوانات کے تحت قواعد تجوید کو آسان اور بہتر انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ کوشش بڑی عمدہ اور سہل الحصول ہے تاہم استاد کی ضرورت پھر بھی باقی رہتی ہے۔ کیونکہ تلاوت کا تعلق نطق و سماعت کے ساتھ ہے۔ اور نطق و سماعت کی تکمیل استاد و شاگرد کے بغیر ممکن نہیں۔ اس حوالے سے استاد و شاگرد کا ہم مجلس

ہونا بھی لازمی شرط ہے۔ جس کے بغیر قواعد تجوید سمجھ میں نہیں آسکتے۔

رسم الخط قرآنی کی بحث کے ذیل میں ظفر اقبال لکھتے ہیں۔

"جب اسلامی مملکت کی حدود وسیع ہوگئیں اور مقبوضہ علاقوں میں قرآن مجید کے صحیح نسخوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک مستند نسخہ۔ بصرے کوفے شام اور مکے بھیجا۔ ایک مستند نسخہ اہل مدینہ کیلئے وقف کردیا اور ایک مستند نسخہ ذاتی تلاوت کیلئے مخصوص کرلیا۔ حکومت مصر نے ۱۳۴۲ھ میں جو نہایت ہی قابل قدر نسخہ، قرآن مجید شائع کیا تھا اس کا رسم الخط انہی چھ نسخوں پر مبنی تھا یا ان نسخوں پر جو ان چھ نسخوں سے تیار کئے گئے تھے۔ اس تجویدی قرآن مجید کے ہجے حکومت مصر کے نسخہ قرآن ہی سے لئے گئے ہیں۔" (۱)

پروفیسر ظفر اقبال کے اس بیان کو درست قرار دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عکسی و تجویدی قرآن مجید پاکستان میں طبع ہونے والا پہلا نسخہ قرآن ہے جس کا رسم الخط رسم عثمانی کے حوالے سے مصحف مدینہ کے مطابق ہے۔

---

(۱) ظفر اقبال، عکسی و تجویدی قرآن مجید، ۲۵

متفرق کتب

پاکستان میں طبع ہونے والی بعض کتب ایسی بھی ہیں جو اگرچہ علم تجوید و قرات ہی کے حوالے سے لکھی گئیں تاہم ان کی حیثیت تحصیل حاصل سے زیادہ نہیں ہے۔ ایسی کتب کو بعض دوسری کتب کی کاربن کاپی ہی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سوائے کتاب کے سرورق پر کتاب کے نام اور مولف کے نام کی تبدیلی کے علاوہ کوئی نئی چیز نہیں ملتی۔ ایسی کتب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تحفۃ الاقبال فی تجوید کلام المتعال۔ مرتب محمد اقبال نعیمی۔ یہ چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے جن میں دو صفحات کا انتساب ایک صفحہ سبب تالیف و پس منظر پر ہے۔ ایک صفحہ خاتمۃ الکتاب کے عنوان سے ہے جس میں لکھا ہے کہ مؤلف نے یہ کتابچہ ۲۵ جون ۱۹۹۲ء بروز بدھ بوقت رات بارہ بجکر ۵ منٹ ۲۷ سیکنڈ پر حتمی مسودہ کی شکل پر مکمل کیا۔"[1]

۲۔ مبدء التجوید للفرقان الحمید تدوین محمد اقبال نعیمی

سولہ صفحات پر مشتمل کتابچہ ہے۔ جس میں چار صفحات کا دیباچہ ایک صفحہ پر تقریظ ہے

۳۔ نصاب التجوید لتصیح القران المجید قاری محمد رمضان نجم الباروی

صفحات بتیس ۳۲۔ جن میں پانچ صفحات عرض مؤلف۔ نذرانہ عقیدت ایک صفحہ کی تقریظ ہے۔ کتابچہ کا عنوان بھی محل نظر ہے۔

۴ ایضاح التجوید مرتب قاری محمد اقبال نعیمی

صفحات ایک سو ستائیس۔ نو صفحات پر تقاریظ بائیس صفحات پر انتساب، نذر عقیدت۔ بہشتی لنظ فضائل وغیرہ کے عنوانات ہیں۔

---

(۱) تحفۃ الاقبال فی تجوید کلام المتعال ۶۲

۵۔ تعلیم التجوید منظوم مع مفید حواشی ۔ ناظم و محشی قاری محمد اقبال نعیمی
صفحات چوبیس۔ نو صفحات پر انتساب ۔ دیباچہ اور تقاریظ دی گئی ہیں ۔

۶۔ المقدمۃ الجزریہ ترجمہ و مع فوائد ضروریہ متفرقہ مترجم ابو عمر محمد ادریس العاصم
جو لسٹھ صفحات پر مشتمل ہے

۷۔ تحسین القرآن مولف قاری محمد معین الدین چاٹگامی
باون صفحات پر مشتمل ہے ۔ سوالاً جواباً ہے دس صفحات بحث لفظ و مقائل پر ہیں

۸ ۔ چالیس روزہ قاری کورس ۔ مولف قاری محمد مشتاق دو سو بیس صفحات پر مشتمل ہے ۔
جمال محمود پریس داتا دربار مارکیٹ لاہور سے طبع ہوئی ہے چالیس اسباق پر مشتمل ہے ۔

تذکرہ رحمانیہ

تذکرہ رحمانیہ دوسوا سی صفحات کی کتاب ہے جسمیں برصغیر کے معروف عالم وقاری مولانا محمد عبدالرحمن محدث پانی پتی کے حالات کو بڑے اچھے انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ کتاب کے مولف قاری محمد عبدالحلیم انصاری ہیں جو صاحب سوانح کے نبیرہ ہیں۔ قاری عبدالرحمن کا انتقال ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۶ء ہوا۔ پانی پتی مکتب سے تعلق رکھنے والے جملہ اساتذہ بالواسطہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ کتاب کا پورا نام تذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرہ رحمانیہ ہے جسے مکتبہ نفیس جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور نے شائع کیا ہے مجلد کتاب کے باہر جلد پر ناشر کی حیثیت سے ادارہ نشریات اسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار مندرج ہے اس کتاب کی اشاعت اول دارالاشاعت رحمانیہ پانی پت کی طرف سے ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۸ء کو ہوئی جبکہ پاکستان میں پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء میں مکتبہ نفیس لاہور نے شائع کی۔ کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے آغاز کے دس صفحات فن سیر کی اہمیت اور ارتقاء کے بارے میں ہیں اور سوانح نگاری کے چھ فوائد بیان کئے گئے ہیں مؤلف کے مطابق سوانح نویسی سے علمی وعملی زندگی میں تحرک پیدا ہوتا ہے قومی تہذیب وتمدن پروان چڑھتے ہیں نیز صاحب سوانح کے فضائل وکمالات پر اکتساب کے حصول کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ بقیہ ابواب کی تفصیل یہ ہے باب اول۔ نام نسب اور خاندان۔ اس باب میں صاحب سوانح کا خود نوشت نسب نامہ بھی موجود ہے۔ جس کے

مطابق موصوف کا شجرہ نسب پینتالیسویں پشت میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے
جبکہ والدہ کی طرف سے آپ کا شجرہ تینتیسویں پشت میں حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے
باب دوم میں آباؤ اجداد کا مختصر تذکرہ ہے۔ باب سوم پیدائش بچپن اور ابتدائی تعلیم کے
بارے میں ہے اس کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ باب چہارم میں
والد صاحب کی وفات کے حالات اور تحصیل علم وغیرہ کا ذکر ہے۔ باب پنجم میں اساتذہ کا
مختصر تذکرہ ہے نیز تعلیم کے حصول کا شوق اور اس ضمن میں صعوبتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے
اساتذہ میں قاری شاہ امام الدین مولانا احمد قلندر مولانا مملوک علی سید محمد دہلوی شاہ
محمد اسحٰق محدث دہلوی کے حالات ہیں۔ باب ششم کا عنوان بزرگوں کا ادب شیوخ کے
دل میں قدر قائم کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں درس و تدریس کیلئے باندہ کا سفر اور
علم تجوید و قرأت اور قرأت سبعہ کی تحصیل کے واقعات مندرج ہیں۔ آٹھویں باب میں
موصوف کے قیام باندہ کے حالات و واقعات ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مظلوموں کی
حمایت اور استغناء عن الخلق کے بہت سبق آموز اور حیرت انگیز واقعات بیان کئے
گئے ہیں۔ نویں باب میں ان کے چند معروف تلامذہ کا ذکر ہے۔ جن میں مولانا احمد مکی مولانا محمد
یعقوب نانوتوی مولانا راغب اللہ پانی پتی مولانا حبیب الرحمٰن سندھی مدنی مولانا سید
پیر جماعت علی شاہ علی پوری مولانا الطاف حسین حالی۔ تذکرہ غوثیہ کے مصنف مولانا شاہ
غوث علی مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ آپ سے مختصر
استفادہ کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مولانا اشرف علی تھانوی
نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی ایسے بزرگ شامل ہیں۔ دسویں باب

کاعنوان ترویج شریعت اور اتباع سنت ہے۔ اس میں بعض عجیب وغریب واقعات مذکور ہوئے ہیں جس میں جامع مسجد دہلی سے صلیب نما لالٹینوں کا ہٹانا اور ان کے خلاف فتویٰ دینے کے علاوہ ایک واقعہ یہ بھی تحریر ہے کہ ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا" مولانا شاہ محمد اسحٰق کبھی عرس وغیرہ نہیں کرتے تھے لیکن شاہ عبدالعزیز ؒ اپنے باپ دادا کا عرس کیا کرتے تھے اور میں چند مرتبہ مولانا شاہ عبدالعزیز کے ہمراہ عرس میں گیا ہوں۔ جب کسی نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا کہ میاں صاحب یہ عرس کرنا جائز ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی ذات خاص کے لئے اس عرس سے فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کے لئے میں ہرگز جائز نہیں کہتا"۔ (۱)

اس واقعہ کی صحت پر سوانح نگار نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ اس لئے یہ واقعہ محل نظر ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کی ہندوستان میں پہچان رد بدعات کے حوالے سے ہے لہٰذا انہی کے ساتھ ایک بدعت کو منسوب کر دینا کس طرح درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ "مجھے اپنی ذات خاص کے لئے اس عرس سے فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کے لئے میں ہرگز جائز نہیں کہتا" نص قرآن اور نص حدیث دونوں کے خلاف ہے۔ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۔ القرآن ۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (الحدیث) لہٰذا شاہ عبدالعزیز جیسی شخصیت سے اس بات کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ جس بات کیلئے وہ دوسروں کو ناجائز ہونے کا فتویٰ دیں خود اپنے لئے اسی کو جائز خیال کریں، محض خیال ہی نہیں بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہوں

(۱) محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رحمانیہ، ۸۸

گیارہویں باب میں آپ کے باطنی کمالات کا تذکرہ ہے نیز کشف وکرامات کا ذکر بھی ہے۔
اور مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں خصوصًا ہندوں کی نظروں میں آپ کی عزت وتوقیر کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ بارہویں باب میں اولیائے کاملین کے نزدیک قاری عبدالرحمٰن محدث کے مرتبہ کا تذکرہ ہے تیرہویں باب میں آپ کے کشف وکرامات اور خوارق عادت واقعات کا ذکر ہے۔ اسی ضمن میں بتلایا گیا ہے کہ اکثر جنات بھی استفادہ کی غرض سے آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ چودھواں باب آپ کے اخلاق وشمائل پر مشتمل ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ آپکے دن رات کے معمولات کا بھی ذکر ہے۔ اور کچھ ایسے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن سے آپکی تواضع انکی اور عالی ظرفی کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز آپ کے معمولات میں اتباع سنت واتباع شریعت کا پتہ چلتا ہے۔ پندرھویں باب میں آپ کے وعظ کی خصوصیات کا ذکر ہے۔ سولہویں باب میں آپ کے فتاویٰ کا تذکرہ ہے جس سے آپ علمی رفعت فقہی عمق کا اظہار ہوتا ہے۔ سترھواں باب آپ کی تصانیف کے بارے میں ہے جو حسب ذیل ہیں۔
۱۔ تحفۂ نذریہ۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ اس میں مسائل تجوید خصوصًا حرف ض کے مخرج پر بڑی عمدہ بحث ہے۔ مولانا رحیم الدین طرب نے اس کا اردو ترجمہ تبیین الضاد کے نام سے کیا ہے
۲۔ فیوض رحمانی۔ یہ آپ کے چند فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ۳۔ کشف الحجاب۔ یہ رسالہ آپ نے اہل حدیث حضرات کی بعض باتوں کی تردید میں لکھا ہے۔ اسی موضوع پر آپنے جوابات سولہ غیر مقلدین کے نام سے فارسی زبان میں بیس صفحات کا مضمون بھی تحریر کیا۔ ۴۔ مجوالفادفی تلفظ الضاد۔ فارسی زبان کا یہ رسالہ حرف ض کے تلفظ کی صحت کے بارے میں ہے۔ کتاب کے تین آخری ابواب خاندان اولاد مرض الموت اور سفر آخرت کے بارے میں ہیں۔

تذکرہ قاریان ہند

یہ کتاب درمیانے سائز کے سات سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے جس کے مؤلف عماد القراء جناب میرزا بسم اللہ بیگ بی۔اے معری قرات عشرہ ہیں جو حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ پاکستان میں اس کتاب کو میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی نے شائع کیا ہے۔ سن طباعت اور مطبع وغیرہ کا علم کسی جگہ سے نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں تاریخ علم تجوید و قرأت کے حوالہ سے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ جن کو ایک ہی جلد میں ضم کر دیا گیا ہے۔ حصہ اول دو سو اڑتالیس صفحات پر محیط ہے حصہ دوم کے صفحات تین سو پینسٹھ ہیں۔ جبکہ حصہ سوم ایک سو اٹھائیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

حصہ اول کو چودہ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اوّل میں تعارف قران مجید۔ جمع تدوین قران۔ رسم الخط۔ علم تجوید کی تعریف اور تجوید کی اہمیت وغیرہ کے مسائل ہیں۔ باب دوم میں، آئمہ علم قرات۔ قرات عشرہ اور ان کے تمام راویوں کے حالات و خصوصیات کا ذکر ہے۔ باب سوم میں علم قرأت پر لکھی گئی تصانیف کا ذکر ہے۔ اور چوتھی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی تک کی تصانیف کو الگ الگ لکھا گیا ہے۔ باب چہارم کا عنوان مشاہیر خدام قرأت کلام اللہ ہے۔ اس میں پہلی صدی ہجری سے لیکر چودھویں صدی ہجری کے مشاہیر قراء کے ناموں کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کی تصانیف کا جدول بھی ہے۔ باب پنجم میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد۔ عربوں کی تجارت

اور بادشاہان ہند کے علمی ذوق وغیرہ کا ذکر ہے۔ نیز قرا کی تین اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ یعنی قاری۔ مقری اور شیخ القراء۔ اس باب کے آخر میں قرائے ہند کو چودہ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ دور سہروردیہ۔ دور چشتیہ۔ دور بلخیہ۔ دور بخاریہ دور قادریہ۔ دور عیدروسیہ۔ دور مجددیہ۔ دور متوفیہ۔ دور عنایت اللٰہی۔ دور امام المدرسین دور شیحانیہ۔ دور ولی اللٰہی۔ دور رحمانیہ۔ دور تولنسیہ"[۱]۔ ادوار کی ترتیب درجہ بندی اور یہ نام مؤلف کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں۔ ہر دور کو اس دور کی کسی مرکزی شخصیت کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ باب ششم اور باب ہفتم میں ان تمام ادوار کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ پہلے سات ادوار کا ذکر باب ششم میں اور آخری سات ادوار کی وضاحت باب ہفتم میں ہے۔ پہلے دور یعنی سہروردیہ کی مرکزی شخصیت حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی بتائی گئی ہے۔ قرات کے لحاظ سے اس دور کی سات خصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔ یہ دور سنہ ۶۱۷ھ سے لے کر ۷۲۵ھ تک ممتد بتایا گیا ہے"[۲]۔ دوسرے دور یعنی دور چشتیہ کی مرکزی شخصیات چار ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ بابا شیخ فرید گنج شکر۔ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی۔ یہ زمانہ سنہ ۷۲۵ھ سے لے کر سنہ ۹۰۰ھ تک قرار دیا ہے"[۳] دور سوم کی مرکزی شخصیت حسین شمس بلخی ہیں۔ ان کا زمانہ سنہ ۸۵۰ھ تا سنہ ۸۹۱ھ بتایا گیا ہے"[۴] دور چہارم ملحقہ بخاریہ کا زمانہ سنہ ۸۰۰ھ تا سنہ ۱۱۵۰ھ بیان کی گئی ہے جبکہ اس دور کی مرکزی شخصیتیں قطب عالم اور شاہ عالم ہیں"[۵]

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/۱۰۶-۱۰۷ (۲) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱/۱۰۸

(۳) " " " " " ۱/۱۱۲ (۴) ایضاً ۱/۱۳۰ (۵) ایضاً ۱/۱۳۳

دور پنجم قادریہ کا زمانہ سنہ ۹۰۰ھ سے ۱۲۹۶ھ بتایا گیا ہے۔ اس دور کی مرکزی شخصیتیں علی متقی برہان پوری اور مخدوم نظام الدین کاکوروی ہیں[1] دور ششم عیدروسیہ ہے۔ اسکی مرکزی شخصیات سید شیخ عبداللہ العیدروس اور محمد عرب ہیں۔ زمانہ ۹۲۵ھ سے سنہ ۱۱۰۰ھ ہے[2]
دور ہفتم مجددیہ کا زمانہ سنہ ۱۰۰۰ھ سے لے کر سنہ ۱۲۰۰ھ تک ہے مرکزی شخصیت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔[3] دور ہشتم منوفیہ کا زمانہ سنہ ۱۰۵۰ھ سے سنہ ۱۲۰۰ھ ہے اس دور کی مرکزی شخصیت شیخ القراء عبدالخالق منوفی الازہری مصری ہیں۔[4] دور نہم عنایت اللٰہی کا زمانہ سنہ ۱۰۶۰ھ سے سنہ ۱۳۰۰ھ تک ہے اس کی مرکزی شخصیت سید شاہ عنایت اللہ بالاپوری[5]
دور دہم امام المدرسین کا زمانہ سنہ ۱۰۸۰ھ سے ۱۲۷۵ھ تک ہے مرکزی شخصیات امام المدرسین حافظ محمد حسین اور مولانا محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک ہیں[6] دور یازدہم ولی اللٰہی زمانہ سنہ ۱۱۵۰ھ تا سنہ ۱۲۵۰ھ مرکزی شخصیات قاری سید عبداللہ۔ قاری عبدالرحیم اور قاری شاہ ولی اللہ ہیں۔[7] دور دوازدہم شجاعیہ۔ زمانہ سنہ ۱۲۱۰ھ تا سنہ ۱۳۰۰ھ مرکزی شخصیات شاہ رفیع الدین قندھاری۔ شاہ شجاع الدین برہان پوری[8] دور سیزدہم رحمانیہ زمانہ سنہ ۱۲۵۰ھ تا سنہ ۱۳۷۵ھ اس دور کی مرکزی شخصیات پانچ لکھی گئی ہیں شیخ القراء مولانا کرامت علی جون پوری۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی۔ شیخ القراء سید علی مراد شاہ بخاری کرولوی[9]۔ دور چہاردہم تونسیہ۔ زمانہ سنہ ۱۳۱۰ تا سنہ ۱۳۷۵ھ مرکزی شخصیات شیخ القراء

---

(۱) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۱۴۴ (۲) تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۱۶۶ (۳) تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۱۸۱
(۴) " " " ۱/ ۱۷۸ (۵) " " " ۱/ ۱۸۲ (۶) " " " ۱/ ۱۸۸
(۷) " " " ۱/ ۱۹۵ (۸) " " " ۲۰۲ - (۹) " " " ۱/ ۲۱۰

سید محمد تونسی ۔ شیخ القراء عبدالحق مکی بتائی گئی ہیں[۱]

تذکرہ قاریان ہند کا مذکورالصدر حصہ معلوماتی لحاظ سے بہت اہم ہے ہر دور کی خصوصیات اور مرکزی شخصیات کے بارے میں مفصل معلومات دی گئی ہیں نیز ہر بحث کے آخر میں ہندوستان کے نقشوں کی مدد سے علم قرأت کی وسعت مختلف ادوار میں واضح کی گئی ہے

دوسری جلد میں قاریوں کے انفرادی حالات کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ترتیب تاریخ وفات کے مطابق دی گئی ہے شروع کے چونسٹھ صفحات پر قراء ہند کی مفصل فہرست ہے ۔ اس فہرست کے ساتھ ان فقرات کے نمبر بھی مندرج ہیں جن کے تحت کتاب کی پہلی جلد میں ان کے حالات ذکر ہوئے ۔ جلد دوم کا آغاز باب نہم سے کیا گیا ہے ۔ اس میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر ترک پٹھان بادشاہوں تک قراء کے حالات ہیں ۔ باب دہم میں بابر سے لیکر بادشاہ جہانگیر تک باب یازدہم کا عنوان سلسلہ عہد مغلیہ ہے ۔ اس میں شاہ جہان اور اورنگ زیب تک کے قراء کے احوال ہیں ۔ باب دوازدہم کا عنوان زوال حکومت مغلیہ ہے ۔ اس میں بہادر شاہ اوّل تا ابوظفر بہادر شاہ کے دور کے قراء کا ذکر کیا گیا ہے ۔ باب سیزدہم حکومت برطانیہ کے دور سے متعلق ہے ۔ جس میں ۱۲۷۳ھ سے لے کر ۱۳۰۰ھ کے درمیانی عرصہ کے قراء کے حالات ہیں ۔ باب چہاردہم ۱۳۰۰ھ سے لے کر ۱۳۶۵ھ تک ہے ۔ یہ دور بھی حکومت برطانیہ ہی کا ہے ۔ باب پانزدہم میں ۱۳۶۵ھ سے لے کر ۱۳۷۷ھ تک یعنی انگریزوں کے انخلا کے بعد دور آزادی کے بعد قراء کے حالات پر ہے ۔

اس کے بعد کتاب کا حصہ سوم شروع ہوتا ہے ۔ اس حصہ میں مختلف علاقوں شہروں

(۱) بسم اللہ بیگ ، تذکرہ قاریان ہند ، ۱/۲۴۳

کے عنوانات کے تحت وہاں کے قراء کے احوال کا مختصر ذکر ہے زیادہ تفصیل نہیں دی گئی۔ باب اوّل میں چونتیس قراء کے صرف نام لکھے گئے ہیں علاقے کا عنوان موجود نہیں۔ باب دوم میں حیدرآباد دکن کے قراء باب سوم میں بنگال بہار مشرقی اتر پردیش کے قراء باب چہارم میں بھوپال اور باب پنجم مدراس کے قاریوں کے بارے میں ہے۔ اسکے بعد قرائے حال کا تذکرہ ہے

علم قرات کی تاریخ اور اکابر قرائے برصغیر پاک و ہند کے حالات پر یہ بڑی اہم کتاب ہے اسی موضوع کے حوالے سے پانچویں صدی میں طبقات القراء لکھی گئی پھر علامہ محمد الجزری نے آٹھویں صدی میں ایک کتاب تحریر کی یہ دونوں کتب عربی زبان میں تھیں اور برصغیر کے قراء کے حالات ان کتابوں میں نہ تھے۔ تذکرہ قاریان ہند اردو زبان میں ہندوستان کے قاریوں کے مفصل حالات کا تذکرہ ہے۔ علم قرات کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا کوئی بھی شخص اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ کتاب بڑی اہم ہے تاہم بعض باتیں ایسی ہیں جن پر ناقدانہ نظر کی ضرورت ہے۔ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا سنِ وفات ایک جگہ ۶ جمادی الاولی ۱۳۱۸ھ ہے[1] جبکہ دوسری جگہ ۱۳۰۹ھ لکھی گئی ہے[2] صحیح سنِ وفات کا علم ہمیں کسی اور ذریعہ سے بھی نہیں ہو سکا۔ مؤلف نے شروع سے لیکر آخر تک قراء کے حالات کو بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیا ہے لیکن تمام تر معلومات حوالہ جات سے عاری ہیں۔ اس طرح ان واقعات کی صداقت اور عدم صداقت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا اس سقم نے کتاب کی اہمیت کو بہت متاثر کیا ہے۔ بعض باتیں عجیب و غریب بھی لکھ دی گئی ہیں مثلاً علامہ محمد اقبالؒ کو بھی قاری لکھا گیا ہے لیکن سند قرات کا ذکر نہیں اسی طرح سر سید کو بھی قاری لکھا گیا ہے ان کی سبعہ قرات کی سند قاری ممنون اللہ سے بتائی گئی ہے لیکن دوسرے منابع اس بات کی تائید نہیں کرتے۔

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۳۵

(۲) " " " " " " ۲/ ۵۷

سوانحات کے حوالے سے تذکرہ قاریان ہند اگرچہ بہت اہم کتاب ہے تاہم بعض مقامات پر فراہم کردہ معلومات کو حقائق پر مبنی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور کہیں کہیں تو بالکل واضح اور بدیہی امور کے بارے میں بھی ابہام پیدا کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ہندوستان کی بعض نامور شخصیات کو قاری حضرات کی صف میں شمار کیا گیا ہے۔ مثلاً

قاری سر سید احمد خاں بانی علی گڑھ یونیورسٹی۔ (۱)

قاری ڈاکٹر سر محمد اقبال (۲)

قاری ابوالکلام آزاد (۳)

ان تینوں اکابر کے حالات اور تصانیف نیز علمی و ملی خدمات کا تذکرہ تو ہے لیکن علم قراءت کی تحصیل اور اس علم کی خدمات کے سلسلہ میں مؤلف کا قلم خاموش ہے لیکن اس خاموشی کے باوجود ان کا ذکر ہندوستان کے نامور قراء کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔

---

(۱) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۲/۳۰۰

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۳۷

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۶۹

تذکرہ منبع علوم و فنون یعنی سوانح شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی
(مرتب عزیز احمد تھانوی ۔ قرأت اکیڈمی لاہور)

بڑے سائز کے پانچسو چار صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری اظہار احمد تھانوی کی سوانح حیات ہے۔ قاری اظہار احمد تھانوی کا انتقال ۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ آپ نے لاہور کے مختلف دینی مدارس میں علم تجوید و قرات کی خدمت کی بوقت انتقال آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں صدر شعبہ تجوید و قرات کے منصب پر فائز تھے

مذکورہ کتاب قاری صاحب کی زندگی کے حوالے سے مختلف حضرات کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے بیشتر مضامین ان سے کسب فیض کرنے والے تلامذہ کے ہیں۔ ایک مختصر مضمون ان کے دیرینہ رفیق قاری محمد صدیق لکھنوی کا ہے۔ جس کا عنوان "التقدیم الثمین" ہے جسمیں انہوں نے سوانح فتحیہ میں مذکور ایک واقعے کی وضاحت کی ہے جو قاری عبدالمالک اور قاری فتح محمد پانی پتی کے مابین ایک علمی موضوع کے طور پر رونما ہوا تھا۔ کیونکہ قاری محمد صدیق لکھنوی اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ قاری عبدالمالک اور قاری فتح محمد دونوں بزرگ اکابر میں سے ہیں دونوں کا علمی فیض پورے پاکستان میں جاری ہے۔ قاری محمد صدیق لکھنوی مدظلہ کی وضاحت سے دونوں اکابر کی عالی ظرفی اور باہم احترام و محبت کے تعلق کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ جبکہ "سوانح فتحیہ" میں مذکور اس واقعہ کا انداز بیان منفی ہے۔ چند مضامین

قاری اظہار احمدؒ کے فرزاندان کے قلم سے ہیں جن میں مرحوم کے خانگی حالات اور اولاد کے ساتھ ایک شفیق بزرگ و مربی کے رویہ کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مضمون تحریک پاکستان اور ہجرت سے متعلق بھی ہے جس سے تشکیل پاکستان کے حوالے سے کچھ نئی معلومات بھی ملتی ہے۔ قاری صاحب کے شاگردوں میں ایک اہم ترین مضمون قاری احمد میاں تھانوی کا ہے جس کا عنوان " صاحب علم و فنون ہے اس مضمون میں بعض حیران کن انکشافات بھی موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ قاری عبدالعزیز شوقیؒ جو ایک عرصہ دارالعلوم اسلامیہ کے صدر شعبہ قرات رہے وہ خود قرات سبعہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ کتاب میں قاری اظہار احمدؒ کے ان اساتذہ کرام کا مفصل تذکرہ بھی ہے جن سے مرحوم نے علمی اکتساب کیا۔ جن میں بعض اساتذہ کے حالات قاری اظہار احمدؒ کی اپنی قلمی کاشوں کا نتیجہ ہیں۔ کتاب کا ایک حصہ ان خطوط پر مشتمل ہے جو انہوں نے مختلف اوقات میں بعض اکابر کو تحریر کیے اور جواب میں ان اکابر نے موصوف کو لکھے۔ ان حضرات میں مولانا اسعد اللہ شاہ استاد مظاہر العلوم سہارنپور مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا مہاجر مدنی اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے بزرگ شامل ہیں۔ یہ خطوط بڑا علمی سرمایہ ہیں۔ ان کے علاوہ مرحوم کے بائیس نایاب مضامین بھی شامل اشاعت ہیں۔ نیز بعض نعتیں اور غزلیں بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قاری صاحب عالم ہونے کے ساتھ ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے مرحوم کی ذاتی ڈائری کے بعض اقتباسات سے سعودی عرب میں عالمی سطح پر منعقد ہونے والے مسابقہ ہائے قرات کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ کتاب میں ایک بات تاریخی حوالے کے طور پر غلط ہے یہ کہ قاری سراج احمدؒ کو دارالعلوم اسلامیہ لاہور کا بانی تبلایا گیا ہے یہ بات تاریخی لحاظ سے درست نہیں۔ دارالعلوم اسلامیہ کے بانی حافظ سخاوت علی تھے۔ جنہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی تحریک پر دارالعلوم قائم کیا

پانی پت کے قاری

عام کتابی سائز کے ایک سو انیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایم اے عثمانی نے شائع کی ہے ۔ ایم اے عثمانی اصلاً محمد علی عثمانی ہے ۔ آپ شعبہ تعلیم سے منسلک تھے ۔ ایچی سن سکول میں اپنی زندگی کا بہترین زمانہ بطور استاد گزارا اور اسی سکول سے بطور ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے ۔ اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۶ء کو تقریباً ستر برس کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے ۔

"پانی پت کے قاری" کتاب میں چوبیس جید اکابر قراء کا تذکرہ ہے اور ان کے احوال وکوائف مندرج ہیں دو تحریروں کو چھوڑ کر باقی ساری تحریریں درحقیقت قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی کی ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں لکھیں ۔ لیکن وہ اپنی حیات میں انکو شائع نہ کرا سکے ۔ ایم اے عثمانی قاری محی الاسلام" کے صاحبزادہ ہیں ۔ اس لئے انہوں نے اپنے والد کے علمی ورثہ کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ۔ آغاز میں دو مضمون بعنوان "پانی پت کی قراءت" اور "تعارف حضرت مؤلف" ایم اے عثمانی کے قلم سے ہیں ۔ جبکہ باقی تمام مضامین "قاری محی الاسلام" کے ہیں ۔ ان مضامین میں ایم اے عثمانی نے تصحیح وتسوید کی غرض سے کچھ ضروری تصرفات کئے ہیں ۔ مثلاً مؤلف نے تواریخ وسنین ہجری تقویم کے مطابق دیئے تھے انہوں نے قوسین میں شمسی تقویم بھی لکھ دی ۔ اسی طرح مؤلف" نے بعض حضرات کا تذکرہ ان کی حیات کے پیش نظر زمانہ حال میں کیا تھا لیکن اب ان کی وفات کی وجہ سے صیغہ حال کو صیغہ ماضی میں بدل دیا گیا ۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کتاب پر سن طباعت ۔ مطبع یا سن اشاعت کچھ بھی مندرج نہیں ۔ البتہ کتاب انتہائی مفید و معلوماتی ہے ۔

سوانح امام القراء حضرت قاری عبدالمالک رح

تین سو چھبیس صفحات پر مشتمل عام کتابی سائز کی یہ کتاب قاری عبدالمالک کی زندگی اور حالات پر مشتمل ہے۔ جس میں مختلف حضرات کے مضامین کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مرتب ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب ہیں۔ کتاب کا مقدمہ قاری محمد عارف صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ جو خود علم قرأت میں قاری عبدالمالک کے بالواسطہ خوشہ چین ہیں۔ بیشتر مضامین قاری عبدالمالک کے شاگردوں کے تحریر کردہ ہیں۔ جن میں قاری محمد شریف، قاری اظہار احمد تھانوی، قاری غلام نبی ایرانی، مولانا حامد میاں، قاری سرفراز احمد تھانوی جیسے حضرات شامل ہیں یہ تمام مضامین انتہائی اہم ہیں۔ جن سے قاری عبدالمالک کی زندگی اور علم تجوید و قرأت میں ان کی خدمات کا پتہ چلتا ہے۔ قاری اظہار احمد تھانوی کا ایک مضمون علمی نکات کے عنوان سے بھی ہے جس میں انہوں نے قاری صاحب کی ان علمی باتوں کو رقم کیا ہے جو مختلف مواقع پر انکی زبان سے ادا ہوئیں۔ علمی نکات کا یہ مجموعہ انہوں نے مرحوم استاد کی زندگی ہی میں مرتب کیا تھا جس کا نام انہوں نے فوائد مالکیہ رکھا۔ اس میں بیشتر مسائل علم قرأت ہی سے متعلق ہیں۔ جن میں بہت باریک علمی نکات بیان ہوئے ہیں علم قرأت کے حاملین ان مسائل سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جس لہجہ میں (یعنی حسینی) میں پڑھ رہا ہوں میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ یہ وہی لہجہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا

کیونکہ یہ لہجہ بسلسلہ اساتذہ بتواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ "زینوا القرآن باصواتکم"
وغیرہ احادیث میں تحسین صوت سے غالباً یہی لہجہ مراد ہے۔ اس کے علاوہ جو دوسرے
لہجے ہیں جیسے مصری عشاقی وغیرہ ان کے متعلق تواتر کا دعوٰی نہیں کیا جاسکتا۔"(۱)
موصوف نے اس دعوے کے بارے میں کوئی نقلی دلیل نہیں دی جسکی وجہ سے یہ دعوٰی
محل نظر ہے۔ کتاب کے نصف حصہ میں ڈاکٹر فیوض الرحمٰن نے قاری عبدالمالک ؒ کے تلامذہ
کے حالات کو قلم بند کیا ہے جبکہ ایک حصہ میں ان کے شیوخ کا ذکر بھی ہے جن سے
انہوں نے علم قرات میں کسب فیض کیا۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کا مفصل
تذکرہ بھی ہے جن سے قاری عبدالمالک ؒ نے راہ سلوک میں اپنی نسبت قائم کی۔ اس طرح
کتاب میں قاری عبدالمالک ؒ کے بعض ہم عصر قراء و مشاہیر کی زندگی کے حالات کو بھی جمع
کیا گیا۔ مثلاً قاری عبدالوحید قاری ضیاء الدین اور قاری عبدالخالق وغیرہ۔ اس طرح
یہ کتاب قاری عبدالمالک ؒ کی سوانح کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر اکابر کے حالات و
کوائف کا مجموعہ بن گئی ہے جس سے قاری کو بہت مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ نیز بیشتر
اکابر کے حالات یکجا پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ البتہ اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس طرح یہ
کتاب اپنے عنوان سے مطابقت کھو بیٹھی ہے۔ دو مضامین ان کے بیٹوں قاری عبدالقادر اور
قاری عبدالماجد ذاکر کے تحریر کردہ ہیں جن سے مرحوم کی خانگی زندگی عبادت گذاری اولاد کے ساتھ
شفقت و محبت قرآن حکیم کی تلاوت وغیرہ کے معمولات کا علم ہوتا ہے۔ چند مضامین عربی زبان
میں ہیں لیکن ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تحریر کس کی ہے۔

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک، ۹۷

سوانح حضرت القاری محمد شریف رحمہ

عام کتابی سائز کے ایک سو سات صفحات پر مشتمل قاری محمد شریف کی یہ سوانح قاری محمد تقی الاسلام دہلوی نے لکھی ہے جسے مکتبۃ القراۃ ماڈل ٹاؤن نے شائع کیا ہے۔ شروع میں دیباچہ کے طور پر سعید الرحمٰن علوی مرحوم کی تحریر ہے۔ جس میں پاکستان میں علم قرأت کے آغاز اور اکابر قراء کرام کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ سترہ سے لے کر صفحہ اڑسٹھ تک قاری محمد شریف کے حالات و کوائف پیدائش سے لیکر وفات تک بیان کئے گئے ہیں۔ جس میں آپکی تعلیم اساتذہ مسند تدریس اور دار القراۃ کے قیام وغیرہ کے مفصل حالات مندرج ہیں۔ دو صفحات پر مرحوم کی تصانیف کا نہایت مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ پھر اولاد اور آپ کے تلامذہ کے حالات کا ذکر ہے اس کے بعد چند اہم واقعات کے عنوان سے ان کے ایک ہونہار شاگرد قاری محمد سلیمان کا مضمون ہے جس میں مرحوم قاری محمد شریف کی زندگی کے کچھ نصیحت آموز اور قابل ذکر واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے جس سے حضرت قاری صاحب کے انداز نصیحت اور نازک معاملہ فہمی کا پتہ چلتا ہے۔ قاری محمد سلیمان لکھتے ہیں ایک دفعہ میں نے جمعہ ہی کے دن دوران تقریر یہ کہا کہ سید الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی بہت بڑے بزرگ ہیں اور سارے اولیاء کے سردار ہیں لیکن ایسے کروڑوں شیخ عبد القادر جیلانی جمع ہو جائیں تو ایک ادنیٰ صحابی کی جوتی کے برابر نہیں۔ جمعہ کے بعد میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا تم نے آج یہ بات یوں بیان کی تھی یا مجھے اس طرح سمجھ میں آئی میں نے عرض کیا حضرت اسی طرح بیان کی تھی فرمایا جوتی کے الفاظ توہین کے ہیں۔ عامۃ الناس اس سے غلط اثر لیتے ہیں یوں

سوانح فتحیہ
قاری محمد طاہر رحیمی

یہ کتاب پانی پتی مکتب کے سرخیل قاری فتح محمد پانی پتیؒ کی سوانح حیات ہے جو عام کتابی سائز کے چھ سو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع میں صفحہ ستائیس سے چونتیس تک افتتاحیہ سوانح فتحیہ کے عنوان سے سوانح عمری لکھنے کے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے مقدمہ سوانح فتحیہ کا عنوان ہے جس کے تحت نو فصلیں ہیں۔ ان میں پانی پت کی تاریخی اہمیت پانی پت کے اہل علم اولیاء کا ذکر پانی پت میں فن تجوید و قرأت اور اس ضمن مختلف ادوار کا تذکرہ پھر پانی پت کے مشہور قراء و قاریات مؤلفین و مصنفین کا ذکر ہے۔ اس کے بعد قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ کے احوال پوری تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ یہ ساری بحثیں جو صفحہ ایک سو تیس تک ممتد ہیں تمام کی تمام تذکرہ رحمانیہ مرتبہ قاری عبدالحلیم انصاری کی ہیں اس طرح سارا تذکرہ رحمانیہ سوانح فتحیہ کا حصہ بن گیا ہے الفاظ و عبارات میں کہیں بھی تجاوز یا حک و اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس طرح سوانح فتحیہ کا مطالعہ کرنے والا تذکرہ رحمانیہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس مقدمہ کے بعد سوانح فتحیہ کا آغاز کیا گیا ہے جس کے چھ ابواب ہیں تفصیل یہ ہے

باب اوّل اس میں آٹھ مضامین ہیں۔ جن میں نام النسب پیدائش حلیہ عادات و اخلاق نکاح۔ اولاد۔ نیز آپ کی اہلیہ اور آپ کی ہمشیرہ حاجن اللہ دی کے حالات بیان کئے گئے ہیں

باب دوم میں بارہ فصلیں ہیں۔ جن میں حضرتؒ کا زمانہ طالب علمی۔ حافظہ یادداشت۔

علم تجوید میں آپ کا مقام و مرتبہ ۔ رعب دبدبہ ۔ آپ کے اساتذہ قرآن کا تعارف ۔ آپ کے مشہور تلامذہ کا تذکرہ نیز آپ کی تصنیفی و تالیفی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔
اسی باب کی چوتھی فصل میں اس متنازعہ واقعہ کا بھی تذکرہ ہے جس کا پوراذکر اور جرح و تعدیل ہم مصری اور پانی پتی مکاتب کے ذیل میں تفصیل سے کر چکے ہیں ۔ یہاں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ قاری فتح محمدؒ نے خود اس واقعے کو کتاب میں اس انداز سے لکھنے کو ناپسند فرمایا انہوں نے مرتب سوانح فتحیہ کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہوئے لکھا

"عزیزم ! بندہ حضرت قاری عبدالمالکؒ کے عمل کو اخلاص و للہیت پر مبنی سمجھتا ہے وہ واقعی صاحب فن اور صحیح معنیٰ میں مخلص اہل قرآن تھے ۔ اب تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور ماشاء اللہ عنداللہ خوب عیش میں ہوں گے ۔ ان کا تذکرہ ایسے عنوان سے فرمائیں کہ ان کی تنقیص شان بالکل معلوم نہ ہو بلکہ اخلاص للہیت ہی ظاہر ہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اس واقعے کو ہی تذکرہ سے خارج کر دیں"(۱)

حضرت قاری فتح محمدؒ کے اس مکتوب سے ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ شیوخ کا تو تھا ہی نہیں ۔ البتہ شاگردوں میں غلو فی العقیدت کی وجہ سے پیدا ہو گیا ۔

باب سوم میں سات فصلیں ہیں ۔ جن میں آپ کے اخلاق عادات مشاغل معمولات اتباع سنت نیز تعلیم قرآن کے سلسلے میں آپ کے امتیازی معمولات کا ذکر ہے ۔
سوانح فتحیہ کا یہ حصہ بہت اہم ہے اس میں قاری فتح محمد مرحوم کے ایسے اہم واقعات

---

(۱) محمد طاہر رحیمی ، سوانح فتحیہ ، ۶۳۹

جس سے اتباع سنت کی تحریک بھی ہوتی ہے نیز تدریس کے میدان میں اساتذہ علم قرآن کے لئے یہ واقعات سنگ میل اور مشعل راہ ہیں ۔

باب چہارم میں چھ فصلیں ہیں جس میں تصوف بیعت خلافت باطنی روحانی کمالات وغیرہ کا ذکر ہے اسی باب کا تتمہ بھی لکھا گیا ہے جس قاری فتح محمدؒ کے خلیفہ مجاز مفتی عبدالستار صاحب کے حالات مذکور ہیں

باب پنجم کی چھ فصلیں ہیں جن میں آپ کے ملفوظات تعلیمات نصیحتیں نیز بعض اصلاحی خطوط مندرج ہیں

باب ششم مفصل وفات نامہ کے عنوان سے ہے۔ جس میں آپ کی وفات کے چشم دید حالات و واقعات کا ذکر ہے۔ اور مختلف حضرات اور جرائد میں چھپنے والے تعزیتی پیغامات بھی ہیں جن میں ماہنامہ البلاغ کراچی ماہنامہ بینات کراچی کے تعزیتی اداریئے اور کچھ ہندو پاک کے علماء کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ اسی باب کی تیسری فصل مختصر نقش حیات راقم السطور محمد طاہر رحیمی کے عنوان سے ہے۔ یہ مختصر فصل صفحہ چھ سو تیرہ سے لے کر صفحہ چھ سو تیس تک ممتد ہے۔ ان صفحات میں صاحب سوانح نقیبہ نے کچھ باتیں اپنے بارے میں تحریر کی ہیں جن میں خود ستائی کا عنصر غالب ہے مثلاً "احقر نے استخارہ کیا تو دیکھا کہ میں خیر المدارس کے غسل خانے میں نہا رہا ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میری کمر پر صابن لگا رہے ہیں"[1] "احقر نے سورہ حجرات کا دوسرا رکوع تلاوت کیا تو حضرت مفتی محمد شفیع کو اس درجہ تاثر ہوا کہ ان پر بے اختیار گریہ طاری ہو گیا"[2] "ایک بار حضرت مولانا غلام اللہ خان کی تقریر تھی احقر نے ایک رکوع تلاوت کیا بعد میں حضرت خانصاحب نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور خوب شاباش دی"[3] "الحمد للہ کہ آج ۱۴۰۹ھ جو اڑتالیس برس کی عمر تک بعد از بلوغ کل ۳۲ سالہ عرصہ میں خواب میں غلط خیالات کی وجہ سے کبھی ایک بار بھی احتلام اور اسکی وجہ سے نہانے کی ضرورت پیش نہیں آئی"[4]

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نقیبہ، ۶۱۵ - (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح نقیبہ، ۶۲۰

(۳) ،، ،، ،، ،، ۶۲۰ (۴) ،، ،، ،، ،، ۶۲۱

سوانح حضرت قاری فضل کریم

چھوٹے کتابی سائز کی یہ سوانح حیات استاد القرآء قاری فضل کریمؒ کے حالات کا مجموعہ ہے۔ جسے ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن نے مرتب کیا ہے۔ مرحوم ایک عرصہ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں لاہور میں علم قراءت کی خدمت سرانجام دیتے رہے اس حوالے سے مجلس ابنائے قدیم مدرسہ تجوید القرآن لاہور نے حق الاستاد کے طور پر اس کتاب کو شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ایک سو اٹھائیس ہے۔ قاری فضل کریمؒ کا شمار پرانے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ ان کے تلامذہ بھی بکثرت ہیں۔ زیر نظر کتاب قاری صاحب مرحوم سے نسبت رکھنے والے مختلف حضرات کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ مضامین لکھنے والوں میں قاری محمد شریفؒ، قاری اظہار احمد تھانویؒ، قاری فیوض الرحمٰن قاری محمد اقبال قاری احمد خالد عمر قاری افضال الحق قاریہ ام کلثوم اور قاری محمد عارف شامل ہیں۔ تمام مضامین اردو زبان میں ہیں جبکہ ایک مضمون عربی زبان میں ہے۔ جو قاری عبد الحمید کا تحریر کردہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ سوانح مستقل کتاب تو نہیں البتہ مفید اور معلوماتی مضامین کا مجموعہ ہے۔ آخری تین صفحات پر قاری فضل کریمؒ کے بعض نامور تلامذہ کے ناموں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے مختلف اوقات میں قاری صاحب مرحوم سے کسب فیض کیا۔

مخطوطات

پاکستان میں موجود مخطوطات کی ایک جامع فہرست مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے شائع کی ہے ۔ جو مختلف موضوعات کے حوالے سے مرتب کی گئی ہے ۔ اس فہرست میں مؤلف نے علم تجوید پر ۹۳ مخطوطات کا ذکر کیا ہے ۔ فہرست میں ان مخطوطات کے مصنف سن تصنیف اور مباحث کے عنوانات کا مفصل تذکرہ موجود ہے ۔ نیز یہ کہ یہ مخطوطہ کس جگہ موجود ہے ۔

کتاب کا نام فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان ہے ۔ اس کے مؤلف احمد منزوی ہیں ۔ سن اشاعت ۱۹۸۲ء ہے ۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں فارسی زبان کے مخطوطات کا تذکرہ ہے ۔ جو صفحہ ۹۷ سے لیکر صفحہ ۱۲۰ تک پھیلا ہوا ہے ۔ تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے کیونکہ ہمارا دائرہ اردو زبان میں لکھی گئی کتب تک محدود ہے اس کے علاوہ چند مخطوطات دیال سنگھ لائبریری لاہور میں بھی موجود ہیں جنکی تفصیل یہ ہے ۔

تجوید القرآن	مخطوطہ ۷۷	خلاصۃ النوادر	مخطوطہ ۵۲۸ ا
شرح رسالہ جزری	مخطوطہ ۶۶۵	فتوی در قواعد ضاد	مخطوطہ ۱۸۰
قواعد تجوید	مخطوطہ ۵۰۵	قانون قراءت	مخطوطہ ۱۰۰
قواعد القرآن	مخطوطہ ۳۱۸	مفتاح القرآن	مخطوطہ ۵۲۸ ب

ان کے علاوہ کچھ مخطوطات کا تذکرہ ماہنامہ فکر و نظر میں بھی ملتا ہے۔ یہ مخطوطات حسب ذیل ہیں

۱۔ کتاب العنوان فی القراءات السبعہ

۲۔ انواع الہمزہ فی وقف حمزہ وہشام

۳۔ ناظمۃ الزہر فی الاعداد واختلاف اہل البلاد

۴۔ اجازۃ الشیخ بالقراءات العشر

۵۔ الفریدۃ البارزیہ فی حل القصیدہ الشاطبیہ

۶۔ الطراز فی شرح ضبط الخراز

۷۔ تلخیص العبارات بلطیف الاشارات فی علم القراءات

۸۔ کشف الاسرار عن قراءۃ ائمۃ الاخیار

---

(۱) ماہنامہ فکر و نظر ۷/۵۵۴

(۲) ″ ″ ″ ۷/۵۵۵

(۳) ″ ″ ″ ۷/۵۵۶

(۴) ″ ″ ″ ۷/۵۵۷

(۵) ″ ″ ″ ۷/۸۶۶

(۶) ″ ″ ″ ۷/۸۶۷

(۷) ″ ″ ″ ۷/۸۶۷

(۸) ″ ″ ″ ۷/۹۵۱

الجزء الاوّل من ایضاح المعانی علی حرز الامانی
شیخ القراء قاری محمد نظر رحمہ اللہ

علامہ شاطبیؒ کی کتاب جس کا نام حرز الامانی ووجہ التہانی فی القراات السبعہ بڑی مشہور ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ مذکورالصدر کتاب حرز الامانی کے اشعار کی اردو شرح کا قلمی نسخہ ہے۔ شارح قاری محمد نظرؒ ہیں۔ جو قاری ضیاء الدینؒ کے شاگرد اور جامعہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کی لجنۃ القراء المشائخ کے رکن تھے۔ قاری محمد نظرؒ نے اپنے اس قلمی نسخہ میں اٹھائیس ابواب تک شرح لکھی ہے اسی لئے اسے الجزء الاوّل من ایضاح المعانی علی حرز الامانی کا نام دیا گیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ ان کے بیٹے قاری محمد شاہد کے پاس موجود ہے۔ جس کی تصویری کاپی راقم کے پاس ہے۔ یہ شرح بڑے سائز کے ایک سو دس صفحات پر مشتمل ہے بڑی اہم شرح ہے جسکا زیور طبع سے آراستہ ہونا بڑا ضروری ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ پہلے صفحہ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ الجزء الاوّل من ایضاح المعانی علی حرز الامانی از شیخ القراء حافظ قاری محمد نظر لکھا ہے۔ جبکہ آغاز کتاب میں عبارت اس طرح ہے "الحمد للہ الذی انزل القران باپسر الوجوہ ....

امابعد فیقول راجی عفو ربہ الھادیٔ اسکے بعد اصولاً قاری محمد نظر کا نام ہونا چاہیے لیکن عبارت کو اچھی طرح مٹا کر کوئی اور نام لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے اصل لکھنے والے کے نام کا اشتباہ ہوتا ہے۔ کہ مدہم نام محمد مشیر پڑھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

مذکورہ کتب کا جدول

موضوع	تعداد کتب
تراجم وحواشی	۲۶
قراءات	۲۴
تجوید	۳۲
سوانحات	۸
میزان	۹۰

نوٹ۔ چند کتب ایسی بھی ہیں جنکا سراغ تو لگا لیکن باوجود تلاش کے مل نہ سکیں تفصیل یہ ہے

شجرہ رحیمیہ مرتبہ قاری محمد شفیق جھنگوی

دلکش نقش سوانح قاری رحیم بخش۔ مرتب قاری محمد طاہر رحیمی

قاری عبدالمالک کا ایک رسالہ موسومہ "نظام التجوید" ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکا۔ اس رسالہ کا عکس مولانا قاری عبدالمالک نقشبندی ہزاروی کے پاس موجود ہے۔ [1] قاری عبدالمالک کی ایک کتاب ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق فی الضاد ہے۔ اس کا تذکرہ قاری محمد شریف نے اپنی کتاب سبیل الرشاد میں کیا ہے

(۱)۔ فیوض الرحمن، سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبدالمالک ۱۹۷

صَوتی تسجیلات

انضباط صوت جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا کمال ہے۔ انسان کی ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی آواز کو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے بعینہٖ محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اور اپنی منشا مرضی اور خواہش کے مطابق جب چاہے اور جس وقت چاہے سنا بھی جا سکتا ہے۔

قرآن مجید اگرچہ کتابی شکل میں بھی محفوظ چلا آ رہا ہے اور ان شاء اللہ تا ابد محفوظ رہیگا تاہم سائینس کے جدید اکتشافات وایجادات کی روشنی میں اس بات کی ضرورت تھی کہ قرآن مجید کی تلاوت مختلف مسنون روایتوں اور قراءات میں محفوظ کر لی جائے تاکہ قرآن مجید فہم مسموع کے طور پر بھی محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کی طرف سب سے پہلے خیال مصر میں پیدا ہوا۔ اس سلسلہ کا پہلا اجلاس ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۵۹ء کو قاہرہ میں منعقد ہوا۔ جس میں استاد عبدہ بدوی۔ طہٰ نصر استاد الشیخ علی جعفر۔ استاد عبدالرحمٰن العدوی اور استاد الشیخ حسن مصطفیٰ نے شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر لبیب السعید نے کی۔ (۱)

بحث وتمحیص کے بعد طے ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کو صوتی لحاظ سے محفوظ کر لیا جائے اور اس کا نام "المصحف المرتل" رکھا جائے۔ اس بات کا اعلان جامعہ ازہر کے سربراہ استاد محمود شلتوت کی طرف سے اپریل ۱۹۵۹ء کو کر دیا گیا۔ (۲)

الشیخ محمود شلتوت کی طرف سے جاری شدہ بیان کو مجلہ الازھر نے ان الفاظ میں

۱۔ لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقرآن الکریم، ۸۴

۲۔ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۸۶

میں شائع کیا۔

" قدم السید لبیب السعید رئیس جمعیة المحافظه علی القران الکریم اقتراحًا الی فضیلة الاستاذ محمود شلتوت شیخ الجامعه الازھر یتلخص فی ان یسجل القران الکریم تسجیلاً صوتیًا مجودًا۔ وذالک لتمکین المسلم العادی من تلاوة ای الذکر الحکیم تلاوة مجودة فی سھولة ویسر ومعنی الترتیل المرسل۔ القراءة نحو ما یکون فی الصلاة۔ وقد ابدی فضیلة الاستاذ الاکبر ارتیاحه ورضاه عن ھذه الفکره۔ لانھا طریقة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والصحابة من بعدہ "[1]

سید لبیب السعید رئیس جمعیة المحافظہ قران کریم نے فضیلت ماب استاد محمود شلتوت شیخ الجامعہ الازھر کی خدمت میں ایک تجویز پیش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قران مجید کی تلاوت کو تجوید کے ساتھ صوتی انداز میں ریکارڈ کر لیا جائے۔ تاکہ عام مسلمان کیلئے یہ بات ممکن ہو جائے کہ وہ قران مجید کو تجوید کے اصول وضوابط کے مطابق سہولت اور آسانی کے ساتھ تلاوت کر سکیں۔ فضیلت ماب استاد (محمود شلتوت) نے برضا ورغبت اس رائے سے اتفاق کیا ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کے مطابق ہے اب مسئلہ یہ تھا کہ قران مجید کی صوتی تسجیل کیلئے آواز کس کی ہو۔ چنانچہ آواز

۱۔ لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقران الکریم، ۸۶

کے انتخاب کی غرض سے ۴ جون ۱۹۵۹ء کو جامعۃ الازہر میں ایک جلسہ منعقد ہوا جلسہ سے مراد یہاں محفل قراءت ہے۔ اس محفل میں سب حاضرین نے الشیخ محمود الحصری کی آواز کو پسند کیا(۱)

اس طرح مختلف مراحل سے گزر کر قران مجید کی صوتی تسجیل کا کام مئی ۱۹۶۰ء میں شروع ہوا۔ اور ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ء کو مکمل ہوا۔(۲) اور اس طرح تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ باقاعدہ المصحف المرتل کے نام سے قران مجید کا صوتی انضباط عمل میں آیا

ریڈیو قاھرہ سے اس کا نشر پہلی مرتبہ سوموار آٹھ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہوا۔ اور یہ بات بھی طے ہوئی کہ المصحف المرتل ترتیب کے ساتھ ۸ مصری وقت کے مطابق روزانہ صبح نشر ہوا کرے گا۔ پھر ظہر اور عصر کی اذانوں کے بعد بھی نشر ہونے لگا۔ بعد میں ایک مستقل چینل اس کے لئے وقف کر دیا گیا جہاں سے رات دن ہر وقت مستقل تلاوت جاری رہتی ہے۔(۳)

حکومت مصر نے اس مصحف مرتل کے ریکارڈ ہندو پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کو بطور تحفہ بھجوائے(۴)

پاکستان میں سرکاری سطح پر ایسی کسی کوشش کا سراغ نہیں ملتا جس میں قران مجید کی صوتی تسجیل کے سلسلے میں کوئی عملی اقدام کیا گیا ہو۔ البتہ پاکستان کی ایک نیم سرکاری کمپنی نے تجارتی بنیادوں پر اس جانب ضرور پیش رفت کی۔ اس کمپنی کا نام شالیمار ریکارڈنگ کمپنی ہے اس کمپنی نے جن حضرات کی آوازوں میں قران مجید کی تلاوت کو منضبط کیا اس کی تفصیل

۱۔ لبیب السعید ، الجمع الصوتی الاول للقران الکریم ، ۸۶ — (۴) سید محبوب علی رضوی تاریخ دارالعلوم دیوبند ۳۶۸

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — ۹۰ —

حسب ذیل ہے

تعداد	نام	کیسٹ نمبر
15	قاری خوشی محمد	10001 — 100015
30	〃 〃 〃	351 — 380
45	〃 〃 〃	501 — 545
30	قاری غلام رسول	551 — 580
75	〃 〃 〃	10111 — 10185
45	〃 〃 〃	681 — 725
45	محمود الحصری	431 — 475
30	〃 〃	10061 — 10090
30	احتشام الحق تھانوی	10031 — 10060
45	〃 〃 〃	751 — 795
30	قاری وحید ظفر قاسمی	621 — 650
45	قاری شاکر قاسمی	301 — 345
15	قاری محمد یونس	661 — 675

نوٹ:۔ مذکورہ جملہ معلومات شالیمار کمپنی کے جنرل منیجر شوکت علی صدیقی سے براہ راست حاصل کی گئیں

شالیمار ریکارڈنگ کمپنی ایک نجی ادارہ ہے جو پاکستان کی وزارت اطلاعات و مواصلات کے زیر اثر کام کرتا ہے۔ اس کا قیام دسمبر ۱۹۷۴ء کو عمل میں آیا۔ چونکہ یہ ایک نجی ادارہ ہے لہذا اس کے پروڈیوسرز تجارتی بنیادوں پر کام کرتے ہیں۔ اس کا بورڈ آف ڈائریکٹرز اپنے کلی اختیارات استعمال کرتا ہے۔ اس کمپنی کے سٹوڈیوز کراچی میں ہیں جبکہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کی پروڈکشن کا بیشتر کام اسلام آباد میں ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ چونکہ شالیمار ریکارڈنگ کمپنی خالصتاً ایک تجارتی ادارہ ہے۔ جس کے حصص عام لوگوں کے علاوہ پرائیوٹ تجارتی کمپنیوں نے بھی خریدے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ اس پورے عمل میں خدمت علم کے جذبہ پر جلب منفعت ہی غالب ہے اگر بالفرض محال کسی جگہ خدمت علم کا خیال موجود بھی ہے تو اس کی حیثیت ثانوی ہی ہے۔ اس سے چنداں زائد نہیں۔ قران پاک کی تلاوت کے ریکارڈ بھی ظاہر ہے تجارتی بنیادوں پر ہی تیار کرائے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ریکارڈنگ میں انہوں نے کسی بھی قاری صاحب کی شخصیت اور ذاتی شہرت یا حسن صوت کے پہلو کو ہی مدنظر رکھا ہے۔ علم تجوید اور فن کی باریکیوں کو جانچنے پرکھنے کا اہتمام انہوں نے نہیں کیا۔ مذکورہ قاری حضرات جنکے کیسٹ شالیمار کمپنی والوں نے ذائع کئے ہیں ان میں قاری خلیل الحصری کا صوتی انضباط تو وہی ہے جو حکومت مصر کے ایما پر کیا گیا۔ بقیہ حضرات جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں ان کی اصوات کا انضباط شالیمار کمپنی نے از خود کیا ہے۔

باب پنجم

مشہور مدارس قراءت

اس تذکرے میں مدارس کی ترتیب میں جس درجہ بندی کو ملحوظ رکھا گیا ہے وہ اس طرح ہے :

۱۔ ایسے مدارس کے کوائف جو مختص بالقراءت ہیں جہاں سبعہ عشرہ کی تدریس ہوتی ہے ۔

۲۔ مختص بالقراءت جہاں سبعہ تک تعلیم دی جاتی ہے ۔

۳۔ مختص بالقراءت جہاں صرف روایتِ حفص پڑھائی جاتی ہے ۔

۴۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ عشرہ کا درجہ بھی ہے ۔

۵۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ کا درجہ بھی قائم ہے ۔

۶۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ روایتِ حفص بھی پڑھائی جاتی ہے ۔

نوٹ: مدارس کا تذکرہ حروف ابجد کے حوالے سے صوبہ وار کیا گیا ہے ۔ یعنی بلوچستان، پنجاب، سرحد، سندھ ۔ آخر میں گوشوارے کے ذریعے پوری تعداد واضح کی گئی ہے ۔

مدارس

قیام پاکستان سے قبل زیادہ تر مدارس اس علاقہ میں قائم تھے جو ہندوستان کے حصہ میں آیا۔ سب سے زیادہ شہرت دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کو حاصل تھی جہاں پورے برصغیر اور بیرونی علاقوں سے طالبان علم آتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ اس کا مطلب نہیں کہ پاکستان کے حصہ میں آنے والا علاقہ مدارس سے بالکل خالی تھا۔ قیام پاکستان سے قبل اس علاقہ میں ایک سو بیالیس مدارس کا سراغ ملتا ہے[1]

تاہم ان مدارس کو وہ شہرت اور قبولیت عامہ حاصل نہ تھی جو دارالعلوم دیوبند یا مظاہر العلوم سہارنپور کو حاصل ہوئی۔ قیام پاکستان سے قبل جن علاقوں میں دینی مدارس موجود تھے ان میں احمد پور شرقیہ اچ شریف (بہاولپور) انی (گجرات) بہلول پور شہر۔ بیرہ پشاور پاکپتن پیر ہارو۔ ٹھٹھہ سندھ۔ ڈھاکہ کسانہ گجرات۔ مضافات گجرات۔ کمالیہ کوٹ مٹھن (ڈیرہ غازی خاں) گھوٹکی۔ پیر جھنڈو۔ سیالکوٹ سمہ سٹہ لاہور اور ملتان کے علاقے شامل ہیں[2]

۱۹۴۷ء میں مسلمان ہجرت کرکے پاکستان کی سرزمین میں آکر آباد ہوئے تو اس کے بعد پاکستان کے علاقے میں کثرت کے ساتھ مدارس دینیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۶۰ء تک کے

---

(۱) نذر احمد حافظ، جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان، ص ۳۵

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳۶

کے جائزے کے مطابق دو سو چھبیس مدارس قیام پاکستان کے بعد یہاں پر قائم ہوئے جبکہ چھبیس مدارس ہندوستان سے کسی نہ کسی طور منتقل ہو کر آئے۔[1] اس طرح گویا ۱۹۶۰ء تک پاکستان میں تین سو بانوے مدارس دینیہ قائم تھے۔ جبکہ ۱۹۸۸ء تک یہ تعداد بڑھ کر دو ہزار نو سو اکیانوے تک جا پہنچی[2] اور ۱۹۹۵ء تک یہ تعداد تین ہزار سات سو چھ ہو گئی[4] ان تمام مدارس میں حفظ و تجوید و قراءت کے مدارس کی تعداد آٹھ سو چھیانوے ہے۔ جن میں سے پنجاب میں پانچسو اڑسٹھ سرحد میں ایک سو چار سندھ میں ایک سو پندرہ بلوچستان میں بیالیس شمالی علاقہ جات میں اٹھارہ آزاد کشمیر میں اٹھائیس اور اسلام آباد میں انیس مدارس ہیں[3] (یہ تعداد ۱۹۸۸ء تک کی ہے۔)

مدارس تجوید و قراءت کے لحاظ سے سرکاری ادارے کے تحت تیار کی جانے والی اس تعداد کو شاید درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ مذکورہ تعداد میں حفظ اور تجوید و قراءت کے مدارس کو یکجا کر کے شمار کیا گیا ہے۔ جبکہ حفظ قرآن اور تجوید و قراءت دو مختلف موضوعات ہیں اگرچہ نوعیت ایک ہے۔ تاہم دونوں کی کیفیت علیحدہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص قرآن مجید کا حافظ تو ہو اور قرآن مجید قواعد تجوید کے مطابق درست بھی پڑھتا ہو لیکن وہ علم تجوید و قراءت سے نا آشنا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص علم تجوید و قرات کا عالم تو ہو لیکن وہ قرآن مجید کا حافظ نہ ہو۔ اس لئے مدارس حفظ اور

---

(۱) نذر احمد حافظ، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، ۴۳۵

(۲) پاکستان کے دینی مدارس کی ڈائرکٹری ۱۹۸۸/ ۸۵

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۹۵ ۲۸۲

مدارس تجوید وقراءت کو ایک شمار کرنا ہرگز درست نہیں ۔ اسی طرح بعض مدارس ایسے بھی ہیں جن کا شمار تو درس نظامی کے مدارس میں ہوتا ہے لیکن ان مدارس میں باقاعدہ درجۂ تجوید وقراءت بھی موجود ہے اور وہاں علم تجوید وقراءت کا کام بھی بہت احسن طریق پر ہو رہا ہے لیکن ان مدارس کو صاحب جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان حافظ نذر احمد اور وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب " پاکستان کے دینی مدارس کی ڈائرکٹری " میں درس نظامی کے مدارس میں تو شامل کیا ہے لیکن مدارس حفظ وتجوید وقراءت میں ان کا شمار نہیں کیا گیا لہذا اس تعداد کو مدارس قراءت کے حوالہ سے درست تسلیم کر لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اس ضمن میں معلومات کا ایک اور ذریعہ پی۔ ایچ ڈی کیلئے لکھا گیا مقالہ ہے جس کا عنوان "سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات" ہے مقالہ لکھنے والے محقق قاضی معصوم الرحمٰن ہیں ۔ انہوں نے سندھ میں کل دینی مدارس کی تعداد تین سو اٹھتر لکھی ہے ۔ جبکہ ان میں دو سو مدارس حفظ وتجوید وقراءت کے بتائے ہیں [۱] فاضل مقالہ نگار کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کے ہاں بھی صورت وہی ہے جس کا ذکر ہم سابقہ سطور میں کر چکے ہیں ۔ انہوں نے بھی محض حفظ کے مدارس کو تجوید وقراءت کے مدارس میں شامل کر دیا ہے ۔ جو کسی طور پر بھی درست نہیں ۔ یہی صورت ان کے ہاں پنجاب کے مدارس میں بھی ہے مثلاً فاضل مقالہ نگار مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہاں شعبہ تجوید

---

۱ ۔ معصوم الرحمٰن قاضی ، سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات ، ۷۹

قراءت موجود ہے۔ جس کے سربراہ مولانا ثناء اللہ ہیں۔ (۱) صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس مدرسہ میں شعبہ تجوید وقراءت سرے سے موجود ہی نہیں ہے البتہ مدرسہ کی طرف سے شہر کی مختلف مساجد میں ناظرہ قران کی تدریس کے مکاتب کھولے گئے ہیں۔

اسی طرح مدرسہ عربیہ محمدیہ ڈاھری سندھ کے بارے میں تحریر ہے کہ یہاں اساتذہ کی تعداد چار ہے جن میں ایک بھی قاری نہیں لیکن ناظرہ حفظ وتجوید وقراءت کے طلباء کی تعداد چھیانوے تحریر ہے اور ۱۹۸۹ء تک فارغ التحصیل طلباء کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ناظرہ۔ دوسواسی۔ حفظ۔ چالیس۔ تجوید وقراءت پینتالیس (۲)

سوچنے کی بات ہے کہ جس مدرسے میں سرے سے تجوید وقراءت پڑھا ہوا استاد ہی نہیں وہاں سے تجوید وقراءت کے فارغ التحصیل کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔

---

(۱) معصوم الرحمٰن قاسمی، سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات، ۳۰۷

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۲

تدریس قرآن کے حوالے سے پاکستان میں دینی مدارس کی حسب ذیل قسمیں ہیں

۱۔ خالصتاً ناظرہ قرآن کے مدارس

۲۔ ناظرہ وحفظ کی تدریس کے مدارس

۳۔ ناظرہ وحفظ ودرس نظامی کے مدارس

۴۔ مدارس حفظ مختص بالتجوید والقراآت (ان کی دو اقسام ہیں)

i۔ مدارس تجوید جہاں صرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے

ii مدارس تجوید جہاں سبعہ عشرہ پڑھائی جاتی ہیں

پاکستان میں خالصتاً ناظرہ قرآن کریم کے مدارس تو لامحدود ہیں جن کا شمار بھی ممکن نہیں کہ تقریباً ہر مسجد میں خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس بات کا اہتمام موجود ہے کہ وہاں گردونواح یا اہل محلہ کے بچے صبح وشام قرآن مجید پڑھیں۔ امام مسجد پر جہاں پانچ وقت نماز پڑھانے کی ذمہ داری ہے وہاں اس کے فرائض میں بچوں کو قرآن پڑھانا بھی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہ امام مسجد خود قرآن مجید درست پڑھتا ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں گھروں میں بھی چھوٹے چھوٹے مدارس موجود ہیں جہاں گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں تدریس قرآن کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں یہ کام بغیر کسی دنیاوی لالچ کے محض حصول ثواب کی نیت سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ ان عورتوں کی اکثریت علم تجوید کے قواعد وضوابط سے نابلد ہوتی ہے وہ خود بھی مجہول پڑھتی ہیں اور آگے بچوں کو بھی مجہول ہی پڑھاتی ہیں۔ اس لئے اس قسم کے مدارس کی تفصیلات وکوائف اکٹھے کرنا تو ناممکن بھی ہے اور لاحاصل بھی۔

دوسرے ایسے مدارس جہاں ناظرہ کے ساتھ ساتھ حفظ کا انتظام بھی ہے اس قسم کے مدارس کی تعداد بھی کافی ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ حفظ کرانے والا ماہر استاد تجوید کے قواعد اور علم قرات کا جاننے والا بھی ہو کیونکہ بیشتر حفاظ اساتذہ اگرچہ خود قران مجید قواعد تجوید کے مطابق پڑھتے ہیں اور اپنے شاگردوں کو بھی تجوید کے مطابق ہی یاد کراتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ علم تجوید و قرأت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ کیونکہ قواعد تجوید کے مطابق قران کا پڑھنا اور قواعد تجوید کا جاننا دو مختلف امور ہیں۔

تیسرے مدارس وہ ہیں جہاں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ہی وہاں پر مسجد و مدرسہ ہونے کے ناتے قران مجید ناظرہ و حفظ کا بندوبست بھی ہوتا ہے۔ ایسے مدارس میں دونوں صورتیں موجود ہیں کہیں تو استاد علم تجوید و قراءت جاننے والے ہیں اور کہیں محض تجوید کے مطابق پڑھنے والے۔

چوتھے درجہ میں ایسے مدارس جو خالصتاً علم تجوید و قراءت کی تعلیم کیلئے قائم کئے گئے ہوں یعنی مدارس مختص بالقرات پھر ایسے مدارس کی مزید دو قسمیں ہیں۔ بعض مدارس وہ جہاں صرف روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہو دوسرے وہ جہاں مکمل سبعہ عشرہ قرات پڑھائی جاتی ہوں راقم نے ایسے مدارس کی تلاش میں پورے ملک کے شہروں قصبوں کا سفر کیا۔ اور مدارس کے حالات وکوائف جمع کیے۔ ان معلومات کی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پورے پاکستان میں اس قسم کا ایک بھی مدرسہ نہیں جسے مختص بالقرات کہا جاسکے۔ جہاں سبعہ عشرہ قراآت تاحد کمال پڑھائی جاتی ہوں۔ اور باقاعدہ امتحان ہوتا ہو۔ اور باقاعدہ سند دی جاتی ہو۔ البتہ بعض بڑے مدارس میں درس نظامی کے ساتھ درجہ تجوید و قراءت ضرور قائم ہے جہاں طلباء

اجباری نہیں بلکہ اختیاری طور پر اس علم کی تحصیل کرتے ہیں

ہمارا موضوع چونکہ علم تجوید کے حوالے سے مدارس قراءت کا تذکرہ ہے. لہٰذا اس مناسبت سے ملک کے چاروں صوبوں میں موجود ایسے مدارس کے کوائف جمع کئے گئے ہیں جہاں علم تجوید وقراءت کے حوالے سے تدریسی عمل جاری ہے۔

صوبہ بلوچستان کے مدارس

جملہ معلومات راقم نے بلوچستان جاکر متعلقہ مدارس کے مہتمم حضرات سے براہِ راست حاصل کیں۔

مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن، سرکی روڈ، کوئٹہ

مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القران صوبہ بلوچستان کا واحد مدرسہ ہے جہاں علم تجوید کی تدریس سبعہ عشرہ تک ہوتی ہے۔ مدرسہ کا قیام ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۶۰ء عمل میں آیا۔ اس کی داغ بیل قاری غلام النبیؒ نے ڈالی آپ نے علم تجوید و قراءت کی تکمیل قاری عبدالمالکؒ کی خدمت میں رہ کر سات برس کے عرصہ میں کی۔ قاری غلام النبیؒ کا شمار قاری عبدالمالکؒ کے انتہائی ہونہار اور لائق شاگردوں میں ہوتا تھا۔ استاد کی وفات کے بعد آپ نے مرکزی دارالترتیل مزنگ لاہور میں اپنے استاد کی مسند پر ہی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، کچھ عرصہ بعد مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے مشورہ پر بلوچستان چلے آئے اور یہاں مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القران کی بنیاد رکھی۔ شروع میں عیدگاہ طوغی روڈ پر چند کمرے کرایہ پر لے کر مدرسہ کا آغاز کیا۔ مولانا درخواستی ہی مدرسہ کے سرپرست قرار پائے۔ ۱۹۷۱ء میں سرکی روڈ پر مدرسہ کیلئے اپنی زمین خریدی گئی اور موجودہ عمارت تعمیر ہوئی۔ اور مدرسہ اپنی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ء رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ کو قاری غلام النبی انتقال کر گئے۔

مدرسہ میں اگرچہ درس نظامی کی بھی مکمل تعلیم دی جاتی ہے تاہم مدرسہ کا مرکزی شعبہ تجوید ہی ہے جہاں قراءت سبعہ وعشرہ کا مکمل انتظام ہے۔ علم تجوید وقراءت

کے اعتبار سے یہ مدرسہ پورے بلوچستان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے ۔ جس میں تقریباً اکیس اساتذہ مصروف عمل ہیں ۔ جو سب کے سب علم تجوید و قراءت سے بہرہ ور ہیں ۔ اس وقت تک تقریباً چھ ہزار سے زائد علماء قراء و حفاظ مدرسہ سے فیضیاب ہو کر مختلف علاقوں میں علم کی قندیلیں روشن کئے ہوئے ہیں ۔ قاری محمد عبداللہ (مدینہ منورہ) اور سینیٹر حافظ حسین احمد بھی اسی مدرسہ کے خوشہ چین رہے ہیں ۔

مدرسہ کا وسیع کتب خانہ ہے ۔ علم تجوید کی تمام اہم عربی اردو کتب موجود ہیں ۔ دیگر علوم و فنون کی کتابیں ان کے علاوہ ہیں ۔

مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن نے علم تجوید کے فروغ اور احیا کیلئے شہر کوئٹہ اور بیرون کوئٹہ مختلف علاقوں میں شاخوں کا اجرا کیا ہے ۔ جن میں اہم یہ ہیں ۔ شاخ طوغی روڈ شاخ نزد مسجد بلال ۔ شاخ جامع مسجد سید المرسلین ڈیری فارم چھاؤنی ۔ شاخ جامع مسجد قباء فروٹ منڈی

ان تمام شاخوں میں تجوید کے قواعد و ضوابط کے مطابق حفظ قرآن اور ناظرہ تدریس کا انتظام ہے ۔ ان شاخوں سے حفظ قرآن کی تکمیل کرنے والے طلباء علم تجوید و قراءت کی تحصیل و تدریس کیلئے مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

اگرچہ مدرسہ میں درس نظامی کی کتب دورہ حدیث تک پڑھائی جاتی ہیں تاہم یہ مدرسہ بنیادی طور پر علم تجوید و قراءت ہی کا مدرسہ ہے اور اس کا شمار پورے ملک چند گنے چنے مراکز علم تجوید میں کیا جا سکتا ہے ۔

ادارۂ تعلیماتِ قرآن، سیٹلائٹ ٹاؤن، کوئٹہ

ادارہ تعلیمات قران کا قیام ۱۹۶۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی قاری سید اختخار احمد کاظمی ہیں۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کی قدیم درسگاہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے حفظ و علم قرات کی سند حاصل کی سبعہ قرات میں ان کے استاد قاری فتح محمدؒ ہیں ادارہ تعلیمات شروع میں شارع ڈاکٹر بانو کوئٹہ پر قائم ہوا۔ پھر اپنی عمارت واقع بلاک ۵ سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ منتقل ہوا۔ ادارہ میں قران پاک ناظرہ حفظ اور اس کے ساتھ علم تجوید بروایت حفص پڑھائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں علم تفسیر و حدیث کا منتخب نصاب بھی شامل تدریس ہے۔ اب تک اس ادارہ سے پانچ ہزار سے زائد طلباء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں ان کے علاوہ علماء اکیڈمی کوئٹہ کے تقریباً ایک سو پچاس پاکستانی علماء نے علم تجوید میں ادارہ کے بانی قاری سید اختخار احمد کاظمی سے استفادہ کیا۔ ادارہ میں اس وقت چار اساتذہ قاری محمد یوسف۔ قاری ارشد یامین اور قاری محمد یوسف اور مہتمم مدرسہ مصروف عمل تدریس ہیں اس وقت ادارہ میں طلباء کی تعداد ساٹھ کے لگ بھگ ہے جن میں سب کے سب مقامی ہیں۔ تمام طلباء کیلئے علم تجوید پڑھنا لازمی ہے۔ مدرسہ کی اپنی وسیع لائبریری ہے جس میں مختلف علوم کی سینکڑوں کتب موجود ہیں۔ علم تجوید پر مہتمم صاحب کی اپنی ایک تصنیف بعنوان ترتیل القران شائع ہو چکی ہے۔

دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ باہو رجسٹرڈ
بروری روڈ، کوئٹہ

دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ کا قیام ۲۸ جون ۱۹۷۲ء کو عمل میں آیا۔ اس کے مہتمم اعلیٰ سلطان نور حسین مرحوم تھے ان کے انتقال کے بعد آج کل مفتی غلام محمد قادری قاسمی اس کے مہتمم ہیں دارالعلوم میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید بھی موجود ہے۔ جہاں روایت حفص تک علم تجوید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کل اساتذہ پانچ ہیں۔ تجوید کے شعبہ میں ایک استاد ہیں۔

مدرسہ کا الحاق تنظیم المدارس اہل سنت کے ساتھ ہے۔ درس نظامی تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق ہی پڑھایا جاتا ہے۔ درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید القرآن حفظ و ناظرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور طلباء کو فن خطاطی بھی سکھایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مدرسہ میں گورنمنٹ پرائمری سکول بھی موجود ہے۔ جہاں طلبہ مروجہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

تدریسی عمل کے علاوہ مدرسہ میں ہفتہ وار طلباء کا اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مقابلہ حسن قراءت مقابلہ نعت خوانی مقابلہ تقاریر وغیرہ کا انعقاد ہوتا ہے۔ تاکہ طلباء اچھے مقرر اچھے قاری اور اچھے نعت خوان بن سکیں۔

مدرسہ میں اگرچہ شعبہ تجوید و قراءت موجود ہے۔ تاہم یہ شعبہ عدم توجہی کا شکار رہے منتظمین اور اساتذہ کی زیادہ توجہ درس نظامی کی تعلیم ہی کی جانب ہے۔

مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ۔ ریلوے کالونی، کوئٹہ

مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ریلوے کالونی متصل عیدگاہ جائنٹ روڈ پر واقع ہے ۔ یہ مدرسہ
۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء میں قائم ہوا ۔ اس کے مؤسس مولانا مفتی محمود الحسن ؒ تھے ۔
آپ سوات سرحد کے رہنے والے تھے ۔ قیام پاکستان سے قبل آپ اجمیر ۔ راندیر ضلع سورت
کے مختلف مدارس میں صدر مدرس ۔ شیخ الحدیث اور مفتی کے فرائض سرانجام دیتے رہے
۱۹۵۲ء میں آپ کوئٹہ تشریف لائے اور جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ میں مدرس تعینات ہوئے ۔
پھر ۱۹۵۴ء میں جامعہ عربیہ اسلامیہ کے نام سے اس مدرسہ کی داغ بیل ڈالی ۔
ان کے انتقال کے بعد شعبہ تحفیظ القرآن کے مدرس حافظ عبدالصمد نے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی
مدرسہ میں شعبہ تجوید باقاعدہ قائم ہے ۔ جہاں علم تجوید کی تعلیم روایت حفص تک دی جاتی ہے
مدرسہ میں اس وقت چھ اساتذہ علم تجوید حفظ و ناظرہ کی تدریس پر مامور ہیں
فارغ ہونے والے طلباء کا مکمل ریکارڈ موجود نہیں ہے ۔ مدرسہ کا الحاق وفاق المدارس
العربیہ کے ساتھ ہے ۔ طلباء حفظ و ناظرہ کے علاوہ دیگر درس نظامی کی کتب کا امتحان بھی
دیتے ہیں ۔

مدرسہ کے کتب خانے میں علم تجوید کی چند کتب ۔ جمال القرآن ۔ فوائد مکیہ ۔ تیسیر التجوید
وغیرہ موجود ہیں تاہم شعبہ تجوید عدم توجہی کا شکار ہے زیادہ توجہ حفظ قرآن ہی پر مرکوز ہے

مدرسہ دینیہ نجم القرآن، چھاؤنی لورالائی

مدرسہ دینیہ نجم القران لورالائی چھاونی کا قیام ۱۹۷۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کی بنیاد شروع میں جامع مسجد لورالائی میں رکھی گئی بعدًا اس مدرسہ کو لورالائی چھاؤنی میں منتقل ہوگیا۔ مدرسہ کے بانی اور منتظم قاری محمد دین ہیں۔ یہ مدرسہ ایسے وقت میں قائم ہوا جبکہ پورے ژوب ڈویژن میں کہیں بھی علم تجوید و قراءت کا سلسلہ نہ تھا۔

مدرسہ میں باقاعدہ شعبہ تجوید و قراءت شروع ہی سے قائم ہے اور روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ حفظ کے طلباء کو روایت حفص کے مطابق حفظ کرایا جاتا ہے اس کے بعد شوق رکھنے والے طلباء کو دوسری روایات بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ تجوید و قراءت کے علاوہ درس نظامی کی کتب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ علم تجوید پڑھانے والے اساتذہ کی تعداد تین ہے جن میں ایک خاتون قاریہ ہیں جو طالبات کو تعلیم قراءت پر مامور ہیں۔ اب تک علم تجوید و قراءت نیز حفظ قران سے فارغ ہونے والے طلباء و طالبات کی تفصیل یہ ہے۔

حفظ قران مکمل کرنے والے طلباء و طالبات	۱۸۱
علم تجوید و قرات کی تکمیل کرنے والے علماء	۳۵
تجوید کے مطابق ناظرہ قران مجید کی تکمیل کرنے والے	۱۸۹۳

مدرسہ کا اپنا دارالمطالعہ ہے جس میں علم تجوید کی خاطر خواہ کتب موجود ہیں۔ مدرسہ کے سالانہ اخراجات تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہیں۔ آمد و خرچ کا باقاعدہ چارٹرڈ اکاونٹنٹ ایڈیٹر سے آڈٹ کرایا جاتا ہے۔

گوشوارہ مدارس بلوچستان

مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات سبعہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات بروایت حفص	کوئی نہیں
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۱
سبعہ معہ دیگر علوم	
روایت حفص معہ دیگر علوم	۵
میزان	۶

صوبہ پنجاب کے مدارس

ان مدارس کے بیشتر کوائف بھی ذاتی ملاقات کے ذریعے مدارس
کے مہتمم حضرات سے براہِ راست حاصل کیے گئے۔

دارالقرآن والترتیل ۔ لاہور

اس ادارہ کی بنیاد ۱۹۵۸ء میں قاری عبدالمالک ؒ نے رکھی ۔ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کے کوائف میں یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ بعض وجوہات کی بنا پر قاری عبدالمالک ؒ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی ۔ جس کے بعد آپ نے مرکزی دارالترتیل کے نام سے اس مدرسہ کا آغاز کیا ۔ قاری عبدالمالک ؒ کے ایک شاگرد قاری غلام النبی مسجد باغیچہ نواب لٹن روڈ لاہور میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے ۔ مرکزی دارالترتیل قاری غلام النبی کے تعاون سے اسی مسجد میں قائم کیا گیا ۔ اور آج تک اسی جگہ قائم ہے ۔ قاری عبدالمالک ؒ کی شخصیت کو اس علم میں چونکہ مرکزی حیثیت حاصل تھی ۔ لہذا تمام طلباء علم تجوید نے اسی مدرسہ کی جانب رخ کیا اور بیشتر طلبہ دارالعلوم اسلامیہ چھوڑ کر مرکزی دارالترتیل میں آ گئے ۔ دارالترتیل کے قیام کے بعد پہلے ہی برس قراۃ سبعہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی اور تقسیم اسناد کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا ۔ جس میں بڑے بڑے اکابر شریک ہوئے اور اس طرح مرکزی دارالترتیل مختص بالقراءات مدرسہ کے طور پر علمی حلقوں میں معروف ہو گیا ۔

قاری عبدالمالک ؒ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ قاری عبدالماجد ذاکر کو آپ کا نائب مقرر کیا گیا ۔ جبکہ مدرسہ کے مہتمم ومنتظم آپ کے بڑے بیٹے قاری محمد شاکر انور مقرر ہوئے ۔ کچھ عرصہ بعد صدر مدرس قاری عبدالماجد ذاکر ہجرت کر کے سعودی عرب جا کر آباد ہو گئے ۔

اور مدرسہ کے مہتمم قاری محمد شاکر اتور نے بھی مستقل طور پر کراچی سکونت اختیار کرلی ۔ اس کے بعد علم تجوید کے اہم مرکز پر خزاں چھا گئی ۔ تاہم کسی نہ کسی طور تدریسی عمل جاری رہا ۔ آج کل مدرسہ کے صدر مدرس و مہتمم قاری عبدالماجد ذاکر کے شاگرد قاری عطاء اللہ ہیں ۔

۱۹۸۶ء میں بعض وجوہات کے پیش نظر مدرسہ کا نام مرکزی دارالترتیل کی بجائے مدرسہ دارالقرآن والترتیل رکھ دیا گیا ہے ۔ اسی نئے نام سے مدرسہ کی رجسٹریشن ہو چکی ہے ۔ مدرسہ میں اس وقت حفظ تجوید ۔ قرأت سبعہ اور قرأت عشرہ کی تدریس کا اہتمام ہے ۔ ان تمام شعبوں میں ہر سال اوسطاً پندرہ سولہ طلبہ فارغ ہوتے ہیں ۔ ابتدائی صرف و نحو اور دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے ۔ اس وقت مدرسہ کے تمام شعبوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد دو سو کے قریب ہے ۔ اور پانچ اساتذہ خدمت علم میں مصروف ہیں طالبات کے لئے مستقل شعبہ بنات بھی موجود ہے ۔

قراءات سبعہ

پہلا سال۔ ابلاغ النفع ۔ تیسیر النفع ۔

دوسرا سال۔ حرز الامانی ووجہ التھانی ۔ قصیدہ رائیہ ۔

قراءات عشرہ

الدرۃ المضیئہ ۔

تجوید وقراءات کے مذکورہ نصاب کے علاوہ کچھ کتب عربی زبان وادب سے متعلق بھی پڑھائی جاتی ہیں ۔تاہم یہ کتب ابتدائی نوعیت کی ہیں تاکہ طلباء میں تجوید وقراءات کی کتب کو پڑھنے اور سمجھنے کی اہلیت واستعداد پیدا ہو سکے ۔

المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا مفصل تذکرہ حسب ذیل ہے

سال	روایت حفص	سبعہ	عشرہ	میزان
۱۹۷۲	۵	-	-	۵
۱۹۷۳	۶	-	-	۶
۱۹۷۴	۵	-	-	۵
۱۹۷۵	۷	-	-	۷
۱۹۷۶	۶	-	-	۶
۱۹۷۷	۱	-	-	۱
۱۹۷۸	۱۰	-	-	۱۵
۱۹۷۹	۵	-	-	۵

سال	روایت حفص	سبعہ	عشرہ	میزان
۱۹۸۵	۳۳	-	-	۳۳
۱۹۸۶	۱۹	۱	۱	۲۱
۱۹۸۷	۲۹	-	-	۲۹
۱۹۸۸	۴۲	-	۱	۴۳
۱۹۸۹	۳۶	۵	-	۴۱
۱۹۹۰	۵۶	۲	-	۵۸
۱۹۹۱	۵۲	۲	۲	۵۶
۱۹۹۲	۴۷	۵	۴	۵۶
۱۹۹۳	۵۳	۵	۳	۶۱
۱۹۹۴	۵۲	۳	۵	۶۰
۱۹۹۵	۵۲	۳	۵	۶۰
۱۹۹۶	۳۹	۶	۴	۴۹
کل تعداد	۵۵۵	۳۲	۲۵	۶۱۲

نوٹ ۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۸۴ء سلسلہ تعلیم بعض وجوہات کی بنا پر منقطع رہا۔
البتہ حفظ وناظرہ کی تدریس برابر جاری رہی۔

جملہ بالا معلومات مدرسہ کے رجسٹر سے بتوسط ناظم مدرسہ حاصل کی گئیں۔

مدرسہ تجوید القرآن، لاہور

یہ مدرسہ علم تجوید کا پرانا اور اہم مدرسہ ہے۔ پاکستان کے اجلہ قرآء یا تو اس مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں یا اس مدرسہ میں بطور مدرس فیض بانٹتے رہے ہیں۔ مدرسہ تجوید القرآن اپنی ذاتی عمارت ﻫ موتی بازار کوچہ کندی گراں رنگ محل میں واقع ہے۔ اس کے بانی استاد القراء قاری فضل کریم ؒ تھے۔ مرحوم نے سب سے پہلے مسجد چینیاں والی بازار سریانوالا میں علم تجوید کی درس وتدریس کا کام شروع کیا۔ پھر انہوں نے مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے مسجد نور موتی بازار کوچہ کندیگراں میں تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ طلبہ کی تعداد میں اضافہ کے باعث ایک مخیر شخص عبدالحیٰ نے اپنے مکان کا بالائی حصہ مسجد کیلئے وقف کر دیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ توسیع بھی ناکافی ہوگئی تو مسجد کے قریب ایک حویلی مدرسہ کیلئے خریدی گئی۔ جہاں اب مدرسہ تجوید القرآن قائم ہے۔[1]

[2] موجودہ مدرسہ کی بنیاد ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو رکھی گئی قاری فضل کریم ؒ نے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے دیوبندی۔ اہل حدیث اور بریلوی مکتب فکر کے علماء کو مدعو کیا جن میں مولانا احمد علی لاہوری ؒ مولانا محمد داؤد غزنوی ؒ اور مولانا ابوالحسنات ؒ شامل تھے۔ لیکن ان تینوں اکابر نے علم تجوید و قراءت کے عالم ہونے کی نسبت سے قاری عبدالمالک ؒ کو اپنی طرف سے مدرسہ کی بنیادی اینٹ رکھنے کی درخواست کی[3]

(۱) فیوض الرحمٰن ، سوانح حضرت قاری فضل کریم ، ۳۷

(۲) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱۱۴-۱۱۵ (۳) ایضاً

مدرسہ تجوید القرآن، لاہور

یہ مدرسہ علم تجوید کا پرانا اور اہم مدرسہ ہے۔ پاکستان کے اجلہ قرآء یا تو اس مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں یا اس مدرسہ میں بطور مدرس فیض بانٹتے رہے ہیں۔ مدرسہ تجوید القرآن اپنی ذاتی عمارت ء موتی بازار کوچہ کندی گراں رنگ محل میں واقع ہے۔ اس کے بانی استاد القراء قاری فضل کریم ؒ تھے۔ مرحوم نے سب سے پہلے مسجد جینیاں والی بازار سریانوالا میں علم تجوید کی درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ پھر انہوں نے مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے مسجد نور موتی بازار کوچہ کندیگراں میں تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ طلبہ کی تعداد میں اضافہ کے باعث ایک خیر شخص عبدالحیٔ نے اپنے مکان کا بالائی حصہ مسجد کیلئے وقف کر دیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ توسیع بھی ناکافی ہوگئی تو مسجد کے قریب ایک حویلی مدرسہ کیلئے خریدی گئی۔ جہاں اب مدرسہ تجوید القرآن قائم ہے۔[۱]

[۲] موجودہ مدرسہ کی بنیاد ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو رکھی گئی قاری فضل کریم ؒ نے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے دیو بندی۔ اہل حدیث اور بریلوی مکتب فکر کے علماء کو مدعو کیا جن میں مولانا احمد علی لاہوری ؒ مولانا محمد داؤد غزنوی ؒ اور مولانا ابوالحسنات ؒ شامل تھے۔ لیکن ان تینوں اکابر نے علم تجوید و قراءت کے عالم ہونے کی نسبت سے قاری عبدالمالک ؒ کو اپنی طرف سے مدرسہ کی بنیادی اینٹ رکھنے کی درخواست کی۔[۳]

---

(۱) فیوض الرحمٰن، سوانح حضرت قاری فضل کریم، ۳۷

(۲) " " " " " " " ۱۱۴ - ۱۱۵ (۳) ایضاً

مدرسہ تجوید القرآن شروع ہی سے مختص بالقراءت ہے ۔ جہاں روایت حفص سے لیکر قراءت سبعہ عشرہ تک تعلیم دی جاتی ہے ۔ نظام مثالی ہے اور سابقہ تمام ریکارڈ نہایت درست اور قرینے سے محفوظ کیا گیا ۔ ہر سال حفص اور سبعہ عشرہ میں فارغ ہونے والے طلباء کی تفصیل یہ ہے

سال	فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد		
	روایت حفص میں	سبعہ میں	عشرہ میں
۱۹۵۶ء	۲۲	۴	۴
۱۹۵۷ء	۶	x	x
۱۹۵۸ء	۷	x	x
۱۹۵۹ء	۱۳	x	x
۱۹۶۰ء	۸	۲	x
۱۹۶۱ء	۱۶	x	x
۱۹۶۲ء	۱۷	x	x
۱۹۶۳ء	۳۵	۳	x
۱۹۶۴ء	۱۱	۴	x
۱۹۶۵ء	۱۹	۱۷	x
۱۹۶۶ء	۲۸	x	x
۱۹۶۷ء	۲۵	x	x
۱۹۶۸ء	۱۷	x	x

	حفص	سبعہ	عشرہ
۱۹۶۹ء	۲۳	—	—
۱۹۷۰ء	۲۶	—	—
۱۹۷۱ء	۲۰	۴	—
۱۹۷۲ء	۱۷	۱	۱
۱۹۷۳	۱۷	۶	۶
۱۹۷۴ء	۱۹	۵	—
۱۹۷۵ء	۳۰	۱	—
۱۹۷۶ء	۲۸	—	—
۱۹۷۷ء	۳۴	×	۲
۱۹۷۸ء	۲۲	۲	—
۱۹۷۹ء	۲۵	—	—
۱۹۸۰ء	۲۶	۵	—
۱۹۸۱ء	۱۷	—	—
۱۹۸۲ء	۱۷	—	—
۱۹۸۳ء	۱۸	—	—
۱۹۸۴ء	۲۰	—	—
۱۹۸۵ء	۱۷	—	—
۱۹۸۶ء	۱۹	—	۳

	حفص	سبعہ	عشرہ	
۱۹۸۷ء	۱۶	۴	۴	
۱۹۸۸ء	۲۰	–	۱	
۱۹۸۹ء	۱۷	–	–	
۱۹۹۰ء	۲۱	–	–	
۱۹۹۱ء	۲۷	–	–	
۱۹۹۲ء	۲۹	–	–	
۱۹۹۳ء	۱۹	–	–	
۱۹۹۴ء	۱۴	–	–	
۱۹۹۵ء	۱۷	–	–	
۱۹۹۶ء	۵۱	۱	–	(۱)

(۱) رجسٹر مدرسہ، فارغین حفص سبعہ و عشرہ مدرسہ تجوید القرآن
کوچہ کندگراں موتی بازار رنگ محل لاہور

جامعہ فاروقیہ تجوید القرآن، بہاولپور

جامعہ فاروقیہ تجوید القرآن بہاولپور کا قیام مارچ ۱۹۶۱ء کو عمل میں آیا۔ اس کے بانی سید عبدالرشید شاہ تھے ان کے انتقال کے بعد سید عبدالحمید شاہ مہتمم بنے۔ ابتداءً اس ادارہ میں حفظ و ناظرہ کا بندوبست تھا تاہم ۱۹۶۴ء میں باقاعدہ درجہ تجوید قائم کر دیا گیا۔ جس کے نگران و سربراہ قاری سید عبدالقادر شاہ ہاشمی ہیں جو قاری عبدالمالکؒ کے اجلہ شاگردوں میں سے ہیں۔ شعبہ تجوید میں سبعہ قراءت تک تدریس کا اہتمام ہے اس لحاظ سے یہ جامعہ مختص بالقراءت ہے۔ لیکن یہ اختصاص قاری سید عبدالقادر ہاشمی کی ذات کے ساتھ ہی متعلق ہے۔ ۱۹۹۳ء تک جامعہ فاروقیہ سے ۹۸۹ طلباء روایت حفص کی تکمیل کرکے فارغ ہو چکے تھے۔ لیکن اس تعداد میں بہاولنگر کے مدرسہ جامع العلوم کے طلباء بھی شامل ہیں۔ کیونکہ قاری صاحب موصوف اس سے پہلے بہاولنگر میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنے جملہ شاگردوں کا ریکارڈ نہایت عمدہ سلیقہ سے منضبط کر رکھا جس میں قاری عبدالمالکؒ کے ہاتھ کی لکھی امتحانی رپورٹ بھی شامل ہے جب آپ امتحان لینے کی غرض سے بہاولنگر تشریف لائے تھے۔ اس کی حیثیت ایک تاریخی دستاویز کی سی ہے۔ جو ایک تبرک سے کم نہیں ہے۔ قاری صاحب موصوف سے سبعہ قراءات میں تکمیل کرنے والے طلباء کی تعداد ۲۱۱ ہے۔

آپ کے شاگرد ملک کے مختلف شہروں علاقوں کے علاوہ غیر ممالک امریکہ کینیڈا اور سعودی عرب میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

نوٹ۔ یہ تمام معلومات بالمشافہ حاصل کی گئیں۔

جامعہ خیر المدارس، ملتان

جامعہ خیر المدارس کا شمار پاکستان کے اہم ترین دینی اداروں میں ہوتا ہے اس کا آغاز قیام پاکستان سے سترہ برس قبل مولانا خیر محمدؒ نے جالندھر شہر مشرقی پنجاب کی مسجد عالمگیر سے کیا۔ سرپرست مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے۔ تشکیل پاکستان کے بعد مولانا خیر محمدؒ ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور آٹھ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ملتان میں اس جامعہ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد ۲۶ اگست ۱۹۹۲ء کو رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل عبداللہ عمر نصیف نے رکھا۔ آج کل جامعہ کے منتظم مولانا خیر محمدؒ کے پوتے مولانا محمد حنیف ہیں۔ جامعہ کا نظم ونسق ایک رجسٹرڈ مجلس شوریٰ کے تحت ہے۔ جو ملک کے چید بارہ علماء پر مشتمل ہے۔

جامعہ میں حسب ذیل چھ شعبہ جات میں دینی وعلمی کام ہو رہا ہے۔

۱۔ شعبہ درس نظامی ۔۲۔ شعبہ حفظ و تجوید وقراءت ۔۳۔ دارالافتاء ۔۴۔ کتب خانہ
۵۔ شعبہ تعلیم النساء ۔۶۔ شعبہ نشر واشاعت

۱۔ شعبہ درس نظامی۔

یہ شعبہ جامعہ کا اساسی شعبہ ہے جس میں حافظ قرآن یا ناظرہ خوان یا پرائمری پاس طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد سند الفراغ اور شہادت العالمیہ دی جاتی ہے۔ اس شعبہ سے اب تک ۲۰۸۴ طلباء فارغ ہو چکے ہیں" [1]

۱۔ محمد حنیف جالندھری ۔ مختصر تعارف وخدمات جامعہ خیر المدارس ص ۱۶-۱۵ ۔ م

شعبہ حفظ تجوید و قراءت

جامعہ کا یہ شعبہ انتہائی اہم اور اساسی شعبہ ہے جو اندرون و بیرون ملک اپنی انفرادیت اور جامعیت کی بناء پر بہت زیادہ مقبول و معروف ہے استاد الاساتذہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ جوانی سے لیکر زندگی کے آخری لمحہ تک اسی شعبہ میں علم تجوید و قراءت کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ کا انتقال ۲۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو ہوا آپ کو جامعہ ہی کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد قاری عبید اللہ اور قاری محمد اسحٰق اس شعبہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس شعبہ میں قراءات سبعہ عشرہ مکمل پڑھائی جاتی ہیں ۱۵-۲۰۱۴ء تک اس شعبہ سے ۳۰۵ طلباء قراءات عشرہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔[۱]

جامعہ خیر المدارس کا شعبہ تجوید و قراءت پاکستان میں پانی پتی انداز تلاوت کا مرکز ہے پانی پتی طرز پر پڑھنے والے جملہ حفاظ و قراء بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی جامعہ کے خوشہ چین ہیں آج کل مسجد نبوی مدینہ منورہ میں حفظ قرآن اور علم تجوید و قراءت پر مامور تین اساتذہ قاری محمد عبد اللہ۔ قاری احمد اللہ اور قاری عبد الحنان جامعہ خیر المدارس ہی کے فیض یافتہ ہیں علاوہ ازیں ایشیا۔ یورپ اور افریقی ممالک کے بیشتر شہروں میں شعبہ تجوید جامعہ خیر المدارس کے سند یافتہ حضرات علم تجوید کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ دار الافتاء سے لوگوں کی طرف سے پوچھے گئے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں بتلایا جاتا ہے۔ ان مسائل کا مجموعہ خیر الفتاوٰی کے نام سے شائع کیا گیا ہے جسکی تین جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس شعبہ میں فاضل علماء کو فتوٰی نویسی اور تحقیق کے اصولوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس وقت اس شعبہ میں اٹھائیس

۱۔ محمد حنیف۔ مختصر تعارف جامعہ خیر المدارس۔ ۵

طلبہ فتویٰ نویسی کے علم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں[۱]۔

جامعہ کے کتب خانہ کا شمار دینی مدارس کی ممتاز علمی لائبریریوں میں ہوتا ہے کتب خانہ میں اس وقت بیس ہزار کتابیں ہیں۔ جو مختلف دینی علوم کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ ان کتب میں بیشتر بنیادی ماخذ ہیں[۲]۔

تعلیم النساء کا شعبہ ۱۳۷۶ھ میں قائم ہوا۔ یہاں عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا اہم فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ اور درس نظامی درجہ عالمیہ۔ عالیہ۔ ثانویہ خاصہ اور ثانویہ عامہ کی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ یہاں سے تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کا امتحان باقاعدہ وفاق المدارس العربیہ کے تحت ہوتا ہے۔ طالبات حفظ اور تجوید کا علم بھی حاصل کرتی ہیں

جامعہ کا شعبہ نشر و اشاعت عام لوگوں میں دینی رجحان بیدار کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ گزشتہ بارہ برس سے جامعہ کا ماہنامہ "الخیر" اسی شعبہ کے تحت پابندی سے شائع ہو رہا ہے جس میں علمی و تحقیقی مضامین شائع کئے جاتے ہیں[۳]۔

ان تمام مذکورہ شعبہ جات میں شعبہ تجوید و قراءت کا منفرد مقام ہے جو شاید کسی دوسرے مدرسے کو حاصل نہیں۔ جامعہ کے تخصص کو بیان کرتے ہوئے امام القراءت قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنی رح نے درست فرمایا ہے۔

۱۔ محمد حنیف، مختصر تعارف و خدمات جامعہ خیر المدارس سال ۱۶-۱۵ء۱۴ء - ۵

۲۔ " " " " " " " " " " - ۵

۳۔ " " " " " " " " " " - ۶

"خیرالمدارس دو خصوصیتوں میں نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اول یہ کہ اس میں طلبہ کو علوم میں ماہر بنانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ سر سے پیر تک اخلاص وعمل کا پیکر اور نمونہ بنانے کے لئے بھی پوری جانفشانی سے محنت کی جاتی ہے جو دوسرے مدارس میں کمیاب ہے۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مہتمم صاحب موصوف نے قرآن و حدیث کے معانی اس کی تفسیر اور حدیث و فقہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کلام الہیٰ کے الفاظ کو صحیح کرانے ان کے حفظ کرانے اور تجوید و قراءت کی تعلیم کو بھی مدرسہ کا اہم ترین مقصد بنا رکھا ہے"(۱)

۱۔ محمد حنیف، مختصر تعارف جامعہ خیرالمدارس سال ۱۶-۲۰۱۵ء - ۲

جامعہ دارالقرآن، فیصل آباد

یہ جامعہ کریسنٹ ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد کے عقب میں مسلم ٹاؤن آنیسرز بلاک میں واقع ہے۔ ابتداء میں جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے یہ ادارہ باغ والی مسجد ماڈل ٹاؤن سی میں قائم کیا گیا تھا۔ جس کے سرپرست مولانا قاری فتح محمدؒ اور قاری رحیم بخشؒ تھے۔ ۱۹۹۳ء میں مسلم ٹاؤن یعنی موجودہ جگہ پر ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کرکے جامعہ دارالقرآن کے نام سے اس ادارہ کا آغاز ہوا۔ جامعہ کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں

شعبہ حفظ۔ شعبہ تجوید وقراآت عشرہ ۔ شعبہ کتب درس نظامی۔

یہ تینوں شعبہ جات بطریق احسن چل رہے ہیں تاہم شعبہ حفظ و تجوید اس ادارے کے بنیادی شعبہ جات ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم میں طلباء کی کل تعداد ایک ہزار اور طالبات کی تعداد پانچسو تھی جن میں سے نوسو طلباء وطالبات کا تعلق ملک کے مختلف شہروں سے تھا۔ اساتذہ کی تعداد پینتالیس ہے۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء تک نوسو پچاس طلباء و طالبات تعلیم مکمل کرکے فارغ ہوئے۔ شعبہ کتب میں طلباء و طالبات کے لئے علیحدہ علیحدہ تدریس کا انتظام ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شعبہ کتب میں داخلہ عام نہیں بلکہ جامعہ کے شعبہ حفظ سے فارغ طلباء و طالبات ہی شعبہ کتب میں داخلہ کے مجاز ہیں۔

۱۹۹۶ء میں اٹھانوے طلباء اور بیس طالبات شعبہ حفظ سے اور تیرہ طلباء شعبہ قراآت عشرہ سے اور چھ طالبات دورہ حدیث سے فارغ ہوئیں

تمام معلومات جامعہ کے مہتمم سے براہ راست بالمشافہ حاصل کی گئیں۔

دارالعلوم اسلامیہ، لاہور

جون ۱۹۴۸ء کو سخاوت علی مرحوم نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کے دست راست حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حکم سے پرانی انارکلی لاہور کی ایک عمارت کے چند کمروں میں اس دینی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اسکے سرپرست تھے اور مولانا محمد مسلم دیوبندی کو صدر مدرس قرار پائے جبکہ مولانا شیخ الخطیب مولانا محبوب الٰہی اور مولانا قاری عبدالعزیز شوقی رحمہم اللہ نے بطور مدرس خدمات سرانجام دینا شروع کیں۔ کچھ ہی عرصہ بعد ناظم دارالعلوم حافظ سخاوت انتقال کر گئے تو انتظامی ذمہ داری قاری سراج احمد کے سپرد کر دی گئیں۔ ان کی مساعی سے ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم میں شعبہ تجوید و قراءت قائم ہوا۔(۱) قاری صاحب موصوف کی خواہش تھی کہ دارالعلوم کو مرکز علم تجوید بنا دیا جائے اور اس کی شناخت پاکستان میں مختص بالقرات مدرسہ کے طور پر ہو۔ آپ اس کے لئے کوشاں رہے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ کہ دارالعلوم کو علم تجوید و قرات کی ترویج و اشاعت کیلئے مخصوص کر دیا جائے۔(۲) اس مقصد کیلئے رئیس المجودین استاذ الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ کی خدمات بطور صدر مدرس حاصل کی گئیں۔ قاری صاحب موصوف اس وقت دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں تدریسی فرائض

۱۔ روئیداد دارالعلوم اسلامیہ ۱۹۶۴-۶۵ء ۶

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃

سرانجام دے رہے تھے اور صدر شعبۂ تجوید تھے۔ قاری عبدالمالکؒ کے دارالعلوم اسلامیہ کے ساتھ منسلک ہو جانے کے ساتھ ہی شعبہ تجوید کو دارالعلوم کا اساسی شعبہ قرار دے دیا گیا اور باقی تمام درجات اس کے تابع قرار پائے۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی اسی قدر باقی رکھی گئی جو کتب تجوید کے لئے معین و مددگار ثابت ہو سکے۔ اس وقت تک پورے ملک میں ایسی درسگاہ نہ تھی جو اس فن عزیز کی خدمات انجام دے رہی ہو۔[1] ستمبر ۱۹۵۲ء سے یکم نومبر ۱۹۵۸ء تک قاری عبدالمالکؒ دارالعلوم اسلامیہ کے صدر شعبہ تجوید و صدر مدرس رہے۔ آپ کے بعد قاری محمد عبدالعزیز شوقی اس منصب پر متمکن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد قاری افتخار احمد عثمانیؒ نے خدمات سرانجام دیں آج کل اسی دارالعلوم کے فیض یافتہ قاری احمد میاں تھانوی اور قاری عبدالرحمٰن ڈیروی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

دارالعلوم کا نظام تعلیم و تربیت حسب ذیل شعبہ جات پر مشتمل ہے

شعبہ تعلیم القرآن:

اس شعبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک ناظرہ قران کا حصہ دوسرے حفظ قرآن حفظ و ناظرہ کے طلباء کو شروع ہی سے اس بات کی پابندی کرائی جاتی ہے کہ وہ قران مجید کو تجوید کے قواعد اور مخارج کی رعایت رکھتے ہوئے درست پڑھ سکیں۔

شعبہ تجوید (روایت حفص)

اس شعبہ میں تجوید کے ساتھ ابتدائی فارسی املا انشا حساب اور صرف و نحو و لغت

۱۔ روئیداد دارالعلوم اسلامیہ ۶۵-۱۹۶۴ء ص ۶

کی تعلیم کیلئے تین سالہ نصاب ہے

شعبہ قرآت عشرہ :

اس کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے ۔ ۱۔ قرات سبعہ ۔ ۲۔ قرات ثلٰثہ

قراءات سبعہ :

روایت حفص کے فارغ طلباء جو ثانویہ عامہ کے السنۃ الاولیٰ کی تکمیل کر چکے ہوں اس شعبہ میں داخل ہوکر پہلے سال میں شاطبیہ کے اصول حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ وفاق المدارس العربیہ کے ثانویہ عامہ کا امتحان دیتے ہیں ۔ دوسرے اور تیسرے سال میں وفاق المدارس العربیہ کے ثانویہ خاصہ کی تکمیل کے ساتھ شاطبیہ کی تکمیل مع اجراء السبع اور علم الرسم میں الرائیہ کی تکمیل کرتے ہیں ۔ قراءات سبعہ کی تعلیم میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے کہ طالب علم دیگر علوم قرآن یعنی توجیہ القراءات علم الوقف علم عدد الآیات وغیرہ سے بھی واقفیت حاصل کرلے ۔

قراءات ثلٰثہ :

چوتھے سال میں وفاق المدارس کے الشہادۃ العالیہ کے نصاب کی تعلیم کے ساتھ قراءات ثلٰثہ متممہ للعشر کی تعلیم کیلئے الدرۃ المضیئہ پڑھائی جاتی ہے اور اجراء کرایا جاتا ہے ۔

درس نظامی :

درس نظامی کی تعلیم وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق دی جاتی ہے ۔ دارالعلوم الاسلامیہ کا الحاق وفاق المدارس کے ساتھ ہے اور الشہادۃ العالیہ تک وفاق کے امتحانات میں طلبہ شرکت کرتے ہیں ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تمام طلبہ خواہ کسی بھی درجہ میں تعلیم حاصل

کرتے ہوں ان کیلئے تجوید کی تعلیم لازمی ہے۔

شعبہ تخصص :

درس نظامی کے فاضل طلباء کیلئے اعلیٰ تعلیم کی خاطر تحقیق و ریسرچ کا شعبہ الگ ہے جس میں تصنیف و تالیف کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔ اور طالب علم پر لازم ہے کہ وہ کسی دیئے گئے موضوع پر کم و بیش پانچسو صفحات پر مشتمل تحقیقی مقالہ لکھے۔ اس شعبہ میں تخصص کے موضوعات حسب ذیل ہیں

۱. التخصص فی التفسیر واصولہ۔ ۲. التخصص فی الحدیث واصولہ

۳. التخصص فی القراءات وعلوم القرآن ۴. التخصص فی الفقہ واصولہ

۵. التخصص فی الادیان والمذاہب والفرق ۶. التخصص فی الاقتصاد الاسلامی.

نوٹ :۔ اس شعبہ کا آغاز ۱۴۰۸ھ سے ہوا لیکن تا حال اس شعبہ کا علمی و تحقیقی کام منظر پر نہیں آیا۔ اس کے علاوہ دارالعلوم میں شعبہ تربیت اخلاق بھی قائم ہے۔ جس میں طلباء کی تربیت خانقاہی انداز پر کی جاتی ہے۔ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات سنائے جاتے ہیں اور مختلف مجالس میں اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ نیز قریب الفراغت طلباء کو بزرگوں کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے۔

شعبہ دارالافتاء

اس شعبہ میں جدید مسائل کا حل فقہ حنفی کی روشنی میں تلاش کیا جاتا ہے۔ تحقیق مسائل کے حل کیلئے عظیم کتب خانہ قائم ہے جس میں کم و بیش دس ہزار کتب موجود ہیں یہ شعبہ کے سربراہ مفتی جمیل احمد تھانوی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ شعبہ خزاں رسیدہ ہے

دارالعلوم میں پڑھائے جانے والے نصاب اور دورانیہ کی تفصیل اس طرح ہے ۔

السنۃ الاولیٰ للتجوید (اعدادیہ)

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
فارسی	تیسیر المبتدی ۔ آسان قاعدہ رہبر فارسی ۔ کریما	تیسیر المبتدی مکمل ۔	رہبر فارسی آسان قاعدہ	کریما مکمل
ترتیل مع خلاصۃ التجوید	قران کریم	پارہ عم آخری ربع	پارہ عم ربع ثالث تا	پارہ عم نصف اول
حدر	قران کریم	پارہ اول مکمل	پارہ دوم مکمل	پارہ سوم مکمل

السنۃ الثانیہ للتجوید (اعدادیہ)

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
نحو	علم النحو	آغاز کتاب سے صفحہ ۲۷ تک ۔	صفحہ ۲۷ سے آخر تک	عوامل النحو مکمل
ادب	روضۃ الادب	سبق ۱۲ تک	صفحہ ۴۳ تک	صفحہ ۵۵ تک
صرف	علم الصرف اولین	علم الصرف پہلا حصہ مکمل	علم الصرف دوسرا حصہ مکمل	
فقہ	تعلیم الاسلام	حصہ اول و دوم	حصہ سوم	حصہ چہارم
تجوید	جمال القرآن	لمعہ نمبر پانچ تک	لمعہ نمبر ۱۱ تک	آخر کتاب تک
ترتیل	قرآن الکریم	انتیسواں پارہ ربع اول	انتیسوں پارہ نصف تک	انتیسواں پارہ مکمل
حدر	قرآن الکریم	پہلے تین پارے	چھ پارے	دسویں پارہ تک

السنۃ الثالثہ للتجوید

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
تجوید	فوائد مکیہ و جزری	فوائد مکیہ مکمل	جزری نصف اول مع شرح و حفظ ابیات	جزری نصف آخر مع شرح و حفظ ابیات
ترتیل	قرآن کریم	اٹھائیسواں پارہ ربع اول	پارہ ۲۸ ربع ثانی	پارہ ۲۸ مکمل
حدر	قرآن کریم	پہلے پندرہ پارے مکمل	پارہ ۱۵ تا ۲۵	پارہ ۲۵ تا آخر قرآن
فقہ	نور الایضاح	صفحہ ۷۲ تک	صفحہ ۷۲ تا ۱۲۷	۱۲۷ تا آخر۔
اللغۃ العربیہ	الطریقۃ العصریہ طریقۂ جدیدہ	طریقۂ عصریہ صفحہ ۵۳ تک	صفحہ ۵۷ تک	آخر تک طریقۂ جدیدہ اول
نحو	نحو میر شرح مائۃ عامل	نحو میر مکمل	شرح مائۃ عامل نوع الخامس	نوع الخامس سے آخر تک
تفسیر و حدیث	جوامع الکلم، مفتاح القرآن، تاریخ اسلام	جوامع الکلم، مفتاح القرآن جز اول جز ثانی	تاریخ اسلام حصہ سیرت	مفید الطالبین مکمل
صرف	میزان الصرف و علم الصرف	میزان الصرف مکمل علم الصرف نصف	مکمل صرف میر نصف	صرف میر مکمل

الثانویہ العامہ (السنۃ الثانیہ)

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
ترجمہ و تفسیر و تجوید	پارہ ۳۰	سورۃ النبأ تا سورۃ الفجر	فجر تا الناس	اعادہ فوائد مکیہ
حدیث و اللغۃ العربیہ		زاد الطالبین مکمل	القراءۃ الراشدہ	معلم الانشاء
فقہ	قدوری	باب بیع الفاسد تک	کتاب اللعان تک	کتاب الفرائض تک
صرف		علم الصیغہ صفحہ ۶۸ تک	صفحہ ۶۸ سے آخر تک	خاصیات ابواب مکمل
نحو	ہدایۃ النحو	صفحہ ۵۴ تک	صفحہ ۵۴ تا ۸۱	آخر کتاب
منطق		تیسیر المنطق مکمل	ایساغوجی مکمل	مرقات بحث التحقیق
قراءات	الشاطبیہ اصولاً	حفظ ابیات ۲۰۰	۲۰۱ تا ۳۴۰	۳۴۱ تا ۵۱۴

الثانویۃ الخاصہ السنۃ الاولیٰ

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
القراءات	الشاطبیہ	شرح ابیات اصول من الاوّل الی الامالہ	باب الامالہ سے فرش البقرہ تک	فرش البقرہ
القراءات	اجراء الشاطبیہ	سورۃ البقرہ	سورۃ البقرہ	سورۃ البقرہ والنساءٔ

ان کے علاوہ تفسیر حدیث فقہ۔ اصول فقہ نحو۔ منطق۔ اللغۃ العربیہ والانشاء میں درس نظامی کی کتب کنز الدقائق۔ اصول الشاشی۔ کافیہ۔ شرح تہذیب۔ لغۃ العرب اور معلم الانشاء شامل نصاب ہیں۔

الثانویۃ الخاصہ السنۃ الثانیہ

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
القراءات	الشاطبیہ	اجراء سورۃ النساء	سورۃ المائدہ	سورۃ الانعام
الرسم القرآن	الرائیہ	فرش	اصول	اصول

ان کے علاوہ ترجمہ تفسیر حدیث۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ نحو۔ منطق اور اللغۃ العربیہ والانشاء کے مضامین میں درس نظامی کی کتب شرح وقایہ۔ نور الانوار۔ شرح جامی۔ قطبی مقامات حریری۔ معلم الانشاء جزء ثالث پڑھائی جاتی ہیں۔

الثانیہ الخاصہ کے بعد الشہادۃ العالیہ کا نصاب ہے۔ جس میں القراءات الثلثۃ

کی تدریس ہوتی ہے ۔ جس میں الدرۃ المضیۃ اصولاً و فرشاً پڑھاتی ہے اور سال کی آخری سہ ماہی میں اجراء کرایا جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ حدیث میں آثار السنن مکمل فقہ میں ھدایہ جلد اول مکمل ۔ اصول فقہ میں نور الانوار حسامی ۔ بلاغت میں مختصر المعانی ۔ دروس البلاغہ منطق میں سلم العلوم ۔ اللغۃ العربیہ میں دیوان المتنبی اور فرائض میں سراجی مکمل پڑھائی جاتی ہیں ۔

اس لحاظ سے دار العلوم ایسا منفرد ادارہ ہے کہ جہاں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے والا ہر طالب علم اجباری طور پر قراءات سبعہ و عشرہ کی بھی تکمیل کر لیتا ہے ۔

دار العلوم کی روئیداد کے مطابق دار العلوم سے استفادہ کرنے والے طلباء کی تعداد اس طرح ہے ۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۴۹ء کی تخمینی تعداد	۲۰۰
۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۵ء کی تعداد	۲۷۹۰
کل تعداد	۲۹۹۰ [۱]

نوٹ ۔ ۱۹۶۵ء کے بعد فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا علم نہ ہو سکا ۔ کیونکہ اس کے بعد شائع ہونے والی روئیدادوں میں بعد کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا ۔

دار العلوم اسلامیہ اس لحاظ سے منفرد اور یکتا ادارہ ہے کہ پاکستان کے بیشتر

۱ ۔ روئیداد دار العلوم اسلامیہ لاہور ۱۹۶۵-۶۶ء ۔ ۱۸

معروف اور نامور اکابر قراء اسی کے فیض یافتہ ہیں۔ پاکستان میں مصری انداز تلاوت کو فروغ بخشنے والا یہی ادارہ ہے جو مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ ملک میں قائم ہونے والے بیشتر مدارس حفظ وقراءت کے بانیاں بلاواسطہ اسی دارالعلوم کے پڑھے ہوئے حضرات ہیں۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ۔ آپ کا انتقال ۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو اسلام آباد میں ہوا آپ اس وقت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے صدر شعبہ علم التجوید تھے۔

۲۔ قاری محمد شریف رحؒ آپ مرکزی دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور کے بانی اور صدر مدرس تھے

۳۔ قاری سید حسن شاہؒ پاکستان کے معروف قاری تھے آپ کا انتقال ۱۹۹۴ء کے اوائل میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

۴۔ قاری محمد ذاکر آج کل سعودی عرب میں علم تجوید کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں

۵۔ قاری غلام النبی ایرانیؒ کوئٹہ کا سب سے بڑا مدرسہ تجوید آپ ہی کا قائم کردہ ہے

۶۔ قاری عبدالقادر جامعہ فاروقیہ بہاولپور کے صدر شعبہ تجوید ہیں۔

۷۔ قاری عبدالرحمٰن تونسویؒ۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں استاد قراءت رہے ۱۹۹۶ء میں مدینہ منورہ ہی میں انتقال ہوا۔

مرکزی مدرسہ دار التجوید والقراءت لاہور

یہ مدرسہ چوک شاہ عالم گیٹ لاہور میں واقع ہے۔ اس کی بنیاد قاری محمد اسماعیل کھندویؒ نے رکھی۔ مدرسہ کی روئیداد بابت ۱۹۹۱ء میں لکھا ہے کہ "آج سے تقریباً چھتیس ۳۶ سال قبل مدرسہ مرکزی دار التجوید والقراءت شاہ عالم گیٹ میں قائم ہوا۔"(۱) اس لحاظ سے مدرسہ کا سال تاسیس ۱۹۵۵ء بنتا ہے۔ دار التجوید والقراءت کا انتظام والصرام انجمن حمایت القرآن لاہور کے تحت ہے جو باقاعدہ ایک رجسٹرڈ انجمن ہے۔ روئیداد کے مطابق ۱۹۹۱ء میں اس انجمن نے اپنے قیام کے اکتالیس برس پورے کئے تھے۔(۲) اس کا مطلب ہے کہ انجمن حمایت القرآن کی بنیاد ۱۹۵۰ء میں رکھی گئی۔ مدرسہ کے مدارج تعلیم حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علوم قرآنیہ (شعبہ تجوید و قراءت۔ شعبہ حفظ و ناظرہ)

۲۔ فنون اسلامیہ

۳۔ تعلیم بالغاں

۴۔ پرائمری سطح تعلیم۔(۳)

شعبہ تجوید و قراءت ابتداء ہی سے قائم ہے۔ روایت حفص اور قراءت سبعہ و عشرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ تعلیم کا دورانیہ دس سال پر محیط ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

---

(۱) سالانہ روئیداد مدرسہ مرکزی دار التجوید والقراءت برائے سال ۱۹۹۱-۵
(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 - ۳
(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶

سال اوّل

قرآن مجید ناظرہ۔ نماز جنازہ۔ نماز عیدین۔ شش کلمات۔ تعلیم الاسلام حصہ اوّل

سال دوم

قرآن مجید۔ حفظ سات سپارے۔ مشق و حدر ایک سپارہ قواعد التجوید تعلیم الاسلام حصہ دوم سوم

سال سوم

قرآن مجید حفظ اٹھارہ سپارے۔ مشق و حدر پانچ سپارے قواعد التجوید تعلیم الاسلام چہارم

سال چہارم

حفظ مکمل۔ مشق و حدر دس سپارے قواعد التجوید صرف و نحو

سال پنجم

روایت حفص۔ جمال القرآن۔ ضیاء القراءت۔ فوائد مکیہ مشق و حدر مکمل ترجمۃ القرآن صرف و نحو

سال ششم

روایت حفص۔ ہدایت المستفید تحفۃ الاطفال مشق و حدر مکرر پندرہ پارے
ترجمۃ القرآن ریاض الصالحین

سال ہفتم

تکمیل روایت حفص۔ مقدمۃ الجزریہ۔ مشق و حدر مکمل مکرر۔ ترجمۃ القرآن مکمل
ریاض الصالحین۔ علم الفقہ

سال ہشتم

قراءت سبعہ متواترہ۔ التیسیر للدانی۔ اصول الشاطبیۃ العقلیۃ فی الرسم۔
ریاض الصالحین۔ علم الفقہ

سال نہم

قراءت سبعہ متواترہ ۔ التیسیر للدانی ۔ فرش الشاطبیہ مع الاجراء ۔ ترجمۃ القرآن مع التفسیر ۔ ریاض الصالحین ۔ علم الفقہ

سال دہم

قراءت عشرہ الدرۃ المضیئہ ۔ طیبۃ النشر مع الاجراء ۔ ترجمۃ القرآن مع التفسیر مکمل ریاض الصالحین مکمل ۔ علم الفقہ

۱۹۹۵ء ــ ۱۹۹۶ء کے فارغین

تعلیمی برس ۱۹۹۵ - ۱۹۹۶ کے دوران مدرسہ سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد حسب ذیل ہے

درجہ ناظرہ ۔ طلبہ = ۱۵ - طالبات = ۷

درجہ حفظ ۔ ۱۳

درجہ تجوید و قراءت ۔ روایت حفص = ۱۵

درجہ ناظرہ میں طلبہ کی کل تعداد = ۸۲

درجہ ناظرہ میں طالبات کی کل تعداد = ۲۷

درجہ حفظ میں طلبہ کی کل تعداد = ۱۲۰

سبعہ میں طلبہ کی کل تعداد = ۴

اساتذہ کی کل تعداد = ۹ ۔ جن میں تجوید و قراءت کے تین ۔ حفظ کے چار جبکہ ناظرہ میں دو اساتذہ ہیں (۱)

تمام تعداد مہتمم مدرسہ نے مہیا کیں ۔ سابقہ برسوں کی تعداد مہیا نہیں کی گئی ۔

جامعہ صدیقیہ بہاولپور

جامعہ صدیقیہ نورمحل روڈ بہاولپور میں واقع ہے۔ اس کی بنیاد ۲۸ جون ۱۹۷۷ء کو رکھی گئی۔ افتتاح مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے اپنی دعا سے فرمایا۔ اس کے بانی مولانا بشیر احمد رحمۃ اللہ آج کل جامعہ کے مہتمم قاری غلام یٰسین صدیقی ہیں۔ جبکہ سرپرست مولانا محمد احمد صاحب ہیں۔

جامعہ کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شعبہ حفظ وناظرہ۔ اس شعبہ کی تین ذیلی شاخیں ہیں

i جامعہ صدیقیہ نورمحل روڈ بہاولپور۔ ii مدرسہ اشاعت العلوم قط العمارہ موڑ احمدپور روڈ مدرسہ صدیقیہ للبنات۔ اس مدرسہ میں لڑکیوں کے قیام کیلئے ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

۲۔ شعبہ تجوید وقراءت

اس شعبہ میں قراءات سبعہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔ شعبہ کا افتتاح قاری گل حسن صدر سپاہ صحابہ مدینہ منورہ نے کیا۔ تدریس علم تجوید وقراءت قاری منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں جو قراآت عشرہ کے ماہر ہیں اس شعبہ کا قیام ۱۹۸۵ء میں عمل میں آیا

۳۔ شعبہ درس نظامی

اس شعبہ میں وفاق المدارس العربیہ کا مقررکردہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔

۴۔ شعبہ فاضل عربی

محکمہ تعلیم پنجاب کے منظورشدہ نصاب برائے فاضل عربی کی تدریس ہوتی ہے اور باقاعدہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ بہاولپور کے تحت طلباء امتحان دیتے ہیں

۵۔ شعبہ علوم جدید

اس شعبہ میں مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ کرایا جاتا ہے تاکہ طلباء عصری تقاضوں کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ اس کے علاوہ مڈل میٹرک اور ایف اے کے امتحانات کی تیاری بھی اسی شعبہ کے تحت کرائی جاتی ہے۔

مذکورہ شعبہ جات کے علاوہ۔ شعبہ افتاء۔ شعبہ تربیت آئمہ مساجد۔ شعبہ نشر و اشاعت اور شعبہ تبلیغ اسلام بھی قائم ہیں۔ تاہم پانچ مذکورالصدر شعبہ جات ہی زیادہ فعال ہیں۔

جامعہ کے سالانہ اخراجات تین لاکھ سے متجاوز ہیں۔

شعبہ قراءت سے فارغ ہونے والے نامور طلباء حسب ذیل ہیں

۱۔ قاری مقبول الٰہی ۔ روایت حفص کی تکمیل کی۔ آل پاکستان مقابلہ قراءت میں اول آئے۔

۲۔ قاری مستنصر ۔ روایت حفص کی تکمیل کی آل پاکستان مقابلہ قراءت میں دوم قرار دیئے گئے

۳۔ قاری محمد ادریس ۔ سبعہ کے طالبعلم ہیں تین بار پنجاب کے مقابلہ قراءت میں اول رہے

اس وقت تک تقریباً دو سو پچاس طلباء روایت حفص پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ جو اندرون اور بیرون ملک خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ محمدیہ اسلام آباد

یہ مدرسہ جامع مسجد امدادیہ ایف ۶/۴ اسلام آباد میں واقع ہے۔ اس کے مدیر منتظم مولانا ظہور احمد علوی ہیں۔ مدرسہ کا قیام یکم نومبر ۱۹۸۸ء کو عمل میں آیا۔ مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد سرپرست مقرر ہوئے۔

ابتداء میں صرف درجہ حفظ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے درجات بھی قائم ہوئے۔ مدرسہ میں اس چار شعبہ جات قائم ہیں۔

۱۔ شعبہ تجوید و قراءت ۲۔ شعبہ حفظ قرآن

۳۔ شعبہ ترجمہ قرآن ۴۔ شعبہ ناظرہ قرآن

شعبہ تجوید و قراءت کا قیام ۱۹۹۲ء کو عمل میں آیا۔ اس کے سربراہ مولانا قاری تاج افسر ہیں۔ جو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں پروفیسر بھی ہیں۔ شعبہ تجوید و قراءت میں روایت حفص کے علاوہ سبعہ قراءات تک تدریس ہوتی ہے۔ دوسرے استاد قاری عبدالقیوم بھیروی ہیں جو طلباء کو مشق کراتے ہیں۔ انہوں نے تعلیم التجوید کے نام سے ایک کتابچہ بھی لکھا۔ جو قلمی ہے۔ طبع نہیں ہوا۔ اس ادارہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ ہو چکا ہے اور درس نظامی کی کتب کی تدریس بھی جاری کر دی گئی ہے۔ تجوید میں جمال القرآن۔ فوائد مکیہ۔ تیسیر التجوید شامل نصاب ہیں ۱۹۹۲ء میں سات طلباء روایت حفص پڑھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ہر سال تقریباً اتنے ہی طلباء درجہ تجوید سے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ مدرسہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اگر اساتذہ اور مدیر کی توجہ برقرار رہی تو ممکن ہے تجوید کے اچھے مدارس میں شامل ہو جائے۔

مدرسہ فتح العلوم چنیوٹ

چنیوٹ ضلع جھنگ کی تحصیل ہے اور قدیم آبادی ہے۔ ریلوے روڈ پر واقع محلہ فتح آباد میں مدرسہ فتح العلوم قائم ہے۔ اس مدرسہ کا قیام یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ بمطابق ۵ جون ۱۹۶۲ء کو عمل میں آیا۔ اسکی بنیاد قاری عبدالرحیم مرحوم نے رکھی جبکہ اس کے سرپرست امام القراء قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنیؒ تھے۔ موصوف سال میں ایک دو مرتبہ مدرسہ میں بغرض معائنہ و امتحان تشریف لاتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تب بھی بذریعہ خط و کتابت یہ سرپرستی جاری رہی[1] آج کل مدرسہ کے مہتمم قاری دین محمد صاحب ہیں۔ آپ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فارغ التحصیل اور علم تجوید و قرات میں استاذ القراء قاری رحیم بخشؒ کے شاگرد ہیں۔

مدرسہ میں حسب ذیل شعبہ جات ہیں

درجہ تحفیظ القرآن۔ درجہ ناظرہ۔ اردو تعلیم مڈل جماعت تک۔ درجہ درس نظامی کتب موقوف علیہ تک۔ طالبات کیلئے شعبہ جات کی تقسیم اس طرح ہے۔ اس شعبہ کا نام شعبہ تعلیم النساء ہے اس میں درجہ حفظ۔ درجہ ناظرہ۔ پرائمری تک سکول کی تعلیم۔ درجہ دستکاری کڑھائی سلائی وغیرہ سکھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دینیات کا چار سالہ نصاب برائے طالبات وفاق المدارس العربیہ پاکستان پڑھایا جاتا ہے۔

مدرسہ میں درجہ تجوید و قراءت بھی باقاعدہ موجود ہے اور سبعہ قراءت تعلیم دی جاتی

۱۔ سالانہ روئیداد مدرسہ فتح العلوم ۹۱-۱۹۹۰ء - ۱۶

ہے ۔ درجہ تجوید وقراءت کا قیام مدرسہ کی تاسیس کے ایک سال بعد ۱۳۸۳ھ کو عمل میں آگیا تھا
شعبہ تجوید وقراءت میں جمال القرآن فوائد مکیہ ۔ جزری ۔ تسہیل القواعد وغیرہ کتب شامل نصاب
ہیں ۔ سبعہ قراءت کا شوق رکھنے والا طالب علم سبعہ قراءت اختیاری طور پر پڑھ سکتا ہے
اس شعبہ میں قاری دین محمد اور قاری عبدالحمید حامد بطور استاد خدمات سرانجام دے رہے ہیں
مدرسہ سے فارغ ہوکر مختلف مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دینے والے چند طلباء کے نام یہ ہیں
قاری محمد صدیق مہتمم مدرسہ تجوید القرآن احمد آباد گلستان کالونی فیصل آباد ۔ قاری محمد یامین مہتمم جامعہ
فاروقیہ منڈی شیخاں چنیوٹ ۔ قاری محمد اشرف مہتمم مدرسہ قاسم العلوم نیکوکارہ چنیوٹ ۔ قاری
محمد سرور صدر مدرس جامعہ مدنیہ سلانوالی سرگودھا ۔ قاری شوکت اللہ حقانی مہتمم جامعہ رحمانیہ
پنڈ دادنخان جہلم ۔ قاری محمد اشرف صدر مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ ۔ قاری محمد اکرم مدرسہ اشرف العلوم
قاری محمد یوسف مدرس دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ ۔ قاری محمد اسلم خطیب آرمی کوئٹہ ۔ قاری افتخار
احمد خطیب آرمی گوجرانوالہ ۔ ان کے علاوہ اس مدرسہ کے فارغ حضرات سرحد ۔ سوات ۔ بلوچستان
سندھ کے مختلف اضلاع ۔ آزاد کشمیر اور مدینہ منورہ میں بھی قرآنی تعلیم میں مصروف عمل ہیں ۔

۱۹۹۱ء تک مدرسہ سے فارغ ہونے والے طلباء وطالبات کی تفصیل حسب ذیل ہے

درجہ	حفظ	ناظرہ	درس نظامی	دستکاری	تجوید وسبعہ قراءت	اردو	میزان
طلباء	۵۴۵	۵۳۹	۵۴	×	۶۵	۲۶۵	۱۴۶۸
طالبات	۵۷	۸۴۰	۹۷	۲۷۰	۱۰	۲۱۷	۱۴۹۱
میزان	۶۰۲	۱۳۷۹	۱۵۱	۲۷۰	۷۵	۴۸۲	۲۹۶۹ (۱)

۱۔ انتیسویں سالانہ روئیداد مدرسہ فتح العلوم ۹۱-۱۹۹۰ء ۹

مدرسہ فتح العلوم پانی پتی انداز تلاوت رکھنے والوں کا مرکز ہے۔ یہاں حفظ و ناظرہ قران کی تدریس کے حوالے سے بہت اچھا کام ہو رہا ہے جبکہ سبعہ قراءت کی تدریس قدرے بہتر ہے۔ علم تجوید و قراءت کے فروغ کے بارے میں مہتمم صاحب نے تجاویز دیتے ہوئے فرمایا۔

"قران کریم تجوید کے ساتھ پڑھنے کو فروغ دیا جائے کیونکہ قران کریم با تجوید پڑھنا ضروری ہے مگر ہمارے بہت سے قرانی مدارس اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ عربی مدارس کے مہتمم حضرات کو ہدایات دی جائیں کہ قران مجید پڑھانے کیلئے ان قراء کو مقرر کیا جائے جو با تجوید قران کریم پڑھانے میں مہارت رکھتے ہوں اور ہر قاری کو کم از کم جمال القرآن ضرور پڑھنا چاہیے اس سے قران مجید صحیح پڑھنے میں بہت مدد ملتی ہے اور اسی طرح جن اسکول و کالج میں قراء قران کریم پڑھاتے ہیں انہیں بھی با تجوید قرآن مجید پڑھانے کی تاکید کریں بلکہ اسکول و کالج میں قران کریم پڑھانے کیلئے مستند قراء کو ترجیح دی جائے۔ اکثر قرانی مدارس میں نورانی قاعدہ کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی حالانکہ یہ بنیادی چیز ہے اس لئے نورانی قاعدہ تجوید کے ساتھ پڑھانے کا اہتمام کیا جائے"۔

انٹرنیشنل پاکستان قراءت اکیڈمی

مرکز ۲۵۔بی/۱ سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

قاری خوشی محمد الازہری پاکستان کے معروف قاری ہیں جن کی تلاوت پاکستان ٹیلی وژن اور ریڈیو پاکستان سے عموماً نشر ہوتی ہے۔ انہوں نے قرانی علوم کی خدمت کیلئے ۱۹۸۳ء میں قرانی تعلیمات ٹرسٹ کی بنیاد رکھی جس کی ٹرسٹیز کی تعداد سات ہے۔ قاری خوشی محمد خود اس کے چیئرمین اور مینجنگ ٹرسٹی ہیں۔ انٹرنیشنل پاکستان قراءت اکیڈمی اسی ٹرسٹ کے تحت قائم کیا گیا ادارہ ہے۔ جو راولپنڈی سیٹلائٹ ٹاؤن میں واقع ہے۔

ادارہ کے مقاصد حسب ذیل ہیں

ہر تعصب سے پاک رہتے ہوئے حرف اور صرف قرانی تعلیمات کو عام کرنا۔

بالخصوص تجوید و قرات کی صورت میں خدمت کرنا

پاکستان آرمی اور دیگر ملکی اداروں۔ ائمہ کرام خطباء کرام اور اساتذہ کرام کو بلاتفریق مسلک خدمت قران کیلئے آمادہ کرنا۔ اور مختلف مکاتیب فکر کے باہمی امتیازات کو مٹا کر انہیں قرانی حوالہ سے جمع کرنا۔

مسلمانان عالم کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کیلئے عربی زبان رابطے کا کام دیتی ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر عربی زبان کی تدریس کا انتظام کرنا

نادار طلبہ کے علاوہ بے کس اور بے سہارا خواتین کی مالی اعانت تاکہ وہ معاشرے میں عزت کی زندگی گذار سکیں

نصاب

اکیڈمی میں پڑھائے جانے والے نصاب خود مرتب کردہ ہیں جنہیں کورس کا نام دیا گیا ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے ۔

ایک سالہ کورس

یہ کورس دینی مدارس کے طلبہ اور میٹرک پاس طلبہ کیلئے ہے۔اس میں داخلہ کیلئے حافظ قران کو ترجیح دی جاتی ہے ۔ایسے فارغ التحصیل قراء کرام کو دینی مدارس پرائمری مڈل و ہائی سکولوں میں بطور معلم تعینات کیا جاتا ہے جو وہاں طلبہ کو قران کی تعلیم دیتے ہیں ۔

سہ ماہی کورس

یہ کورس ائمہ مساجد اور عامۃ الناس دونوں طبقوں کے لئے ہے ۔جس میں تجوید کے بنیادی قواعد اور قراءت سکھائی جاتی ہے ۔ اکیڈمی کا اپنا ۹۰ اسباق پر مشتمل کورس پڑھایا جاتا ہے ۔جب کہ چہل حدیث اور تیسواں پارہ حفظ لازمی ہے ۔ اس کورس میں خواتین کے لئے علیحدہ انتظام ہے ۔

خصوصی کورس

سالانہ تعطیلات میں سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ (مرد و خواتین) کے لئے بھی خصوصی قراءت کورس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بیرونی ممالک سے وقتاً فوقتاً آنے والے شائقین فن کے لئے بھی کورسز کا اہتمام ہے ۔ بہترین کارکردگی کی بنیاد پر کورس میں شریک طلباء کیلئے تربیت کی مدت بڑھا دی جاتی ہے ۔

مستقبل کے منصوبے

اکیڈمی کی عمارت کو چار منزلہ کیا جارہا ہے۔ اس نئی عمارت میں تجوید وقراءت درس نظامی اور دوسرے دینی کورسز کے علاوہ ایک عظیم الشان اور جامع منصوبہ دس سالہ نظام تعلیم ہے۔ جہاں اوّل جماعت سے میٹرک تک بچہ بیک وقت حافظ قران۔ انگریزی اور عربی زبان پر عبور رکھتا ہو۔

ایک اور اہم منصوبہ یہ ہے کہ نئی عمارت میں میٹرک سے ایم اے تک علوم القران کورس کا اجراء کیا جائے۔ اس کے ساتھ ایم ایس سی اور ایم اے اسلامیات کے کورس بھی شروع کیے جائینگے علاوہ ازیں جدید سائنسی علوم اور جدید کمپیوٹر کورس بھی کرائے جائیں گے۔

خواتین کے لئے الگ اکیڈمی کے قیام کا منصوبہ بھی ہے جس میں تجوید وقراءت علوم قرآن و حدیث اور عربی زبان نیز انڈسٹریل ہوم کے کورسز شامل ہوں گے۔

تجوید وقراءت کے بنیادی مسائل پر اسباق کی آڈیو/ویڈیو کیسٹ بلا منافع تیار کرکے طالب علموں کو فراہم کی جائینگی نیز ان اسباق کو سمجھنے کیلئے آسان اور سادہ زبان میں راہنما کتابیں بھی شائع کی جائینگی جس کے لئے پرنٹنگ پریس کا اہتمام بھی منصوبہ میں شامل ہے اور طلباء کو کتابت کا فن سکھانے کا اہتمام بھی منصوبے کا حصہ ہے۔ فروغ تجوید وقراءت کیلئے ایک مستقل آڈیو ویڈیو سینٹر بھی قائم کیا جائیگا۔

ادارہ کی شاخیں پاکستان کے تمام بڑے شہروں اور برادر اسلامی ممالک میں کھولی جائیں گی۔ اور برطانیہ۔ امریکہ اور کینیڈا میں ایسے ہی ادارے قائم کئے جائیں گے۔

نوٹ:- مستقبل کے عظیم منصوبے ایک خوش آیند امر ہے تاہم اس وقت

تک اس ادارے کی حیثیت ابتدائی مدرسہ تجوید سے زیادہ نہیں ہے جہاں پر طلبا تجوید کے قواعد و ضوابط کے مطابق قرآن پاک ناظرہ پڑھتے اور حفظ کرتے ہیں البتہ چند خوش گلو و خوش آواز طلباء کو قرآن مجید کے کچھ حصوں کی مشق کرا کے جلسوں اور محفلوں نیز مقابلہ ہائے حسن قرات میں حصہ لینے کے قابل بنا دیا جاتا ہے۔ یہ مشق روایت حفص کے مطابق کرائی جاتی ہے سبعہ عشرہ کی تدریس کا ابھی یہاں اہتمام نہیں اور مستقبل کے منصوبوں میں بھی اس کی گنجائش نہیں

ادارہ سے فارغ بعض طلباء نے اندرون ملک و بیرون ملک مقابلہ ہائے حسن قراءت میں شرکت کی اور انعامات حاصل کیئے۔

قومی قراءت بورڈ نے ریڈیو کی نشریات میں تلاوت کیلئے اس ادارے کے بعض قراء کو منتخب کیا۔ نیز ۱۹۹۰ء میں اسی ادارے کے استاد کی آواز میں اذان ریکارڈ کی گئی جو روزانہ عشاء کے وقت پاکستان ٹیلی وژن سے ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق اب تک ادارے سے 4300 سے زائد مرد و زن علم تجوید کی مشق سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور

جامعہ اشرفیہ لاہور کا شمار پاکستان کے چند قدیم اور چوٹی کے مدارس میں ہوتا ہے ۔ یہ جامعہ لاہور کی معروف سڑک فیروز پور روڈ پر نہر کے کنارے نہایت پر فضا مقام پر واقع ہے ۔ اس کا رقبہ ساڑھے پندرہ ایکڑ یعنی ایک سو چھبیس کنال کے قریب ہے ۔ درمیان میں وسیع کشادہ خوبصورت مسجد ہے جس کے گرد درسگاہیں اور اساتذہ کی رہائشیں اور دفاتر تعمیر کئے گئے ہیں ۔
جامعہ اشرفیہ کے بانی برصغیر پاک و ہند کے معروف عالم دین مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کی نسبت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی ۔ مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ امرتسر (بھارت) کے رہنے والے تھے ۔ انہوں نے تشکیل پاکستان سے چالیس سال قبل امرتسر ہی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام مدرسہ نعمانیہ تھا ۔ قیام پاکستان کے بعد آپ بھی ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے ۔ اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے ۔ اور لاہور ہی میں آپ نے ۸ - ذیقعد سنہ ۱۳۶۶ھ بمطابق ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۴۷ء کو جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی ۔ اس کا نام بھی اپنے شیخ مولانا محمد اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے جامعہ اشرفیہ رکھا ۔ ابتداء میں یہ مدرسہ انار کلی بازار سے متصل محلہ نیلا گنبد کی ایک متروکہ وقف عمارت میں قائم کیا گیا ۔ پھر کچھ عرصہ بعد موجودہ عمارت میں منتقل ہوگیا ۔ تاہم سابقہ عمارت میں بھی جامعہ اشرفیہ کی ایک ذیلی شاخ قائم ہے ۔ جہاں عربی کتب کی تدریس درجہ خامسہ تک ہوتی ہے ۔ سینکڑوں طلباء اس جگہ زیر تعلیم ہیں اور درجہ حفظ کے تین شعبے بھی ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں ۔ جامعہ کے اغراض

ومقاصد حسب ذیل ہیں

۱۔ تمام مسلمانوں میں علوم دینیہ، قرآن، حدیث، عقائد فقہ اور اس کے متعلقہ علوم کی ترویج واشاعت۔

۲۔ ضروریات دین اور تقاضائے وقت کے پیش نظر قرآن حدیث عقائد اور فقہ کی تکمل اور محققانہ تعلیم کا انتظام جس سے ماہرین علوم دینیہ اور محقق علماء پیدا ہو سکیں

۳۔ علوم دینیہ کی تعلیم و تکمیل کے پہلو بہ پہلو ایسے خاص علماء کا تیار کرنا جو مختلف شعبوں (تبلیغ افتاء تصنیف و تالیف) میں مہارت تامہ اور اچھی صلاحیتوں کے حامل ہوں۔

۴۔ دارالافتاء کا قیام جہاں سے عام مسلمانوں کو صحیح احکام اسلام معلوم کرنے کی سہولت ہو

۵۔ دارالتبلیغ کا قیام جس کے ذریعے عام مسلمانوں میں دینی شعور کو بیدار کیا جاسکے اور ان کی انفرادی واجتماعی زندگی کی صحیح اسلامی احکام کی روشنی میں اصلاح کی جاسکے۔

۶۔ جملہ طلباء جو جامعہ اشرفیہ سے وابستہ ہوں ان کی دینی اور اخلاقی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینا۔

۷۔ تعلیمات اسلامی کی اشاعت اور مذکورہ بالا مقاصد کی تکیل کیلئے ضروری اقدامات

۸۔ مذکورہ بالا مقاصد کے علاوہ جامعہ اشرفیہ کے مفاد کے زیر نظر ہر قسم کا اقدام۔

جامعہ اشرفیہ کے اصول وضوابط کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ

جامعہ اشرفیہ کی مالی ضروریات کی کفالت کا مدار عام مسلمانوں کی توجہ اور اعانت پر ہو گا جامعہ اشرفیہ مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف وہی ذرائع اختیار کرے گا جو از روئے شریعت اسلامی مستحسن اور ایک دینی ادارہ کے وقار کے شایان شان ہوں۔

مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کی خاطر نصاب تعلیم اور اس کے درجات کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ جو حفظ قران کو چھوڑ کر دس سال پر محیط ہے ۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے

	نام درجہ	مدت تعلیم	سند	حیثیت
۱.	درجہ حفظ		شہادت تحفیظ القران الکریم	مساوی پرائمری
۲.	درجہ متوسطہ	۱ سال	شہادۃ المتوسطہ	مساوی مڈل
۳.	درجہ ثانویہ عامہ	۲ سال	شہادۃ الثانویہ العامہ	مساوی میٹرک
۴.	درجہ ثانویہ خاصہ	۲ سال	شہادۃ الثانویہ الخاصہ	مساوی ایف اے
۵.	درجہ عالیہ	۲ سال	شہادۃ العالیہ	مساوی بی ۔ اے
۶.	درجہ عالمیہ	۲ سال	شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ	مساوی ایم اے
۷	درجہ تجوید	۱ سال	شہادۃ التجوید (۱)	

نوٹ :۔ جامعہ کے تعارف نامہ میں درجہ تجوید کیلئے ایک سال کی مدت تعلیم کا ذکر ہے تاہم روئیداد کے مطابق یہ علیحدہ درجہ نہیں ہے بلکہ تعلیم تجوید کو درجہ متوسط اور درجہ ثانویہ عامہ میں بطور ایک پرچہ کے شامل کیا گیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے

متوسطہ ۔ مشق قران مجید و تجوید پہلا پرچہ کل نمبر ۱۰۰ ۔ حد از پارہ ۲۱ تا آخر تجوید اظہار اخفاء وغیرہ باقی مضامین میں دینیات سیرت و عربی ۔ فارسی ۔ اردو لکھائی ۔ واقفیت عامہ اور حساب داخل نصاب ہیں ۔ پرچہ تجوید کے علاوہ باقی مذکورہ مضامین کے پانچ پرچے ہیں ہر پرچہ سو نمبروں پر مشتمل ہے ۔

درجہ ثانویہ عامہ ۔ پہلا پرچہ ۔ تفسیر و تجوید کل نمبر ۱۰۰ ۔

سال اول

مفتاح القرآن جزء ۱ ۔ ۲ ۔ (مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ) جمال القرآن (حضرت تھانویؒ)

مشق قراءۃ پارہ عمّ (ربع آخر)

دیگر مضامین میں حدیث و سیرت ۔ صرف ۔ تمرین ۔ نحو ۔ اللغۃ العربیہ والانشاء شامل نصاب ہیں ۔ تفسیر و تجوید کے علاوہ پانچ پرچے ہیں ہر پرچہ سو نمبروں پر مشتمل ہے ۔

درجہ ثانویہ عامہ

سال دوم

پہلا پرچہ تفسیر و تجوید کل نمبر ۱۰۰

ترجمہ پارہ عمّ مختصر تفسیر ۔ فوائد مکیہ (قاری عبدالرحمٰن مکیؒ) مشق پارہ عمّ ربع ثالث

دیگر مضامین میں حدیث ۔ اللغۃ العربیہ والانشاء ۔ فقہ ۔ صرف نحو ۔ منطق شامل نصاب ہیں ۔

تجوید درجہ ثانویہ عامہ تک ہی پڑھائی جاتی ہے ۔ اس کے بعد درجہ ثانویہ خاصہ ۔ درجہ عالیہ اور درجہ عالمیہ میں درس نظامی کی دیگر تمام کتب اور مضامین شامل ہیں ۔ اس لحاظ سے جامعہ اشرفیہ میں علم تجوید کی تعلیم صرف روایت حفص تک دی جاتی ہے ۔

جامعہ کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۹۳ء تک جامعہ سے فارغ ہونے والے فضلاء کی تفصیل یہ ہے

فارغ التحصیل علماء کرام — تقریباً چار ہزار

فارغ التحصیل قراء حضرات — تقریباً ایک ہزار

فارغ التحصیل حفاظ کرام — تقریباً دو ہزار

فی الوقت جامعہ اور اس کے ذیلی اداروں میں دو ہزار سے زائد طلباء و طالبات مختلف شعبوں میں زیر تعلیم ہیں

نوٹ ۔ یہ جملہ معلومات جامعہ کی روئیداد بعنوان تعارف جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۳ء سے ماخوذ ہیں

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور

اس مدرسہ کا قیام ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کو عمل میں آیا۔ اس کے بانی شیخ القرآن محمد فیض احمد اویسی ہیں۔ وہی اس کے مہتمم ہیں۔ انہوں نے فیصل آباد کے مولانا سردار احمد سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد بہاولپور میں اس درسگاہ کی بنیاد رکھی

جامعہ اویسیہ میں تدریسی شعبہ جات حسب ذیل ہیں

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ۔ ۲۔ شعبہ تجوید و قراءت۔ ۳۔ شعبہ درس نظامی۔ ۴۔ شعبہ عربی فاضل۔

ان شعبہ جات کے علاوہ خوشنویسی اور ریاضی کے مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

شعبہ تجوید میں صرف روایت حفص تک تدریس ہوتی ہے۔ اس شعبہ کے سربراہ قاری عبدالستار مہروی ہیں جو خود بھی روایت حفص تک پڑھے ہوئے ہیں۔ قاری غلام رسول کے شاگرد ہیں۔

جامعہ سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا صحیح علم حاصل نہ ہو سکا۔ مدرسہ کی طرف سے شائع شدہ روئیداد سے صرف ایک برس میں موجود طلباء کی مجموعی تعداد دو سو چھ ہے کا پتہ چلتا ہے۔

مدرسہ کے نظم و نسق نیز ضبط ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ تجوید و قراءت کا قیام اور تعلیم و تدریس برائے نام سے زیادہ نہیں۔

جامعہ ترتیل القرآن راولپنڈی

راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے متصل محلہ گوالمنڈی معروف ہے اسکی مرکزی جامع مسجد میں جامعہ ترتیل القران کے نام سے یہ مدرسہ قائم ہے۔ اس کے بانی مولانا قاری عبدالمالک نقشبندی ہیں۔ مدرسہ کی ابتداء ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ قاری عبدالمالک مذکور اس سے قبل اٹھارہ برس راولپنڈی کی معروف درسگاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں شعبہ تجوید و قراءت کے سربراہ اور صدر مدرس کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ ترتیل القران کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ۔ ۲۔ شعبہ تجوید و قراءت۔ ۳۔ شعبہ کتب درس نظامی۔ ۴۔ شعبہ پرائمری تعلیم

جامعہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تدریس ہوتی ہے۔

شعبہ تجوید و قراءت کے اساتذہ میں قاری عبدالمالک نقشبندی بانی جامعہ ھذا کے علاوہ قاری سید محمد اکبر شاہ شامل ہیں۔ جن کا شمار چوٹی کے قراء میں ہوتا ہے۔ آپ بائیس برس تک حرم کعبہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ حرم کے شیوخ السید شیخ صالح بن حمید امام و خطیب الحرم و عضو مجلس شوریٰ نیز امام الحرم الشیخ محمد ایوب آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ ان کے علاوہ افریقہ اور عرب ممالک کے کثیر شیوخ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔ جامعہ ترتیل القران میں صرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے۔ اس وقت تک فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد ہزاروں تک ہے

جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی

جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی شہر کے مشہور اور بارونق علاقہ کوہاٹی بازار میں واقع ہے
اس دینی علمی مرکز کا قیام مولانا عبدالحکیم ممبر قومی اسمبلی کے ہاتھوں عمل میں آیا آپ نے
بعض اہل خیر اور متقی لوگوں کے تعاون سے ۶ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ بمطابق ۹۔ اپریل ۱۹۵۹ء کو
اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ وہی اس کے پہلے مہتمم بنے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند
مولانا عبدالمجید اس عہدہ پر فائز ہوئے تاحال وہی اس خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں۔
جامعہ فرقانیہ میں درس نظامی کی کتب موقوف علیہ تک پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ
ہی درجہ ناظرہ حفظ اور تجوید وقراءت کے شعبہ بھی قائم ہیں۔ درجہ تجوید وقراءت روایت
حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ شعبہ ۱۹۶۰ء میں قائم ہوا۔ پہلے استاد قاری عبدالغفور اجمل تھے
کچھ عرصہ بعد وہ جرمنی چلے گئے تو قاری تقی الاسلام کا تقرر اس شعبہ میں ہوا۔ ۱۹۶۷ء میں
قاری عبدالمالک نقشبندی نے اس شعبہ میں پڑھانا شروع کیا اور سترہ سال اس علم کی
خدمت کی۔ ۱۹۸۴ء سے شعبہ تجوید وقراءت کی ذمہ داری قاری محمد یوسف ہزاروی کے سپرد ہے
قاری صاحب موصوف جامعۃ الازہر کے مبعوث قاری ابراہیم بن مراد عبداللہ کے شاگرد رہے ہیں وہ
طرابلس یونیورسٹی کے فاضل بھی ہیں۔
روایت حفص کی تدریس میں جمال القرآن۔ تیسیر التجوید اور فوائد مکیہ جزری وغیرہ شامل نصاب ہیں

روایت حفص کی تکمیل پر مدرسہ کی جانب سے خوبصورت سند جاری کی جاتی ہے
جامعہ فرقانیہ کی اضافی اور قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ ہر سال پابندی کے ساتھ کسی بیرونی ممتحن سے فارغ ہونے والے طلباء کا امتحان دلایا جاتا ہے اور باقاعدہ ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء سے لیکر ۱۹۹۱ء تک ہر سال قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ امتحان لینے کیلئے تشریف لاتے رہے ہیں۔
اس دوران امتحان دینے والے اور کامیاب و ناکام ہونے والے طلباء کی تفصیل حسب ذیل ہے

سال	تعداد شریک طلباء	کامیاب	ناکام
۱۹۸۱	۸	۸	×
۱۹۸۲	۱۳	۱۳	×
۱۹۸۳	۱۸	۱۶	۲
۱۹۸۴	۸	۶	۲
۱۹۸۵	۱۴	۱۰	۴
۱۹۸۶	۹	۸	۱
۱۹۸۷	۱۴	۹	۵
۱۹۸۸	۱۷	۱۵	۲
۱۹۸۹	۶	۶	×
۱۹۹۰	۱۶	۱۶	×
۱۹۹۱	۱۰	۹	۱
میزان	۱۳۳	۱۱۶	۱۷

نوٹ:۔ یہ اعداد و شمار جامعہ کے رجسٹر امتحانات سے ماخوذ ہیں۔

جامعہ مدنیہ
کریم پارک راوی روڈ، لاہور

جامعہ مدنیہ کا آغاز ۱۹۵۵ء میں ہوا مولانا سید حامد میاںؒ اس کے بانی اور صدر مدرس تھے۔ شروع میں یہ جامعہ مسلم مسجد انارکلی اور مکی مسجد انارکلی میں قائم تھا۔ فروری ۱۹۶۶ء میں اپنی ذاتی عمارت واقع کریم پارک منتقل ہوگیا۔ ابتداءً اس میں مدارس دینیہ کے فارغ طلبہ کو انگریزی زبان سکھانے کا اہتمام کیا گیا تاکہ وہ تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ نصاب تین سالہ تھا جس میں صرف انگریزی بی۔اے تک کی پڑھائی جاتی اس کے بعد طلباء کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ایک حصہ کو اقتصادیات پڑھائی جاتی تاکہ وہ کمیونزم کے مقابلہ میں اسلامی اقتصادیات پر بحث کر سکیں اور دوسرے حصہ کو ایل ایل بی کی تعلیم دی جاتی تھی تاکہ وہ دنیا کے مروجہ قوانین اور اسلامی قوانین کا تقابل کر سکیں۔ لیکن یہ سلسلہ مستقل طور پر نہ چل سکا اور ۱۹۶۰ء میں جامعہ عام دینی مدارس کی شکل اختیار کر گیا۔

اس وقت یہاں مکمل درس نظامی کی تعلیم دورۂ حدیث تک دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ درجہ تجوید و قرأت بھی قائم ہے جہاں روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا کچھ علم نہ ہو سکا کہ ان کا ریکارڈ محفوظ نہیں۔

درجات حفظ و ناظرہ برائے طلباء و طالبات موجود ہیں جہاں کئی مدرس خدمت سرانجام دے رہے ہیں

دارالعلوم دینیہ رجسٹرڈ

۱۱۹۔ ملتان روڈ، لاہور

دارالعلوم دینیہ کا قیام برصغیر پاک و ہند کی مشہور و معروف انجمن "انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر اہتمام ۱۹۷۳ء میں عمل میں آیا۔ یہ انجمن تقریباً ایک صدی سے مسلمانوں میں اسلامی اقدار کے فروغ کیلئے کوشاں رہی ہے۔ اراکین انجمن حمایت اسلام نے ملکی حالات کے پیش نظر یہ محسوس کیا کہ دینی تعلیم کا انتظام بھی اس نہج پر شروع کیا جائے کہ آج کا مسلمان بھی زمانہ سلف کی طرح اسلامی نظریہ پر راسخ ہو جائے۔ اور اس کیلئے دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق دین قابل فہم اور قابل عمل بن سکے۔ اس غرض کیلئے دارالعلوم دینیہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کا نصاب تعلیم مذکورہ بالا خطوط پر مرتب کیا گیا۔ جو حسب ذیل تین حصوں پر منقسم ہے۔

۱۔ قاری عالم کلاس :۔ اس کا مقصد علماء کو علم تجوید سے بہرہ ور کرنا ہے

۲۔ قاری حافظ کلاس :۔ حافظ قرآن یا مڈل پاس طلباء کو علم تجوید کے ساتھ ساتھ حدیث اور فقہ کے علوم سے روشناس کرانا۔

۳۔ قاری مبلغ کلاس :۔ تبلیغی مقاصد کیلئے فاضل طلباء کو خصوصی تربیت دینا۔

دارالعلوم دینیہ میں درج ذیل شعبہ جات ہیں

۱۔ شعبۂ تجوید و قراءت بروایت حفص

ترجمہ قرآن مجید	آخری بیس پارے (تقریری و تحریری)
حدیث نبوی	ریاض الصالحین میں سے مزید ایک صد احادیث زبانی یاد کرنا۔
فقہ اسلام	نور الایضاح
تاریخ	سیرت النبیؐ ۔ خلفائے راشدہ ۔ حکایات صحابہؓ
صرف و نحو	شرح مائۃ عامل و ہدایۃ النحو
تحریر	تختی اور تختہ سیاہ پر سورۂ مدثر سے سورۃ الناس تک مشکل الفاظ خوشخط لکھنے کی مشق کرنا۔
کتب امدادی	فضائل کی کتب از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

۳۔ قاری عالم کلاس — یہ نصاب ایک سال کا ہے

کتب تجوید و قراءت	جمال القرآن ۔ تیسیر التجوید ۔ فوائد مکیہ ۔ مقدمۃ الجزری
حدر و مشق	قواعد کی پابندی کے ساتھ ایک بار قرآن مجید مکمل سنانا مشق کرنا
ترجمہ قرآن مجید مکمل	احکام و شان نزول کی روشنی میں
حدیث نبوی	ریاض الصالحین کا ترجمہ نیز سو احادیث زبانی یاد کرنا
تفسیر	سورۃ البقرہ مکمل
حفظ قرآن مجید	سورہ یٰسین ۔ سورہ محمد ۔ فتح ۔ الحجرات ۔ الرحمٰن ۔ الصف الجمعہ ۔ المزمل ۔ الملک اور آخری پارہ
تاریخ	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکایات صحابہ خلفائے راشدہ

نصاب قاریہ کلاس سال اول

کتب تجوید	جمال القرآن
حدر و مشق	قواعد کی پابندی کے ساتھ کم از کم ایک بار قرآن مجید سنانا اور مشق کرنا
ترجمہ قرآن مجید	ترجمہ مکمل پہلے دس پارے اور سورۂ بقرہ تفصیل کے ساتھ (تقریری تحریری)
حدیث نبوی	ریاض الصالحین کا ترجمہ نصف اور ۱۰۰ احادیث از بر کرنا
فقہ اسلامی	تعلیم الاسلام مکمل۔ مسائل بہشتی زیور نصف اوّل
صرف و نحو	کتاب الصرف و کتاب النحو
تاریخ اسلام	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مطالعہ	تربیت اخلاق کیلئے مناسب کتب کا مطالعہ
تحریری کام	تختہ سیاہ پر آخری دس سورہ کو خوش خط لکھنے کی مشق کرنا

نصاب سال دوم قاریہ کلاس

کتب تجوید	جمال القرآن
حدر و مشق	قواعد کی پابندی کے ساتھ مزید ایک بار قرآن مجید سنانا اور مشق کرنا
صرف و نحو	ہدایۃ النحو
ترجمہ قرآن مجید	ترجمہ بقایا بیس پارے سورۃ النساء اور حجرات تفسیر اور تفصیل کے ساتھ (تحریری و تقریری)

حدیث نبوی	ترجمہ ریاض الصالحین بقایا نصف اور مزید پچاس حدیث ازبر کرنا
فقہ اسلام	مسائل بہشتی زیور بقایا نصف ۔ بہشتی گوہر۔ نورالایضاح
تاریخ	سیرت صحابیات ۔ سیرت خلفائے راشدین
ادعیہ ماثورہ	زندگی کے مختلف امور کے بارے میں ضروری دعائیں ۔
تحریری کام	تختۂ سیاہ پر عربی عبارت خوش خط لکھنے کی مشق کرانا ۔

دارالعلوم دینیہ میں سات اساتذہ مصروف عمل ہیں جن میں چار مرد اساتذہ اور تین خواتین شامل ہیں ۔ ہر کلاس کے ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے ۔

گوشوارہ مدارس پنجاب

نوعیت	تعداد
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	۴
مختص بالقراءات سبعہ	۱
مختص بالقراءت بروایت حفص	کوئی نہیں
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۴
سبعہ معہ دیگر علوم	۳
روایت حفص معہ دیگر علوم	۷
میزان	۱۹

صوبہ سرحد کے مدارس

تمام کوائف صوبہ سرحد کے متعلقہ مدارس میں جاکر براہ راست حاصل کیئے گئے۔

جامعۃ القراء۔ ھری پور

راولپنڈی سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر صوبہ سرحد کا پرانا او معروف شہر ہری پور ہے جو ایبٹ آباد جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اسی سڑک پر شہر سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر جامعۃ القراء ہری پور کا بورڈ نصب ہے جو آبادی سے ہٹ کر دور ویرانے میں دکھائی دیتا ہے۔ اس بورڈ کے ساتھ ہی ایک چھوٹے سے چبوترے پر پتھر کی بنی ہوئی لوح اساس موجود ہے جس پر جلی حروف میں لکھا ہے کہ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد حضرت مولانا خان محمد مدظلہ نے اپنے دست مبارک سے ۲۲ جون ۱۹۹۴ء کو رکھا۔

جامعۃ القراء کے بانی و مہتمم قاری تقی الاسلام صاحب ہیں جنہوں نے علم تجوید و قراءت کی تحصیل قاری محمد شریف اور قاری عبدالمالک سے کی۔

قاری تقی الاسلام صاحب نے تقریباً اکیس برس حجاز میں قیام کیا اس دوران وہ مکہ و مدینہ کی مختلف مساجد میں تعلیم قرآن پر مامور رہے۔ وہاں سے واپس لوٹنے پر انہوں نے جامعۃ القراء کی بنیاد رکھی قاری تقی الاسلام صاحب تصنیف ہیں۔ انہوں نے علم الوقوف پر ایک کتاب "معلم الاداء فی الوقف والابتداء" لکھی جو اردو زبان میں اس موضوع کی پہلی مفصل اور مبسوط کتاب ہے۔ جس کا تعارف ہم تحریری سرمایہ کے عنوان سے متعلقہ باب میں کرا چکے ہیں۔

جامعۃ القراء کل رقبہ چھ کنال پر محیط ہے۔ طلبہ کے قیام کیلئے دو بڑے ہال اور مسجد تعمیر کی گئی ہے بقیہ تعمیر کا کام ابھی تشنہ تکمیل ہے۔ یہاں علم تجوید کے علاوہ دیگر دینی علوم کی تدریس بھی

ہوتی ہے۔ اس جامعہ کو قائم ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تاہم پہلے برس سات طلبہ نے روایت حفص میں تکمیل کی اور دوسرے برس پندرہ طلباء فارغ ہوئے۔ مہتمم صاحب کے مطابق اس تعداد میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافے کی قوی امید ہے جبکہ اگلے تعلیمی سال سے شعبہ حفظ کا اجرا بھی ہونے والا ہے۔

جامعۃ القراء اگرچہ ابھی اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے تاہم اس بات کی عین توقع ہے کہ اگر اس جامعہ کی مکمل دیکھ بھال جاری رہی تو یہ جامعہ علم تجوید کا اہم ادارہ ہوگا

مرکزی دار القرّاء ۔ پشاور

مرکزی دار القراء صوبہ سرحد کے دارالحکومت پشاور کے بارونق علاقے نمک منڈی کی جامع مسجد میں واقع ہے ۔ اس کے بانی اور مدیر و منتظم قاری فیاض الرحمٰن علوی ہیں جن کا شمار پاکستان کے معروف اور چوٹی کے قراء میں ہوتا ہے ۔ آپ قرات سبعہ و عشرہ کے فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ عالم دین بھی ہیں ۔ وفاق المدارس العربیہ کا اعلیٰ امتحان نمایاں کامیابی کے ساتھ پاس کرنے کے بعد آپ معروف درسگاہ الجامعۃ الازھر قاہرہ مصر میں بھی زیر تعلیم رہے ۔

مرکزی دار القراء کا قیام ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء کو عمل میں آیا ۔ پہلے پہل یہ مدرسہ جامع مسجد دلاور خاں میں قائم ہوا ۔ چونکہ یہ جگہ گنجان آبادی میں تھی اس لئے دو برس بعد مدرسہ کو جامع مسجد نمک منڈی پشاور منتقل کر دیا گیا ۔ جو نسبتاً بہتر جگہ ہے ۔ مدرسہ کی عمارت تین منزلہ ہے جو چھوٹے کمروں اور دو بڑے ہال کمروں پر مشتمل ہے ۔ اس کے باوجود یہ عمارت مدرسہ کی ضروریات کیلئے ناکافی ہے ۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مدرسہ کیلئے آٹھ کنال اراضی مزید خریدی گئی ہے تاکہ مدرسہ کی تعمیر حسب ضرورت کی جا سکے ۔

مدرسہ کے سالانہ اخراجات تقریباً بیس لاکھ روپے ہیں ۔ جن میں اساتذہ کی تنخواہیں اور طلباء کے طعام و قیام کے جملہ مصارف شامل ہیں ۔ دار القراء کا انتظام ایک مجلس شوریٰ چلاتی ہے ۔ جو علاقہ کے معززین تجار و علماء پر مشتمل ہے ۔

اگرچہ دارالقراء بنیادی طور پر حفظ ناظرہ اور تجوید و قراءت کی تعلیم کیلئے قائم کیا گیا ہے تاہم اس میں حسب ذیل دیگر شعبہ جات بھی کام کر رہے ہیں۔

۱۔ درس نظامی دورۂ حدیث تک ۔ ۲۔ شعبہ بنات ۔ جو ناظرہ و حفظ قرآن مجید تجوید۔ درس نظامی دستکاری سکول اور پرائمری سکول پر مشتمل ہے ۔ ۳۔ آئمہ و قراء کیلئے تربیتی کورس ۴۔ شعبہ نشر و اشاعت ۵۔ شعبہ وعظ و تبلیغ ۔ ۶۔ شعبہ قرآنی مکاتب ۔ اس کے تحت مختلف مساجد میں تعلیم قرآن کا انتظام کیا جاتا ہے۔

دارالقراء میں پچاس سے زائد اساتذہ مختلف علوم کی تدریس پر مامور ہیں۔ علم تجوید و قراءت پڑھانے والے اساتذہ کی تعداد آٹھ ہے۔ قراءات سبعہ پڑھائی جاتی ہیں

دارالقراء سے ۱۹۹۲ء تک جن طلباء و طالبات نے کسب فیض کیا انکی تعداد ۱۸۰۱ ہے جبکہ ۱۹۹۳ء میں فارغ ہونے والے طلباء کی تفصیل اس طرح ہے۔

علماء ۲۲ ۔ قراء ۴۵ ۔ حفاظ ۳۸ ۔ عالمات ۱۶۷ ۔ حافظات ۱۸ ۔ قاریات ۴۰

اس لحاظ سے ۱۹۹۳ء تک ~~۱۸۰۱~~ ۱۹۳۱ طلباء و طالبات اس ادارہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ جن میں پاکستان کے علاوہ دیگر برادر اسلامی ممالک کے طلباء بھی شامل ہیں۔

یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والے عالمی مسابقۂ قراءت میں حصہ لیتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں قاری عبدالرزاق اوّل قرار دیئے گئے، ۱۹۸۲ء میں قاری محمد سلیم نے اول انعام حاصل کیا۔ اسی طرح ۱۹۸۳ء ۔ ۱۹۸۴ء ۱۹۸۹ء ۱۹۹۰ء ۱۹۹۲ء میں اسی ادارے کے طلباء نے چوتھا انعام حاصل کیا۔ صوبہ سرحد میں دارالقراء علم تجوید و قراءت کا بڑا مرکز ہے۔

نوٹ:۔ مدرسہ کی روئیداد کے علاوہ بیشتر معلومات صدر مدرس اور مہتمم مدرسہ سے براہ راست بالمشافہ گفتگو کے ذریعے حاصل ہوئیں۔

معہد القرآن الکریم لتحفیظ القرآن الکریم مع القراءۃ والتجوید والدراسات الاسلامیہ، حافظ آباد مانسہرہ

صوبہ سرحد کے ضلع مانسہرہ میں اس مدرسہ کا قیام ۱۹۶۲ء میں عمل میں آیا۔ آغاز ہی میں یہاں درجہ تجوید کا اجراء ہو گیا بلکہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس مدرسہ کا قیام مدرسہ تجوید ہی کے طور پر ہوا تھا۔ مدرسہ کے نام سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے تاہم ساتھ ہی درس نظامی کے دیگر علوم بھی یہاں پڑھائے جانے لگے اور اس طرح اس مدرسہ کی حیثیت مختص بالقراءت باقی نہ رہی۔

معہد القرآن الکریم کے مدیر قاری فضل ربی ہیں جن کا شمار ملک کے نامور معروف قراء میں ہوتا ہے۔ معہد میں روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے البتہ اگر شوقین طلباء تقاضا کریں تو قراءات سبعہ و عشرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ اب تک تقریباً دو ہزار طلباء یہاں سے روایت حفص پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت ملک کے مختلف شہروں کے علاوہ بیرون ملک ٹیکساس امریکہ ریاض سعودی عرب ممباسہ کینیا افریقہ۔ انگلینڈ وغیرہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علم تجوید کا نصاب دو برس پر محیط ہے۔ پہلے برس میں جمال القرآن تیسیر التجوید پڑھائی جاتی ہیں۔ جبکہ اجتماعی طور پر مکمل قرآن مجید حدر میں پڑھایا جاتا ہے جن میں روایت حفص کا اجراء کرایا جاتا ہے اور اڑھائی پارے ترتیل سے پڑھائے جاتے ہیں دوسرے برس میں فوائد مکیہ مقدمۃ الجزریہ شامل نصاب ہیں۔ اور انفرادی طور پر مکمل قرآن مجید حدر میں پڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ پانچ پارے ترتیل کے ساتھ شامل ہیں۔

معہد کے نصب العین میں یہ بات تحریر ہے

"معہد القرآن الکریم مانسہرہ علوم دینیہ کی ایک مثالی درسگاہ ہے جس کا نصب العین اسلامی نظریہ حیات کے ارتقاء و ترویج کیلئے ایسے افراد تیار کرنا جو علمی لحاظ سے معاشرہ کے ہر طبقہ کے لیے فکری راہنمائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ قران پاک کو تجوید و قرادت کے اصولوں پر شائقین کو پڑھا سکیں اور عملی لحاظ سے ہر شعبۂ زندگی میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کے لیے معتمد کارکن ثابت ہوں"۔ (۱)

معہد میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں ملک کے چاروں صوبوں کے علاوہ فرانس ملائشیا۔ انگلینڈ ترکستان کے شائقین علم شامل ہیں۔ اس وقت طلباء کی تعداد ساڑھے تین صد ہے۔

معہد کے سالانہ اخراجات کا تخمینہ تقریباً بارہ لاکھ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات وصدقات سے پورے ہوتے ہیں۔

گوشوارہ مدارس سرحد

نوعیت	تعداد مدارس
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات سبعہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات بروایت حفص	۱
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	کوئی نہیں
سبعہ معہ دیگر علوم	۱
روایت حفص معہ دیگر علوم	۱
میزان	۳

صوبہ سندھ کے مدارس

تمام معلومات مدارس میں جاکر براہِ راست حاصل کی گئیں۔

دارالعلوم حسینیہ شہداد پور، ضلع سانگھڑ

دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور کی بنیاد ۱۹۵۱ء میں رکھی گئی۔ اس طرح یہ مدرسہ ایسے مدارس میں شمار ہوتا ہے جن کا قیام تشکیل پاکستان کے بعد ابتدائی برسوں ہی میں عمل میں آیا۔ اس ادارہ کو قاری فتح محمد صاحب مدنیؒ مولانا عبدالعزیزؒ قاری رحمت اللہ شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کی سرپرستی حاصل رہی۔ ادارہ کا نام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی نسبت سے الحسینیہ رکھا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ مدرسہ شہداد پور کی مکہ مسجد سے متصل ایک کمرہ میں قائم کیا گیا تھا۔ جس میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ کا بندوبست تھا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہاں قراءت سبعہ وعشرہ کا بندوبست بھی کر دیا گیا۔ اس وقت یہ ادارہ اپنی عمارت میں موجود ہے جس کا رقبہ پونے تین ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے۔

اگرچہ شروع میں دارالعلوم الحسینیہ حفظ و ناظرہ اور قراءت سبعہ وعشرہ ہی کا انتظام تھا تاہم اب یہاں پر درس نظامی کی کتب بھی درجہ موقوف علیہ تک پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود دارالعلوم الحسینیہ کی پہچان سندھ میں مرکز حفظ و مرکز علم تجوید و قراءت کے حوالے ہی سے ہے۔ شعبہ تجوید و قراءت اور حفظ قرآن میں اٹھارہ اساتذہ خدمت قرآن پر مامور ہیں۔ دارالعلوم میں شعبہ تعلیم البنات بھی قائم ہے۔ جس میں صرف مقامی طالبات کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اس شعبہ میں پانچ معلمات تدریس قرآن کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ دارالعلوم الحسینیہ کا

الحاق وفاق المدارس پاکستان کے ساتھ ہے۔ تدریس بھی وفاق کے وضع کردہ نصاب کے مطابق ہوتی ہے اور امتحان بھی وفاق ہی کے تحت ہوتا ہے۔ دارالعلوم میں پاکستان سے تعلق رکھنے والے طلباء کے علاوہ کثیر تعداد غیر ملکی طلباء کی بھی ہے۔ جن میں تیونس سری لنکا اردن انڈونیشیا۔ ملیشیا۔ سوڈان فرانس یوگنڈا۔ موزمبیق۔ جبوتی سینیگال۔ مویطانیہ۔ ترکی آسٹریلیا۔ فلپائن بلجیم یمن۔ عمان۔ متحدہ عرب امارات کے طلباء شامل ہیں۔

شعبہ تحفیظ القرآن وقرات عشرہ میں ۹۶-۱۹۹۵ء کے دوران طلباء کی تعداد سات سو بیس ۷۲۰ تھی۔ جبکہ پینسٹھ طلباء حفظ قران سے فارغ ہوئے اور قراءات کی تکمیل آٹھ طلباء نے کی۔ ماضی میں ملک اور بیرون ملک کے شہیر اور جید علماء نے دارالعلوم الحسینیہ کا معائنہ کیا اور اپنی اراء کا اظہار کیا۔ ان علماء میں مولانا مفتی محمودؒ سابق رکن قومی اسمبلی وقائد حزب اختلاف پاکستان۔ قاری رحیم بخشؒ پانی پتی مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مولانا محمد اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند مولانا علی محمد مولانا جمشید علی۔ مولانا محمد تقی عثمانی جج شرعی عدالت پاکستان مولانا محمد یوسف لدھیانوی مولانا حق نوازؒ جھنگوی مولانا سمیع الحق رکن سینیٹ پاکستان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات نے دارالعلوم کے معیار تعلیم کو احسن قرار دیا خصوصاً درجہ تحفیظ وقرات کی مساعی اور کامیابیوں کو خوب سراہا۔

ماخوذ روئیداد بعنوان دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور کا تعارف وسالانہ گوشوارہ یکم رجب المرجب ۱۴۱۵ھ تا ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۱۱ نومبر ۱۹۹۵ء ناشر محمد یوسف مہتمم

جامعہ احتشامیہ ۔ جیکب لائن کراچی

اس جامعہ کا قیام پندرہ مئی ۱۹۹۱ء کو عمل میں آیا۔ اس کے مہتم مولانا تنویرالحق تھانوی ہیں جو پاکستان کے معروف عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں ۔ جامعہ احتشامیہ مولانا موصوف ہی کے نام سے منسوب ہے ۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے سندھ کے قصبہ ٹنڈو الہ یار میں دارالعلوم اسلامیہ کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں شعبہ تجوید وقراءت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی ۔ جس کے سرپرست اور صدر مدرس استاد الاساتذہ قاری عبدالمالک رح تھے ۔ قاری صاحب موصوف کو مولانا احتشام الحق تھانوی رح لکھنؤ سے بطور خاص ترغیب دے کر پاکستان لائے تھے جہاں وہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں علم تجوید وقراءت کی خدمت پر مامور تھے ۔ ٹنڈو الہ یار میں قائم کیا دارالعلوم اسلامیہ بعض وجوہات کی بناء پر اپنی آب وتاب برقرار نہ رکھ سکا بلکہ مولانا احتشام الحق تھانوی رح کے سانحۂ ارتحال کے بعد تقریباً ختم ہو کر ہی رہ گیا ۔ جامعہ احتشامیہ دراصل دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار ہی کا تسلسل ہے جسے مولانا مرحوم کے فرزند مولانا تنویرالحق تھانوی چلا رہے ہیں ۔ وہی اس کے مہتمم ہیں یہ جامعہ مولانا احتشام الحق تھانوی رح کے مدفن اور جامع مسجد جیکب لائن کے درمیان موجود قطعہ ارض پر واقع ہے ۔ یہاں شعبہ تجوید قائم ہے اور روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے

ماخوذ جامعہ احتشامیہ سالانہ علمی و تبلیغی خدمات کا سرسری جائزہ مرتبہ محمد اشفاق ناظم تعلیمات

دارالعلوم کراچی

دارالعلوم کراچی کا شمار پاکستان کے ابتدائی اور اہم مدارس میں ہوتا ہے ۔ اسکی بنیاد برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم مفتی اعظم محمد شفیع ؒ نے ۱۱ د شوال ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۶ جون ۱۹۵۰ء کو رکھی۔[1] آغاز میں یہ ادارہ کراچی کے علاقہ نانک واڑہ کی ایک بوسیدہ عمارت میں قائم کیا گیا۔ یہ عمارت کسی زمانہ میں سکھوں کا سکول تھی جواب خالی پڑی تھی لیکن یہ عمارت دارالعلوم کیلئے بہت ہی نا کافی تھی ۔ اسی لئے کورنگی کے علاقہ میں چھپن ایکڑ زمین حاصل کر کے اس پر مدرسہ کی ضرورت کے مطابق کمرے وغیرہ تعمیر کئے گئے اور دارالعلوم کو کورنگی منتقل کر دیا گیا۔ نانک واڑہ والی عمارت میں چند شعبے باقی رہ گئے[2]

دارالعلوم کے تعلیمی شعبہ جات حسب ذیل ہیں

درس نظامی — تحفیظ و تجوید القرآن — تخصص فی الفقہ والافتاء

مکاتب تعلیم القرآن — مدرسۃ البنات — مدرسہ ابتدائیہ پرائمری سکول

تربیت ترجمہ قرآن مجید — درس ترجمہ قرآن مجید[3]

دارالعلوم کراچی کا شعبہ تحفیظ و تجوید القرآن سب سے قدیم شعبہ ہے ۔ یہ شعبہ دارالعلوم کی تاسیس کے وقت ہی نانک واڑہ کی عمارت میں قائم کر دیا گیا تھا ۔ جس کے نگران و صدر استاد الاساتذہ قاری فتح محمد ؒ پانی پتی مہاجر مدنی تھے ۔ اسی دوران اس شعبہ نے

(۱) نذر احمد، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، ۲۹۶

(۲) ماہنامہ البلاغ کراچی، مفتی محمد شفیع نمبر شعبان ۱۳۹۹ - ۲۳۷

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵۰

علم تجوید و قراءت کی لازوال خدمت سرانجام دی۔ بے شمار طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا قراءات سبعہ و قراءات عشرہ پڑھیں [1] قاری فتح محمدؒ ۱۹۷۲ء میں پاکستان سے ہجرت کر کے حرمین شریفین تشریف لے گئے [2]۔ آپ کی عدم موجودگی کی وجہ سے دارالعلوم کراچی کا شعبہ تجوید علم قراءت کی حد تک معطل ہو کر رہ گیا۔ اگرچہ حفظ و ناظرہ کا سلسلہ بدستور جاری رہا تاہم قراءت سبعہ و عشرہ کی تعلیم و تدریس کا کام جاری نہ رہ سکا چند برس بعد یہ سلسلہ از سر نو شروع ہوا آج کل شعبہ تجوید و قراءت قائم ہے قاری عبدالملک اس شعبہ کے نگران و صدر ہیں تعلیم روایت حفص تک ہوتی ہے البتہ شائقین کیلئے سبعہ و عشرہ پڑھانے کا اہتمام بھی کر دیا جاتا ہے۔

علم تجوید و قراءت کے حوالے سے دارالعلوم کراچی کی یہ خدمت بھی قابل ذکر ہے کہ قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیشتر تصنیفی و تالیفی کام قیام دارالعلوم کے زمانے ہی میں مکمل کیا [3]

---

(۱) محمد طاہر رحیمی قاری، سوانح فتحیہ، ۱۲۱ (۲) ایضاً

(۳) ایضاً

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کا قیام ۱۹۵۶ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی شاہ محمد محمود الوری ہیں۔ جامعہ مجددیہ کی پوری عمارت آپ کے مرید خاص حاجی محبوب الٰہی (سندھ ٹیز برلمیٹڈ) نے اپنے ذاتی خرچ پر تعمیر کرائی۔ مدرسہ کا انتظام و انصرام رکن الاسلام ایجوکیشنل سوسائٹی کے سپرد ہے جو ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔

جامعہ مجددیہ میں تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کا مقرر کردہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ البتہ بعض کتب میں معمولی تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ اس نصاب میں قراءت صرف پہلے دو برسوں میں شامل نصاب ہے۔ پہلے برس پارہ ۲۹۔ ۳۰ کی مشق اور دوسرے برس فوائد مکیہ پڑھائی جاتی ہے جبکہ پارہ ۲۷۔ ۲۸ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ گویا اس نصاب میں قرات کی تعلیم ابتدائی سطح تک ہے جامعہ مجددیہ میں نصاب تجوید و قراءت میں معمولی تغیر و تبدل کیا گیا ہے جو اس طرح ہے۔

سال اول۔

۱۔ علم تجوید۔ ۲۔ کتاب الصرف۔ ۳۔ کتاب النحو۔ ۴۔ ترجمہ قرآن سورۃ البقرہ۔ ۵۔ بہار شریعت حصہ اوّل ۶۔ رکن دین (نماز و روزہ) ۷۔ حدر۔ ایک قرآن پاک اور پھر اس کا اجراء ایک آدھ پارے میں

سال دوم۔

۱۔ فوائد مکیہ ۲۔ المقدمۃ الجزریہ (اشعار کو زبانی یاد کرنا۔ ۳۔ شرح مائۃ عامل ۴۔ ہدایۃ النحو

۵ . نورالایضاح ۶۔ ترجمہ قران پاک ۷۔ قصیدۂ بردہ شریف ۔ ۸۔ حدر ۔ تین قران پاک

شعبہ تجوید و قراءت کے علاوہ جامعہ مجددیہ میں حسب ذیل شعبہ جات موجود ہیں ۔

شعبہ تفسیر ۔ شعبہ حدیث ۔ شعبہ فقہ ۔ شعبہ درس نظامیہ ۔ شعبہ السنۂ شرقیہ ۔ شعبہ تعلیم الخطاؔ شعبہ تخصص افتاء ۔ شعبہ تعلیم انگلیزیہ ۔ شعبہ تعلیم اللسان العربی ۔ شعبۂ حفظ و ناظرہ ٹائپ اینڈ شارٹ ہینڈ انسٹی ٹیوٹ ۔ پرائمری سکول ۔

شعبہ تجوید سے فارغ طلباء مختلف مقابلۂ قراءت میں حصہ لیتے ہیں ۔ ۱۹۷۹ء میں ایک طالب علم مکۃ المکرمہ میں منعقد ہونے والے مقابلہ قراءت میں شرکت کی ۔

جامعہ سے علم تجوید میں فارغ ہونے والے طلباء کی صحیح تعداد کا علم نہیں ہو سکا ۔ البتہ جامعہ کے ناظم اعلیٰ کے مطابق علم تجوید میں فارغ طلبار کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک ہے جامعہ مجددیہ کا شمار سندھ کے معروف مدارس میں ہوتا ۔ یہاں علم تجوید کی تعلیم ابتدائی روایت حفص میں دی جاتی ہے ۔ البتہ حدر اور مشق پر زیادہ زور دیا جاتا ہے ۔

دارالعلوم حنفیہ
سیکٹر ۱۱/ای اورنگی ٹاؤن، چورنگی نمبر ۵ کراچی

دارالعلوم حنفیہ مولانا فیض اللہ آزاد نے ۱۹۸۲ء میں قائم کیا اس کے قیام میں مفتی ولی حسن ٹونکی اور مفتی احمدالرحمٰن کا مشورہ بھی شامل تھا۔ دارالعلوم کی نگرانی انجمن جامع مسجد دارالعلوم حنفیہ کے سپرد ہے۔ ادارہ کا الحاق ابتدائی درجہ سے لیکر درجہ فوقانیہ تک وفاق المدارس پاکستان کے ساتھ ہے۔ دارالعلوم کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں۔

درس نظامی۔ شعبہ حفظ قرآن مجید۔ شعبہ ناظرہ۔ شعبہ تربیت اخلاق۔ شعبہ تجوید وقراءت۔ شعبہ مدرسۃ البنات۔

درس نظامی میں درجہ فوقانیہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔ جسے دو دو برس پر تقسیم کرکے مڈل سے لیکر ایم اے کی ڈگری تک درج ذیل طریق پر منطبق کیا گیا ہے۔

۱۔ پہلے دوسال اعدادیہ (مساوی مڈل) ۲۔ دوسال ثانویہ عامہ (مساوی میٹرک) ۳۔ دوسال ثانویہ خاصہ (مساوی انٹرمیڈیٹ) ۴۔ دوسال عالیہ (مساوی بی اے) ۵۔ دوسال عالمیہ مساوی ایم اے اسلامیات یا عربی۔

شعبہ حفظ قرآن میں چھبیس بچوں کیلئے ایک استاد مقرر ہے۔ اس شعبہ میں دس اساتذہ خدمت قرآن میں مصروف عمل ہیں۔ حفظ قرآن کا تکمیلی شیڈول حسب ذیل ہے نورانی قاعدہ تین ماہ ناظرہ قرآن ایک سال۔ حفظ قرآن مکمل اڑھائی سے تین سال

اس شعبہ سے ۱۹۹۶ء تک تین سو بیس طلباء قرآن مجید حفظ کی تکمیل کر چکے ہیں۔

شعبہ تجوید و قراءت

اس شعبہ کے صدر قاری محمد شاکر انور صاحب ★ ہیں۔ جو استاد الاساتذہ قاری عبدالمالک کے فرزند ہیں۔ یہاں پر تعلیم روایت حفص تک ہی دی جاتی ہے البتہ انتظامیہ اس بات کا ارادہ رکھتی ہے کہ مستقبل قریب میں سبعہ عشرہ کی تدریس بھی شروع کی جائے۔ فارغ ہونے والے طلباء کو مدرسہ کی جانب سے تکمیلی سند دی جاتی ہے۔ اس شعبہ کا قیام و بقا قاری محمد شاکر انور صاحب کی ذات ہی سے وابستہ محسوس ہوتا ہے۔

شعبہ تربیت اخلاق میں خانقاہی انداز میں تربیت کی جاتی ہے۔ مجالس میں اصلاح اخلاق اور تزکیۂ نفس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ نیز وقتاً فوقتاً صاحب نسبت بزرگوں اور خلفائے مجاز کے مواعظ کی مجالس بھی منعقد کی جاتی ہیں اور نقشبندی سلسلہ کا سالانہ اجتماع بھی ہوتا ہے۔ جس میں ذکر مراقبہ اور اصلاحی بیانات ہوتے ہیں۔ اس طرح اس ادارے میں تعلیم کتب کے ساتھ ساتھ مقصد تعلیم یعنی اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس کی جانب بھی توجہ دی جاتی ہے۔

دارالعلوم میں دارالافتاء بھی قائم ہے۔

★ قاری محمد شاکر انور فروری ۱۹۹۷ء کو لاہور میں انتقال کر گئے

ماخوذ۔ از روئیداد بعنوان دارالعلوم حنفیہ مختصر جائزہ۔ جامعہ دارالعلوم حنفیہ سیکٹر ۱۱ای اورنگی ٹاؤن چورنگی ۵ کراچی پاکستان

مدرسہ انوار القرآن صدیقیہ کراچی

مدرسہ انوار القرآن صدّیقیہ جامع مسجد قدسیہ ناظم آباد کراچی میں قائم ہے۔ اس کا قیام ۱۴۰۳ھ جو بمطابق ۱۹۸۳ء کو عمل میں آیا۔ مدرسہ میں حسب ذیل شعبہ جات موجود ہیں
۱۔ حفظ و ناظرہ ۔۲۔ تجوید و قراءت ۳۔ درجہ کتب۔

حفظ و ناظرہ اور تجوید و قراءت کے شعبے مدرسہ کے قیام کے ساتھ ہی شروع کر دیئے گئے تھے۔ کئی برسوں تک درجۂ تجوید و قراءت میں سبعہ عشرہ کی تدریس کا اہتمام تھا لیکن کچھ عرصہ سے حرف روایت حفص تک تعلیم کا نظم قائم ہے۔ سال اوّل میں دو کتب جمال القرآن اور تیسیر التجوید پڑھائی جاتی ہیں۔ ایک دن مشق کے لئے مخصوص ہے جبکہ دوسرے دن حدر سنا جاتا ہے۔ کتاب کا سبق روزانہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن اجرا کیلئے رکھا گیا ہے۔ دوسرے برس کے نصاب میں فوائد مکیہ اور مقدمۃ الجزری شامل نصاب ہے۔ پورا قرآن مجید حدر میں سنا جاتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن مشق کیلئے اور ایک دن اجراء کیلئے مخصوص ہے۔

شعبہ تجوید و قراءت میں داخلہ کیلئے حافظ قرآن ہونا یا فاضل وفاق المدارس ہونا شرط ہے ۱۹۹۶ء میں اس شعبہ میں اکتالیس طلباء شریک درس ہیں۔ شعبہ کتب درس نظامی وفاق المدارس پاکستان سے منسلک ہے اور درجہ متوسطہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔

جملہ معلومات براہ راست مہتمم مدرسہ سے حاصل کی گئیں۔

گوشوارہ مدارس سندھ

نوعیت	تعداد مدارس
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات سبعہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات بروایت حفص	۱
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۱
سبعہ معہ دیگر علوم	کوئی نہیں
روایت حفص معہ دیگر علوم	۴
میزان	۶

مجموعی گوشوارہ مدارس قراءت پاکستان

نوعیت	تعداد مدارس				
	بلوچستان	پنجاب	سرحد	سندھ	میزان
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	×	۴	×	×	۴
مختص بالقراءات سبعہ	×	۱	×	×	۱
مختص بالقراءت بروایت حفص	×	×	۱	۱	۲
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۱	۴	×	۱	۶
سبعہ معہ دیگر علوم	×	۳	۱	×	۴
روایت حفص معہ دیگر علوم	۵	۷	۱	۴	۱۷
میزان	۶	۱۹	۳	۶	۳۴

آزاد کشمیر کے مدارس

آزاد کشمیر میں کسی جگہ بھی مختص بالقراءت کوئی مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہاں پر ایسا مدرسہ بھی کوئی نہیں جہاں باقاعدہ شعبہ تجوید و قراءت قائم ہو۔ اور جس میں کم از کم روایت حفص ہی پڑھائی جاتی ہو۔ البتہ وہاں مدارس حفظ ضرور موجود ہیں۔ جنکا تذکرہ حکومت آزاد کشمیر کی طرف سے شائع شدہ فہرست مدارس میں کیا گیا ہے۔ تفصیل اسی طرح ہے۔

تعداد مدارس

	طلباء	طالبات	میزان
مظفر آباد	۱۲۸	۱۶	۱۴۴
باغ	۱۵۵	۸	۱۶۳
پونچھ	۹۱	×	۹۱
میرپور	۶۱	۲	۶۳
کوٹلی	۵۶	×	۵۶
گلگت بلتستان	۱۴	۱	۱۵

نوٹ:۔ مذکورہ بالا تعداد و کوائف تجوید القرآن ٹرسٹ آزاد کشمیر مظفر آباد۔ فہرست مدارس تعلیم القرآن مسجد مکاتب ۱۹۸۹ معہ ضمیمہ ۱۹۹۰ سے ماخوذ ہیں۔

مشرقی پاکستان کے مدارس

تشکیل پاکستان کے وقت پاکستان کی علاقائی تقسیم اس طرح عمل میں آئی کہ پنجاب اور بنگال کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں شامل ہوئے۔ اس طرح پاکستان دو حصوں پر معرض وجود میں آیا۔ بنگال کا علاقہ مشرقی پاکستان کہلایا جبکہ پنجاب سندھ، سرحد اور بلوچستان نیز شمالی علاقہ جات پر مشتمل خطے کو مغربی پاکستان کا نام دیا گیا۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کٹ کر علیحدہ ہوگیا اور بنگلہ دیش بن گیا۔ اس لحاظ سے اب مشرقی پاکستان۔ پاکستان کا حصہ نہیں بلکہ بنگلہ دیش کے نام سے علیحدہ ملک ہے۔

سابقہ مشرقی پاکستان یا موجودہ بنگلہ دیش کا اسلامی تشخص کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کیونکہ یہاں کی اکثر آبادی مسلمان شہریوں پر مشتمل ہے۔ اسی حوالے سے اس علاقے میں دینی مدارس کی بھی کمی نہیں۔ علم تجوید کی خدمت کرنے والے مدارس کے کوائف جمع کرنے کیلئے وہاں کے مدارس کو خطوط تحریر کیئے گئے۔ جن میں حسب ذیل معلومات مہیا کرنے کی استدعا کی گئی۔

۱۔ مدرسہ کا نام و پتہ

۲۔ تاریخ تاسیس

۳۔ آیا مدرسہ میں درجہ تجوید قائم ہے

۴۔ درجہ تجوید کا اجراء کب ہوا۔

۵۔ درجہ تجوید و قراءت میں تدریس کا انتظام کہاں تک ہے۔

سبعہ عشرہ ۔ حرف سبعہ ۔ حرف روایت حفص

۶۔ مدرسہ سے سبعہ عشرہ میں تکمیل کرنے والوں کی تعداد

۷۔ صرف سبعہ میں تکمیل کرنے والوں کی تعداد

۸۔ روایت حفص میں تکمیل کرنے والوں کی تعداد

ان خطوط کے علاوہ راقم نے ۱۹۹۴ء میں قیام حرمین شریفین کے دوران سابقہ مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے علماء سے ملاقاتیں کرنے کی کوشش بھی کی۔ تاکہ ان سے مشرقی پاکستان کے مدارس کے بارے میں معلومات اکھٹی کی جاسکیں۔ ان تمام کوششوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق سابق مشرقی پاکستان کے اہم مدارس یہ ہیں۔

۱۔ جامعہ قرآنیہ شاہی مسجد لال باغ

۲۔ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

۳۔ اسلامیہ مدرسہ ڈھاکہ

۴۔ مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ

۵۔ مدرسۂ دارالعلوم فریدآباد

۶۔ مدرسہ قاسم العلوم کملا

۷۔ مدرسہ امدادالعلوم فریدآباد

۸۔ مدرسہ محمودیہ بریسال

۹۔ ادارۃ المعارف ڈھاکہ

۱۰۔ مدرسہ حسینیہ ڈھاکہ

۱۱۔ مدرسہ عربیہ خمیریہ پٹیہ چاٹگام

۱۲۔ المدرسۃ تحفیظ القرآن ودارالایتام پاتوکھالی

۱۳۔ مدرسہ بیت الشرف چٹاگانگ

ان تمام مدارس میں درس نظامی کی کتب پڑھائی جاتی ہے ہیں اور ساتھ ہی تدریس القرآن ناظرہ وحفظ کا نظم ہے تاہم مختص بالقراءت مدرسہ ان میں کوئی نہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

المدرسة التحفيظ القران و دار الايتام

باتوخالی، ماریچ بونیا، بتوا خالی، بنغلادیش

AL MADRASHATU TAHFIGUL QURAN & DARUL IYTAM

PATUKHALI, PO. MARICH BUNIA, PATUAKHALI, BANGLADESH.

Ref : .... Date : ....

سعادة فضيلة الشيخ مولانا قاری محمد طاہر المؤقر -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

بعد التحیۃ العاطرۃ =

جناب مولانا صاحب آپکا خط مل چکا ہے جسکے وجہ سے ہم بہت ہی شکر گزار ہو۔ اللہ آپکو خیر وجزا دے دنیا وآخرۃ میں۔

دوسرے بات یہ ہے کہ آپ خط میں جو مانگا ہے وہ دے دیا۔

① مدرسہ کا نام : المدرسہ التحفیظ القرآن و دار الایتام -

② مدرسہ قائم ہونیکا تاریخ ! ۱۹۷۰ء -

③ مدرسہ ہم خود میں قائم کیا ، الحمد للہ ۔

④ علم وعلم تجوید اہل السنہ والجماعۃ کے مطابق ہو رہا ہے -

⑤ تجوید کے کتاب ! نزہۃ القاری ، قاری القرآن وغیرہ وروایت حفص تک

⑥ اسماء الاساتذہ -

① عبد الستار منصور رحلی - کامل الحدیث ② ابو الحسین کامل الحدیث

③ قاری حافظ شفیق الرحمن ④ قاری حافظ نور الحق -

⑤ عبد الحق مستر - ⑥ مولوی علی الدین ⑦ محمد یونس -

خادم المدرسہ ! مولانا عبد الستار منصور رحلی -

ولکم جزیل الشکر وفائقۃ الاحترام ، جزاکم اللہ خیرا احسن الجزاء ، اخوکم

مدرسہ کے جتنے شہادہ ہے سب آپکے خدمت پیش کیا ۔

بنگلہ دیش ،

باب ششم

تحریص و ترغیبات

قرّاء کی تنظیمیں

مجلسِ حُسنِ قراءت

قرائن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ تنظیمی سلسلہ میں سب سے پہلی کوشش ملتان میں ہوئی۔ وہاں کے معروف سماجی کارکن منشی عبدالرحمٰن خاں نے مجلس حسن قراءت کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کے قیام کا سبب یہ ہوا کہ مختار مسعود ڈپٹی کمشنر ملتان نے تفریحی پروگرام مرتب کرنے کی غرض سے ۸۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو مختلف اداروں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی۔ اس میٹنگ میں انہوں نے منشی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

" مدت سے قرآن سننے کو جی چاہتا تھا۔ اب کے اس (تفریحی) پروگرام میں قاریوں کا مقابلہ رکھو۔ منشی صاحب آپ مولانا خیر محمد صاحب کے مشورے سے اس کا اہتمام کریں" (۱)

چنانچہ منشی صاحب نے مسعود صاحب کی تجویز کو ایک تحریک کی شکل میں جاری رکھنے کیلئے ایک انجمن " مجلس حسن قراءت کے نام سے تشکیل دی " (۲)

اس مجلس کے اراکین اور اوّلین عہدیداران کا تو کسی طور پتہ نہیں چل سکا تاہم یہ بات واضح ہے کہ پاکستان میں تجوید و قراءت کے حوالے سے یہ پہلی تنظیم تھی پاکستان میں قائم ہونے والی دیگر تنظیمیں مجلس حسن قراءت کے بعد ہی وجود میں آئیں۔ منشی صاحب لکھتے ہیں۔

" میری تحریک حسن قراءت کی عالمگیر اہمیت اور مقبولیت نے اب قاری صاحبان کو بھی خواب غفلت سے جگایا اور انہیں جگہ جگہ اپنی تنظیمیں قائم کرنے کی فکر لاحق ہوئی کیونکہ میں تو نہ حافظ تھا نہ قاری اس لئے انہوں نے جائز طور پر یہ محسوس کیا کہ اس میدان کو ہمیں خود سر کرنا چاہیے" (۳)

---

(۱) عبدالرحمٰن منشی، کتاب زندگی، ۲۶۵ (۲) کتاب زندگی، ۲۶۵

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۷۵

مجلس حسن قراءت کے تحت ملتان میں خوب اچھی محافل قراءت منعقد ہوئیں۔ جن کی وجہ سے ملک کے دوسرے شہروں میں بھی لوگوں کے ذہنوں میں قراءت کی محافل منعقد کرانے کا داعیہ بیدار ہوا۔ تاہم منشی عبدالرحمٰن خان کے انتقال کے بعد یہ تنظیم ختم ہو کر رہ گئی۔ اب "مجلس حسن قراءت" کا وجود ماسوائے منشی صاحب کی کتابوں کے کسی جگہ نہیں ہے۔

تنظیم القراء پاکستان

یہ تنظیم ۱۹۶۰ء میں لاہور میں قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے محرک قاری علی حسین صدیقی ندوی تھے جو مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے قاری تھے۔ ان کے ایماء پر پنجاب یونیورسٹی لاہور شعبہ علوم اسلامیہ کے صدر علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم نے ایک اجلاس بلایا جس میں مختلف دینی جماعتوں کے اراکین شہر کے معروف آئمہ وخطیب حضرات کے علاوہ ترکی امریکہ اور کینیڈا سے تعلق رکھنے والے بعض مسلمان بھی شریک ہوئے یہ اجلاس لاہور کی تاریخی مسجد شاہ چراغ میں منعقد ہوا۔ علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم اس مسجد میں جمعہ کی نماز سے قبل وعظ فرماتے تھے۔

اس اجلاس میں باہم مشورے سے تنظیم القراء پاکستان تشکیل دی گئی۔ تنظیم کا صدر علامہ علاء الدین صدیقی" کو مقرر کیا گیا جبکہ قاری علی حسین صدیقی ندوی جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔[1] اس تنظیم کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱۔ پاکستان کے تمام قراء کو متحد کر کے اشاعت قرآن کریم کی خدمت جلیلہ کیلئے

---

(۱) عبدالرحمٰن منشی، بہار رفتہ، ۱۷۷

تیار کیا جائے ۔

۲۔ اس تحریک اور تنظیم کو باقاعدگی کے ساتھ چلایا جائے ۔

۳۔ ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور مختلف شہروں اور قصبوں میں قراءت قرآن کی مجالس قائم کی جائیں ۔

۴۔ تمام عالم اسلام میں منعقد ہونے والی مجالس قراءت میں اپنے ملک کے قاریوں کو شرکت کے مواقع مہیا کیئے جائیں ۔(۱)

یہ تنظیم اچھے جذبات اور اچھے ارادوں سے قائم ہوئی تھی ۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر غیر مؤثر رہی ۔ اس کی بڑی وجہ عہدیداران کی سرکاری مصروفیات تھیں جس کی بناء پر مرد وحضرات تنظیمی امور پر خاطر خواہ توجہ مرکوز نہ کر سکتے تھے ۔ جبکہ کسی بھی نوزائیدہ تنظیم کا قائم رکھنا اور اس کے کاموں میں تسلسل کا برقرار رکھنا خاصا وقت طلب اور جرأت آزما کام ہوتا ہے ۔ یہ کام فرصت کا متقاضی ہے ۔ نیز یہ کہ اس تنظیم کی خاطر خواہ تشہیر بھی نہ ہو سکی کہ عام لوگ اس میں شریک ہو کر تنظیم کے کام کو آگے بڑھا سکتے ۔ بہرحال وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں تنظیم القراء پاکستان بلند ارادوں اور بلند مقاصد کے باوجود غیر مؤثر ہو کر رہ گئی اور اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی ۔ اور دونوں اکابر یعنی علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم ؒ صدر تنظیم القراء پاکستان اور قاری علی حسین صدیقی ندوی سیکرٹری جنرل تنظیم القراء پاکستان کے انتقال کے بعد یہ تنظیم ختم ہو گئی

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی، کتاب زندگی ص ۷۷۵، ۷۷۶

مجلس خدام القرآن، لائل پور مغربی پاکستان

مجلس خدام القرآن لائلپور کا قیام ۱۹۶۶ء کو عمل میں آیا۔ اس مجلس کے قیام کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱۔ لائلپور کے مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں اور طالب علموں میں قرآن پاک کی تعلیمات کا ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے ہائی سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کیلئے تجوید و قراءت اور قرآن پاک کی تعلیم کا اہتمام

۲۔ مظاہرہ ہائے حسن قراءت کا انعقاد۔

ا۔ دینی مدرسوں ہائی سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کا مظاہرۂ قراءت

ب۔ پاکستان کے قراء حضرات کا مظاہرہ حسن قراءت۔

ج۔ بین الاقوامی مظاہرہ حسن قراءت۔

۳۔ مدرسۂ تجوید و قراءت کا قیام

۴۔ قرآن پاک کے موضوعات پر تحریری و تقریری مقابلوں مباحثوں اور مذاکروں کا اہتمام۔[1]

مجلس کے تحت شہر کے علمائے دین قراء حضرات و دیگر حضرات کے مشورہ سے مستفیض ہونے کیلئے تین مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مجلس منتظمہ۔ مجلس مشاورت اور مجلس معاونین مجلس منتظمہ عہدیداران و اراکین پر مشتمل تھی جبکہ مجلس مشاورت میں قراء حضرات علمائے کرام اور ماہرین تعلیم اور مجلس معاونین میں دین کی نسبت رکھنے والے اہل ثروت حضرات کو شامل کیا گیا۔

---

(۱) تعارف مجلس خدام القرآن لائلپور مغربی پاکستان ۔ ۴ ۔ ۵

مجلس خدام القرآن نے اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کی غرض سے ۱۹۶۶ء میں مدرسہ مرکزی ترتیل القرآن قائم کیا جس میں علم تجوید وقراءت کی مفت تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔

اس کے علاوہ رمضان المبارک کے دوران مجلس کے تحت اس مدرسہ میں دورۂ تجوید کا اہتمام کا بھی کیا جانے لگا۔ دورۂ تجوید ایک مختصر دورانیہ کا نصاب تجوید تھا جو بیس پچیس دنوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس نصاب کے ذریعہ عام لوگ مستفید ہوتے تھے۔

اس مجلس کے تحت مقامی مظاہرۂ ہائے حسن قراءت منعقد کرائے گئے اس کے علاوہ ۱۹۶۷ء میں جشن نزول قرآن کے سلسلے میں محفل قراءت منعقد ہوئی جس میں مقامی قراء کے علاوہ مصر کے تین معروف قراء نے شرکت کی۔ پھر ۱۹۶۸ء میں بین الاقوامی مظاہرۂ حسن قراءت منعقد کرایا گیا۔ جس میں پاکستان کے معروف قراء کے علاوہ۔ ایران ترکی۔ عراق۔ شام اردن اور مصر کے قاری حضرات نے شریک ہوئے لائلپور کی تاریخ میں یہ اجتماع اپنی نوعیت کا پہلا بے مثال اجتماع تھا۔ اس محفل میں مصر کے عالمی شہرت کے حامل قاری عبدالباسط محمد عبدالصمد اور قاری خلیل حصری بھی شریک ہوئے۔ جو پہلی بار پاکستان تشریف لائے تھے۔

مجلس خدام القرآن کا آغاز بڑا بھرپور تھا۔ اور لائلپور (فیصل آباد) کی حد تک اس مجلس نے علم تجوید کا ذوق پیدا کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ لیکن یہ مجلس اس تسلسل کو برقرار نہ رکھ سکی اور دو تین برس کے بعد اس کا وجود ہی ختم ہو کر رہ گیا۔

اتحاد القراء پاکستان

پاکستان کی تاریخ میں پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کا دن بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس روز ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی ملک میں اسلامی نظام بالاتری قائم کرنے کیلئے مختلف اقدامات شروع کیئے۔ انہوں نے حکم جاری کیا کہ دینی مدارس کے نصاب سے متعلق ایک کمیٹی قائم کی جائے اور وہ ایک مفصل رپورٹ تیار کرے جسمیں مدارس کے نصاب میں اصلاحی تجاویز مرتب کی جائیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لاہور کے بعض قراء کرام نے ایک تنظیم اتحاد القراء پاکستان کے نام سے قائم کی جس کے مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ وہ تجوید وقراءت کا ایک نصاب مرتب کرکے حکومت کو ارسال کرے تاکہ علم تجوید وقراءت کو بھی باقاعدہ مدارس کے دینی نصاب میں شامل کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں قاری احمد میاں تھانوی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"ماہ وسن تو مجھے یاد نہیں صدر ضیاء الحق کا دور تھا۔ جب انہوں نے احکامات جاری کیئے اور دینی مدارس کے نصاب سے متعلق ایک کمیٹی قائم کی جس نے دینی مدارس کے بارے میں ایک رپورٹ بھی تیار کی۔ اس موقع پر احقرنے محسوس کیا کہ جب حکومت دینی مدارس کا مشترکہ نصاب مقرر کر رہی ہے تو تجوید وقراءت کے مدارس بھی مل کر اور قراء کی جماعتیں متفق ہوکر ایک نصاب تعلیم تجوید وقراءت پر مشتمل حکومت پاکستان کو ارسال کریں۔ چنانچہ میں حضرت

استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس تجویز کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ فوری طور پر ملک بھر سے تمام ہم خیال قراء کو لاہور میں جمع کرنے کا اہتمام کرو۔ چنانچہ اس سلسلے میں احقر قاری عبدالرحمٰن ڈیروی صاحب قاری فاروق احمد صاحب اور قاری عبدالملک صاحب کے باہمی تعاون سے قراء کی ایک میٹنگ لاہور میں بلوائی جس کی تمام تر راہنمائی حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانویؒ قدم قدم پر فرماتے رہے۔ اور یوں آپکی سرپرستی میں ہم نے "اتحاد القراء" کے نام سے ایک قومی سطح کی تنظیم قائم کی جسمیں ملک بھر کے قراء کرام شریک ہوئے۔ اسی تنظیم نے آگے چل کر نصاب کمیٹی کو ایک مکمل نصاب تعلیم تجوید و قراءت ارسال کیا"(۱)

اتحاد القراء پاکستان نے نصاب تعلیم کی ترسیل کے علاوہ کیا نمایاں کام سرانجام دیئے اس بارے میں مصدقہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں البتہ اتحاد القراء کی چند شاخیں دوسرے شہروں میں بھی قائم ہوئیں لیکن اس کے باوجود یہ تنظیم فعال نہ رہی۔ اس کی ایک شاخ فیصل آباد میں بھی قائم ہوئی جس کے تحت کبھی کبھار محفل قراءت منعقد ہوتی ہے۔

(۱) عزیر احمد، منبع علوم و فنون سوانح قاری اظہار احمد، ۱۸۳-۱۸۲

اقرا

یہ قراء حضرات کی عالمی تنظیم ہے۔ جس کا پورا نام ہے

INTERNATIONAL QURAN RECITERS ASSOCIATION

اس پورے نام کے پہلے پہلے حروف کو جمع کر کے اس کا اختصاریہ IQRA اقرا بنایا گیا ہے۔ اس تنظیم کی داغ بیل مصر میں ڈالی گئی۔ جس کی ایک شاخ پاکستان میں بھی قائم ہوئی۔ پاکستان شاخ کے چیف آرگنائزر پاکستان کے معروف قاری زاہر قاسمی کو مقرر کیا گیا۔ جو اقرا کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ اس تنظیم کے مرکزی عہدیداران میں شیخ القراء محمود الحصری۔ شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد جیسے بین الاقوامی معرفت رکھنے والے قراء شامل تھے۔ ان دونوں حضرات نے اپنی اس تنظیم کے حوالے سے پاکستانی مسلمانوں کے نام ۱۹۷۱ء میں ایک اپیل جاری کی۔ یہ اپیل عربی زبان میں ہے جس کا اردو ترجمہ ایک مطبوعہ پمفلٹ میں ان الفاظ میں شائع کیا گیا

"شیخ القراء شیخ محمود الحصری اور شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد اور دنیائے اسلام کے دوسرے ممتاز قاریوں کا پاکستانیوں کے نام پیغام

ایسے دور میں جبکہ لادینی تحریکات اپنے شباب پر ہیں جبکہ عالم اسلام مصائب کا شکار ہے جبکہ اسرائیل اور دوسری طاغوتی طاقتیں قرآن پاک میں تحریف کر کے کروڑوں کی تعداد میں شائع کرا کر اس کو غلط کرنے کے درپے ہیں پاکستانی

مسلمانوں نے قرآن کریم کی خدمت و حفاظت جس خلوص و محبت اور عظمت کے ساتھ والہانہ انداز میں کی ہے اُسے تمام عالم اسلام کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ "اقرا" خدمت قرآن اور عالم اسلام میں اتحاد و رابطہ کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ ہمیں امید ہے اور ہماری آپ سے درخواست بھی ہے کہ آپ ہماری اس عالمی تنظیم "اقرا" کی دامے درمے قدمے سخنے زیادہ سے زیادہ مدد فرمائیں گے وما توفیقی الا باللہ (۱)

پاکستان میں اس تنظیم نے اپنے کام کا آغاز ۱۹۶۸ء سے کیا جبکہ عالمی سطح پر پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں سب سے پہلی بین الاقوامی محفل قراءت کا انعقاد کیا گیا۔ پھر ہر سال اس نوعیت کی محافل قراءت "اقرا" کے تحت منعقد ہونے لگیں۔ جن شہروں میں یہ محافل منعقد ہوئیں ان میں کراچی لاہور۔ راولپنڈی۔ پشاور کوئٹہ۔ لائلپور (فیصل آباد) شامل ہیں (۲) "اقرا" کے تحت پاکستان میں آخری محفل قراءت ۱۹۷۱ء میں منعقد ہوئی۔ جس میں مقامی قراء کے علاوہ دس اسلامی ممالک کے بیس قاریوں نے حصہ لیا۔ اس محفل کے بعد قاری زاہر قاسمی جو "اقرا" کے چیف آرگنائزر تھے اپنی بیماری کی وجہ سے اس تسلسل کو جاری نہ رکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد "اقرا" پاکستان کی حد تک ختم ہی ہو گئی۔ پھر بیس برس بعد فیصل آباد میں اقراء کی نشاۃ ثانیہ ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔ جس کے صدر قاری محمد طاہر اور سیکرٹری جنرل ڈاکٹر صولت نواز مقرر ہوئے۔ "اقرا" کا ترجمان ماہنامہ "التجوید" جاری کیا گیا

---

(۱) زاہر قاسمی قاری۔ پمفلٹ قاریوں کی عالمی تنظیم۔ ۲

(۲) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

بزمِ ندائے مسلم پاکستان

یہ بزم لاہور کے چند نوجوانوں نے قائم کی ہے جس کا دفتر بی I ٹاؤن شپ لاہور میں واقع ہے۔ اس بزم کے قیام کا سب سے بڑا اور واحد مقصد قرآن مجید کو تجویدی قواعد کے مطابق پڑھنے کی ترغیب دتشویق دلانا ہے۔ اس مقصد کیلئے بزم نے قرآن مجید کو بذریعہ ڈاک پڑھانے کا انتظام وا ہتمام کیا ہے۔ اور تجویدی قواعد پر مشتمل چار مختصر پمفلٹ شائع کئے ہیں۔ ان پمفلٹ کا عنوان "آیئے قرآن شریف پڑھیں" ہے۔ جن میں حروف و مخارج کی ادائیگی وغیرہ کو شکلوں اور خاکوں کی مدد سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تمام پمفلٹ شائقین کو بذریعہ ڈاک ارسال کیئے جاتے ہیں۔ کورس کی مدت تین ماہ مقرر کی گئی ہے اور یہ سلسلہ بیس اسباق اور پانچ امتحانی پرچوں پر مشتمل ہے جو چار قسطوں میں مکمل کرایا جاتا ہے۔ ہر پرچے میں اسی فیصد نمبر حاصل کرنا ضروری ہیں کورس کی تکمیل پر سند بھی دی جاتی ہے۔

بزم ندائے مسلم پاکستان اچھے جذبے قائم کی گئی ہے۔ بزم کے اراکین نے مقدور بھر اس بات کی کوشش کی ہے کہ عام لوگوں میں قرآن مجید کو تجوید کے مطابق تلاوت کرنے کا داعیہ پیدا ہو اور وہ علم تجوید سے شناسائی بھی حاصل کر سکیں۔ تاہم قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس بزم کو اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہی لوگوں میں تاحال اس کو قبول عام حاصل ہو سکا ہے۔

انجمن صوت القراء پاکستان

انجمن صوت القراء پاکستان ۱۹۶۸ء میں قائم ہوئی

اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ اس انجمن کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ملک کے تعلیمی اداروں مساجد اور دیگر اجتماعات میں محافل قراءت منعقد کر کے طلباء اور عوام میں تعلیمات قرآنی کا شوق پیدا کرنا۔ اور دینی شعور بیدار کرنا۔

۲۔ اسلام کی سربلندی اور ارتقاء کیلئے طلبہ اور عوام کو متحد کر کے ان کے اخلاق کی اصلاح اور کردار کی تکمیل کرنا ہے

۳۔ اسلام اور فن تجوید و قراءت کی خاطر وقتاً فوقتاً لٹریچر شائع کرنا جس میں ایک ماہانہ یا سہ ماہی جریدے کا اجراء بھی شامل ہے۔

۴۔ انجمن کے زیر انتظام خصوصاً تجوید و قراءت کے حوالے سے ایک لائبریری کا قیام عمل میں لانا اور اس میں سمعی بصری (آڈیو ویڈیو) ریکارڈنگ کی موجودگی کو یقینی بنانا۔

۵۔ تعلیمی اداروں کے نصاب میں تجوید و قراءت کو بطور مضمون شامل کروانے اور قاری طلباء کو فن تجوید و قراءت کی بنیاد پر تعلیمی اداروں میں سہولتیں دلانے کی کوشش کرنا۔

۶۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر قاری طلباء کو نمائندگی دلانے اور فن تجوید و قراءت سے متعلق اسباق نشر کروانے کے لئے جدوجہد کرنا

۷۔ دیگر اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی عالمی مقابلہ حسن قراءت اور بین الاقوامی محافل قراءت کے انعقاد کی سعی کرنا۔ (۱)

اس انجمن کی حیثیت محض کاغذی ہے۔ ارکان کی تعداد بھی چند افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۹۹۶ء میں

(۱) تعارف نامہ، انجمن صوت القراء پاکستان، ص ۳-۴

محکمہ اوقاف حکومت پاکستان نے مصر۔ بنگلہ دیش اور چند دوسرے ممالک کے قراء کو دعوت دی۔ ان حضرات کے اعزاز میں پاکستان کے مختلف شہروں میں محافل قراءت منعقد کیں انجمن صوت القراء نے محکمہ سے ان محافل کے انعقاد میں تعاون کیا۔ اس سے زائد اس انجمن کی کوئی نمایاں کارکردگی سامنے نہیں آئی۔

جمعیت القرآن پاکستان

جمعیت القرآ پاکستان کے نام سے تین تنظیمیں قائم ہوئیں۔ دو لاہور میں اور ایک ملتان میں بنی۔ ملک میں جب محافل قراءت منعقد کرانے کا رواج ہوا تو ریڈیو پاکستان نے بھی محفل قراءت کو اپنے پروگراموں میں جگہ دی۔ اسی طرح مختلف قراء کرام کو ریڈیو پاکستان کے تحت منعقد ہونے والی محافل قراءت میں شریک ہونے کے مواقع ملے۔ لاہور سٹیشن سے نشر ہونے والی محفل قراءت میں جو قاری حضرات شرکت کرتے تھے انہوں نے ریڈیو اور ٹیلی وژن پر تلاوت کرنے والے قراء حضرات پر مشتمل ایک تنظیم قائم کی۔ جس کا نام انہوں نے مرکزی جمعیت القراء رکھا۔ (۱)

قرائن اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ تنظیم قائم تو ہوئی لیکن اس تنظیم نے علم تجوید و قراءت کے فروغ کے سلسلے میں کوئی قابل قدر کام نہ کیا۔ اسکی حیثیت نشستند گفتند برخاستند سے آگے نہ بڑھ سکی۔

اسی نام سے دوسری تنظیم بھی لاہور ہی میں قائم ہوئی۔ جس کا قیام ۱۹۹۲ء کو عمل میں آیا۔ یہ جمعیت لاہور کے چند نوجوان قاری حضرات نے قائم کی ہے۔ جس کا بڑا اور واحد مقصد محافل قراءت کا انعقاد ہے تاکہ ان کے ذریعے لوگوں میں تجوید و قراءت کا ذوق اور رغبت پیدا ہو۔ جمعیت القراء وقتاً فوقتاً محافل قراءت منعقد کراتی ہے اور سال میں ایک مرتبہ کل پاکستان سطح پر بڑی محفل قراءت منعقد کراتی ہے۔ جس میں پاکستان بھر سے نامور قراء شرکت کرتے ہیں۔

۱۔ عزیز احمد تھانوی، منبع علوم و فنون سوانح قاری اظہار احمد، ۱۸۳

جمعیت القراء پاکستان

جمعیت القراء پاکستان ہی کے نام سے تیسری تنظیم ملتان میں قائم ہوئی۔ یہ بات تو پہلے مذکور ہو چکی کہ سب سے پہلی تنظیم مجلس حسن قراءت کے نام سے ملتان میں قائم ہوئی۔ جس کے تحت ملتان میں بھرپور محافل قراءت منعقد کی گئیں۔ ان محافل کی کامیابی کو دیکھ کر بعض لوگوں نے جمعیت القرآء کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔

منشی عبدالرحمٰن کے قول کے مطابق اس جمعیت کے قیام کا مدعا اور مقصد اشاعت و ترویج قراءت نہ تھا بلکہ کچھ دنیاوی اغراض سامنے تھیں کیونکہ سرکاری اقدامات کے تحت قاری حضرات کو سکولوں وغیرہ میں نوکریاں ملنے لگ گئی تھیں اس ضمن میں منشی عبدالرحمٰن خان لکھتے ہیں۔

" دین کی آڑ میں دنیا کمانے والے مفاد پرست اور خود غرض طبقہ نے اتحاد بین المسلمین کی اس مثالی تنظیم میں تفریق ڈالنے کیلئے مجلس حسن قراءت اور تنظیم القراء کے مقابلہ میں بریلویوں کی ایک الگ تنظیم جمعیت القراء پاکستان کی بناء ڈالی۔ اور حکام بالا کو یہ فریب دیکر کہ تحریک جائزہ حسن قراءت کے وہ بانی ہیں ملازمتیں حاصل کر لیں حالانکہ ان کا مجلس حسن قراءت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہ تھا "(۱)

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی، کتاب زندگی، ۲۷۸

تعلیم القرآن ٹرسٹ

پاکستان اور بعض دیگر اسلامی ممالک میں قرآنی تعلیم اور علم تجوید و قراءت کو عام کرنے میں تعلیم القرآن ٹرسٹ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھی مرحوم تھے۔ ان کے والد ہندو ساہوکار تھے جو گوجرانوالہ کے موضع تریگڑی کے رہنے والے تھے۔ سودی کاروبار ان کا پیشہ تھا۔ اپنے علاقہ میں لالہ جواندامل کے نام سے ایک معروف شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں ہدایت کی دولت سے مالامال کیا امام غزالیؒ کی کتب کے مطالعہ سے ان پر اسلام کی حقانیت منکشف ہوئی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور جواندامل سے شیخ عبدالرّحیم موسوم ہوئے۔ ان کے دل میں اللہ تعالےٰ نے قرآن کی خدمت کا داعیہ پیدا کیا۔ اسی جذبہ کے تحت انہوں نے اپنے ذاتی خرچ پر لاہور کی ایک مسجد میں قرآنی تعلیم کا مکتب کھولا۔ یہی جذبہ ان کے بیٹے شیخ محمد یوسف سیٹھی کو ورثہ میں ملا۔ انہوں نے ۱۹۶۹ء میں تعلیم القرآن ٹرسٹ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا بنیادی مقصد ملک کے مختلف حصوں میں قرآنی تعلیم کے مکاتب قائم کرنا تھا۔ ٹرسٹ کے تمام اخراجات وہ خود برداشت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان والوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی آمدن کا پانچواں حصہ ٹرسٹ کو دیں۔

ٹرسٹ کسی بھی علاقے کے لوگوں کے عملی تعاون سے قرآنی مکتب کھولتا ہے۔ اس سلسلے میں ٹرسٹ کا طریق کار یہ ہے کہ وہ مقامی لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے علاقے

میں قرآنی مکتب کھولنے کا بندوبست کریں۔ اس سلسلے میں ٹرسٹ بھرپور معاونت کرے گا اور پورے اخراجات کا ایک تہائی حصہ مالی امداد بھی دیگا۔ ٹرسٹ کی اس تحریک پر پاکستان کے تقریباً تمام بڑے چھوٹے شہروں میں قرآنی مکاتب قائم ہوگئے۔ جن میں مستند جید قراء کرام قرآن مجید کو تجوید وقراءت کے مطابق تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ تعلیم القرآن ٹرسٹ نے ایک ادارہ معھد القرآن الکریم کے نام سے مانسہرہ میں قائم کیا۔ جہاں مستند قاری حضرات کو تدریس القرآن کی تربیت دی جاتی تھی۔ گویا یہ ایک ایسا مرکز تھا جہاں قران کریم کی تعلیم کیلئے قاری اساتذہ تیار ہوتے تھے۔ (یہ مرکز اب بھی قائم ہے لیکن اب اس نے مستقل مدرسہ قراءت کی صورت اختیار کرلی ہے۔ تربیت اساتذہ والی کیفیت اب باقی نہیں رہی۔ اس مدرسہ کے کوائف وحالات باب چہارم میں سرحد کے مدارس کے ذیل میں مندرج ہیں۔ راقم)

تعلیم القرآن ٹرسٹ نے ۱۹۶۶ء میں اس بات کی بھی کوشش کی کہ مدارس ومساجد میں حفظ قرآن اور تجوید وقراءت کے مکاتب کے اجراء کے ساتھ سکولوں میں بھی اس کار خیر کا اجراء کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے سکولوں میں بھی مساجد کی طرح مستند قراء کو مقرر کیا جائے تاکہ سکول کے طلباء بھی تجوید کے مطابق قرآنی تعلیم سے بہرہ ور ہوسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھی نے محکمہ تعلیم کے ارباب حل وعقد سے رابطہ قائم کیا جسکے نتیجے میں سیکرٹری تعلیمات حکومت مغربی پاکستان نے ایک حکمنامہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ صوبے کے تمام سرکاری وغیر سرکاری سکولوں میں مسلمان طلباء کیلئے قرآن مجید کی تدریس کی غرض سے قراء اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ اس منصوبے کے جملہ اخراجات تعلیم القرآن ٹرسٹ کے ذمہ ہونگے۔ اس سکیم کے تحت ملک کے بیشتر سکولوں میں

قاری اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا۔

یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ تعلیم القرآن ٹرسٹ نے نہ صرف پاکستان میں قرآنی تعلیم کے مراکز قائم کیئے بلکہ ٹرسٹ کو مرکز اسلام سعودی عرب مکہ و مدینہ میں بھی ایسے مراکز کھولنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور اس طرح پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے کی عملی تعبیر سامنے آئی۔ سعودی عرب کے مختلف شہروں میں قرآنی تعلیم کے مراکز کا قیام رابطہ عالم اسلامی کے شیخ صالح قزاز کے توسط سے عمل میں آیا۔ اور پاکستان سے فاضل قراء کرام کو بطور اساتذہ ان مراکز میں بھیجا جانے پایا۔ اور یہ کہ ان اساتذہ کی تنخواہوں کا ایک تہائی حصہ ٹرسٹ ادا کرے گا۔ اس مقصد کیلئے حکومت پاکستان نے ساٹھ ہزار روپے سالانہ زر مبادلہ دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ سہولت ختم کردی گئی۔ مکہ مکرمہ میں جماعۃ الخیریہ تحفیظ القرآن کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جسکی نگرانی تعلیم القرآن ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھیؒ کے سپرد ہوئی جماعت الخیریہ تحفیظ القرآن کا آغاز شعبان ۱۳۸۲ھ کو عمل میں آیا۔ اس کا تذکرہ سعودی عرب سے شائع ہونے والے گزٹ میں ان الفاظ میں کیا گیا۔

" بدأت المسيرة المباركة للجماعة الخيرية لتحفيظ القرآن الكريم بمكة المكرمة في شهر شعبان سنة ١٣٨٢ھ عند ما وصل من باكستان فضيلة الشيخ محمد يوسف سيتي الباكستاني وطرح فكرة انشاء مدارس لتحفيظ القرآن الكريم في المملكة العربية السعودية اسوة بعمله الذي قام به في باكستان فلقيت هذه الفكرة ارتياحا واستحسانا لدى القائمين لنشرون هذه

البلاد المبارکة ....

فتأسست فی شہر رمضان سنة ۱۳۸۲ھ جماعة تحفیظ القرآن الکریم بمکة المکرمہ۔ وھی اول جماعة تأسست بالمملکة العربیة السعودیہ وتعتبر نواة لغیرھا من الجماعات التی تأسست فی المدینة المنورہ والریاض وجدة والطائف والباحة وبریدہ وغیرھا من مناطق المملکة (۱)

جماعت خیریہ برائے حفظ القرآن مکہ مکرمہ کا بابرکت قیام شعبان ۱۳۸۲ھ کو عمل میں آیا جبکہ پاکستان سے ایک بزرگ شیخ محمد یوسف سیٹھیؒ یہاں تشریف لائے اور انہوں نے پاکستان کی طرز پر سعودی عرب میں بھی حفظ قرآن کے مدارس قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ ان کی اس تجویز کو یہاں پر بنظر استحسان دیکھا گیا۔ اور یہاں کے مقدس شہروں میں ایسے مدارس قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ....

چنانچہ ماہ رمضان ۱۳۸۲ھ کو مکہ مکرمہ میں جماعت تحفیظ القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ مملکت سعودی عرب میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی تنظیم تھی جس کا قیام ان تنظیموں سے بالکل جداگانہ تھا جو اس قبل مملکت کے مختلف شہروں یعنی مدینہ منورہ ریاض جدّہ طائف اور بریدہ وغیرہ میں قائم ہو چکی تھیں۔

اس تنظیم کے پہلے صدر شیخ محمد یوسف سیٹھیؒ تھے جبکہ نائب صدر علوی بن عباس مالکی کو مقرر کیا گیا۔ اس کے اراکین میں جناب محمد صالح قزاز اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ محمد

(۱) روئیداد۔ وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد جماعت تحفیظ القرآن الکریم مکۃ المکرمہ ۷

ابراھیم - جناب صالح باحارث اور جناب شیخ عبداللہ بن سعید شامل تھے[۱]۔

شیخ محمد یوسف سیٹھی کے انتقال کے بعد شیخ علوی بن عباس مالکی شیخ حسن بن محمد المشاط شیخ محمد صالح قزاز جماعت تحفیظ القرآن کے یکے بعد دیگرے صدر بنے۔ ۱۴۰۹ھ میں شیخ محمد صالح قزاز کا انتقال ہوگیا تو جماعت کی صدارت شیخ محمد صالح باحارث کے سپرد ہوئی آج کل وہی جماعت کے سربراہ ہیں[۲]۔

پاکستان۔ سعودی عرب میں نمایاں کامیابیوں کے بعد تعلیم القرآن ٹرسٹ نے سوڈان۔ شام اور کویت میں بھی قرآنی تعلیم کے مراکز قائم کئے[۳] ٹرسٹ نے اس لحاظ سے قرآنی تعلیم کو عام کرنے کی ایسی خدمت سرانجام دی جس کے اثرات ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اگرچہ ٹرسٹ کے تحت قائم ہونے والے مراکز و مدارس میں زیادہ توجہ حفظ قرآن اور ناظرہ تعلیم کی طرف دی گئی تاہم اس کی وجہ سے بالواسطہ علم تجوید و قراءت کو فروغ حاصل ہوا۔ کہ ان مراکز میں تدریس پر مامور اساتذہ سبعہ و عشرہ کے جید قاری ہیں اور تجوید کے مطابق ہی حفظ کراتے اور ناظرہ پڑھاتے ہیں افسوس کہ سیٹھی صاحب کے انتقال کے بعد پاکستان میں ٹرسٹ کی وہ صورت حال برقرار نہ رہ سکی۔ اگرچہ مراکز قائم ہیں تاہم ہر مرکز خود مختار ادارہ ہے۔ سعودی عرب میں جماعت تحفیظ القرآن کا انتظام وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد کے سپرد ہے جس کے صرف مکہ مکرمہ میں ایک سو چودہ مدارس میں قران کی خدمت ہو رہی ہے[۴]

---

(۱) روئیداد - وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد جماعت تحفیظ القرآن الکریم مکہ مکرمہ ۱۴۱۵ھ - ۸

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۳) سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ۳/۵۰۴ (۴) روئیداد وزارۃ الشئون اسلامیہ ۱۴۱۵ھ - ۸

تعلیم القرآن خط و کتابت سکول

یہ تنظیم ۱۹۷۶ء میں قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے قیام کا خیال سب سے پہلے لاہور کے معروف استاد حافظ نذر احمد صاحب کے دل میں پیدا ہوا۔ جو کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر رہے۔ پھر انہوں نے لاہور میں شبلی کالج کے نام سے اپنا تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اس ادارے کے ایک طالب علم کے نام بائبل سوسائٹی کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جسمیں کچھ بائبل کے اسباق وغیرہ تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایسا ہی ایک خط حافظ نذر احمد صاحب کے نام بھی آیا جس میں انہیں عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ بس یہی خط تعلیم القرآن خط و کتابت سکول نامی تنظیم کے قیام کا باعث بنا حافظ صاحب نے عیسائی مشنریوں کی کوششوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے چند اہل خیر ساتھیوں کے تعاون سے قرآنی تعلیم و تبلیغ کے کام کو شروع کیا۔

اگرچہ بنیادی طور پر یہ تنظیم عیسائی مشنریوں کی یلغار کو روکنے کیلئے قائم کی گئی تھی تاہم آہستہ آہستہ اس تنظیم کے تحت قرآن حکیم کی ناظرہ تلاوت اور تدریس حفظ کا انتظام بھی بطریق احسن ہونے لگا۔ تعلیم القرآن خط و کتابت سکول کا دائرہ عمل پورے پاکستان پر محیط ہے لیکن اس تنظیم کا زیادہ تر کام پاکستان کی جیلوں میں ہو رہا ہے۔ جہاں قیدیوں کو قرآن کریم کی ناظرہ و حفظ تعلیم دی جاتی ہے۔ ساری تعلیم خط و کتابت کے ذریعہ ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی ہر جیل میں قاری معلم بھی مقرر کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی ناظرہ

اور حفظ تعلیم کے ساتھ دیگر اسلامی تعلیمات کا انتظام و اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پانچ مختصر کورسز کی کتابیں بھی قیدی طلباء کو مہیا کی جاتی ہیں۔ مخصوص مدت میں ان مجوزہ کورسز کو مکمل کرنے والے قیدی طلباء کا باقاعدہ تحریری اور شفاہی امتحان لیا جاتا ہے۔ اس مقصد کیلئے ممتحن حضرات امتحانی نظم الاوقات کے مطابق جیل میں جا کر امتحان لیتے ہیں۔ کامیاب طلباء کیلئے حکومت کی طرف سے ان کی قید کی مدت میں تخفیف کردی جاتی ہے۔ [۱]

۱۹۷۴ء سے لیکر ۱۹۹۳ء تک بیس برسوں میں اس تنظیم کے تحت استفادہ کرنے والے طلباء کی تعداد ۳۹۷۲۲۳ ہو چکی تھی۔ اس تعداد میں مسلمان طالب علم بھی شامل ہیں اور غیر مسلم بھی۔ + یہ تعداد ان طلباء کی ہے جو عام ہیں اور پاکستان کے مختلف علاقوں قصبوں اور شہروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیلوں میں محبوس طلباء اس کے علاوہ ہیں۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کی جیلوں میں جن قیدی طلباء نے تعلیم القرآن خط وکتابت سکول سے استفادہ کیا ان کی تعداد ۸۱۱۱ ہے [۲]
تعلیم القرآن خط وکتابت سکول کے نظم کے تحت قرآن کریم ناظرہ پڑھنے والے اور حفظ کرنے والے قیدی طلباء کی تعداد وغیرہ سے متعلق گوشوارہ حسب ذیل ہے جس سے اس تنظیم کی کارکردگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

---

(۱) ہفت روزہ ندا ۱/ شمارہ ۳۔ ۲۲ مارچ ۱۹۸۸

(۲) ہمارے بیس سال (تعلیم القرآن خط وکتابت سکول پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱۲ لاہور

گوشوارہ اعداد و شمار ۱۹۹۳ء جیل خانہ جات پنجاب قرآن کریم حفظ و ناظرہ

جیل	مکمل حفظ کیا	ناظرہ مکمل کیا	جیل	مکمل حفظ کیا	ناظرہ مکمل کیا
۱ سینٹرل جیل فیصل آباد	۲	۳۸۶	۱۵۔ ڈسٹرکٹ جیل قصور	-	۴۰
۲ ،، ،، میانوالی	۳	۲۵۳	۱۶۔ ،، ،، جہلم	-	۳۳
۳ ،، ،، بہاولپور	—	۱۸۸	۱۷۔ بورسٹل جیل بہاولپور	-	۲۶
۴ ،، ،، ملتان	—	۱۵۵	۱۸۔ ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ	-	۴۶
۵ ،، ،، ساہیوال	-	۱۱۲	۱۹۔ ،، ،، اٹک	-	۲۹
۶۔ ،، ،، لاہور	۱	۱۲۲	۲۰۔ ،، ،، ملتان		۲۵
۷۔ ،، ،، راولپنڈی	-	۹۹	۲۱۔ ،، ،، جھنگ		۴۲
۸۔ ،، ،، گوجرانوالہ	-	۸۰	۲۲۔ ،، ،، رحیم یار خاں		۲۱
۹ ،، ،، ڈیرہ غازیخاں	-	۴۲	۲۳۔ ،، ،، گجرات		۱۴
۱۰ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ		۱۵۳	۲۴۔ ،، ،، راجن پور		۷
۱۱ ،، ،، فیصل آباد	+	۱۰۶	۲۵۔ ،، ،، بہاولنگر	-	-
۱۲ ،، ،، شاہ پور	۱	۵۹			
۱۳ ،، ،، لاہور	-	۴۶			
۱۴ ،، ،، سرگودھا	-	۳۸			

گوشوارہ اعداد و شمار ۱۹۹۳ جیل خانہ جات پنجاب قرآن کریم حفظ ناظرہ

نوٹ:۔ یہ گوشوارہ صرف ایک برس کا ہے۔ اسی پر قیاس کر کے اس ادارے کی کارکردگی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے

دینی جرائد و مجلّات

سہ ماہی "الاحسان"

سہ ماہی "الاحسان" کا آغاز ماہ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں ہوا۔ اس رسالہ کے سرپرست صوبہ سرحد کے معروف روحانی پیشوا بزرگ مولانا سید عبدالرؤف ہیں۔ جو دارالعرفان اوگی ضلع مانسہرہ کے بانی اور مہتمم بھی ہیں۔ اس لحاظ سے سہ ماہی "الاحسان" دارالعرفان اوگی کا ترجمان ہے اس جریدے کے اعزازی مدیر مولانا قاری محمد صدیق ہیں۔ اس میں دینی علمی اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ تاہم بیشتر مضامین کا تعلق تصوف سے ہوتا ہے۔

علم تجوید و قراءت سے متعلق صرف ایک مضمون اب تک شائع ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
بین الاقوامی محفل قراءت (۱)	محمد محمود احمد	واقعاتی

(۱) سہ ماہی الاحسان - جنوری تا مارچ ۱۹۹۵ء

پندرہ روزہ الارشاد جدید

الارشاد جدید پندرہ روزہ جریدہ ہے جس کا آغاز مئی ۱۹۵۲ء کو کراچی سے ہوا۔ پہلے مدیر ملک ابوالفضل عبدالحنان علوی تھے۔ مقام اشاعت پارنس اسٹریٹ نزد دھوتی مارکیٹ کراچی ۳ تھا۔ بعد میں الارشاد جدید آسن مل اور جھاروڈ کراچی سے شائع ہونے لگا۔ محمد سعید پریس والا اور عبدالوکیل خطیب بھی اس کے مدیر رہے۔ اس جریدے میں دینی سیاسی علمی اور تنقیدی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت سے متعلق شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
علم تجوید و قراءت (۱)	عبدالرشید عبیدالرحمٰن فاروقی	علمی
علم تجوید و قراءت (۲)	〃 〃 〃 〃	علمی و فنی
علم تجوید و قراءت (۳)	〃 〃 〃 〃	علمی و فنی
علم تجوید و قراءت (۴)	〃 〃 〃 〃	〃
علم تجوید و قراءت (۵)	〃 〃 〃 〃	〃

---

(۱) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی۔ اپریل ۱۹۶۷ء (۲) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی مئی ۱۹۶۷ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 جون ۱۹۶۷ء (۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 جولائی ۱۹۶۷ء

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اگست ۱۹۶۷ء

علم تجوید و قراءت (۱)	عبدالرشید عبیدالرحمٰن فاروقی	علمی و فنی
علم تجوید و قراءت (۲)	〃 〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۳)	〃 〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۴)	〃 〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۵)	〃 〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۶)	〃 〃 〃 〃	〃 〃
صدق اللہ العظیم علماء و قراء کیلئے لمحہ فکریہ (۷)	سید عبدالرؤف	تنقیدی
بعد تلاوت مستحب ہے صدق اللہ العظیم (۸)	مفتی جمیل احمد تھانوی	تنقیدی
صدق اللہ العظیم علماء و قراء کیلئے لمحہ فکریہ بجواب صدق اللہ العظیم مستحب ہے از مفتی جمیل احمد (۹)	سید عبدالرؤف	تنقیدی
صدق اللہ العظیم علماء و قراء کیلئے لمحہ فکریہ بجواب صدق اللہ العظیم مستحب ہے از مفتی جمیل احمد (۱۰)	سید عبدالرؤف	تنقیدی

(۱) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی ستمبر ۱۹۶۴ء (۲) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی اکتوبر ۱۹۶۴ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 نومبر ۱۹۶۴ء (۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دسمبر ۱۹۶۴ء

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 فروری ۱۹۶۵ء (۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اپریل ۱۹۶۵ء

(۷) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ستمبر ۱۹۸۹ء (۸) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 جولائی ۱۹۹۰ء

(۹) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اگست ۱۹۹۰ء (۱۰) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ستمبر ۱۹۹۰ء

ماہنامہ الارشاد

یہ ماہنامہ جامعہ مدنیہ کیمبل پور کا ترجمان ہے۔ اور دفتر جامعہ مدنیہ کیمبل پور سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے مدیر معروف عالم دین مولانا قاضی زاہدالحسینی ہیں۔ ماہنامہ الارشاد کا آغاز ۱۹۷۱ء جنوری سے ہوا۔ دینی علمی اور اصلاحی ماہنامہ ہے تاہم علم تجوید و قراءت کے حوالے سے اسمیں کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ ارقم

ماہنا آرقم کا آغاز جنوری ۱۹۹۳ء میں ہوا۔ اس کے مدیر محمد تاثر ہیں۔ یہ ماہنامہ دارارقم سوسائٹی کا ترجمان ہے۔ ۵۔۷ ۔بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا سے شائع ہوتا ہے۔ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا

ہفت روزہ الاسلام

ہفت روزہ "الاسلام" کا آغاز ۷۔مارچ ۱۹۷۵ء سے ہوا۔ اس کے ایڈیٹر بشیر انصاری تھے۔ مقام اشاعت جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ ۱۳ مئی ۱۹۸۵ء کو آخری شمارہ شائع ہوا۔ شاید اس کے بعد جاری نہ رہ سکا۔ علم تجوید پر کوئی مضمون ہفت روزہ "الاسلام" میں شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ اصلاحِ ملّت: رمضان ۱۴۰۹ھ سے آغاز ہوا۔ مدیر چوہدری محمد اقبال جبکہ مقام اشاعت سادات مارکیٹ جیا موسیٰ شاہدرہ لاہور ہے۔ متنوع قسم کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون نہیں ہے۔

ماہنامہ انصار اللہ

ماہنامہ انصار اللہ کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا۔ قادیانی جماعت کا ترجمان ہے۔ اس کے ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی جبکہ مقام اشاعت دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ ضلع جھنگ۔ تجوید سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
تلاوت قرآن کریم (۱)	پروفیسر بشارت الرحمن	علم تجوید پر فنی نوعیت کا مضمون ہے

ماہنامہ انوار لاثانی

ماہنامہ انوار لاثانی کا آغاز مارچ ۱۹۹۷ء سے ہوا۔ یہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی کی یاد میں شروع ہوا۔ اس کے ادارہ تحریر میں ایم آر روحانی اور پروفیسر محمد حسین آسی شامل ہیں۔ جبکہ مدیر حاجی بشیر احمد نقشبندی ہیں۔ بیشتر مضامین تصوف سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر علمی و اصلاحی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

---

(۱) ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جولائی ۱۹۶۳ء

ماہنامہ انوار العلوم

ماہنامہ انوار العلوم کا آغاز رجب المرجب ۱۳۷۱ھ مجرے
ہوا۔ اس کے سرپرست مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اور نگران مولانا حافظ
محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جبکہ ادارت کے فرائض محمد نجم الحسن تھانویؒ کے سپرد
تھے۔[1] ماہنامہ انوار العلوم جامعہ اشرفیہ لاہور کے ترجمان کے طور پر شائع ہوتا تھا
۱۹۵۸ء کے بعد یہ ماہنامہ بند ہو گیا۔ اس میں علمی دینی اور اصلاحی مضامین شائع
ہوتے تھے تاہم انوار العلوم کے فائلوں میں علم تجوید وقراءت سے متعلق کوئی مضمون
دیکھنے میں نہیں آیا۔

ماہنامہ انوار مدینہ

ماہنامہ انوار مدینہ کا آغاز جولائی ۱۹۷۰ء کو ہوا
اس کے پہلے اعزازی مدیر پروفیسر یوسف سلیم چشتی تھے جبکہ معاون مدیر کے طور پر
حبیب الرحمٰن اشرفی کا نام مندرج ہے[2] ماہنامہ انوار العلوم جامعہ مدنیہ کریم پارک
لاہور کا ترجمان ہے۔ آج کل سرپرست مولانا خان محمد جبکہ مدیر محمد عبداللہ ہیں۔ علمی دینی
اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں

---

(۱) ماہنامہ انوار العلوم رجب ۱۳۷۱ھ
(۲) ماہنامہ انوار مدینہ جولائی ۱۹۷۰ء

ماہنامہ البلاغ

ماہنامہ البلاغ دارالعلوم کراچی کا ترجمان ہے۔ البلاغ کے سرپرست مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تھے۔ اس ماہنامہ کا آغاز محرم ۱۳۸۷ھ بمطابق اپریل ۱۹۶۷ء سے ہوا۔ اس کے مدیر مولانا محمد تقی عثمانی ہیں۔ مقام اشاعت دارالعلوم کراچی ۱۴ ہے۔ دینی، علمی اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قرارت کے حوالے سے جو مضامین طبع ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

مضمون کا عنوان	مضمون نگار	نوعیت
آہ مولانا قاری عبدالعزیز شوقی (۱)	حبیب الرحمٰن	سوانحی معلوماتی
الامام الشاطبی المغربی (۲)	مولانا عاشق الٰہی	سوانحی علمی
امام شاطبی (۳)	״ ״ ״	علمی
امام القراءت شیخ شمس الدین الجزری ؒ (۴)	״ ״ ״	سوانحی علمی
״ ״ ״ ״ ״ (۵)	״ ״ ״	علمی
״ ״ ״ ״ ״ (۶)	״ ״ ״	״
تاریخ حفاظت قرآن (۷)	تقی عثمانی	شاذ قراءت پر اہم مضمون — علمی

(۱) ماہنامہ البلاغ فروری ۱۹۷۲ء (۲) ماہنامہ البلاغ نومبر ۱۹۷۳ء
(۳) ״ ״ دسمبر ۱۹۷۳ء (۴) ״ ״ ״ مارچ ۱۹۷۴ء
(۵) ״ ״ اپریل ۱۹۷۴ء (۶) ״ ״ ״ جولائی ۱۹۷۴ء
(۷) ״ ״ اکتوبر ۱۹۷۴ء

قرآن کے سات حروف (۱)	محمد تقی عثمانی	علمی
قرآن کے سات حروف (۲)	" " "	"
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (۳)	محمد عمران اشرف عثمانی	علمی تاریخی

ماہنامہ بینات ماہنامہ بینات کا آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ سے ہوا۔ اس کے مرتب محمد عبدالرشید نعمانی تھے۔ پہلے شمارے پر بطور مدیر کسی کا نام مندرج نہیں۔ کچھ عرصہ بعد بطور سرپرست مولانا محمد یوسف بنوری اور مدیر مسئول محمد ادریس کے نام لکھے جانے لگے۔ آج کل مدیر مسئول احمد الرحمٰن ہیں۔ بینات مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا ترجمان ہے۔ اس میں بلند پایہ علمی و اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
امام القراء حضرت نافع مدنیؒ (۴)	قاری محمد حبیب اللہ خان	سوانحی
اعجاز قرآن پر ایک نظر (۵)	نور محمد بی اے	علمی (صوتی حسن)
علم تجوید (۶)	شیخ ابراہیم محمد نغیم	علمی و فنی

(۱) ماہنامہ البلاغ مئی ۱۹۷۶ء (۲) ماہنامہ البلاغ جولائی ۱۹۷۶

(۳) ماہنامہ البلاغ اپریل ۱۹۸۹ء (۴) ماہنامہ بینات شعبان ۱۳۸۳ھ

(۵) ماہنامہ بینات جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ (۶) ماہنامہ بینات محرم ۱۳۹۱ھ

ماہنامہ التجوید

ماہنامہ التجوید کا آغاز رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بمطابق
مارچ ۱۹۹۱ء سے ہوا۔ مقام اشاعت ۸-۷۷-۱۲ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد ہے[1] اب تک اس
کے بیالیس شمارے شائع ہو چکے ہیں۔★ جن میں ایک قاری اظہار احمد تھانوی نمبر بھی شامل ہے
علم تجوید کے حوالے سے یہ جریدہ پاکستان میں شائع ہونے والے جرائد میں منفرد نوعیت
کا حامل ہے۔ اس میں چھپنے والے مستقل عنوانات یہ ہیں۔

۱۔ درس تجوید۔ اس کے تحت علم تجوید کے اسباق قسط وار مسلسل شائع ہوتے ہیں
۲۔ سوال یہ ہے کہ۔ اس عنوان کے تحت علم تجوید سے متعلق لوگوں کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔
۳۔ تذکرۂ قراء۔ اس عنوان کے تحت اکابر قراء کے حالات و کوائف شامل اشاعت کئے جاتے ہیں۔
۴۔ بابرکت محفلیں۔ اس عنوان کے تحت پاکستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہونے والی محافل قراءت کی کارروائی شائع کی جاتی ہے۔

ان مستقل عنوانات کے علاوہ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے جو مضامین
التجوید میں شائع ہوئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

★ نوٹ:۔ یہ تعداد اکتوبر ۱۹۹۶ء تک ہے۔

---

(۱) ماہنامہ التجوید فیصل آباد مارچ ۱۹۹۱ء

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
مجود اوّل واعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۱]	ندارد	علمی
تجوید اور لحن عربی [۲]	قاری اظہار احمد تھانوی	علمی
انٹرویو [۳]	قاری عبدالحیٔ زاہران	معلوماتی تعارفی
سوز قرأت [۴]	پروفیسر الطاف فاطمہ	واقعاتی
ضرورت فن تجوید [۵]	مسز زاہد اشرف	علمی
سوز قرأت [۶]	مریم جمیلہ	واقعاتی
تجوید القرآن [۷]	مولانا قاری محمد سالم	علمی
پہلی محفل [۸]	صدر ضیاء الحق	خطابی
مکہ مکرمہ میں بین الاسلامی مقابلہ تجوید وقرأت [۹]		واقعاتی
حضرت تھانویؒ کی خدمت فن تجوید وقرأت [۱۰]	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	علمی
شجرہ سبعہ قراءات [۱۱]	قاری محی الاسلام	تاریخی

(۱) ماہنامہ التجوید فیصل آباد مارچ ۱۹۹۱ء (۲) ماہنامہ التجوید فیصل آباد جون جولائی ۱۹۹۱ء

(۳) " " " " دسمبر ۱۹۹۱ء (۴) " " " " " دسمبر ۱۹۹۱ء

(۵) " " " " " جنوری ۱۹۹۲ء (۶) " " " " " مارچ ۱۹۹۲ء

(۷) " " " " " مارچ ۱۹۹۲ء (۸) " " " " " مارچ ۱۹۹۲ء

(۹) " " " " " مئی ۱۹۹۲ء (۱۰) " " " " " اگست ۱۹۹۲ء

(۱۱) " " " " " ستمبر ۱۹۹۲ء

علم تجوید و قرات [1]	ڈاکٹر محمد یونس	علمی
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت فن تجوید و قرات [2]		علمی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا اثر [3]	ندارد	تاریخی
بابائے تجوید و قرات [4]	"	سوانحی
ملفوظات شاہ ابرار الحق [5]	یار محمد رئیسانی	علمی مخارج سے تعلق
ملفوظات شاہ ابرار الحق [6]	" " "	" " "
علم تجوید و قرات [7]	قاری عبدالعزیز شوقی	علمی
حق القرآن [8]	یار محمد رئیسانی	"
پاکستانی قاری کی تجوید [9]	حافظ احمد یار	واقعاتی
قرات و تجوید کی ضرورت و اسباب [10]	حافظ اختر اعظمی	علمی
دارالعلوم دیوبند اور تجوید و قرات [11]	اظہار احمد تھانوی	معلوماتی
القرات المشھورہ [12] بزبان عربی	ندارد	علمی

---

(۱) ماہنامہ التجوید - ستمبر ۱۹۹۲ (۲) ماہنامہ التجوید - جنوری ۱۹۹۳ - (۳) ماہنامہ التجوید - مئی ۱۹۹۳

(۴) ماہنامہ التجوید - دسمبر ۱۹۹۳ (۵) ماہنامہ التجوید - فروری ۱۹۹۴ - (۶) ایضاً مئی ۱۹۹۴

(۷) ایضاً - مئی ۱۹۹۴ (۸) ایضاً - اگست ۱۹۹۴ (۹) ایضاً اگست ۱۹۹۴

(۱۰) ایضاً - اگست ۱۹۹۴ (۱۱) ایضاً - ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ (۱۲) ایضاً نومبر ۱۹۹۴

حق القرآن (۱)	یار محمد ریسانی	فنی معلوماتی
علم تجوید کا تاریخی ارتقاء (۲)	احمد میاں تھانوی	تاریخی
″ ″ ″ ″ ″ (۳)	″ ″ ″	″
سلاطین ہند اور علم قراءت (۴)	عزیز احمد تھانوی	تاریخی
ایک نادر علمی خزینہ ☆ کی حیات نو (۵)	محمد علی عثمانی	معلوماتی
صوتیات میں قرآنی تجوید کی اہمیت (۶)	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	علمی و فنی
صحت اسناد (۷)	تقی الاسلام قاری	تاریخی

☆ محمد علی عثمانی قاری محی الاسلام پانی پتی کے فرزند ہیں۔ انہوں نے قاری صاحب کی علمی تصنیف شرح سبعہ قراءات بچاس برس بعد پہلی مرتبہ شائع کی یہ مضمون اسی حوالہ سے لکھا گیا ۔

(۱) ماہنامہ التجوید دسمبر ۱۹۹۴ (۲) ماہنامہ التجوید جنوری ۱۹۹۵

(۳) ایضاً فروری ۱۹۹۵ (۴) ایضاً اگست ۱۹۹۵

(۵) ایضاً ستمبر ۱۹۹۵ (۶) ایضاً ستمبر ۱۹۹۵

(۷) ایضاً جولائی ۱۹۹۶

ماہنامہ الخیر ملتان

ماہنامہ "الخیر" کا آغاز محرم الحرام ۱۴۰۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۸۳ء کو ہوا۔ یہ رسالہ جامعہ خیرالمدارس ملتان کا ترجمان ہے۔ اس کے نگران اعلیٰ جامعہ کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری ہیں جبکہ مدیر مولانا محمد ازہر ہیں۔ شروع میں مجلس ادارت کے اراکین میں منشی عبدالرحمٰن خاں اور مفتی محمد انور کے نام بھی شامل تھے الخیر میں تجوید و قراءت کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

	عنوان	مضمون نگار
۱۔	قرآن پڑھو (۱)	شیخ علی

اس مضمون میں کچھ سوال و جواب ہیں جن میں سے بعض کا تعلق تجوید کے ساتھ ہے۔

۲۔	جزریٔ وقت شیخ القراء (۲)	قاری محمد طاہر رحیمی

قاری رحیم بخشؒ کے حالات و کوائف پر مبنی معلوماتی مضمون ہے۔

۳۔	شیخ القراء (۳)	حافظ محمد اکبر شاہ

قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنیؒ کے حالات و کوائف پر مبنی مضمون ہے

(۱) ماہنامہ الخیر ملتان جنوری ۱۹۸۷ء
(۲) 〃 〃 〃 〃 مئی ۱۹۸۷ء
(۳) 〃 〃 〃 〃 دسمبر ۱۹۸۷ء

ماہنامہ بینات کراچی

ماہنامہ بیّنات کا آغاز ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ یہ رسالہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ترجمان ہے۔ سرپرست مولانا محمد یوسف بنوری تھے اور پہلے مدیر محمد عبدالرشید نعمانی تھے۔ مولانا محمد یوسف بصائر و عبر کے عنوان سے اداریہ تحریر کرتے تھے آخری اداریہ نومبر ۱۹۷۷ء کے شمارے میں لکھا۔ پھر بصائر و عبر مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھنے لگے۔ آج کل مدیر مولانا احمد الرحمٰن ہیں۔

علم تجوید و قراءت کے حوالے سے بیّنات میں شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
۱۔ امام القراء حضرت نافع مدنیؒ (۱)	قاری محمد حبیب اللہ خاں	سوانحی
۲۔ اعجاز قرآن پر ایک نظر (۲)	نور محمد بی اے۔	علمی
اس مضمون کا کچھ حصہ قرآن مجید کے صوتی حسن پر بھی ہے۔		
۳۔ علم تجوید (۳)	شیخ ابراہیم محمد غنیم مصری	فنی

(۱) ماہنامہ بیّنات کراچی شعبان ۱۳۸۳ھ

(۲) ماہنامہ بیّنات کراچی جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

(۳) ماہنامہ بیّنات کراچی محرم ۱۳۹۱ھ

ماہنامہ تدریس القرآن

ماہنامہ تدریس القرآن کا آغاز ۱۹۵۵ء کو ایبٹ آباد سے ہوا۔ پہلے شمارہ پر صوفی غلام حسین کا نام بطور نگران اور ایڈیٹر محمد اشرف جدون لکھا ہوا ہے۔ مقام اشاعت تدریس القرآن بلڈنگ حویلیاں روڈ ایبٹ آباد مغربی پاکستان مندرج ہے۔ آخری رسالہ مارچ ۱۹۶۸ء کا دیکھا گیا اس کے بعد کے شمارے نہ مل سکے۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون نظر سے نہیں گزرا۔

ماہنامہ تدریس القرآن

ماہنامہ تدریس القرآن کا آغاز فروری ۱۹۸۵ء کو کراچی سے ہوا۔ بطور نگران محمد رفیع اور بطور ایڈیٹر محمود احمد ناصر کے نام مندرج ہیں اور مقام اشاعت دفتر جمعیت تعلیم القرآن عالمگیر روڈ کراچی لکھا ہوا ہے۔ قرآنی تعلیم سے متعلق خصوصاً اور عام قرآنی و اسلامی معلومات پر مبنی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
تلاوت قرآن کے آداب (۱)	ندارد	معلوماتی علمی
قرآن اور ہماری ذمہ داریاں (۲)	"	تجوید کے بارے میں مفید باتیں۔ علمی

(۱) ماہنامہ تدریس القرآن نومبر ۱۹۸۸

(۲) " " " نومبر ۱۹۸۸

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور

ترجمان الحدیث کا آغاز ۱۹۶۹ء کو لاہور سے ہوا
اس کے مدیر اعلیٰ معروف عالم دین احسان الٰہی ظہیر تھے۔ ان کی حادثاتی موت کے بعد اس جریدے کی اشاعت میں تعطل پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد اس کے مدیر پروفیسر ساجد میر ہوئے اس کا مقام اشاعت ۷۵ لم شادمان کالونی لاہور ہے۔ علم تجوید و قراءت پر صرف ایک مضمون شائع ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
جمع و تالیف قرآن (۱)	مولانا محمد عبدہٗ قراءت پر بھی معلومات ہیں	علمی

ماہنامہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

اس ماہنامے کا آغاز ۱۹۸۶ء کو ہوا۔ اس کے مدیر عبدالقیوم ضیاء ہیں۔ مقام اشاعت جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن فیصل آباد ہے علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

ماہنامہ تعلیم القرآن کا آغاز ۱۹۵۸ء کو ہوا۔ سرپرست مولانا غلام اللہ خان اور مدیر ابوالجلیل سید معروف شاہ شیرازی تھے۔ مقام اشاعت مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ہے۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

(۱) ماہنامہ ترجمان الحدیث مارچ ۱۹۷۰ء

ترجمان القرآن

ماہنامہ ترجمان القرآن کا آغاز ۱۳۵۱ھ کو حیدر آباد دکن سے ہوا۔ اس کے پہلے مدیر مولانا ابو محمد مصلح تھے۔ دوسری جلد کی ابتدا، محرم ۱۳۵۲ھ سے ہوئی اس جلد کے آغاز سے اس کے مدیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ہوئے۔
اس وقت سے یہ ماہنامہ جبری پابندیوں کے چند وقفوں کے سوا مسلسل شائع ہو رہا ہے۔
ترجمان القرآن ۱۹۳۷ء تک حیدر آباد دکن سے شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۳۸ء سے پٹھانکوٹ سے شائع ہوا۔ تشکیل پاکستان کے بعد ایک سال بند رہا پھر جون ۱۹۴۸ء سے لاہور سے نکلنا شروع ہوا۔ ابتدائی بارہ جلدوں تک صرف قمری مہینوں کے نام درج کئے جاتے تھے۔ جلد نمبر ۱۲ کے دوسرے شمارے سے رسالے پر عیسوی مہینے بھی درج کئے جانے لگے۔"(۱)

ترجمان القرآن میں علم تجوید و قراءات کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل اس طرح ہے

عنوان	مضمون نگار	شمارہ نمبر
۱ قرآن مجید میں قراءتوں کا اختلاف	ابوالاعلیٰ مودودی	جلد ۵۲ جون ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۷۲
۲. حسن قراءت کی غیر ضروری اہمیت	عبدالمالک	اکتوبر ۱۹۹۶ء صفحہ ۱۷

یہ کسی قاری کے ایک استفسار کا مفصل جواب ہے جس میں سبعہ قراءات کو فرض کفایہ بتایا گیا ہے تاہم قراءت اور تجوید کے مطابق تلاوت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ سوال کنندہ کے نزدیک حسن قراءت غیر ضروری سمجھی گئی تھی۔

---

(۱) نعیم الدین زبیری اشاریہ ترجمان القرآن ص ۔ ۵ ۔ ۶

سہ ماہی تفکّر لاہور

سہ ماہی تفکر کا آغاز فروری ۱۹۸۹ء میں لاہور سے ہوا۔ مدیر مسئول سید شبیر بخاری اور مدیر سید ارشد بخاری ہیں۔ مقام اشاعت ۲۲۴ھ جہان زیب بلاک مخدوم جہانیاں اکیڈمی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ہے۔ علم تجوید کے حوالے سے ایک مضمون شائع ہوا۔ تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
قرآن مجید کی سالگرہ (۱)	اداریہ بعنوان شذرات	تنقیدی

ماہنامہ تعمیر انسانیت لاہور ماہنامہ تعمیر انسانیت کا آغاز اپریل ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ مدیر اعلیٰ قاضی محمد کفایت اللہ تھے۔ مقام اشاعت کپور تھلہ ہاؤس لیک روڈ پرانی انار کلی لاہور۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون نہیں۔

ماہنامہ الحبیب لاہور ماہنامہ الحبیب کا آغاز ۱۹۶۴ء میں ہوا۔ مدیر محمد شریف نوری مقام اشاعت ماہنامہ الحبیب گنج بخش روڈ لاہور۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں ہے۔

ماہنامہ خاتونِ پاکستان کراچی: ماہنامہ خاتون پاکستان کا آغاز فروری ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ مدیر شفیق بریلوی مقام اشاعت ۵۔گارڈن کراچی پوسٹ بکس ۵۵۹۱۔ بڑے معیاری نمبر شائع کیے جن میں قرآن نمبر رسول نمبر جہاد نمبر اور غوث اعظم نمبر شامل ہیں۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں ہے۔

(۱) سہ ماہی تفکر لاہور فروری ۱۹۹۰ء

ماہنامہ جریدہ الاشرف

ماہنامہ جریدہ الاشرف مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یاد میں شروع کیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ سکھر کا ترجمان ہے۔ جس کے بانی مولانا محمد احمد تھانوی تھے۔ جریدہ الاشرف کا آغاز ۱۹۸۷ء میں ہوا۔ اس کے مدیر اعلیٰ محمد اسعد تھانوی ہیں علم تجوید کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ عنوان	مضمون نگار	نوعیت
۱۔ امام القراء	مولانا محمد مسعود شمیم [۱]	سوانحی
۲۔ مدرسہ صولتیہ اور م۔ خدمت قرآن	حافظ محمد یوسف ندیم [۲]	معلوماتی

(۱) ماہنامہ جریدہ الاشرف جولائی اگست ۱۹۹۱ ۹۳

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷۸

سہ ماہی خدام الاولیاء فیصل آباد

سہ ماہی رسالہ ہے بنیادی موضوع تصوف ہے اس کا آغاز ۱۹۸۰ء میں ہوا۔ بانی ایڈیٹر فقیر محمد ارشد پناہوی قادری سروری اسسٹنٹ ایڈیٹر فقیر مہتاب دین قادری ہیں۔ مقام اشاعت پناہ کے شریف فیصل آباد۔ آخری شمارہ جولائی ۱۹۸۹ء کا دیکھا بعد کے شمارے نہیں مل سکے۔ علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ الحسنات لاہور

ماہنامہ الحسنات کا آغاز ۱۹۷۰ء کو ہوا۔ مدیر اعزازی صابر قرنی۔ مقام اشاعت ۱۹۔بی منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا

ماہنامہ خواجگان لاہور

ماہنامہ خواجگان حاجی شیخ ظہیر علی جاوا مرحوم کی یاد میں جاری کیا گیا۔ ایڈیٹر علی اکبر جاوا معاون ایڈیٹر حامد علی جاوا۔ مقام اشاعت تنظیم غلامان آل عمران اندرون موچی گیٹ لاہور۔ اس کے صرف چار شمارے دستیاب ہوئے۔ ستمبر ۱۹۸۶ء ستمبر ۱۹۹۰ء اگست ۱۹۸۸ء جنوری ۱۹۹۱ء۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں۔

ماہنامہ درویش لاہور

ماہنامہ درویش کا آغاز مئی ۱۹۸۹ء کو ہوا۔ یہ ماہنامہ خواجہ حسن نظامی دہلوی کی یاد میں شروع کیا گیا۔ مدیر ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ہیں جبکہ سرپرست حضرت پاک دل محمد حسین شاہ نظامی۔ مقام اشاعت ۵/۲ عبدالکریم روڈ لاہور۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ سوغات کراچی

سوغات بلوچی زبان کا ماہنامہ ہے۔ اس کا آغاز ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ ایڈیٹر مولوی خیر محمد ندوی ہیں جبکہ مجلس ادارت میں قاری نصراللہ بلوچ اور جمال عبدالناصر شامل ہیں۔ مقام اشاعت محراب خان عیسیٰ خان روڈ نوالین گلی نمبر ۵ لیاری کراچی ہے۔ دینی اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔ البتہ مئی ۱۹۸۸ کے شمارے میں قاری فتح محمد پانی پتی کے حوالے سے ایک مختصر مضمون موجود ہے

سہ ماہی الشریعہ گوجرانوالہ

سہ ماہی الشریعہ کا آغاز ماہنامہ کی حیثیت سے ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ لیکن ۱۹۹۵ء میں ماہنامے کی بجائے اسے سہ ماہی جریدہ بنادیا گیا۔ اس کے سرپرست مولانا محمد سرفراز اور مدیر ابوعمار زاہدالراشدی ہیں۔ مقام اشاعت مرکزی جامع مسجد پوسٹ بکس نمبر ۳۳۱ گوجرانوالہ ہے۔ دینی، سیاسی و اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں علم تجوید کے حوالے سے کسی مضمون کا سراغ نہیں ملا۔

ماہنامہ صدائے اسلام پشاور

ماہنامہ صدائے اسلام جامعہ اشرفیہ پشاور کا ترجمان ہے۔ جو مولانا عبدالودود قریشی کی یاد میں شروع کیا گیا۔ جو جامعہ اشرفیہ کے بانی تھے۔ آج کل اس کے سرپرست مولانا محمد یوسف قریشی ہیں جو جامعہ کے مہتمم بھی ہیں۔ صدائے اسلام کے ایڈیٹر حافظ محمد طیب قریشی ہیں۔ یہ جریدہ جامعہ اشرفیہ عیدگاہ روڈ پشاور سے شائع ہوتا ہے اس کے مکمل فائل نہ مل سکے۔ جتنے شمارے دیکھے ان میں تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون شامل نہیں

ماہنامہ الصدیق ملتان

یہ ماہنامہ ۱۹۶۹ء سے شروع ہوا ۔ مدیر مسئول شیخ حاجی عبدالکریم تھے ۔ صدیقیہ پریس ملتان سے شائع ہو کر دفتر الصدیق متصل مدرسہ خیرالمدارس ملتان سے نکلتا تھا ۔ اچھے دینی مضامین چھپتے تھے ۔ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ میں مجلس قراءت کے عنوان سے اداریہ شائع کیا ۔ اس کے علاوہ علم تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون نہیں ملا ۔

ماہنامہ الصیانۃ لاہور

ماہنامہ الصیانہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا ترجمان ہے ۔ یہ مجلس پاکستان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معتقدین و متوسلین نے قائم کر رکھی ہے ۔ جس کے مقاصد میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افکار و نظریات کا فروغ و اشاعت شامل ہے ۔ ماہنامہ الصیانۃ اصلاحی مضامین شائع کرتا ہے ۔ لیکن تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا ۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور

ماہنامہ ضیائے حرم کے مدیر اعلیٰ پیر محمد کرم شاہ الازہری ہیں جو سجادہ نشین بھیرہ ہیں مدیر معاون ابوزاہد نظامی ہیں مقام اشاعت کاشانۂ نظامی رضوی اسٹریٹ فلیمنگ روڈ لاہور مندرج ہے جبکہ منیجر کا پتہ ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ ضلع سرگودھا لکھا گیا ہے ۔ ماہنامہ ضیائے حرم میں دینی ۔ سیاسی ۔ ملکی احوال کے علاوہ تصوف پر مبنی مضامین شائع کئے جاتے ہیں ۔ علم تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون ضیائے حرم میں شائع نہیں ہوا ۔

طلوعِ اسلام

ماہنامہ طلوع اسلام ۱۹۳۵ء میں زیرادارت سید نذیر نیازی کی زیرادارت شروع ہوا۔ لیکن ایک ہی برس کے بعد ۱۹۳۶ء میں بعض وجوہات کی بناء پراس کی اشاعت منقطع ہوگئی۔ ۱۹۳۸ء میں دوبارہ اجرا ہوا اور چودھری غلام احمد پرویز نے ادارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تا زیست وہی اس کے مدیر رہے
تجوید وقراءت کے حوالے سے طلوع اسلام میں شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	شمارہ حوالہ
جشن نزول قرآن	اداریہ	۵/۱۰ مئی ۱۹۵۷ء
اختلاف قراءات	تمنا عمادی	۱۱/۱۲ نومبر ۱۹۵۹ء
اختلاف قراءات	تمنا عمادی	۱/۱۳ جنوری ۱۹۶۰ء
اختلاف قراءات	بشیر احمد	۲/۱۳ فروری ۱۹۶۰ء
قرآن شریف کی تلاوت	اداریہ	۴/۱۷ اپریل ۱۹۶۴ء
جشن قرآن العظیم	صفدر سلیمی	۹/۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء
کراچی میں جشن نزول قرآن	اداریہ	۳/۲۱ فروری ۱۹۶۸ء
قاریوں کے طائفے	"	۹/۲۱ ستمبر ۱۹۶۸ء
جشن نزول قرآن	"	۱۲/۲۳ دسمبر ۱۹۷۰ء
اختلاف قراءات	"	جولائی ۱۹۷۴ء (۱)

(۱) خادم علی جاوید اشاریہ مجلہ طلوع اسلام

حفاظت قرآن سے متعلق شبہات	اداریہ	اکتوبر ۱۹۷۴ء
پاکستان میں قرآن حکیم کی تدریس	"	جنوری ۱۹۷۵ء
جشن نزول قرآن		اکتوبر ۱۹۷۵ء
جشن نزول قرآن		اکتوبر ۱۹۷۶ء
ایوان حکومت میں قرآن کی آواز		فروری ۱۹۷۷ء

مندرجہ بالا موضوعات میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کا براہ راست تجوید و قراءت کے ساتھ تعلق نہیں تاہم ان میں بالواسطہ اس حوالے سے ناقدانہ تذکرہ موجود ہے۔
اسی طرح ایک مضمون کا عنوان "حکم قراءت بزبان اردو در نماز" ہے۔ یہ مضمون ظفر احمد عثمانی کا لکھا ہوا ہے لیکن اس کا تعلق کسی طور بھی تجوید و قراءت کے ساتھ نہیں ہے۔

فکر و نظر اسلام آباد

فکر و نظر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کا ترجمان ہے۔ اس ادارے کا قیام مارچ ۱۹۶۰ء میں پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔[1] جولائی ۱۹۶۳ء میں ادارے کے تحت ماہنامہ فکر و نظر کا اجرا کیا گیا۔ فکر و نظر کا پہلا شمارہ جولائی اور اگست کیلئے اکٹھا شائع کیا گیا۔ یہ شمارہ مولانا عمر احمد عثمانی نے مرتب کیا تھا لیکن اس پر مدیر کی حیثیت سے کسی کا نام درج نہیں۔[2] تیسرے اور چوتھے شمارے میں سید قدرت اللہ فاطمی کا نام بطور مدیر شائع ہوا۔[3] دسمبر ۱۹۶۳ء میں محمد سرور مدیر بنے۔[4] ان کے بعد مختلف اوقات میں جن حضرات نے ادارت کے فرائض سرانجام دیئے، ان میں شرف الدین اصلاحی مولانا عبدالقدوس ہاشمی مولانا عبدالرحمٰن طاہر سورتی کے نام شامل ہیں آج کل اس کے مدیر ڈاکٹر ساجد الرحمٰن ہیں۔ پہلے یہ جریدہ کراچی سے شائع ہوتا تھا۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے دفاتر کراچی سے راولپنڈی منتقل ہو گئے تو فکر و نظر کا صدر دفتر بھی راولپنڈی آ گیا۔ اس دوران تقریباً تین برس یہ رسالہ لاہور سے طبع ہوتا رہا لیکن جنوری ۱۹۶۹ء سے خورشید پرنٹنگ پریس اسلام آباد سے چھپنے لگا۔ پھر جنوری ۱۹۷۲ء سے ادارہ نے اپنا پریس لگا لیا۔[5] اب پچھلے کئی برس سے فکر و نظر کو سہ ماہی کر دیا گیا ہے

---

(۱) احمد خاں۔ فکر و نظر کے پندرہ سال - ۲
(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 - ۹
(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۹
(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۰
(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۶

فکرونظر میں تجوید وقراءت کے حوالے سے صرف تین مضامین شائع ہوئے۔

۱۔ پاکستان میں قرآن حکیم کی تدریس [۱]

۲۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ [۲]

۳۔ نزول قرآن کی چودہ سو سالہ تقریبات [۳]

البتہ علم تجوید وقراءت کی حسب ذیل کتب پر مضامین شائع ہوئے۔

۱۔ ارشاد القراء والکاتبین الی معرفۃ رسم الکتاب المبین [۴]

۲۔ انواع الہمزہ فی وقف حمزہ وہشام [۵]

۳۔ تحقیق التعلیم فی الترقیق والتفخیم [۶]

۴۔ کتاب الاسئلہ والاجوبہ فی القراءۃ [۷]

۵۔ کتاب التمہید فی علم التجوید [۸]

۶۔ کتاب التیسیر فی القراءات السبعہ [۹]

۷ کتاب العنوان فی القراءات السبعہ [۱۰]

---

(۱) فکرونظر ۱۲/ ۲۶۷ — ۲۸۱ (۲) فکرونظر ۱۲/ ۲۵۷-۲۵۸

(۳) فکرونظر ۵/ ۶۶۲-۶۶۴ (۴) فکرونظر ۸/ ۹۵۹

(۵) فکرونظر ۷/ ۵۵۵ -۵۵۶ (۶) فکرونظر ۸/ ۳۱۱ — ۳۱۳

(۷) فکرونظر ۸/۷۴ - ۷۵ (۸) فکرونظر ۸/ ۳۹۲ — ۴۰۰

(۹) فکرونظر ۷/ ۶۲۵ - ۶۲۶ (۱۰) فکرونظر ۴/ ۳۹۵ - ۳۹۶

۸۔ نہایۃ البررہ فی قراءۃ الائمۃ الثلاثۃ الزائدہ علی العشرہ [1]

۹۔ تلخیص العبارات بلطیف الاشارات فی علم القراءات [2]

۱۰۔ الفریدۃ البارزیہ فی حل القصیدہ الشاطبیہ [3]

۱۱۔ نیل المرام فی وقف حمزہ و ہشام [4]

۱۲۔ تحریر الطرق والروایات [5]

۱۳۔ تہذیب النشر فی القراءات العشر وخزانۃ القراءات [6]

۱۴۔ فتح المجید فی قراءۃ حمزہ من القصید [7]

۱۵۔ شرح الطیبۃ [8]

۱۶۔ تقریب النشر [9]

---

(۱) فکرونظر ۷/ ۶۲۸
(۲) فکرونظر ۷/ ۸۶۷
(۳) فکرونظر ۷/ ۸۶۶ - ۸۶۷
(۴) فکرونظر ۸/ ۷۵-۷۶
(۵) فکرونظر ۸/ ۳۹۰ - ۳۹۱
(۶) فکرونظر ۸/ ۸۴۸-۸۵۰
(۷) فکرونظر ۸/ ۱۷۴ - ۱۷۴
(۸) فکرونظر ۸/ ۲۳۵ - ۲۳۷
(۹) فکرونظر ۹/ ۱۵۴ - ۱۵۷

مجلۃ العلماء لاہور

ما مجلۃ العلماء کوئی باقاعدہ رسالہ نہیں بلکہ یہ ایک رسالہ نما کتابچہ ہے جو کبھی کبھار شائع ہوتا ہے۔ پہلا شمارہ فروری ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے مرتبین میں فرید احمد پراچہ اور محمد سعید شامل ہیں۔ مجلۃ العلماء کے پہلے شمارے میں مولانا گلزار احمد مظاہری کا نام بطور نگران مندرج ہے۔ مقام اشاعت علماء اکیڈمی منصورہ ملتان روڈ لاہور علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ گلستانِ اسلام سرگودھا: ماہنامہ گلستان اسلام کا آغاز ۱۹۹۵ء میں سرگودھا سے ہوا۔ اس کے سرپرست علامہ سید محمد حسن نیلوی ہیں ایڈیٹر سید حسن واسطی اور سب ایڈیٹر سید ضیاء الحسن واسطی ہیں۔ اعلیٰ پائے کے علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مقام اشاعت ادارہ گلستان اسلام سنہری مسجد بلاک اے سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا ہے علم تجوید و قراءت سے متعلق مضمون کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
حفاظت قرآن مجید (۱)	علامہ سید محمد حسین نیلوی	علمی تاریخی

نوٹ۔ اس مضمون کا عنوان اگرچہ حفاظت قرآن مجید ہے۔ تاہم اس حوالے سے مختلف قراءات کے بارے میں مفید معلومات زیر بحث لائی گئی ہیں۔ نیز یہ مضمون دراصل تفسیر تسہیل التنزیل سے ماخوذ ہے جو گلستان اسلام میں بالاقساط شائع ہو رہی ہے۔

(۱) ماہنامہ گلستان اسلام سرگودھا نومبر دسمبر ۱۹۹۶

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ محدث کا آغاز شوال ۱۳۹۰ھ بمطابق ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء سے ہوا۔ مدیر حافظ عبدالرحمٰن مدنی ہیں مقام اشاعت مدرسہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن لاہور ہے۔ ماہنامہ محدث میں علمی تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں تاہم علم تجوید وقراءت کے حوالے سے کوئی مضمون نہیں چھپا۔

ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح لاہور

ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح جمعیۃ طلبہ عربیہ پاکستان کا ترجمان ہے۔ مدیر اعلیٰ حافظ خالد مسعود ہیں۔ مقام اشاعت ذیلدار پارک اچھرہ لاہور علم تجوید پر صرف ایک مضمون شائع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
علم تجوید وقراءت ایک تعارف (۱)	ڈاکٹر محمود احمد غازی	تاریخی

ماہنامہ میثاق لاہور

ماہنامہ میثاق کا آغاز ۱۹۵۹ء میں ہوا۔ آج کل اس کے مدیر مسئول ڈاکٹر اسرار احمد ہیں۔ جبکہ مدیر شیخ جمیل الرحمٰن اور حافظ عاکف سعید ہیں۔ مقام اشاعت مرکزی تنظیم اسلامی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ہے۔ میثاق میں معیاری علمی مضامین شائع ہوتے ہیں تاہم علم تجوید سے متعلق کوئی مضمون طبع نہیں ہوا

---

(۱) ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح لاہور اکتوبر ۱۹۹۶ء

ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ماہنامہ نصرۃ العلوم کا آغاز ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ یہ ماہنامہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالا کا ترجمان ہے۔ سرپرست شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز اور صوفی عبدالحمید سواتی ہیں جبکہ مدیر اعلیٰ محمد فیاض خاں سواتی اور مدیر مسئول عزیز الرحمٰن ہیں مقام اشاعت دفتر ماہنامہ نصرۃ العلوم محلہ فاروق گنج گوجرانوالا ہے۔ اس ماہنامے میں اچھے دینی علمی و اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں تاہم علم تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون طبع نہیں ہوا ان جرائد کے علاوہ ماہنامہ تدبر لاہور اور ماہنامہ حکمت قرآن کے فائل علم تجوید کے حوالے سے خاموش ہیں البتہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ کا تذکرہ اس جگہ ضروری ہے۔ یہ ماہنامہ اگرچہ ادبی جریدہ کے طور پر معروف ہے تاہم مزاجاً اس کا شمار دینی جرائد ہی میں ہوتا ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ نے ۱۹۶۹ء میں قرآن نمبر شائع کیا جسکی دو جلدیں تھیں اسکی تیسری جلد اپریل ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ تیسری جلد میں علم تجوید پر دو مضامین تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱	فن قراءات اور اسکی ضرورت (۱)	علامہ احسان الٰہی ظہیر	علمی
۱۱	تجوید سے متعلق چند اشارات (۲)	غلام سرور عبداللہ	فنی

اخبارات :۔

پاکستان میں قومی سطح پر شائع ہونے والے کسی بھی اخبار کے ایسے خاص ایڈیشن کا سراغ نہیں مل سکا جو علم تجوید و قراءات کے حوالے سے شائع ہوا ہو۔ البتہ روزنامہ جنگ کا کلچرل ونگ چند برس سے سال بسال میر خلیل الرحمٰن سوسائٹی کے تحت محفل قراءت کا انعقاد کراتا ہے جس کی کارروائی "جنگ" میں شائع کی جاتی ہے

---

(۱) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ "قرآن نمبر" اپریل ۱۹۷۰ء ۳/ ۲۹۹

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۳۸۹

محافل قراءت

علم تجوید کے فروغ میں محافل قراءت کا انعقاد انتہائی مؤثر ذریعہ ہے۔ پاکستان میں محافل قراءت کے انعقاد کا باقاعدہ رواج ساٹھ کے عشرہ کے اواخر میں شروع ہوا۔ اور پہلی باقاعدہ محفل قراءت ۷ نومبر ۱۹۵۹ء کو ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس سے قبل عوامی سطح پر کسی ایسی محفل قراءت کا سراغ نہیں ملتا جو باقاعدہ منظم شکل میں منعقد کی گئی ہو اس محفل قراءت میں ملتان کے مختلف مدارس کے قاری حضرات نے حصہ لیا۔ اس محفل کے انعقاد کا خیال سب سے پہلے ملتان میں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر مختار مسعود کے دل میں پیدا ہوا۔ منشی عبدالرحمٰن کے مطابق

" موسم سرما کے تفریحی پروگرام مرتب کرنے کے لئے انہوں نے ۸۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو شام سات بجے شیش محل کلب ملتان میں مختلف اداروں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی .... اس میٹنگ کے دوران دور سے نہایت میٹھی اور پیاری آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر یہ آذان کی آواز تھی جو لطیفہ غیبی ثابت ہوئی۔ اس صدائے دلنواز اس سکوت کو توڑا اور صاحب صدر نے فرمایا اس اذان نے مجھے ایک دیرینہ خواہش یاد دلادی ہے مدت سے قرآن سننے کو جی چاہتا تھا اب کے اس پروگرام میں قاریوں کا مقابلہ رکھو۔ منشی صاحب آپ مولانا خیر محمد صاحب کے مشورہ سے اس کا اہتمام کریں" (۱)

---

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی، کتاب زندگی، ۲۶۴ - ۲۶۵

چنانچہ منشی عبدالرحمٰن خاں نے ڈپٹی کمشنر ملتان مسٹر مختار مسعود کی تجویز پر مجلس حسن قرات قائم کر کے جائزہ حسن قراءت کی تحریک چلائی [1] اور ان کی کوششوں سے ۷ نومبر ۱۹۵۹ء کو جناح ہال مسلم ہائی سکول ملتان میں پہلی محفل قراءت منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مختار مسعود ڈپٹی کمشنر ہی نے کی۔ [2] عام لوگوں نے اس نورانی محفل میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس میں نہ صرف شہر سے بلکہ مضافات سے بھی اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ وسیع ہال کے علاوہ بیرونی تمام پلاٹ اور برآمدے بھی لوگوں سے بھر گئے۔
پانچ گھنٹے تک محفل متواتر جاری رہی اور لوگ آخر تک انہماک سے سنتے رہے۔ لوگوں کے اسی ذوق کے پیش نظر محفل قراءت ہر سال منعقد کرانے کا خیال پیدا ہوا۔
چنانچہ اس سلسلہ کی دوسری محفل ۳۱ مارچ ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوئی جسکی صدارت میاں شفیع ڈپٹی ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ملتان نے کی
اس سلسلہ کی تیسری محفل ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوئی جس کی صدارت ڈپٹی کمشنر ملتان مسٹر بی اے قریشی نے کی۔
چوتھی محفل ۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو ہونا قرار پائی یہ بھی طے پایا کہ اس محفل کی صدارت کے فرائض علامہ علاء الدین صدیقی صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سرانجام دیں گے لیکن علامہ علاء الدین صدیقی بعض خاص حالات کے پیش نظر اس اجلاس میں شرکت کیلئے نہ آئے۔ اور اس محفل کی صدارت حاجی محمد سعید بریگیڈیئر نے کی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ علاء الدین صدیقی کے عدم شرکت کی وجہ یہ ہوئی کہ ملتان کے بعض

(۱) عبدالرحمٰن خاں منشی، بہار رفتہ، ۱۷۴ - (۲) ایضاً (۳) عبدالرحمٰن خان منشی، کتاب زندگی، ۲۷۷

علماء نے مجلس قراءت کی مخالفت شروع کردی ۔ یہ اختلاف احتجاج کی صورت اختیار کر گیا ۔ جس کی وجہ سے یہ محفل قراءت آخری ثابت ہوئی [۱] اور ایک نیک اور اچھا کام رک گیا ۔ لیکن ان محافل قراءت کا ایک مثبت اثر یہ ہوا کہ پاکستان کے مختلف شہروں میں قراءت کے حوالے سے انجمنیں قائم ہونے لگیں اور قراءت کی محافل منعقد کرنے کرانے کا رجحان پیدا ہو گیا ۔ لاہور میں تنظیم القراء قائم ہوئی اور ۵ اگست ۱۹۶۱ء کو بی این آر آڈیٹوریم لاہور میں پروقار محفل قراءت منعقد ہوئی جس کی صدارت علامہ علاء الدین صدیقی صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے کی جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض قاری محمد ظریف نے سرانجام دیئے ۔ اس محفل میں قاری علی حسین صدیقی ۔ قاری اظہار احمد تھانوی قاری عبدالماجد ذاکر قاری عبدالعزیز شوقی نے شرکت کی ۔ اور ڈاکٹر بشارت علی نے فن تجوید پر مقالہ پڑھا ۔[۲]

اس کے اثرات شہروں کے توسط سے تعلیمی اداروں یعنی سکولوں کالجوں میں بھی پہنچے ۔ اس سے پہلے کالجوں میں سالانہ اردو انگریزی مباحثے اور تقریری مقابلے منعقد ہوا کرتے تھے لیکن اب ان مباحثوں کے ساتھ محافل قراءات کا انعقاد بھی ہونے لگا ۔ کالجوں میں سب سے پہلی آل پاکستان انٹر کالجیٹ محفل قراءت گورنمنٹ کالج لائلپور میں جنوری ۱۹۶۴ء میں منعقد ہوئی ۔ جس کی صدارت مغربی پاکستان اسمبلی کے قاری علی حسین صدیقی ندوی نے کی ۔ اس محفل میں مختلف کالجوں کے طلباء نے حصہ لیا ۔[۳] مقابلہ حسن قراءت میں اوّل دوم

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی ، کتاب زندگی ، ۷۷۷ (۲) روزنامہ نوائے وقت ۵ اگست ۱۹۶۱ء

(۳) معین الرحمٰن ڈاکٹر ، نذر افتخار ، ص ۱۰۲

اور سوم آنے والے طلباء کو انعامات دیے گئے۔ گورنمنٹ کالج لائلپور (فیصل آباد) نے اس مقصد کیلئے کرامت قراءت ٹرافی کا اجرا بھی کیا۔ اس وقت گورنمنٹ کالج کے پرنسپل سید کرامت حسین جعفری تھے یہ ٹرافی انہیں کے نام سے منسوب کی گئی۔ اس کے بعد یہ تحریک دوسرے کالجوں میں بھی پیدا ہوئی۔ اور آل پاکستان انٹر کالجیئٹ مباحثہ جات کے ساتھ ساتھ آل پاکستان مقابلۂ ہائے حسن قراءت بھی منعقد کرائے جانے لگے۔ اب باقاعدہ ہر کالج اور سکول میں مقابلہ ہائے حسن قراءت تقاریب کا باقاعدہ حصہ بن چکے ہیں اور ملک کے تمام تعلیمی بورڈ بھی اپنے ادبی و علمی مقابلہ جات میں مقابلہ حسن قراءت کو اولیت دیتے ہیں۔

بین الاقوامی محافل قراءت

پاکستان میں بین الاقوامی سطح پر محافل قراءت کے انعقاد کا آغاز قاریوں کی عالمی تنظیم "اقرا" نے کیا۔ اور سب سے پہلی بین الاقوامی محفل قراءت ۱۹۶۸ء میں منعقد ہوئی۔ یہ محافل ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں منعقد ہوئیں۔ جن میں مصر سمیت دوسرے اسلامی ممالک کے قاریوں نے حصہ لیا۔ مصر کے معروف اور عالمی شہرت کے حامل قاری عبدالباسط محمد عبدالصمد بھی اسی سال پہلی مرتبہ اقرا کے تحت پاکستان آئے۔ ان کے ہمراہ قاری خلیل حصری بھی تھے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اقرا کی دعوت پر ہر سال بیرونی ممالک کے قراء پاکستان آنے لگے۔ اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں تلاوت قرآن کی محافل سجائی جانے لگیں اقرا کے تحت چوتھی اور آخری محفل قراءت ۱۹۷۱ء میں منعقد ہوئی۔ اس مرتبہ

دس مختلف اسلامی ممالک کے بیس نامور قاری حضرات پاکستان تشریف لائے۔ ان قراء کے اسمائے گرامی یہ ہیں

متحدہ عرب جمہوریہ ۔مصر۔ شیخ مصطفیٰ اسماعیل ۔ شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد

سعودی عرب ۔ شیخ محمد المیمنی ۔ شیخ محمد جمیل آشی

اردن ۔ شیخ محمد فائز ابو شوشہ

شام ۔ شیخ صلاح عقلا ۔ شیخ محمد عربی القبانی

ایران ۔ شیخ محمد جعفری ۔ شیخ مرتضیٰ شجاعی

ترکی ۔ شیخ اسماعیل دالنس

ملیشیا ۔ شیخ اسماعیل بن ہاشم

تھائی لینڈ ۔ شیخ حاجی عبدالمناف

عراق ۔ شیخ عادل عادلی

لبنان ۔ شیخ صلاح الدین کیارہ (۱)

۱۹۷۱

ان کے علاوہ پاکستان کے ممتاز قاری صاحبان نے بھی شرکت کی ۔ یہ محافل جولائی کے پہلے عشرہ میں پاکستان کے بڑے شہروں میں منعقد ہوئیں ۔ (۲) پاکستان میں "اقرا" کے چیف آرگنائزر قاری زاہر قاسمی تھے ۔ ان کی علالت اور پھر وفات کے بعد "اقرا" کے تحت محافل قراءت کا یہ سلسلہ منقطع ہو کر رہ گیا ۔ البتہ مختلف اوقات خصوصاً ماہ

نوٹ:۔ اقرا کا مفصل تعارف "قراء کی تنظیمیں" کے تحت موزوں مقام پر ملاحظہ فرمائیں

(۱) پمفلٹ "قاریوں کی عالمی تنظیم اقرا کے زیر اہتمام چوتھی بین الاقوامی محفل قراءت" کا پروگرام (۲) ایضاً

رمضان میں مصر سے قاریوں کے وفود پاکستان میں آنے شروع ہو گئے۔ جن کا انتظام و انصرام حکومت پاکستان محکمہ اوقاف کے ذمہ ٹھہرا۔ جس میں مختلف شہروں کی قاریوں کی تنظیمیں بھی تعاون کرتی ہیں۔ اور کبھی کبھی مصر کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک کے قراء کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ کی چند اہم محافل قراءت کا تذکرہ ذیل میں پیش خدمت ہے

۱۹۹۲ء میں مصر سے الشیخ سید احمد شریف پاکستان آئے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان کے اعزاز میں مختلف شہروں میں محافل قراءت منعقد ہوئیں۔ موصوف کے انداز قراءت پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہنامہ التجوید نے لکھا کہ " اگرچہ اس سے قبل بھی مختلف مصری قراء کی آمد رہی اور ۱۹۶۸ء سے لے کر اب تک مصری قاری اپنی آواز میں قراءت کا جوت جگاتے رہے لیکن شیخ السید احمد شریف کا انداز منفرد تھا۔ ان کے انداز قراءت میں تلاوت شدہ آیات کے معنوی پہلو کا غلبہ محسوس و معلوم تھا اور ہر سامع انداز قراءت ہی سے آیات میں بیان کردہ مضمون سے واقفیت حاصل کرتا جاتا تھا۔ "(۱)

نومبر ۱۹۹۲ء کو دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک لاہور میں عالمی سطح کی منفرد محفل قراءت منعقد ہوئی کہ اس محفل میں پہلی مرتبہ تاشقند ثمرقند جزرالقمر اور ملایائن کے قراء شریک ہوئے۔ جن میں شیخ شرف الدین میر محمود کاتب مسئول ادارۃ المسئول ماوراءالنہر تاشقند قاری کامل حسن ابراہیم جامعہ الازہر قاری محمد امام جامعہ الازہر قاری شادی بیگ ازبکستان قاری علی بود ملایائن قاری محمد یحییٰ ملیشیا قاری محمد شریف جلیل انڈونیشیا قاری محمد ابراہیم جزرالقمر افریقہ شامل تھے (۲)

(۱) ماہنامہ التجوید مئی ۱۹۹۲ء (۲) ماہنامہ التجوید جنوری ۱۹۹۳ء

۱۹۹۴ء میں ۲۸ اکتوبر سے لے کر ۷ نومبر تک پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں محافل قراءت منعقد ہوئیں یہ محافل حکومت پاکستان کی وزارت مذہبی امور نے صوبائی محکمہ اوقاف کے تعاون سے منعقد کرائیں۔ جن مختلف اسلامی ممالک کے قراء نے حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں اوانگ حاجی محمد یوسف بن ابوبکر برونائی دارالسلام اوانگ حاجی ابراہیم بن حاجی اسماعیل برونائی دارالسلام توان حاجی عبدالرحیم بن احمد ملائیشیا۔ القاری احمد توفیق عبدالرحمٰن مالدیپ محمد کمال الحواری شام قاری عبدالفتح القریسی مراکش قاری مصطفیٰ غربی مراکش شیخ خلیل طرابلسی لبنان۔ شیخ احمد احمد عثمان القراوی لیبیا۔ شیخ محمد فیق صالح ابوشوشا اردن قاری مجید حمید عراق قاری نجات محمود عراق قاری اے ایچ مہاجر انڈونیشیا۔ شیخ محمود حسین منصور مصر قاری مرتضیٰ راہنما ایران عبدالقادر سیتغلو ترکی محمد غلام مصطفیٰ بنگلہ دیش (۱)

اس سلسلہ کی آخری محفل قراءت ۳۰ اکتوبر سے لے کر ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء کے دوران منعقد ہوئیں۔ ان محافل کا انعقاد بھی حسب معمول وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے اہتمام اور صوبائی محکمہ اوقاف کے تعاون سے ہوا۔ یہ محافل ڈیرہ غازی خاں۔ بہاولپور۔ راولپنڈی سرگودھا۔ فیصل آباد اور لاہور میں منعقد ہوئیں۔(۲) مختلف ممالک کے جن قراء نے ان محافل میں حصہ لیا ان میں راغب مصطفیٰ غلوش مصر۔ الحاج قاری محمد عبیداللہ بنگلہ دیش شیخ علاءالدین محمد علی القیسی عراق۔ قاری بن سوردی الحسن مراکش۔ احمد اکنسی ترکی۔ ڈاکٹر عمران روسیادی انڈونیشیا۔ قاری حاجی محمد بن حصری ملائیشیا

---

(۱) روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ (۲) بین الاقوامی محافل قراءت ۱۵

محمد گندم نجاد طوسی ایران شامل ہیں ان کے علاوہ پاکستان کے معروف قراء بھی شریک ہوئے

اس موقعہ پر صوبائی محکمہ اوقاف پنجاب نے ایک خوبصورت کتابچہ بھی شائع کیا جس میں مذکور الصدر تمام قراء حضرات سوانحی خاکے مع تصاویر شائع کئے۔ نیز علم تجوید کے حوالے سے دو علمی مضمون بھی شائع کئے۔ عنوان یہ ہیں ۱۔فن تجوید و قراءت کی اہمیت۔ ۲۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تجوید و قراءت۔ اسکے علاوہ صدر و وزیر اعظم کے پیغامات بھی شائع کئے۔

سرکاری سطح پر کل پاکستان محافل قراءت کا انعقاد باقاعدہ طور پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے دور سے شروع ہوا۔ ان کے حکم سے پہلی محفل قراءت ۱۴ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مرحوم صدر نے خود کی (۱) اس کے بعد یہ تقریب مستقل شکل اختیار کر گئی۔ اب ہر سال محکمہ اوقاف کے تحت پہلے ضلعی سطح پر پھر ڈویژنل سطح پر محافل منعقد ہوتی ہیں۔ ڈویژن کی سطح پر اوّل آنے والے حضرات صوبائی سطح پر منعقد ہونے والی محافل قراءت میں شریک ہوتے ہیں۔ پھر ہر صوبے سے پوزیشن حاصل کرنے والے حضرات ملکی سطح پر منعقد ہونے والی محفل قراءت میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ محفل ہر سال ماہ رمضان کے دوران اسلام آباد میں منعقد ہوتی ہے۔

(۱) ماہنامہ التجوید مارچ ۱۹۹۲

سرکاری اقدامات :

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا نصاب اور علم تجوید و قراءت

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام مارچ ۱۹۸۵ء میں حکومت پاکستان کے ارڈی ننس ۱۹۸۵×××× کے ذریعہ عمل میں آیا۔ یہ یونیورسٹی فیصل مسجد اسلام آباد کے پہلو میں قائم ہے۔ اس یونیورسٹی کی جاری کردہ ڈگریاں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے باقاعدہ منظور شدہ ہیں۔ اور پوری دنیا بشمول عرب ممالک تسلیم کی جاتی ہیں ''(۱)

یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اصول الدین کے نصاب میں دعوہ کے ساتھ علم قراءت کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ پراسپیکٹس میں اس حوالے سے یہ الفاظ درج کئے گئے ہیں

"The Faculty offers specialization in four Major areas 1. Aqeedah 2. Dawah and Qiraat 3. Tafseer. 4. Comparative Religion" (۲)

اسی طرح بی اے آنرز کے نصاب میں بھی علم قراءت کو شامل کیا گیا ہے پراسپیکٹس کے الفاظ یہ ہیں

"The B.A (Honours) degree is very Comprehensive

---

(۱) پراسپیکٹس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۲۱

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۴

The final product comes up with a thorough study of Quranic exegisis and approach to Hadith as well as fiqh Tajweedu-ul-Quraan practical Qiraat and the act and the science of Dawah are emphasizied"(1)

یونیورسٹی کے مختلف درجات میں شامل تجوید و قراءت کے نصاب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اصول الدین فیکلٹی بی۔اے آنرز پرانی سکیم

کورس کا نمبر	نام	دورانیہ کریڈٹ (۲)
UD - 109	سائنس آف تجوید	۲

اصول الدین بی اے آنرز نئی اسکیم جو ستمبر ۱۹۹۳ء سے نافذ العمل ہے۔

کورس کا نمبر	نام	دورانیہ کریڈٹ
۲۰۱	تجوید آف قرآن	۲

(۱) پراسپیکٹس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۲۱

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۱

اس کے علاوہ یونیورسٹی میں تین الگ الگ شعبے قائم کئے گئے ہیں

۱۔ شعبہ تفسیر و حدیث

۲۔ شعبہ عقیدہ اور ادیان کا تقابلی مطالعہ

۳۔ شعبۃ الدعوہ اور تہذیب

ان شعبہ جات کے نصاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ لازمی مضامین ۲۔ اختیاری مضامین

اختیاری مضامین میں سے طلباء کو دس کریڈٹ کے مضامین کا منتخب کرنا ضروری ہے تفسیر و حدیث کے شعبہ میں قراءت کو لازمی مضامین کے درجہ میں رکھا گیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

کورس کا نمبر	نام	دورانیہ کریڈٹ
۳۰۱ ULD	قراءت نمبر ۱	۲
۳۰۲ ULD	قراءت نمبر ۲	۲ (۱)

اس لحاظ سے پاکستان کے سرکاری تعلیمی اداروں میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی وہ پہلا ادارہ ہے جس کے نصاب میں واجبی حد تک علم تجوید و قراءت کو داخل نصاب کیا گیا ہے

---

(۱) پراسپیکٹس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان ۲۴

سرکاری حکم نامہ

ملک میں محافل قراءت کا آغاز ساٹھ کے عشرے کے اواخر میں ہوا۔ اور مختلف شہروں میں عوامی سطح پر قراءت کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ اس سلسلے میں ملتان میں بڑے زور شور سے کام ہوا۔ اور مجلس حسن قراءت کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اور اس کے تحت ۱۹۵۹ء ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۴ء میں بھرپور محافل قراءت منعقد ہوئیں۔ ملکی سطح پر اس ہمہ گیر تحریک کا اثر حکومتی سطح پر یہ ہوا کہ گورنر مغربی پاکستان نواب امیر محمد خان آف کالاباغ نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس کے تحت صوبے کے تمام سکولوں میں مسلمان طلباء اور طالبات کے لئے تعلیم القرآن کو حسن قراءت کے ساتھ لازمی قرار دے دیا گیا۔ یہ حکم نامہ تو جاری ہو گیا لیکن اس پر تعلیمی اداروں میں خاطر خواہ عمل نہ ہوا۔ البتہ سردار محمد زمان خان ڈائریکٹر ملٹری لینڈز اینڈ کنٹونمنٹس نے اس حکم پر فوری عمل درآمد کرتے ہوئے اپنی ماتحت چھاؤنیوں میں مستند قراء کا تقرر شروع کر دیا۔ "(۱)

اسی طرح تعلیم القرآن ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھی مرحوم نے مختلف ارباب تعلیم سے رابطہ قائم کیا جس کے نتیجہ میں ڈائریکٹر ایجوکیشن پشاور نے اپنے زون میں قراء کے تقرر کا اصولی فیصلہ کر لیا لیکن یہ شرط عاید کی کہ ایسے تمام قاری صاحبان

---

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی کتاب زندگی ۲۷۸

(۲) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر اپریل ۱۹۷۰ء ۳/ ۲۷

کی تنخواہیں ٹرسٹ ادا کرے گا۔ ٹرسٹ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور پشاور ریجن کے سکولوں اور نارمل ٹریننگ سینٹروں میں قراء کا تقرر عمل میں آیا۔

۱۹۷۰ء تک مغربی پاکستان کے ایک سو سکولوں میں قراء اساتذہ کا تقرر عمل میں آچکا تھا۔ جس کا تفصیلی گوشوارہ حسب ذیل ہے

اضلاع	تعداد سکول	اضلاع	تعداد سکول
بنوں	۵	لائلپور ★	۲
پشاور	۸	لاہور	۱۵
ڈیرہ اسماعیل خاں	۸	مردان	۹
سیالکوٹ	۲	ہزارہ	۳۲
کوہاٹ	۲		
گوجرانوالہ	۱۰		

مغربی پاکستان کے مذکورہ اضلاع کے علاوہ آزاد کشمیر میں بھی چھ سکولوں میں قاری اساتذہ مقرر کئے گئے اور اس طرح سو اسکولوں میں دو سو تیرہ قاری استاد متعین ہوئے۔ (۱)

۱۹۷۰ء کے بعد کے اعداد و شمار کا علم ہمیں کسی طور نہ ہو سکا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسکیم شیخ محمد یوسف سیٹھی کے انتقال کے بعد جاری نہ رہ سکی

★ نوٹ :- لائلپور کا نام اب فیصل آباد ہے

(۱) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر اپریل ۱۹۷۰ء ۳/ ۲۷

قومی خطاب اور تلاوت قرآن:

پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو پاکستان میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ اور عنان حکومت چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے سنبھالی۔ مرحوم دین کے ساتھ بہت لگاؤ رکھنے والے باعمل انسان تھے۔ قرآن کریم کے ساتھ ان کو والہانہ عشق تھا۔ وہ ہر حکومتی اجلاس کی کارروائی کا آغاز قرآن حکیم کی تلاوت سے کراتے۔ اگرچہ یہ طریق پاکستان میں پہلے سے رائج تھا تاہم ان کے دور میں اس کا التزام زیادہ ہونے لگا۔ پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو انہوں نے بطور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ریڈیو اور ٹیلی وژن سے خطاب کیا اس خطاب سے قبل ایک قاری صاحب نے قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ پاکستان میں یہ روایت پہلے موجود نہ تھی۔ لیکن اب یہ ہر سربراہ کا معمول ہے۔

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تلاوت:

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اپنے دور میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب کیلئے تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر انہوں نے اس بات کا اہتمام کیا کہ پاکستان سے اپنے ہمراہ قاری شاکر قاسمی کو لے کر گئے۔ جنرل اسمبلی میں اپنی تقریر سے قبل قاری صاحب موصوف سے تلاوت کلام اللہ کرائی۔ قاری شاکر قاسمی نے اس موقعہ کی مناسبت سے الیوم اکملت لکم دینکم۔۔۔ الخ آیات کی تلاوت کی۔ اس طرح شہید صدر ضیاء الحق عالم اسلام کے وہ پہلے سربراہ ہیں جنہیں پوری دنیا کی قیادت کے سامنے اللہ کے کلام کی تلاوت کرانے اور اسلام کا پیغام پہچانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

سرکاری وفد میں قاری کی شمولیت :

امریکی صدر ریگن کے زمانے میں مرحوم صدر ضیاء الحق سرکاری دورے پر امریکہ گئے۔ وفد کے ارکان کو منتخب کرنے کے سلسلے میں مرحوم صدر نے بطور خاص حکم دیا کہ ایک قاری کو بھی سرکاری وفد میں شامل کیا جائے۔ قاری کے انتخاب میں انہوں نے ذاتی طور پر دلچسپی لی۔ انہوں نے پورے ملک سے تین منتخب قراء کو اسلام آباد طلب کیا۔ ان تین قاری حضرات میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ پریذیڈنسی میں تینوں کا انٹرویو لیا۔ جس میں مختلف امور پر گفتگو کی۔ بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ ایک امریکی نومسلم طلال نامی کراچی میں مقیم ہیں۔ دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ اور علم تجوید و قراءت بھی پڑھے ہوئے ہیں۔ مرحوم چونکہ امریکہ جا رہے تھے۔ لہٰذا اس نسبت سے امریکی نژاد قاری طلال کو اپنے ہمراہ امریکہ لے گئے

پاکستانی قاری کو قراءت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر بھجوانا :

سرکاری احکام کے تحت ۱۲ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی پہلی محفل حسن قراءت میں صدر مملکت محمد ضیاء الحق نے یہ اعلان کیا کہ "قاری صاحب (خوشی محمد) کی ایک دیرینہ آرزو ہے ..... کہ انہیں موقع دیا جائے کہ وہ باہر کسی یونیورسٹی میں جا کر اپنی حسن قراءت کو اور زیادہ بنا سنوار سکیں .... انہیں ان شاء اللہ عنقریب جامعۃ الازہر بھیجیں گے تاکہ وہ اپنے انداز قراءت کو بہتر بنا سکیں۔"[1]

---

(۱) ماہنامہ التجوید ۱/۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء ص ۵

سرکاری سطح پر مقابلہ تجوید و قراءت :

پاکستان میں سرکاری سطح پر مقابلۂ تجوید و قراءت کا آغاز مرحوم شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ ان کے حکم سے پہلی محفل قراءت وزارت حج و اوقاف کے زیر اہتمام ۱۳ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ یاد رہے کہ انہوں نے عنان حکومت پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو سنبھالی تھی۔ گویا اقتدار سنبھالنے کے دو ماہ بعد ہی اپنے ترجیحی کاموں میں تجوید و قراءت کے فروغ کی جانب توجہ کی۔ انہوں نے ملکی سطح پر مقابلہ ہائے حسن قراءت منعقد کرانے کا حکم دیا۔ اسلام آباد میں منعقد ہونے والی پہلی محفل میں وہ خود شریک ہوئے اس موقعہ پر انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں علم تجوید و قراءت کی اہمیت اور اس کے فروغ کے بارے میں فرمایا۔

"مومن کیلئے آیات قرآنی کا سماع علم کی قوت میں اضافہ کا موجب ہے۔ اس سے روح کو تسکین ملتی ہے اور نیکی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ آپکو معلوم ہوگا کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے رسول خدا کو نعوذ باللہ قتل کرنے جا رہے تھے تو قرآن مجید کی ہی چند آیات سنکر ایمان لائے تھے خود رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے دوسروں سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے حضورؐ کو خوش الحانی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنا بہت پسند تھا۔ ترتیل اور وقار سے صحیح تلفظ اور صحیح مخرج کے ساتھ قرآن پڑھنا بجائے خود ثواب بھی ہے اور ہمارا فرض بھی......
میری خواہش ہے کہ قراءت کی محفلیں وقفوں وقفوں سے ہوتی رہیں تاکہ قوم میں قرآنی تعلیمات کا اثر راسخ کیا جا سکے" (۱)

(۱) ماہنامہ التجوید ۱/ ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء ۵۳-۵۴

حفاظ قرآن کے لئے رعایت :

حکومت پاکستان نے ۲۹ جولائی ۱۹۹۱ء کو کیبنٹ میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ چاروں صوبوں کی وزارت تعلیم کو ہدایت کی جائے کہ وہ تمام حفاظ قرآن طلبا، کو بیس اضافی نمبروں کی رعایت دے ۔ اور میرٹ میں ان نمبروں کو شامل کیا جائے ۔ اور تمام تعلیمی اور پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں کو داخلہ کے وقت اس ہدایت پر عمل کرنا چاہیے ۔ یہ حکم نامہ افتخار احمد بھٹی کے دستخطوں سے جاری ہوا ۔ اس حکم نامہ کی عبارت حسب ذیل ہے ۔

"I am directed to refer to case No. 16/CM/91 and decision there upon by the cabinet in their meeting held on 29th July, 1991 which inter-alia decided that the provincial Governments should be advised to implement the decision governing to award of 20 additional marks to Hafiz-e-Quran for admission to all educational and professional institutions at all level under their control.

2. It is requested that the educational institutions under your control may please be advised to take suitable action to implement the decision from the current academic year"[1]

یہ خط چاروں صوبائی حکومتوں کی وزارت تعلیم کو بھیجا گیا۔ اور انہوں نے اپنے ماتحت تمام تعلیمی اداروں کو روانہ کیا۔

پنجاب حکومت نے یہ حکم نامہ اپنے گشتی مراسلہ

No. SO (PI) 11-43/86 dated 15-9-1992

کے تحت تعلیمی سربراہوں کو بھیجا۔ جن میں جملہ یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن کالجز ڈائریکٹر ٹیکنیکل ایجوکیشن۔ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن سکولز۔ ڈائریکٹر سپیشل ایجوکیشن صاحبان شامل ہیں۔

---

(1) Govt. of Pakistan Ministry of Education Islam Abad Letter No. F. 3-2/87-IE dated 27th August 1992

تجاویز

روایت حفص و دیگر طرق قراءت :

علم قراءت کے دس امام ہیں جن سے قراءات عشرہ کا علم آگے منتقل ہوا۔ پھر ان دس آئمہ میں سے ہر ایک کے دو راوی ہیں۔ اس طرح رواۃ کی تعداد بیس ہو گئی۔ ان بیس راویوں کے آگے ہر راوی کے چار طرق ہیں۔ اس طرح طرق کی تعداد اسی ہو جاتی ہے۔ جن کا تذکرہ قراءت کی کتب میں موجود ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید محفوظ ترین کتاب ہے۔ اور اس کی قراءات روایات اور طرق سب محفوظ ہیں۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ کامل محبت کے باوجود مسلمانوں کی رغبت طرق قراءت کی جانب رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے۔ اور اب عالم یہ ہے کہ بیشتر علماء بھی سوائے **روایت حفص** کے کسی دوسری روایت سے شناسا تک نہیں ہیں۔ اس صورت حال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مصری دانشور ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں۔

" والملاحظ الآن ان كثيراً من المسلمين لا يحسنون ۔ مع الاسف ۔ اداء الكتاب العظيم حسب اصول التجويد، مع انهم بالضرورة يؤمنون بهذا الكتاب، ويحبونه۔ ويستشهدونه۔ والملاحظ ايضاً ان أغلب حفاظ القرآن الكريم لا يعرفون غير قراءة "حفص" وهذا وذاك امران بالغا الخطورة "(۱)

۱۔ لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقرآن، ۸۲ - ۸۳

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ افسوس آج کل اکثر مسلمان اصول تجوید کے مطابق اس عظیم کتاب کی تلاوت اچھے انداز سے نہیں کر سکتے حالانکہ وہ اس کتاب پر پورا ایمان بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ محبت کے دعوے بھی کرتے ہیں اور اس کو سرچشمہ ہدایت بھی سمجھتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بیشتر حفاظ قرآن سوائے قراءۃ☆ حفص کے کسی دوسری روایت کا علم نہیں رکھتے۔ یہ دونوں مذکورہ امور بڑے خطرے کا سبب ہیں۔

پاک و ہند کے معروف استاد علم قراءات قاری رحیم بخش ؒ نے اپنی کتاب "المہذبہ فی وجوہ الطیبہ" میں قراءات رواۃ اور طرق کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس مفصل تذکرے کے بعد وہ خود استدعا کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

"چونکہ اس زمانہ میں طیبہ کی ان مخصوص وجوہ کو صرف بعض حضرات ہی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ عام قراء اس کی طرف التفات کم کرتے ہیں اور اس سے ہجران قرآن لازم آتا ہے و نیز شدید خطرہ ہے کہ شدہ شدہ کہیں یہ بالکل نسیاً منسیاً ہی نہ ہو جائیں اس لئے ان کو بھی عام کرنے کی اشد ضرورت ہے"۔ (۱)

گویا علم قراءات یا تجوید محض آواز کے زیر و بم کا نام نہیں جیسا کہ آجکل عموماً تصور کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ علم حدیث اور علم فقہ کی طرح باقاعدہ مستقل علم ہے۔ اور اس علم کے مختلف راویوں اور ان کے طرق وغیرہ کو جاننا اور اس علم کو عام کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح حدیث میں علم الرجال اور اصول حدیث کا جاننا ضروری ہے لیکن دور حاضر میں بڑے بڑے معروف قراء بھی اس علم سے عاری نظر آتے ہیں اور یہ بھی شاید مبالغہ نہ ہو کہ بیشتر تو ان اصطلاحات سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ لہذا اس علم کو عام کرنے کی از حد ضرورت ہے

---

(۱) رحیم بخش قاری ، المہذبہ فی وجوہ الطیبہ ، ۶۳

☆۔ قراءۃ تو امام عاصم کی حفص راوی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر لبیب نے قراءۃ ہی کا لفظ استعمال کیا ہے لہذا ترجمہ بھی قراءت ہی کیا گیا ہے

خواتین اور علم قراءت :

پاکستان میں مردوں کیلئے تو علم تجوید وقراءت سیکھنے سکھانے کے مراکز اور مواقع موجود ہیں۔ لیکن خواتین کیلئے علم قراءت سیکھنے کا بندوبست قطعاً کسی جگہ موجود نہیں ممکن ہے بعض لوگ لفظ قطعاً سے اتفاق نہ کریں تو احتیاط کے پیش نظر یہ تو کہنا بے جا نہ ہوگا کہ باقاعدہ مستقل بندوبست کسی جگہ نہیں۔ کیونکہ علم قراءت سے آشنا خواتین اساتذہ کا وجود ہی نہیں۔ اکابر اساتذہ کو اس جانب بالخصوص توجہ کرنی چاہیئے۔ پانی پت میں قاری لالہ رحؒ نے اپنی بیٹی کو اس علم سے آراستہ کیا تھا۔ ان کے توسط سے جس طرح یہ علم آگے منتقل ہوا سب پر عیاں ہے۔ کہ عورتیں اور مرد سب ان سے استفادہ کرتے اور پانی پت مرکز حفاظ و علم قراءت قرار پایا۔ آج کل اگر خواتین کیلئے آغاز میں مرد اساتذہ سے علم قراءت کو منتقل کرنے کا بندوبست کیا جائے تو مستقبل میں عورتیں اپنی اولاد میں اس علم کو بسہولت منتقل کر سکتی ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ مدارس کی موجودگی کے باوجود ماضی میں بوڑھی خواتین اپنے گھروں میں بچوں بچیوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھایا کرتی تھیں۔ قرآنی تعلیم کا یہ نجی نظام گلی گلی محلے محلے موجود تھا اور بغیر مالی بوجھ برداشت کئے بچے بچیاں قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم سے بہرہ ور ہو جاتے تھے۔ مالی فراوانی یا ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے اب بڑے شہروں میں تو یہ رواج موجود نہیں رہا تاہم یہ صورت گاؤں اور پسماندہ علاقوں میں آج بھی موجود ہے۔ اسی نہج پر علم قراءت کی تدریس کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اگر خواتین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی جائے اور تجوید کے بنیادی اسباق کا ریفریشر کورسز کے ذریعے بندوبست کر دیا جائے تو علم تجوید کی ترویج مؤثر طریق پر ہو سکتی ہے۔

بورڈ کے مقابلے اور قراء کا تقرر :

ملک بھر کے تعلیمی بورڈز کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی یعنی میٹرک اور انٹرمیڈیٹ سطح تک امتحانات کا انتظام و انصرام کریں۔ متعلقہ بورڈوں کے ساتھ ملحق کالج و سکول کے طلباء انہیں بورڈوں کے تحت منعقد ہونے والے امتحانات میں بیٹھنے کے پابند ہیں۔ امتحانی نظام کے ساتھ ساتھ تمام بورڈ اس بات کا اہتمام بھی کرتے ہیں کہ وہ طلباء میں ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے محرکات کو بیدار کریں تاکہ امتحانات پاس کرنے کے ساتھ ساتھ طلباء کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کا انتظام بھی ہو سکے

اس مقصد کے حصول کی خاطر ہر بورڈ اپنے ساتھ ملحق سکولوں اور کالجوں کے طلباء کے مابین مختلف قسم کے مقابلے منعقد کرانے کا اہتمام کرتا ہے۔ مثلاً اردو انگریزی مباحثہ جات قراءت و نعت کے مقابلے۔ مقابلہ ہائے مضمون نویسی وغیرہ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اردو انگریزی مباحثہ جات مقابلہ تقاریر یا مضمون نویسی کے مقابلہ جات کیلئے اسکولوں اور کالجوں میں باقاعدہ تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے لئے اساتذہ طلباء کی پوری پوری راہ نمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح کھیلوں کے مقابلے کی تیاری کیلئے بھی اساتذہ ہی میں سے کسی کو انچارج یا ذمہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ اس تقرر میں عموماً اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ انچارج استاد اس کھیل کا کھلاڑی ہو یا کھلاڑی رہا ہو یا کم از کم اس کھیل کے بارے میں خاطر خواہ معلومات ضرور رکھتا ہو۔ یہی صورت مختلف زبانوں میں تقریری و تحریری مقابلوں کے معاملہ میں بھی ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ لیکن علم تجوید و قراءت کے مقابلوں کیلئے تیاری اور ان

مقابلوں میں طلباء کو بھیجنے کے لئے اس بات کا قطعاً اہتمام نہیں کیا جاتا کیونکہ ملک بھر کے کسی بھی ادارے میں علم تجوید و قراءت کو باقاعدہ جاننے والے اساتذہ سرے سے موجود نہیں الاّ ماشاء اللہ۔ کیونکہ سرکاری سطح پر حکومت کی طرف سے سکولوں اور کالجوں میں اس مقصد کیلئے کوئی آسامی موجود نہیں ہے۔ لہذا قراءت کے مقابلہ میں حصہ لینے کی خاطر ایسے ہی کسی نہ کسی طالب علم کو پکڑ کر اس کا نام مقابلے میں شرکت کیلئے ارسال کر دیا جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ کسی ایسے طالب علم کا انتخاب کیا جاتا ہے جس نے اپنے طور پر کسی محلہ کی مسجد کے نیم قاری یا مولوی یا امام صاحب سے تھوڑی بہت مشق کر لی ہوتی ہے اگر بالفرض ایسا طالب علم نہ ملے تو بھس غنیمت است کے مصداق کسی ایسے طالب علم کو اس مقصد کیلئے چن لیا جاتا ہے جو عرف عام دینی رجحان رکھنے والا ہو قطع نظر اس بات سے کہ وہ علم تجوید کی ابجد سے بھی واقف ہے یا نہیں۔ گویا محفل قراءت یا مقابلۂ حسن قراءت میں حصہ لینا ایک خانہ پری اور ایک عملِ اضطراری سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ نیز مقابلۂ حسن قراءت میں حصہ لینا طلباء کا وہ امتحان ہے جس کی انہیں قطعاً تیاری نہیں کرائی جاتی اور نہ ہی یہ علم نصابی طور پر سکولوں اور کالجوں میں ان کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک ایسا امتحان ہے جس میں طلباء بغیر تیاری بغیر استاد بغیر نصاب کے شریک ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال ناقابل فہم بھی ہے اور مضحکہ خیز بھی۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ کالجوں اور سکولوں میں علم تجوید کو باقاعدہ اختیاری مضمون ELECTIVE کی حیثیت سے پڑھایا جائے۔ اور اس مقصد کیلئے دیگر مضامین کی طرح ماہر اساتذہ علم تجوید و قراءت کی آسامیاں پیدا کی جائیں تاکہ طلباء اس مضمون کی باقاعدہ تدریس کے بعد شامل مقابلہ یا شریک امتحان ہو سکیں۔

مسابقہ ہائے حُسنِ قراءت میں منصفین کا تقرر :

تعلیمی اداروں میں مسابقہ ہائے حسن قراءت منعقد کرنے کا زور شور تقریباً ساٹھ کی دہائی میں شروع ہوا۔ ان مسابقات کا ایک مثبت پہلو تو یہ سامنے آیا کہ قرآن مجید کو پڑھنے کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ اور طلباء میں علم تجوید سیکھنے پڑھنے پڑھانے کے رجحان نے بھی فروغ پایا لیکن کالجوں سکولوں میں چونکہ اس علم کی تدریس کا بندوبست ہرگز نہ تھا اس لئے طلباء نے اپنے طور پر محلہ کی مساجد کے آئمہ کی طرف رجوع کرنا شروع کیا۔ اس طرزِ عمل سے دو صورتیں سامنے آئیں ایک تو ایسے طلباء جنہوں نے واقعی ماہر اساتذۂ علم تجوید و قراءت کی طرف رجوع کیا کہ ان قرب و جوار میں ایسے اساتذہ میسر تھے۔ دوسرے وہ کہ جنہوں نے محض آواز کے زور پر تلاوت کرنے والوں کو اپنا استاد بنایا حالانکہ وہ تجوید کی اصل سے واقف نہ تھے ان کا مبلغ علم قرآن مجید کے چند رکوعات تک ہی محدود تھا جن کی مشق انہوں نے کسی سے کرلی یا کیسٹ سے سن کر اس کی نقل پر اکتفا کیا۔ جب ان طلباء نے مسابقہ ہائے قراءت میں حصہ لیا تو ان کے لئے بطور منصف عموماً ایسے ہی حضرات کی خدمات مستعار لی گئیں جو محلے کی مسجد کے امام صاحب تھے یا کسی سکول میں دینیات کے ٹیچر۔ جنہیں علم تجوید و قراءت کی ابجد کا علم بھی نہ تھا۔ ان حضرات نے محض آواز کے لوچ غنائیت اور زیر و بم کو سامنے رکھ کر ہی انعام کا استحقاق تعین کیا۔ جس کی وجہ سے ماہر اساتذۂ علم تجوید سے پڑھ کر آنے والے طلباء کی حوصلہ شکنی ہوئی اس حوصلہ شکنی کے نتیجہ میں ان طلباء نے بھی حسن صوت تغنیہ سانس کی جا بجا

طوالت اور آواز کے زیر و بم ہی کو اصل تجوید خیال کیا۔ لہذا انہوں نے بھی تجوید کے قواعد و ضوابط کو چھوڑ محض آواز کے غنائی پہلو کو ہی کامیابی گردانا۔ اور ماہر اساتذۂ علم تجوید سے ناتہ توڑ حسن صوت اور طوالت سانس کیلئے ریاض شروع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں انہیں محافل قراءت میں انعامات بھی ملے۔ معاشرے میں واہ واہ سبحان اللہ کی گونج کے ساتھ پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ اور اس طرح پورے معاشرے میں تجوید کی اصل معرفت تقریباً ختم ہی ہو کر رہ گئی۔ حسن صوت تنفس کی طوالت اور غنائیت ہی کا نام تجوید و قراءت ٹھہرا۔

اس ساری صورت حال کے تناظر میں اس بات کی انتہائی ضرورت ہے کہ کالجوں سکولوں اور دیگر تنظیموں کے تحت کسی بھی جگہ منعقد ہونے والے مقابلہ ہائے قراءت میں ایسے حضرات کا تقرر بطور منصف کیا جائے جو علم تجوید کو صحیح طور جاننے والے اور ماہر اساتذہ ہوں۔ تاکہ طلباء میں اس علم کی صحیح معرفت کا جذبہ بیدار ہو۔ اور اس علم کی تحصیل کیلئے وہ ماہر اساتذہ کی طرف ہی رجوع کریں۔

محافل قراءت میں اس تصور کو ختم کرنے کی بھی از حد ضرورت ہے کہ علم تجوید صرف سانس کی طوالت اور آواز کے زیر و بم اور حسن صوت اور غنائیت کا نام ہے تاکہ عام لوگ اس علم کے بارے میں صحیح صورت سے آگاہ ہوں اور درست رائے قائم کر سکیں۔ محض آواز ہی کو علم تجوید کی اصل خیال نہ کریں۔

رسم المصحف :

رسم قرآن کے معاملے میں مصحف عثمانی کی اقتداء بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی تلاوت کے معاملے میں سبعہ احرف کی۔ اس موضوع پر عربی زبان میں تو اچھی اچھی کتب موجود ہیں اور برصغیر کے عالم محمد غوث ارکاٹی نے بھی اس حوالے سے "نثر المرجان فی رسم نظم القرآن" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ جو عربی زبان ہی میں ہے۔ اردو زبان کا دامن ابھی تک اس معاملہ میں خالی ہے۔ بلکہ اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ علم الرسم کا تشخص ہی سرے سے ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ پڑھنا پڑھانا تو درکنار بحیثیت علم کے اس مقدس علم کی شناخت بھی باقی نہیں رہی کسی بھی دینی مدرسہ میں یہ موضوع نصاب کا حصہ نہیں ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ درس نظامی میں اسکی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ ممکن ہے اس وقت یہ علم اتنا عام ہو کہ اس کا باقاعدہ پڑھنا پڑھانا تحصیل حاصل خیال کیا گیا ہو۔ لیکن اس عدم توجہی کی وجہ سے اب یہ علم تقریباً ناپید ہی ہو گیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند وغیرہ میں طبع ہونے والے نسخہ ہائے قرآن مجید میں کہیں کہیں رسم عثمانی سے اعراض کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایران کے مطبوعہ نسخہ ہائے قرآن میں تو ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ رسم المصحف پر بھی اردو زبان میں کتب لکھی جائیں یا کم از کم عربی کتب کا اردو زبان میں ترجمہ کرایا جائے تاکہ یہ عمل برصغیر پاک و ہند میں اس علم کی شناخت کا باعث بن سکے۔ اور برصغیر کے ناشرین کتب اور کاتب حضرات اس علم کی اہمیت کو جان سکیں۔ علاوہ ازیں اس علم کو تعلیمی اداروں میں درسیات کا حصہ بنانے کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے۔

مدارس درجہ قراءت :

پاکستان کے بیشتر ایسے مدارس و جامعات ہیں جن میں اصلاً تو درس نظامی کی تدریس ہوتی ہے لیکن ان میں درجہ تجوید کو بھی اضافی طور پر قائم کیا گیا ہے۔ یعنی یہ درجہ باقاعدہ دوسرے درجات کی طرح موجود نہیں بلکہ وہ کسی ایک یا دو استادوں کی موجودگی کی وجہ ہی سے قائم ہے۔ یا ان دو اساتذہ کی ذاتی کوشش اور دلچسپی کی وجہ سے باقی ہے۔ اگر یہ اساتذہ کسی اور مدرسہ میں چلے جائیں یا انتظامیہ کے ساتھ کسی وجہ سے ان کی ان بن ہو جائے اور اس بناء پر وہاں سے ان کا خروج ہو تو درجہ تجوید بھی قائم نہیں رہتا۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ حالانکہ اس کے برعکس اگر کسی اور فن کا استاد مثلاً فقہ۔ تفسیر یا حدیث پڑھانے والا کسی وجہ سے ملازمت ترک کرنا چاہتا ہے یا کسی اور مدرسہ میں زیادہ بہتر سہولتوں کی وجہ سے یا زیادہ مشاہرہ کی کشش میں جانا چاہتا ہے تو انتظامیہ حتی الوسع اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ وہ استاد ملازمت ترک نہ کرے یا کم از کم نئے استاد کی تقرری تک یہ استاد تدریس کے عمل کو جاری رکھے تاکہ اس درجہ کا قیام متاثر نہ ہو اور طلباء کی تعلیم کا سلسلہ بھی تعطل کا شکار نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ صورت حال یا یہ سلوک درجہ تجوید اور اس میں تعلیم و تدریس پر مامور استاد کے ساتھ روا نہیں رکھا جاتا۔ کیونکہ اس استاد کے کسی اور جگہ چلے جانے اور تجوید کے شعبہ کی بندش سے مدرسہ کو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مدرسہ کی بقا سلامتی یا اس کا جاری رہنا درجہ تجوید کا رہین منت نہیں بلکہ

اساتذۂ تجوید کے چلے جانے سے الٹا مدرسہ کے مالی مصارف میں تخفیف ہی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بیشتر مدارس میں جہاں شعبہ تجوید اضافی طور پر موجود ہے اس شعبہ کے ساتھ دوسرے درجہ کا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ صورت حال اس بات کی غماز ہے کہ علم قراءت یا علم تجوید کی اہمیت منتظمین مدرسہ کی دانست میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ ایک اضافی علم ہے۔ جو اگر مدرسہ میں نہ بھی پڑھایا جائے تو چنداں فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر درجہ تجوید بند بھی ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔

علم تجوید و قراءت کی پستی اور طلباء میں اس کی جانب عدم توجہی کے رجحان کا بڑا سبب یہی رویہ ہے جو مدارس کے منتظمین کے ہاں پایا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علم تجوید کی اہمیت کو بھی دوسرے علوم کی طرح سمجھا جائے بلکہ براہ راست قرآن سے متعلق ہونے کے ناتے اس علم کو دوسرے علوم پر ترجیح دی جائے۔ اور اسکو باقاعدہ مدارس کے مروجہ نصاب (درس نظامی) میں شامل کیا جائے۔ بلکہ مدارس کے منتظمین کو اس بات کا پابند کیا جانا ضروری ہے کہ وہ اپنے نظام امتحان میں علم تجوید و قراءت کو مستقل علم کے طور پر شامل کریں نیز ہر مدرسہ کو کسی بھی وفاق کی طرف سے پروانۂ الحاق دینے سے قبل اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ آیا وہاں پر علم تجوید و قراءت کی تدریس کا خاطرہ خواہ انتظام کیا گیا ہے یا نہیں۔ اور ایسے مدارس کا الحاق ختم کر دیا جائے جہاں پر یہ شعبہ معدوم ہو یا اس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جا رہی ہو۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے فرائض نبوت کا ذکر کرتے ہوئے تلاوت آیات کو دیگر تمام فرائض پر فوقیت دی ہے۔

مدارس دینیہ اور درجہ ہائے تجوید و قراءت :

مدارس میں قراءت کے شعبہ جات بھی کسی ایک شخصیت کی ذات سے وابستہ ہوتے ہیں ۔ اگر وہ شخصیت دنیا میں نہ رہے یا کسی وجہ سے وہ مدرسہ چھوڑ جائے تو پورا شعبہ ہی بند ہو جاتا ہے ۔ ایسی مثالیں ملک کے بیشتر مدارس میں موجود ہیں ۔ جس کا مطلب ہے کہ شعبہ تجوید و قراءت کسی مدرسہ کا باقاعدہ ہدف نہیں ۔ اس کی حیثیت محض ثانوی ہے اس طرز عمل کی وجہ سے علم تجوید کو بڑا نقصان ہوا ۔ جبکہ اس کے برعکس کسی بھی فن کا عالم کسی وجہ سے مدرسہ کو چھوڑ دے یا فوت ہو جائے تو منتظمین فوری طور پر اس فن کے دوسرے استاد کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں ۔ اور اس فن کے استاد کو جیسے بن پڑے مہیا کرکے ہی دم لیتے ہیں خواہ کسی دوسرے مدرسہ سے زائد تنخواہ دے کا لالچ دے کر ہی کیوں نہ لانا پڑے ۔ بہرحال استاد لایا جاتا ہے لیکن علم تجوید کے معاملے میں یہ صورت نہیں شعبہ تجوید چلتا رہے تو بہتر بند ہو جائے تو ہو انتظامیہ بے نیاز ۔ اس طرح علم تجوید کو مدارس کے اندر ثانوی سے بھی کم ترجیحیت حاصل رہی ۔ یہی وجہ ہے کہ پورے ملک میں ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس ہونے کے باوجود گنتی کے چند مدارس میں درجہ ہائے تجوید و قراءت قائم ہیں اور ان کا قیام بھی کسی ایک پرانے استاد کی ذات اور وجود کا رہین منت ہے ۔ ضرورت ہے کہ منتظمین مدارس اس انحطاط پذیر صورت حال کا پوری دلجمعی سے جائزہ لیں اور علم تجوید و قراءت کے شعبہ کو بھی مدارس میں وہی مقام و مرتبہ دیں جو دیگر شعبہ جات کو حاصل ہے ۔

لفظ قاری کا غلط استعمال :

پاکستان میں لفظ قاری کا استعمال بہت غلط اور ناجائز ہے۔ جسکی وجہ سے اس علم اور فن کی قدر و منزلت خاصی متاثر ہو رہی ہے۔ ممکن ہے ہماری اس بات سے کچھ لوگ چونک جائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں ہر وہ شخص جو کسی قاری صاحب سے ایک آدھ رکوع کی مشق کر لیتا ہے اور خوش گلوئی کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے خود کو قاری کہلانے لگتا ہے۔ یا لوگ کم علمی بلکہ لاعلمی کی بنا پر اسے قاری کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ لفظ قاری کا اطلاق اپنی اصلیت کے اعتبار سے صرف ایسے شخص پر ہوتا ہے جو مستند قاری ہو اور علم تجوید و قراءت سے پوری طرح بہرہ ور ہو اور کم از کم سبعہ قراءات کا جاننے والا ہو۔ نہ صرف یہ کہ جاننے والا ہو بلکہ ایک کثیر مخلوق نے اس سے اس علم کو حاصل بھی کر رکھا ہو۔ لیکن ہمارے ملک میں علمی لحاظ سے کوتاہ دامنی کا عالم یہ ہے کہ ہر استاد جو کسی مکتب یا مدرسہ میں دینیات پڑھاتا ہے اسے بھی سب قاری ہی کے نام سے پکارتے ہیں اور بسا اوقات تو اس لفظ کا اطلاق محض چہرہ پر سجی داڑھی دیکھ کر ہی کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہر شخص پر لفظ قاری کا اطلاق نہ صرف یہ کہ درست نہیں بلکہ اس علم اور فن کے ساتھ بھی مذاق ہے۔ اگر فوج کے کسی صوبیدار یا نائک وغیرہ کو میجر یا جنرل کہنا قانوناً جرم ہے تو غیر قاری کو قاری جیسے عظیم المرتبت خطاب سے مزین کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لفظ قاری کے استعمال کا معیار مقرر کیا جائے اور کسی ایسے شخص کو یہ ٹائٹل استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے جس نے باقاعدہ اس علم کی تحصیل نہ کی ہو تاکہ معاشرے میں علم تجوید و قراءت کا صحیح تشخص پیدا ہو سکے۔

وسعت نظری :

تقریباً ربع صدی پیشتر پاکستان کے دینی مدارس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور باہم کسب فیض کرنے کا ماحول پایا جاتا تھا۔ دینی علوم کے سلسلے میں عموماً اور علم تجوید کے سلسلے میں خصوصاً یہ صورت حال موجود تھی کہ بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث مکتب فکر کے اساتذہ وطلباء اپنے مذکورہ اعتقادی رجحانات رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کے مدارس اور ایک دوسرے کے اساتذہ سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے اختلافی رجحانات کے باوجود استاد کی عزت اور شاگرد کے ساتھ شفقت ومحبت کے برتاؤ میں کمی نہ آتی تھی۔ کہ علم انبیاء کا ورثہ ہے سب کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ اختلاف تو صرف توجیہات کا ہے بنیاد کا نہیں۔ اس حوالے سے ماضی قریب میں ہمیں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ مشتے از خروارے چند مثالیں ملاحظہ ہوں

بریلوی مکتب فکر کے قاری غلام رسول کا شمار پاکستان کے معروف ومشہور قراء میں ہوتا ہے۔ یہ بات بھی بلا مبالغہ درست ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے تقریباً سبھی قاری حضرات انہی قاری غلام رسول کے شاگرد ہیں۔ اور قاری غلام رسول نے علم تجوید کی تحصیل کیلئے شیخ القراء استاد الاساتذہ قاری عبدالمالک علی گڑھی سے کسب فیض کیا۔ اور دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ قاری عبدالمالک مولانا اشرف علی تھانوی کے عقیدت کیش اور ارادتمند تھے۔ اور دار العلوم اسلامیہ دیوبندی مکتب فکر کا مدرسہ تھا۔ قاری عبدالمالک نے قاری غلام رسول صاحب کو پڑھانے یا مدرسہ میں داخلہ دینے سے اس بناء پر انکار تو نہیں کیا کہ وہ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے

قاری غلام رسول کو اپنا مکتب فکر تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ اسی طرح قاری غلام رسول نے بھی بریلوی ہونے کے باوجود دیوبندی استاد قاری عبدالمالکؒ سے کسب فیض کو معیوب خیال نہیں کیا۔ اور انہیں استاد کی حیثیت سے پورا پورا ادب واحترام دیا۔

اسی طرح قاری اظہار احمد تھانویؒ دیوبندی فکر کے عالم تھے انکی زیادہ شہرت علم تجوید وقراءت کے حوالے سے ہوئی۔ موصوف کو اہل حدیث حضرات نے اپنے مدرسہ میں مدرس تجوید تعینات کیا بلکہ اہل حدیث حضرات کے سرخیل مولانا داؤد غزنویؒ خود قاری اظہار احمد تھانویؒ کے پاس گئے اور انہیں اپنے مدرسہ میں شعبہ تجوید کے صدر مدرس کے طور پر لائے۔ یہ بات تو کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں علم تجوید قاری غلام رسول کے توسط سے پھیلا جبکہ اہل حدیث حضرات میں یہ علم قاری اظہار احمد تھانویؒ کے فیض سے عام ہوا۔ اور یہ دونوں حضرات استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ کے شاگرد ہیں۔ لیکن آج یہ جذبہ معدوم ہو چکا ہے۔ قاری کہلانے والے حضرات نے ایک ہی گھاٹ سے سیرابی حاصل کرنے کے بعد اپنی اپنی پیشانیوں پر مخصوص مکاتب فکر کی چھاپ والے ماسک چڑھالئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہر مکتب فکر اپنی علیحدہ محفل قراءت منعقد کرنے کی فکر کرتا ہے۔ محافل قراءت کے اشتہارات بھی گروہی حوالے ہی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مکتب فکر کے قراء حضرات قرآن تجوید اور علم قراءت کے حوالے سے وہی سابقہ جذبہ پیدا کریں اور خود کو محدود دوائر میں محصور کرنے کی بجائے وسعت قلبی اور وسعت نظری سے کام لیں کہ جذبہ کے بغیر نہ تو جدت افکار پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدمت قرآن کا دعویٰ مبنی برصداقت قرار دیا جا سکتا ہے۔

مدارس حفظ اور علم تجوید :

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ پاکستان میں قرآن کریم کی ناظرہ اور حفظ کی تعلیم و تدریس کیلئے مفت انتظام ہے۔ طلباء کو قرآن پڑھنے کیلئے کوئی فیس یا معاوضہ ادا کرنا نہیں پڑتا بلکہ بیشتر مقامات پر ایسے طلباء کی رہائش خوراک پوشاک اور دوادارو کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ ملک کے تمام شہروں میں ان گنت چھوٹے بڑے بے شمار مدارس موجود ہیں اور گلی کوچے کی ہر مسجد میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہاں بچے قرآن ناظرہ کی تعلیم سے بہرہ ور ہوں۔ اکثر مقامات پر حفظ قرآن کا نظم بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ان تمام مدارس کو مدارس تجوید و قراءت ہی تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں علم تجوید و قراءت کی تدریس کا سرے سے انتظام ہی نہیں ہوتا۔ اور پڑھانے والے اساتذہ بھی اس علم سے بے بہرہ ہی ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ خود قرآن مجید کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھتے ہیں اور طلباء کو بھی قواعد تجوید کے مطابق ہی پڑھاتے اور حفظ کراتے ہیں لیکن علم تجوید سے استاد اور شاگرد دونوں نابلد ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھنا الگ بات ہے اور علم تجوید کا جاننا سمجھنا الگ بات ہے۔ کہ تجوید باقاعدہ علم کا نام ہے۔

ملک میں ایسے مدارس بھی موجود ہیں جو خدمت قرآن کے حوالے سے قائم کئے گئے اور علم تجوید علم قراءت کے تعلق ہی سے ان کے منتظمین لوگوں سے بھاری رقوم بطور چندہ اکٹھی کرتے ہیں۔ ان مدارس کی عمارتیں بھی عالیشان اور دفاتر بھی بہت خوبصورت

اور ہر لحاظ سے مزین۔ لیکن دوسری طرف علمی بے مائگی کا یہ عالم کہ مہتمم یا ناظم علم تجوید کی ابجد سے بھی نابلد و ناآشنا۔ ظاہر ہے ایسے حضرات اپنے ادارے کیلئے صحیح اور اچھے استاد کا انتخاب کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں نے بہت قلیل مشاہرے پر برائے نام حفاظ کو بطور استاد تجوید اپنے مدارس میں تعینات کر رکھا ہے۔ اور دور دراز کے غریب نادار کم عمر و نوعمر طلباء کو وہاں جمع کر رکھا ہے جو سالہا سال صرف کرکے بھی علم تجوید سے بے بہرہ رہتے ہیں لیکن مدرسہ سے قاری بن کر نکلتے ہیں۔ اس جگہ ایک دلچسپ واقعہ قابل ذکر ہے مدارس تجوید و قراءت کی تحقیق کے سلسلے میں ملک کے مختلف مدارس کو خطوط تحریر کئے گئے جن میں علاوہ دیگر سوالوں کے ایک سوال یہ بھی تھا "آیا آپ کے مدرسہ میں درجہ تجوید قائم ہے اگر ہے تو سبعہ عشرہ تک ہے یا صرف روایت حفص تک"۔ ایک مدرسہ کے مہتمم کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ ہمارے ہاں درجہ تجوید بڑے اہتمام سے قائم کیا گیا ہے اور یہاں سے تعلیم حاصل کرکے قراء کرام اندرون و بیرون ملک قرآن کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جن کی تعداد ان گنت ہے۔ ہمارے ہاں یہ درجہ صرف روایت حفظ تک ہے یعنی مہتمم صاحب روایت حفص کی معرفت سے بھی ناآشنا تھے اور نہ ہی انہیں حفص اور حفظ کے فرق کا پتہ تھا۔ اس تناظر میں یہ کہنا بجا ہے کہ مدارس کے منتظمین قرآن کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ کریں مدارس کو جلب منفعت کا ذریعہ نہ بنائیں نیز مناسب ہوگا کہ ایسے مدارس جہاں حفظ قرآن کا نظم موجود ہے وہاں علم تجوید کی چند ابتدائی کتب پڑھانے کا بھی بندوبست کر دیا جائے تاکہ حفظ قرآن کی دولت سے مالامال ہونے والے خوش نصیب حضرات علم تجوید و قراءت کی بنیادی معلومات سے بھی بہرہ ور ہوں۔

مدارسِ حفظ میں جسمانی سزائیں :

مدارس حفظ میں بچوں کو جسمانی سزا دینا اساتذہ کا معمول ہے ۔ اور یہ تصور عام ہے کہ حفظ قرآن بغیر جسمانی سزا کے ممکن نہیں ۔ گویا قرآنی تعلیم اور جسمانی سزا دونوں لازم وملزوم ہیں ۔ یہ جسمانی سزا بھی اذیت کی حد تک دی جاتی ہے ۔ ایک حافظ قرآن جو جید قاری بھی ہیں آپ بیتی اس طرح بیان کرتے ہیں ۔

" ہمارے استاد ۔۔۔۔ خوب سخت گیر اور شدید التعزیر تھے ایک بار احقر کے دائیں ہاتھ کی وسطی و سبابہ کے درمیان چاقو کی نوک رکھکر سزا دی جس سے خون بہہ نکلا اس زخم کا نشان ابھی تک باقی ہے سر میں کافی ضربیں لگاتے تھے ان کے آثار اور زخم بھی تا حال موجود ہیں ۔ ایک بار ناک کی ہڈی پر مکہ رسید فرمایا جس کی وجہ سے ناک کی ہڈی ٹیڑھی ہوگئی اور دائمی شکایت پیدا ہوگئی استاد موصوف کئی مرتبہ گھٹنوں پر مارتے جس کی وجہ سے ورم ہو جاتا مگر ہماری والدہ ماجدہ رات کو آگ سے گھٹنوں کو سینکتیں اور پھر صبح کو از خود ہمیں استاد صاحب کے پاس پہنچا کر آیا کرتیں ۔ ایک بار حضرت استاد ممدوح ؒ نے احقر کی گردن میں زنجیر ڈال کر اس کا دوسرا سرا دروازہ کی کنڈی کے ساتھ باندھ دیا اور پھر قرآن سننا شروع فرمایا جہاں غلطی آتی اٹھا کر دور پھینکتے جس کی وجہ سے گلا کھنچ جاتا ۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اسی طرح ایک بار جو اٹھا کر دور پھینکا تو گلا اس قدر سخت اور زیادہ کھنچ گیا کہ میں بے ہوش ہوگیا سر سے شاں شاں کی آوازیں آنے لگیں منہ میں جھاگ آگئے ۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا "

محمد طاہر رحیمی ، سوانح نتیجہ ۶۲۵

اس قسم کے واقعات ایک نہیں سینکڑوں ہیں. طلباء کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر مقید کرنا تو معمول کی سزا سمجھی جاتی ہے۔ چند برس پیشتر ایسے ہی ایک طالب علم نے جسے اس کے استاد نے زنجیر میں جکڑنے کی سزا دی تھی اس اذیت سے گلو خلاصی کرانے کیلئے مٹی کا تیل چھڑک کر خود سوزی کرلی۔

ہماری دانست میں مدارس کے اندر تعلیم قران یا حفظ قرآن کے حوالے سے یہ صورت حال نہایت تکلیف دہ ہے۔ طالب علم بچے اپنی مجبوری کے عالم میں یہ اذیت ناک سزائیں جھیلتے رہتے ہیں۔ لیکن اپنے اساتذہ کے خلاف جذبہ نفرت لے کر جوان ہوتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں اسلام بیزاری کے جذبات بھی پروان چڑھنے لگتے ہیں۔ اس لئے جسمانی سزا کی کسی طرح بھی تائید نہیں کی جا سکتی۔ یہاں ہم انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ یاد رہے کہ مذکورہ ٹرسٹ پاکستان میں قائم ہونے والے رفاہی اداروں میں ایک اہم ادارہ ہے اس ادارے کی خدمات سرکاری شعبوں اور عام سماجی حلقوں میں معروف ہیں۔ ٹرسٹ کی طرف سے سال میں ایک دو مرتبہ کارکردگی رپورٹ افادہ عام کی غرض سے شائع کی جاتی ہے۔

۱۹۹۲ء میں ٹرسٹ کی طرف سے جاری کی جانے والی ششماہی کارکردگی رپورٹ گھروں سے بھاگ جانے والے بچوں کے بارے تھی۔ جن کو انصار برنی ٹرسٹ کے توسط سے ان کے والدین تک پہنچایا گیا اور اصلاح کی غرض سے بچوں سے پوچھ گچھ کی گئی اس رپورٹ کے مطابق " صوبہ سرحد میں نوعمر لڑکوں کے گھر سے فرار ہونے کی

بڑی وجہ اساتذہ کی مار پیٹ ہے۔ بھاگنے والوں میں پینتالیس فی صد تعداد لڑکوں کی ہے جو دینی مدارس سے بھاگ جاتے ہیں۔ باقی ذہنی مریض دیہات سے والدین کے ہمراہ شہر آنے والے فلموں میں کام کرنے کیلئے گھر سے بھاگنے والے اور اغوا یا لاپتہ ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں ہوتی ہیں" (۱) اس رپورٹ کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک تبصرہ نگار لکھتا ہے کہ" انصار برنی ٹرسٹ کی یہ رپورٹ دینی مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کیلئے لمحۂ فکریہ ہے۔ انہیں ان عوامل پر غور و فکر کرنا جن کی وجہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والے طلباء اپنا گھریلو آرام چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا مجبور کر دیئے جاتے ہیں۔ بچوں کے اس غلط عمل کا سب سے بڑا محرک مدارس کے اندر بچوں کی حد سے زیادہ مار پیٹ ہے قرآن مجید کی تعلیم کے بارہ میں مدارس کے اندر جانے یہ تصور کیوں عام ہو گیا ہے کہ بغیر مار پیٹ کے قرآن مجید نہ یاد ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں نئے نئے طریقے ایجاد ہو رہے ہیں اور ان طریقوں کے مثبت نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں تو دینی تعلیم کے نظام کو اسی پرانے مار پیٹ والے ڈگر پر جاری رکھنا قرآن کریم کی کوئی خدمت نہیں" (۲)

یوں بھی سزا تو صرف تساہل اور غفلت دور کرنے کیلئے ہوتی ہے جس کا درجہ تنبیہ کے سوا کچھ نہیں جس میں اذیت کا پہلو شامل نہیں ہونا چاہئے۔ ایسی سزا جو اعضائے جسمانی پر مستقل اثر چھوڑے اس کا اخلاقاً جواز ہے نہ شرعاً۔ ایسی سزا سے اجتناب انتہائی ضروری ہے

---

(۱) ماہنامہ التجوید، اگست ۱۹۹۲ ص ۳

(۲) " " " " ص ۴

طباعت میں ترتیب توقیفی کا لحاظ :

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ترتیب توقیفی کہلاتی ہے جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی۔ پاکستان میں بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کیلئے شروع میں نورانی قاعدہ یا بغدادی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد تیسواں پڑھا کر پھر پہلے پارے سے پڑھانا شروع کرتے ہیں۔ تاکہ بچہ پہلے قرآن مجید کی چھوٹی سورتوں کو یاد کرلے اور چھوٹی چھوٹی سورتیں جلد ختم کرلینے سے اس کے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ یہ بات مستحسن ہے لیکن عموماً بچوں کو پڑھانے کیلئے جو تیسواں پارہ شائع کیا جاتا ہے اسکی طباعت ترتیب توقیفی کی بجائے معکوس انداز میں کی جاتی ہے۔ یعنی سورۃ النّاس سے آغاز کر کے سورۃ النباء پر ختم کیا جاتا ہے جبکہ ترتیب توقیفی یہ ہے کہ سورۂ نباء سے شروع کر کے سورۃ الناس پر اختتام کیا جائے۔ اس بارے میں سعودی عرب کے مفتی عبداللہ بن باز نے فتویٰ دیتے ہوئے فرمایا ہے "یجب الترتیب لسور القرآن کما فی المصحف العثمانی فالجزء الاخیر یبداء لسورۃ عم و ینتھی لسورۃ الناس" (۱)

قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے مطابق رکھنا واجب ہے۔ پس آخری پارہ کو سورہ عمّ سے شروع کر کے سورۃ الناس پر ختم کیا جائے۔

پاکستان ہندوستان اور برطانیہ میں پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے بچوں کیلئے جو قرآن کا تیسواں پارہ پرنٹ کیا جاتا ہے وہ ترتیب کے اعتبار سے مصحف عثمانی سے الٹ ہوتا

(۱) ماہنامہ التجوید، اکتوبر ۱۹۹۶ شمارہ نمبر ۲ - ۳۰

ہے ۔ یہ فیصلہ کرنا تو شاید مشکل ہو کہ یہ ترتیب متحدہ ہندوستان میں کب سے رائج ہوئی اور کس نے رائج کی اور اس ترتیب کے مروج ہونے کے محرکات کیا تھے ۔ تاہم بادی النظر میں یہ اندازہ تو آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس ترتیب میں بچوں کی سہولت اور آسانی کا خیال رکھا گیا ۔

اگرچہ یہ ترتیب بچوں کی سہولت کے لئے اختیار کی گئی تھی تاہم سہولت کی خاطر کسی ناجائز امر کو اختیار کرنا بجائے خود ناجائز عمل ہے ۔ اس سے فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان کا پہلو نکلتا ہے اور بچے کے ذہن میں سورتوں کی معکوس ترتیب منقش ہو جاتی ہے اور مستقل جم جاتی ہے ۔

لہٰذا بچوں کی تدریس کیلئے بہتر ہو گا کہ نورانی قاعدہ وغیرہ ختم کرانے کے بعد آخری پارہ کو سورۃ "العلق" سے آغاز کرایا جائے ۔ اور "والناس" پر ختم کر دیا جائے ۔ پھر تیسواں پارہ سورۃ "النباء" سے شروع کر کے آخر تک پڑھایا جائے ۔ اس سے ترتیب توقیفی بھی متاثر نہیں ہو گی اور بچوں کیلئے سہولت کا پہلو بھی برقرار رہے گا نیز تدریس قرآن کی ابتداء بھی قرآن مجید کی نزولی اعتبار سے پہلی آیت سے ہو گی جو بجائے خود برکت کی بات ہے ۔

اس لئے حکومت کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے ناشر و طابع اداروں کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ تیسویں پارے کی طباعت میں ترتیب توقیفی کا خیال رکھیں اور اساتذہ کرام بھی دوران تدریس اسی ترتیب کو مدنظر رکھیں ۔

صَوتی تسجیل :

حفاظت قرآن مجید کی اصل چونکہ سماعت پر مبنی ہے ۔ اور حروف و کلمات کی ادائیگی کا انداز قلم کے ذریعہ سے قرطاس پر منتقل کرنا بھی ممکن نہیں ۔ لہذا مختلف قراءتوں کو صوتی لحاظ سے منضبط کرنا آج کے سائنسی دور میں وقت کا اہم تقاضا ہے ۔ دور حاضر میں انسانی آواز کو محفوظ کرنے کے وسائل سائنسی اکتشافات و ایجادات نے مہیا کر دیئے ہیں ۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان جدید وسائل سے کام لیتے ہوئے قرآن مجید کی صوتی تسجیل کا فرض ادا کریں ۔ پاکستان کا شمار بڑی اسلامی مملکت میں کیا جاتا ہے ۔ اسی حوالے سے پاکستان پر یہ ذمہ داری بدرجہ اولیٰ عاید ہوتی ہے کہ وہ یہ فریضہ سرانجام دے ۔ اور سرکاری سطح پر قرآن کریم کے صوتی انضباط کا بندوبست کرے ۔ یہ کام بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ذریعے بھی سرانجام دیا جاسکتا ہے ۔ پاکستان میں اس وقت ایسے حضرات موجود ہیں جو تمام قراءتوں کو جانتے سمجھتے اور ان کا پورا علم رکھتے ہیں ۔ اس علم کے ساتھ ساتھ انہیں ان قراءات کی ادائیگی پر پورا عبور بھی حاصل ہے ۔ لیکن ایسے اصحاب علم کی تعداد انتہائی قلیل ہے ۔ اس لئے اگر اس کام میں تساہل برتا گیا تو اس بات کا امکان ہے کہ پاکستان میں کوئی قاری ایسا نہ ملے جو قراءات سبعہ و عشرہ کا پورا علم رکھتا ہو اور صوتی انضباط کسی پاکستانی قاری کی آواز میں ممکن نہ رہے ۔ یہ بات پورے وثوق اور تیقن سے کہی جاسکتی ہے کہ اس وقت ریڈیو اور ٹیلی وژن پر تلاوت کرنے والے قراء بھی سبعہ عشرہ کا علم نہیں رکھتے ۔ وہ سب روایت حفص ہی میں پڑھتے ہیں اور اسی ایک روایت کا علم رکھتے ہیں ۔

علم تجوید اور غنائیت

پاکستان میں جتنی بھی محافل قراءت منعقد ہوتی ہیں ان میں سامعین حرف پڑھنے والے کی آواز تیز سانس کی طوالت اور آواز کے زیروبم تھرتھراہٹ اور غنائیت کو بڑا حسن خیال کرتے ہیں ۔ اور انہی وجوہ پر قاری کیلئے تعریف و توصیف کا معیار قائم کیا جاتا ہے ۔ اس صورت حال کے پیش نظر عام قاری بھی آواز کے زیروبم غنائیت اور سانس کی طوالت ہی پر زیادہ زور دینے لگے ہیں ۔ حالانکہ یہ چیزیں علم تجوید میں باعث کمال نہیں بلکہ فنی لحاظ سے بسا اوقات نقص شمار کی جاتی ہیں ۔ اکابر قراء ایسی باتوں سے احتراز کی تلقین کرتے ہیں ۔ چنانچہ قاری محمد اسماعیلؒ تجوید کے وہ عیوب جن سے پرہیز کرنا از حد لازم ہے کے عنوان سے لکھتے ہیں

۱۔ ترعید :۔ مدات اور حرکات میں آواز کا ہلانا (مکروہ)

۲۔ تنفیش :۔ حرکات کو پوری طرح ادا نہ کرنا (مکروہ)

۳۔ تعجیل :۔ اس قدر جلدی کرنا کہ حروف جدا جدا سمجھ میں نہ آئیں بلکہ گڈ مڈ ہو جائیں (حرام)

۴۔ تطنین یا صرصرہ ۔ ہر ایک حرف میں غنہ کرنا اور اس کو ناک میں پڑھنا (حرام)

۵۔ تہمیز :۔ ہر ایک حرف میں ہمزہ کی آواز پیدا کرنا (حرام)

۶۔ تطویل :۔ مدات اور حرکات میں آواز کو حد سے زیادہ کھینچنا (مکروہ)

۷۔ ہمہمہ :۔ یعنی کسی حرف مخفف کو مشدد پڑھنا جیسے 'اٰنِيَةٍ' سے 'اٰنِيَّةٍ' اور 'مَاهِيَهْ' سے 'مَاهِيَّهْ' (حرام)

۸۔ زمزمہ :۔ قرآن مجید کو گانے کے طور پر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اگر حد تجوید سے باہر ہے تو حرام ہے۔

۹۔ ترقیص :۔ آواز کو نچانا اس کا مطلب یہ ہے کہ آواز کو کبھی نیچی کرنا اور کبھی بلند کرنا جیسے گویّے راگنی کے قواعد کی رو سے کیا کرتے ہیں۔ اگر تجوید کی حد میں ہے تو مکروہ ورنہ حرام ہے۔

۱۰۔ عنعنہ :۔ ہمزہ میں اور اسی طرح دوسرے حروف میں عین کی آواز ملا دینا (حرام)

۱۱۔ رکزہ :۔ بے موقع ادغام کرنا مثلاً لا تزغ قلوبنا میں غین کا قاف میں یا فاصفح عنھم میں حا کا عین میں یا ماتودھم میں واؤ میں (حرام)

۱۲۔ تعولیق :۔ کلمہ کے درمیانی حرف پر وقف کرکے آگے سے شروع کر دینا (حرام)

۱۳۔ تمضیغ :۔ حرفوں کو چبا کر پڑھنا (مکروہ)

۱۴۔ وثبہ :۔ پہلے حرف کو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کو پڑھنے لگنا۔ (مکروہ) [۱]

ان مذکورہ عیوب کو اگر مد نظر رکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محافل قراءت میں تلاوت کرنے والے بیشتر حضرات ان میں سے کسی نہ کسی عیب کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور سامعین عدم علم کی بنا پر ان عیوب کے باوجود پڑھنے والے کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں۔ گویا تلاوت کے عیوب ہی آج کل معیارِ عمدگی ٹھہرے۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس کی وجہ سے کم از کم پاکستان کی حد تک یہ عظیم علم زوال کا شکار ہے۔ لہٰذا قراء حضرات کو ایسے طریق اختیار کرنا چاہئیں جن سے عوام کے اندر ان عیوب کے عیوب ہونے کا شعور پیدا ہو اور عیب ہی وجہ کمال نہ بنے

---

[۱] شیخ محمد قاری، مفتاح الکمال، ۱۰۲-۱۰۳

مراجع و مصادر

القرآن الکریم — تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی لاہور راولپنڈی ۱۹۸۵ء

〃 — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۸۷ء

〃 — مصحف المدینۃ النبویہ - مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف
المراقبۃ النہائیہ رقم ۱۰۹۳۵ — ۱۴۰۸ھ

〃 — ھدیہ خادم الحرمین الشریفین - مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف وزارۃ الحج
والاوقاف المملکۃ السعودیہ العربیہ — ۱۴۰۸ھ

ابن الاثیر	مبارک بن محمد م ۶۰۶ھ	جامع الاصول فی احادیث الرسول	مکتبۃ الحلوانی حسنین ناظم مصر ۱۳۸۹
ابن الاثیر	محمد بن محمد بن عبدالکریم م ۶۳۰ھ	الکامل فی التاریخ	دار صادر للطباعۃ والنشر بیروت ۱۳۸۵
ابن حیان	محمد بن یوسف بن علی م ۷۵۴ھ	البحر المحیط	مطبعہ السعادہ مصر ۱۳۲۸
ابن خلدون	عبدالرحمٰن م ۸۰۸ھ	مقدمہ	مصطفٰی محمد مکتبۃ التجاریہ مصر ندارد
ابن خلکان	شمس الدین احمد بن محمد م ۶۸۱ھ	وفیات الاعیان	منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱۳۶۲ / ۱۳۶۴
ابن سعد	محمد بن سعد م ۲۳۶ھ	الطبقات الکبریٰ	دار بیروت للطباعۃ والنشر بیروت ۱۳۷۶ھ
ابن ضیاء	محب الدین	تنویر المرات شرح ضیاء القراءت	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ندارد
ابن العربی	محمد بن عبداللہ بن محمد م ۵۴۲ھ	احکام القرآن	مطبعہ السعادہ بجوار محافظ مصر ۱۳۳۱ھ

ابن فارس ابوالحسین احمد م ۳۹۵ھ معجم مقاییس اللغۃ مرکز النشر مکتب اعلام الاسلامی ۱۴۰۴ھ

ابن قدامہ عبداللہ بن احمد م ۶۲۰ھ المغنی مطبوعات رئاسہ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتا والدعوۃ والارشاد المملکۃ السعودیۃ العربیۃ ۱۴۰۱

ابن کثیر عماد الدین ابی الفداء م ۷۷۴ھ تفسیر قرآن العظیم داراحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی مصر ندارد

ابن منظور جمال الدین م ۷۱۱ھ لسان العرب نشر ادب الحوزہ قم ایران ۱۴۰۵
نیز
دار بیروت للطباعۃ والنشر ۱۳۷۵

ابن ندیم محمد بن اسحاق م ۳۸۵ھ الفہرست المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ندارد

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث م ۲۷۵ھ السنن مع حاشیہ عون المعبود دار الکتاب العربی بیروت ندارد
نیز
اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۶۹

ابوالحسن اعظمی علم قرات و قراء سبعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۴۱۰ھ

ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی مصباح اللغات مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۳۷۳ھ

ابو محمد محی الاسلام م ۱۹۵۳ء شرح سبعہ قرآت ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۴۱۶ھ

" " " شجرہ سبعہ قراءات مطبع مجتبائی جدید دہلی ۱۳۴۷ھ

ابی یعلیٰ احمد بن علی م ۳۰۷ھ مسند تحقیق و تعلیق ارشاد الحق اثری دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ
نیز
مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۸ھ

احمد بن حنبل ابی عبداللہ م ۲۴۱ھ مسند داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۴ھ

احمد خاں فکر و نظر کے پندرہ سال ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۷۹ء

احمد رضا خاں م ۱۳۴۰ھ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ۱۳۹۳ھ

احمد یار خان نعیمی تفسیر نور العرفان ادارہ کتب اسلامیہ گجرات مغربی پاکستان ندارد

اظہار احمد تھانوی قاری م ۱۹۹۴ء ۔ الجواہر النقیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ ۔ قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور ۱۹۹۰ء

" " " " ۱۹۹۱ء الحواشی المفہمہ فی شرح المقدمہ ۔ " " " " " " ندارد

" " " " ۔ الدراری شرح الدرۃ فی القراءات الثلاث

المتمہ للقراءات العشر " " " " " " ندارد

" " " ۔ امانیہ شرح شاطبیہ ۔ قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور ندارد

" " " ۔ امانیہ شرح شاطبیہ ۔ " " " " " " ندارد

" " " ۔ تنشیط الطبع فی اجراء السبع ۔ " " " " " " ندارد

" " " ۔ جمال القرآن مع حواشی جدیدہ " " " " " " ندارد

" " " ۔ خلاصۃ التجوید " " " " " " ندارد

" " " ۔ مجموعہ نادرہ " " " " " " ندارد

" " " ۔ مقدمہ الجزریہ مع متن تحفۃ الاطفال " " " " " ندارد

افتخار احمد بلخی ۔ تاریخ افکار علوم اسلامی ۔ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۱۹۶۸ء

افتخار احمد کاظمی سید ۔ ترتیل القرآن ۔ مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۹۹۱ء

امداد صابری ۔ فیضان رحمت ۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ۔ نعمانی پریس دہلی ندارد

امیر علی سید ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن ۔ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۱۹۷۸ء

امین احسن ۔ تدبر قرآن فاران فاؤنڈیشن ۱۲۲ فیروزپور روڈ لاہور ۱۹۸۵ء

آلوسی شہاب الدین م ۱۲۷۰ھ روح المعانی فی تفسیر القرآن مکتبہ امدادیہ ملتان مغربی پاکستان ندارد

بخاری محمد بن اسماعیل م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح المکتبۃ الاسلامی استانبول ترکیا ۱۹۷۹ء

بزرگ شاہ قاری الازہری | احکام التجوید | پاکستان قراءت اکیڈمی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی ۱۹۹۰ء

بسم اللہ بیگ مرزا | تذکرہ قاریان ہند | میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی | ندارد

البغوی محمد الحسین بن مسعود م ۵۱۶ھ | معالم التنزیل المعروف تفسیر البغوی | الطبع والنشر شرکۃ مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۷۵ھ

تاج محمد قاری | جامع التجوید | ضیاء پریس آرام باغ کراچی | ندارد

ترمذی محمد بن عیسیٰ م ۲۷۹ھ | جامع مع التعلیق نفع قوت المغتذی | وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان ۱۴۰۵ھ

تھانوی اشرف علی م ۱۳۶۲ھ | بہشتی زیور | ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور | ندارد

" " " " | بیان القرآن | مطبع مجتبائی دہلی | ندارد

" " " " | جمال القرآن | قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور | ندارد

" " " " | جمال القرآن مع حاشیہ زینت الفرقان | قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی | ندارد

جزری محمد بن محمد م ۸۳۳ھ | حصن حصین بامع خواص و فوائد | تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی | ندارد

" " " " | النشر فی القراءات العشر | مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر | ندارد

جصاص احمد بن علی م ۵۹۲ھ | احکام القرآن | مطبع البہیۃ المصریہ ادارۃ الملتزم مصر ۱۳۴۷ھ

جوہری اسماعیل بن حماد م ۳۹۳ھ | الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ | دار العلم للملایین بیروت ۱۳۷۶

حالی الطاف حسین م ۱۹۱۴ء | حیات جاوید | آئینہ ادب چوک مینار انار کلی لاہور ۱۹۶۶

حاکم ابی عبداللہ م ۴۰۵ھ | المستدرک علی الصحیحین | دار الکتاب العربیہ بیروت | ندارد

خادم علی جاوید | اشاریہ مجلہ طلوع اسلام | النور پرنٹرز پبلشرز ملتان روڈ لاہور ۱۹۹۱ء

خالد محمود | آثار التنزیل | ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ء

چلپی حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ | کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون | دار الفکر ۱۴۰۲ھ

الذہبی شمس الدین محمد بن احمد ۷۴۸ھ میزان الاعتدال فی نقد الرجال المکتبۃ الاثریہ سانگلا ہل پاکستان ۱۳۸۲ھ

〃 〃 〃 〃 تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۱۱ھ

〃 〃 〃 〃 سیر اعلام النبلاء موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۲ھ

〃 〃 〃 〃 معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات دار الکتب والحدیث الجمہوریہ بعابدین مصر ندارد

الراغب اصفہانی ابی القاسم الحسین بن محمد مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن المکتبۃ مرتضویہ چاپ خانہ خورشید ایران ۱۳۹۲ھ

رحیم بخش قاری م ۱۴۰۲ھ الخط العثمانی فی الرسم القرآنی - ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات ملتان ندارد

〃 〃 〃 العطایا الوھبیہ - حافظ محمد اسحٰق مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان ندارد

〃 〃 〃 المرآۃ النیرہ فی حل الطیبہ - ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات حسین آگاہی ملتان ۱۳۹۰ھ

〃 〃 〃 المحصذبہ فی وجوہ الطیبہ - 〃 〃 〃 〃 ندارد

〃 〃 〃 تکثیر النفع فی القراءات السبع واجرائہا [illegible] 〃 〃 〃 〃 ...

رحیم بخش قاری ۱۴۰۲ھ تکمیل الاجر فی القراءات العشر - ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان ندارد

〃 〃 〃 - تنویر التیسیر مع ترجمہ الوجوہ المسفرہ - قراءۃ اکیڈمی اردو بازار لاہور ندارد

〃 〃 - قراءات ثلاثہ ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات حسین آگاہی ملتان ندارد

〃 〃 - قراءۃ حضرت امام ابن عامر شامی 〃 〃 〃 〃 ندارد

〃 〃 - قراءۃ حضرت امام ابن کثیر مکی 〃 〃 〃 〃 ندارد

〃 〃 - قراءۃ حضرت امام ابو عمرو بصری 〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 - قراءۃ حضرت امام حمزہ کوفی 〃 〃 〃 〃 ۱۳۹۹ھ

〃 〃 - قراءۃ حضرت امام عاصم 〃 〃 〃 〃 ندارد

〃 〃 - قراءۃ حضرت امام کسائی 〃 〃 〃 〃 ندارد

رحیم بخش قاری — قراءۃ حضرت امام نافع — ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات حسین آگاہی ملتان ندارد

〃 〃 — قراءۃ حضرت امام نافع بروایت قالون — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد

〃 〃 — ہدایات الرحیم فی آیات الکتاب الحکیم — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۴۰۱ھ

رشید احمد مولانا، ۱۳۲۳ھ — فتاوٰی رشیدیہ کامل مبوب — محمد سعید اینڈ کمپنی قرآن محل مولوی مسافر خانہ کراچی ندارد

رضا حسن سید — معین التجوید — ملک سنز پبلشرز کارخانہ بازار فیصل آباد ندارد

زرقانی محمد عبد العظیم، ۱۱۲۲ھ — شرح الزرقانی علی موطا امام مالک — المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ مصر ۱۳۷۹ھ

〃 〃 〃 — مناھل العرفان — دار احیاء الکتب العربیہ عیسیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۷۲ھ

زرکشی بدر الدین محمد، ۷۹۴ھ — البرھان فی علوم القرآن — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۳۷۶

زرکلی خیر الدین — الاعلام — دار العلم للملایین بیروت لبنان ۱۹۸۰ء

زمخشری جار اللہ محمود م ۵۲۸ھ — الکشاف عن حقائق التنزیل
وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل — مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر ۱۳۶۷

السجستانی عبد اللہ بن ابی داؤد ۳۱۶ھ — کتاب المصاحف — المطبعۃ الرحمانیہ ۱۹۳۶ء

سمیع اللہ قریشی — حفظ قرآن کے سلسلے میں سلاطین پانی پت کی خدمات — غیر مطبوعہ مقالہ جامعہ پنجاب لاہور ۱۹۵۲ء

السیوطی جلال الدین، ۹۱۱ھ — الاتقان فی علوم القرآن — شرکہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۷۰ھ

〃 — الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۳۵۸ھ

〃 〃 〃 — الدر المنثور فی التفسیر بالماثور — منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۱۴۰۳ھ

الشاطبی ابو القاسم بن فیرہ، ۵۹۰ھ — حرز الامانی ووجہ التھانی فی القراءات السبع — قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور ندارد

شاہ ولی اللہ محدث م ۱۱۷۶ھ — ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء — سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور ۱۳۹۶ھ

شوقی ضیف — کتاب السبعہ فی القراءات — دار المعارف ۱۱۱۹ کورنیش النیل القاھرہ مصر ندارد

الشوکانی محمد بن علی بن محمد، ۱۲۵۵ھ — فتح القدیر ...... من علم التفسیر — مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۱ھ

شوکت سبزواری	اردو لسانیات	مکتبہ تخلیق ادب آدم خان مارکیٹ کراچی	۱۹۶۶ء
صدیق احمد قاری	تسہیل التجوید	مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی	ندارد
صدیق بن حسن قنوجی م ۱۳۰۵ھ	ضیاء القراءات مع سراج القراءات و تحفۃ المبتدی	جاوید پریس کراچی	ندارد
الطبری محمد بن جریر م ۳۱۰ھ	جامع البیان عن تاویل ای القرآن	شرکۃ مصطفی البابی الحلبی مصر	۱۳۷۳ھ
طحاوی احمد بن محمد سلامہ م ۳۲۱ھ	مشکل الآثار	مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنۃ حیدرآباد دکن	۱۳۳۳ھ
الطنطاوی الشیخ جوہری	الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم	شرکہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ مصر	۱۳۵۱ھ
ظفر احمد مولانا	امداد الاحکام	مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴	۱۴۰۰ھ
ظفر اقبال	عکسی تجویدی قرآن مجید مع وضع علامات الضبط	پیکیجز لمیٹڈ لاہور	۱۴۰۳ھ
عبدالخالق قاری م ۱۳۷۶ھ	تیسیر التجوید	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
" " "	تیسیر التجوید مع حواشی مفیدہ	" " " " "	ندارد
عبدالرحمن خان منشی	بہار رفتہ	جاوید اکیڈمی جیلیک ملتان	۱۹۷۵ء
" " " "	کتاب زندگی	" " " " "	۱۹۸۲ء
عبدالعزیز شاہ	فتح العزیز پارہ تبارک الذی	تاجر کتب حاجی محمد سعید خلاصی ٹولہ کلکتہ	۱۳۱۹ھ
عبدالفتاح قاضی	البدور الزاہرہ فی القراءات العشر المتواترہ من طریقی الشاطبیۃ والدرۃ	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
عبداللہ بن ابراہیم	مفتاح التجوید للمتعلم المستفید	" " " " "	"
عبدالماجد مولانا	القرآن الکریم مع ترجمہ و تفسیر	تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی	۱۹۵۲ء
عبدالمالک قاری م ۱۹۵۹ء	فوائد مکیہ مع حاشیہ تعلیقات مالکیہ	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
عزیز احمد تھانوی	تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح قاری اظہار احمد تھانوی	" " " " "	ندارد

مصنف	سن وفات	کتاب	مطبع	سن طباعت
عزیز الرحمن پانیزئی		معنوی شرح جزری مع فوائد مکیہ	بلوچستان بکڈپو مسجد روڈ کوئٹہ	ندارد
عزیز الرحمن مفتی		فتاوی دار العلوم دیوبند مکمل مبوب	کتب خانہ امدادیہ دیوبند	ندارد
عسقلانی ابن حجر شہاب الدین م	۸۵۲ھ	الاصابہ فی تمییز الصحابہ	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان	۱۳۲۸ھ
" " " " "		تہذیب التہذیب	مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ حیدرآباد دکن	۱۳۲۶ھ
" " " " "		فتح الباری	مطبعۃ الخیریہ عمر حسین قاہرہ مصر	۱۳۲۵ھ
علاء الدین علی المتقی م	۹۷۵ھ	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ حیدرآباد دکن	۱۳۱۲ھ
فتح محمد قاری م	۱۴۰۷ھ	اسہل الموارد	مشہور آفسٹ یعقوب پریس کراچی	ندارد
" " "		اسہل الموارد فی شرح عقیلہ اتراب القصائد	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
" " "		تسہیل القواعد مع ضمیمہ	ادارہ کتب طاہریہ ملتان	۱۴۰۹ھ
" " "		عنایات رحمانی شرح قصیدہ لامیہ	مشہور آفسٹ یعقوب پریس بسکٹ روڈ کراچی	ندارد
" " "		حرز الامانی ووجہ التہانی المعروف شاطبیہ		
فتح محمد قاری	"	الغرۃ المرضیۃ فی شرح الدرۃ المضیئۃ	دار العلوم نانک واڑہ کراچی	۱۹۶۰ء
" " "		کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر	" " " " "	۱۳۹۱ھ
" " "		متن مقدمہ جزریہ مع ترجمہ	مدرسہ تعلیم القرآن مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان	ندارد
" " "		مفتاح الکمال	میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی	ندارد
فقیر محمد یحیی		اسہل التجوید فی القرآن المجید	المطبعۃ العربیہ پرانی انارکلی لاہور	۱۹۹۱ء
فیوض الرحمن قاری		سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبد المالک رح	پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور	ندارد
" "		سوانح حضرت قاری فضل کریم رح	الیف ایچ آر پرنٹرز ۔ چمبرلین روڈ لاہور	ندارد

قاسم محمود سید	شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا	شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی	ندارد
قرطبی محمد بن احمد، ۶۷۱ھ	الجامع الاحکام القرآن	دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر قاہرہ مصر	۱۳۷۸ھ
کرم شاہ پیر الازہری	تفسیر ضیاء القرآن	ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور	۱۳۹۹ھ
لبیب السعید ڈاکٹر	الجمع الصوتی الاول للقرآن او المصحف المرتل	دار المعارف ۱۱۱۹ کورنیش النیل القاہرہ	۱۹۷۸ء
محبوب رضوی سید	تاریخ دار العلوم دیوبند	ادارہ اہتمام دار العلوم دیوبند یوپی	۱۳۹۷ھ
محمد ادریس عاصم	ابلاغ النفع فی القراءات السبع	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
" " "	الفوائد السلفیہ علی المقدمۃ الجزریہ	" " " " "	ندارد
" " "	المقدمۃ الجزریہ ترجمہ مع فوائد فوریہ	مکتبہ عزیزیہ چوک دالگراں لاہور	ندارد
" " "	تجبیر التجوید	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
محمد ادریس مولانا	تفسیر معارف القرآن	مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور	ندارد
محمد اسمٰعیل قاری	عذار القرآن	نقوش پریس لاہور	۱۳۷۹ھ
" " "	منھاج التجوید		
محمد اقبال نعیمی	ایضاح التجوید للطالب المستفید	سنی تنظیم القراء پاکستان	۱۹۹۲ء
" " "	تحفۃ الامیال فی تجوید کلام المتعال	" " " "	ندارد
" " "	تعلیم التجوید منظوم	" " " "	۱۹۹۳ء
" " "	مبدء التجوید للفرقان الحمید	" " " "	۱۹۹۲ء
محمد تقی الاسلام قاری	سوانح حضرت القاری محمد شریف	مکتبۃ القراءۃ ماڈل ٹاؤن لاہور	۱۴۰۲ھ
" " "	معلم الاداء فی الوقف والابتداء	" " " " "	۱۴۱۰ھ
محمد تقی عثمانی	علوم القرآن اور اصول تفسیر	مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴	۱۴۰۸ھ

محمد ثناء اللہ عثمانی، ۱۲۲۵ھ	التفسیر المظہری	ادارۃ اشاعت العلوم لندوۃ المصنفین الکائنۃ دہلی	ندارد
محمد حمید اللہ ڈاکٹر	خطبات بہاولپور	اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور	۱۴۰۱ھ
محمد الدین نعیمی	التجوید	مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد	۱۴۰۱ھ
محمد رمضان نجم	نصاب التجوید لتصحیح القرآن المجید	سنی تنظیم القراء پاکستان	۱۹۹۳ء
محمد زکریا	تاریخ مظاہر جلد اول	کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور	۱۳۹۲ھ
محمد سالم محیسن	فی رحاب القرآن الکریم	مکتبۃ الکلیات الازہریہ الصنادقیہ الازہر قاہرہ	۱۴۰۰ھ
محمد سلیمان قاری	رہنمائے تجوید	ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور	ندارد
" "	فوائد مرضیہ شرح مقدمہ الجزریہ	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	۱۴۰۷ھ
محمد شریف قاری، ۱۹۷۸ء	تجوید الصبیان المعروف زینت القرآن	دار القراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور	ندارد
" "	جمال القرآن مع حاشیہ ایضاح البیان	" " " " " "	ندارد
" "	سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد	مکتبۃ القراءۃ ماڈل ٹاؤن لاہور	۱۴۱۳ھ
" "	قواعد ہجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان	" " " " " "	۱۳۹۸ھ
" "	المقدمۃ الجزریہ مع تحفۃ الاطفال	" " " " " "	ندارد
" "	مکمل قرآنی قاعدہ	" " " " " "	ندارد
محمد شفیع مفتی، ۱۳۹۶ھ	معارف القرآن	ادارۃ المعارف کراچی ۱۴	۱۹۸۵ء
" "	معارف القرآن	" " " "	۱۹۸۳
محمد طاہر رحیمی قاری	تاریخ علم تجوید و تاریخ علم قراءات	ادارہ کتب طاہریہ مغل آباد ملتان	۱۴۱۳ھ
" "	جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان	مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور	۱۴۱۰ھ

محمد طاہر رحیمی قاری	رسالہ روایت سیدنا ورش بطریق محمد اصبہانی	ادارہ کتب طاہریہ مسجد باب رحمت ملتان	ندارد
" " "	سلک اللآلی والمرجان	ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات	
	شرح نظم احکام الآن	مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان	ندارد
محمد طاہر رحیمی قاری	سوانح متحیہ	ادارہ کتب طاہریہ مسجد باب رحمت مغل آباد ملتان	سنہ ۱۹۸۸ء
" " "	وضوح التجر فی القراءات الثلث	ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات	
	المتممہ للعشر	مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان	ندارد
" " "	قراۃ سیدنا امام عاصم کوفی بروایت ابوبکر شعبہ بن عیاش بطریق شاطبیہ مع ضمیمہ وجوہ طیبہ روایت سیدنا حفص	ادارہ کتب طاہریہ مسجد الرحمۃ مغل آباد ملتان	ندارد
" " "	قراءۃ مکی باضافہ طریق طیبہ	ادارہ کتب طاہریہ مسجد باب الرحمۃ مغل آباد ملتان	سنہ ۱۴۱۰ھ
محمد عاشق الٰہی	التحفۃ المرضیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	ندارد
محمد عبد الحلیم	تذکرہ رحمانیہ	مکتبہ نفیس جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور	سنہ ۱۴۰۲ھ
محمد عبد الرشید نعمانی	لغات القرآن مع فہرست الفاظ	دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی	سنہ ۱۹۸۶ء
		ندوۃ المصنفین - جید برقی پریس دہلی	سنہ ۱۹۵۵ء
محمد عبد الوحید قاری	ھدیۃ الوحید فی علم التجوید	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	
محمد علی لاہوری	بیان القرآن یعنی اردو ترجمۃ القرآن	احمدیہ انجمن اشاعت القرآن لاہور	سنہ ۱۳۴۲ھ
ایم علی قتانی، سنہ ۱۹۹۹ء	پانی پت کے قاری	ناشر نامعلوم	ندارد
محمد فداء اللہ قاری	منھاج التجوید ترجمہ و تشریح قواعد التجوید	المکتبۃ الامدادیہ التجویدیہ شاہ عالم گیٹ لاہور	ندارد
محمد معین الدین	تحسین القرآن	ادارہ تحسین القرآن چاٹگام بنگلہ دیش	سنہ ۱۴۱۱ھ
محمد نور الاسلام	آسان قراءت	مجمع الشبان المسلمین العالمی الباکستان	سنہ ۱۹۸۰ء
محمود حسن	القرآن الکریم و ترجمۃ معانیہ و تفسیرہ الی اللغۃ الاردیہ	مجمع الملک فہد للطباعۃ المصحف الشریف مدینہ منورہ وزارۃ حج سعودی عرب	سنہ ۱۴۰۹ھ

محی الدین ڈاکٹر ہندوستانی لسانیات مکتبہ معین الادب اردو بازار لاہور ۱۹۶۱ء

مراغی احمد مصطفیٰ تفسیر المراغی مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۷۳ھ

نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۱۹۵۷

مسلم بن الحجاج ۲۶۱ھ الصحیح المسلم وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد ۱۴۰۵ھ

معصوم الرحمٰن قاضی سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات مقالہ برائے پی۔ ایچ ڈی سندھ یونیورسٹی

معین الرحمٰن سید نذر افتخار شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد ۱۹۷۵ء

المنذری زکی الدین عبدالعظیم ۶۵۶ھ الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۸ھ

مودودی ابوالاعلیٰ سید ۱۹۷۹ء تفہیم القرآن ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۹۰ء

نذر احمد حافظ جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان جامعہ چشتیہ ٹرسٹ لائلپور ۱۳۷۹ھ

نسائی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب ۳۰۳ھ سنن نسائی مع الحواشی المفیدہ وزارۃ التعلیم العید رالیہ اسلام آباد ۱۴۰۷ھ

نسفی عبداللہ بن احمد مدارک التنزیل وحقائق التاویل مطبعۃ الحسینیہ المصریہ ۱۳۳۲ھ

نعیم الدین زبیری اشاریہ ترجمان القرآن ادارہ معارف اسلامیہ کراچی ۱۹۸۵ء

وفاء عبداللہ قزمار کتاب المبیع فی القراءات الثمان وقراۃ الاعمش۔ بحث مقدمہ لنیل درجۃ الدکتورہ فی اللغۃ ۱۴۰۵۔۱۴۰۶ھ

الھیثمی نورالدین علی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد و منبع الفوائد دارالکتاب بیروت لبنان ۱۹۶۷ء

الیاقوت الرومی الحموی ۶۲۶ھ معجم الادباء داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

جرائد و رسائل :

ماہنامہ التجوید فیصل آباد — مارچ ۱۹۹۱

" " " " — جون جولائی ۱۹۹۱

" " " " — جنوری ۱۹۹۲

" " " " — مارچ ۱۹۹۲

" " " " — مئی ۱۹۹۲

" " " " — اگست ۱۹۹۲

" " " " — ستمبر ۱۹۹۲

" " " " — جنوری ۱۹۹۳

" " " " — اکتوبر ۱۹۹۳

" " " " — دسمبر ۱۹۹۳

" " " " — فروری ۱۹۹۴

" " " " — مئی ۱۹۹۴

" " " " — اگست ۱۹۹۴

" " " " — ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴

" " " " — نومبر ۱۹۹۴

ماہنامہ التجوید فیصل آباد	جنوری	۱۹۹۵
〃 〃 〃 〃	اکتوبر	۱۹۹۶
سہ ماہی الاحسان مانسہرہ	جنوری تا مارچ	۱۹۹۵
پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی	اپریل	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	مئی	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	جون	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	جولائی	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	اگست	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	ستمبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	اکتوبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	نومبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	دسمبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	فروری	۱۹۶۵
〃 〃 〃 〃 〃	اپریل	۱۹۶۵
〃 〃 〃 〃 〃	ستمبر	۱۹۸۹
〃 〃 〃 〃 〃	جولائی	۱۹۹۰
〃 〃 〃 〃 〃	اگست	۱۹۹۰
〃 〃 〃 〃 〃	ستمبر	۱۹۹۰

ماہنامہ	ماہ	سال
ماہنامہ البلاغ کراچی	فروری	۱۹۷۲
〃 〃 〃	نومبر	۱۹۷۳
〃 〃 〃	دسمبر	۱۹۷۳
〃 〃 〃	مارچ	۱۹۷۴
〃 〃 〃	اپریل	۱۹۷۴
〃 〃 〃	جولائی	۱۹۷۴
〃 〃 〃	اکتوبر	۱۹۷۴
〃 〃 〃	مئی	۱۹۷۶
〃 〃 〃	جولائی	۱۹۷۶
〃 〃 〃	شعبان	۱۳۹۹ھ

اشاعت خصوصی مفتی محمد شفیع نمبر جمادی الثانیہ تا شعبان ۱۳۹۹ھ

ماہنامہ	ماہ	سال
ماہنامہ البلاغ کراچی	اپریل	۱۹۸۵
〃 〃 〃	اپریل	۱۹۸۹
ماہنامہ الخیر ملتان	جنوری	۱۹۸۷
	مئی	۱۹۸۷
	دسمبر	۱۹۸۷
ماہنامہ الفضل اللہ ربوہ	جولائی	۱۹۶۳
ماہنامہ بزم قرآن لاہور	مئی	۱۹۹۴
〃 〃 〃 〃	جون	۱۹۹۴

ماہنامہ بزم قرآن لاہور	جولائی	۱۹۹۴
" " " "	دسمبر	۱۹۹۴
ماہنامہ بیّنات کراچی	شعبان	۱۳۸۳ھ
" " "	جمادی اولیٰ	۱۳۹۰ھ
" " "	محرم	۱۳۹۱ھ
ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور	مارچ	۱۹۷۰ء
ماہنامہ تدریس القرآن کراچی	نومبر	۱۹۸۸
سہ ماہی تفکر لاہور	فروری	۱۹۹۰
ماہنامہ جریدہ الاشرف کراچی	جولائی اگست	۱۹۹۱
ماہنامہ حکمت قرآن لاہور	فروری	۱۹۸۹
" " " "	مئی	۱۹۸۹
" " " "	جون	۱۹۸۹
ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور	اپریل	۱۹۷۰
ماہنامہ گلستان اسلام سرگودھا	نومبر دسمبر	۱۹۹۴
ماہنامہ مشکوٰۃ المصابیح لاہور	اکتوبر	۱۹۹۶
ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ہند	جولائی	۱۹۸۹
ہفت روزہ ندا لاہور	۲۲ مارچ	۱۹۸۸
ماہنامہ نقوش رسول نمبر ۸	جنوری	۱۹۸۴

روزنامہ سیاست حیدر آباد دکن ۱۵ اپریل ۱۹۸۲
روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵۔ اگست ۱۹۶۱

روئیدادیں

الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیہ اسلام آباد (Prospectus) انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۵
المملکۃ العربیۃ السعودیہ جماعت تحفیظ القرآن الکریم وزارۃ الشئون الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد ۱۴۱۵ھ
اکتیسواں سالانہ روئیداد مدرسہ فتح العلوم چنیوٹ ۹۱-۱۹۹۰ء
بین الاقوامی محافل قراءت محکمہ اوقاف حکومت پنجاب ۱۹۹۵ء
تعارف انجمن صوت القراء ۱۰-اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور ندارد
تعارف جامعہ اشرفیہ لاہور شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۳
تعارف جامعہ صدیقیہ بہاول پور جامعہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور ندارد
تعارف دار العلوم اسلامیہ شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم اسلامیہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
تعارف مجلس خدام القرآن لائلپور مغربی پاکستان۔ چترال ہاؤس کچہری بازار لائلپور ندارد
پاکستان کے دینی مدارس کی ڈائرکٹری اسلامک ایجوکیشن ریسرچ سیل وزارت تعلیم پاکستان ۱۹۸۸ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۹۵ء
جامعہ احتشامیہ سالانہ علمی و تبلیغی خدمات کا سرسری جائزہ۔ جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی ندارد
دار العلوم اسلامیہ لاہور استقلال پریس لاہور ۶۵-۱۹۶۴
〃 〃 〃 لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور ۶۶-۱۹۶۵

دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور کا تعارف و سالانہ گوشوارہ ۔ دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور ۹۵-۱۹۹۴ء

دارالعلوم حنفیہ مختصر جائزہ جامعہ دارالعلوم حنفیہ اورنگی ٹاؤن کراچی ندارد

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کا دستور العمل رکن الاسلام ایجوکیشنل سوسائٹی حیدر آباد ندارد

سالانہ روئیداد برائے ۱۹۹۱ مدرسہ مرکزی دارالتجوید والقراءت چوک شاہ عالم گیٹ لاہور

فہرست مدارس تعلیم القرآن مسجد مکاتب تجوید القرآن ٹرسٹ آزاد کشمیر مظفر آباد ضمیمہ ۱۹۸۹ ۱۹۹۰

قاریوں کی عالمی تنظیم اقرا شعبہ نشر و اشاعت اقرا ناظم آباد کراچی ندارد

چوتھی بین الاقوامی محفل قراءت کا پروگرام ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ندارد

مختصر کوائف مرکزی دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور ندارد

مدرسہ مرکزی دارالقراء نمک منڈی پشاور کے

مختصر کوائف اور چوبیس سالہ کارکردگی مدرسہ مرکزی دارالقراء نمک منڈی پشاور ندارد

مختصر تعارف و خدمات جامعہ خیر المدارس جامعہ خیر المدارس ملتان ندارد

معہد القرآن الکریم کا مختصر تعارف فضل ربی قاری معہد القرآن الکریم مانسہرہ ندارد

ہمارے بیس سال تعلیم القرآن خط و کتابت سکول پوسٹ بکس ۱۶۱۲ لاہور ندارد

گوشوارہ اعداد و شمار جیل خانہ جات قرآن کریم حفظ و ناظرہ ۔ تعلیم القرآن خط و کتابت سکول ″ ″ ″ ۱۹۹۳ء

قلمی دستاویزات

رجسٹر قارئین حفص و سبعہ و عشرہ ۔ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار رنگ محل لاہور

رجسٹر المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن بنگلہ ایوب شاہ اندرون شیرانوالا گیٹ لاہور

رجسٹر جامع العلوم بہاولنگر

رجسٹر امتحانات جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی

سند قراءت عشرہ جاری کردہ قاری عبدالرحمٰن مکی رح

سند قراءت والتجوید الفرقان الحمید جاری کردہ قاری عبدالمالک رح

قلمی خط ڈاکٹر قاری غلام مصطفےٰ خاں سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد بنام قاری محمد طاہر

قلمی خط محمد عظمت علی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بنام قاری اظہار احمد تھانوی رح

متفرق

قاعدہ تعلیم القرآن - جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ عالمگیر مسجد عالمگیر روڈ کراچی ۵

فیروز اللغات عربی اردو - فیروز سنز لاہور

GOVT. OF PAKISTAN ISLAMABAD DECISION
CASE NO. 16/CM/91/29/7/991

GOVT. OF PUNJAB EDUCATION DEPT.
LETTER NO. SO(PI) 11-43/86 dt 15/9/1992

IMPERIEL GAZETTIER OF INDIA
OXFORD 1908 Vol 11
LONDON

THE TIMES ATLAS OF THE WORLD COMPREHENSIVE EDITION - TIME NEWS PAPER LIMITED
PRINTING HOUSE LONDON 1974